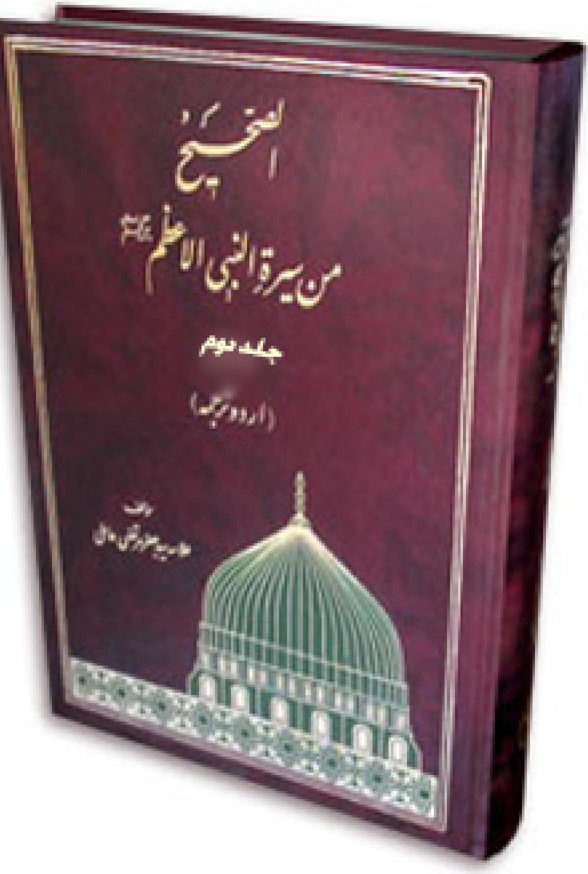
الصحیح
من سیرة النبی الاعظم ﷺ
جلد سوم
(اردو ترجمہ)

فہرست

مقدمہ

چند اہم نکات

تیسرا باب

اعلان نبوت سے لے کروفات ابوطالب تك

پہلی فصل : ہجرت حبشہ تك

مقدمہ

اسلام کے اہداف و مقاصد

وزیر اور وصی کی ضرورت

دعوت ذو العشیرۃ

اندھا تعصب

ابن تیمیہ اور حدیث الدار

ابن تیمیہ کے اعتراضات کا جواب

پہلے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کا جواب

چوتھے اعتراض کا جواب

پانچویں اور آخری اعتراض کا جواب

واقعہ انذار اور چند اہم نکات
خلیفتی فی اہلی سے کیا مراد ہے ؟
فقط رشتہ داروں کی دعوت کیوں
علی (ع) اور واقعہ انذار
ابولہب کا موقف
پہلے انذار پھر
روز انذار رسول اللہ(ص) کا فرمان
بشارت و انذار
میرا بھائي اور میرا وصي
فاصدع بما تؤمر
ناکام مذاکرات
پہلا مرحلہ
دوسرا مرحلہ
تیسرا مرحلہ
اس ناکامی کے بعد
قریش کی ہٹ دھرمی کا راز
مذاکرات کی ناکامی کے بعد
مکہ کے ستم دیدہ مسلمان
ذکر مظلوم

حضرت ابوبکر نے کن کو آزاد کیا ؟
کیا حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کیں؟
پہلا نکتہ : کیا حضرت ابوبکر قبیلہ کے سردار تھے
دوسرا نکتہ
اسلام میں سب سے پہلی شہادت
عمار بن یاسر
تقیہ کتاب و سنت کی روشنی میں
سنت رسول(ص) میں تقیہ
تاریخ سے مثالیں
تقیہ ایك فطري، عقلی ، دینی اور اخلاقی ضرورت
دوسری فصل: ہجرت حبشہ اور اس سے متعلقہ بحث
راہ حل کی تلاش
حبشہ کے انتخاب کی وجہ
حبشہ کا سفر
جعفر سردار مہاجرین
حبشہ کا پہلا مہاجر
ابوموسی نے حبشہ کی جانب ہجرت نہیں کي
مہاجرین کے ساتھ عمر کا رویہ
حضرت ابوبکر نے ہجرت نہیں کي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عثمان بن مظعون کی فضیلت کی چوري
قریش کی مایوسانہ کوشش
قریش اور مستقبل کے منصوبے
نجاشی کے خلاف بغاوت
بعض مہاجرین کی واپسي
غرانیق کا افسانہ
مسئلے کی حقیقت
تیسری فصل: شعب ابوطالب تك کے حالات
حضرت حمزه (ع) کے قبول اسلام کی تاریخ میں اختلاف
حضرت حمزه (ع) کا قبول اسلام
حضرت حمزه کا قبول اسلام جذباتی فیصلہ نہ تھا
ابوجہل نے بزدلی کیوں دکھائي
عَبَسَ و توَلّي
جرم کسی اور کا
ایك سوال کا جواب
درست روایت
جناب عثمان پر الزام
دشمنان دین کا اس مسئلے سے سوء استفاده
مزید دروغ گوئیاں

حضرت عمر بن خطاب کا قبو ل اسلام

مزید تمغے

حضرت عمر کب مسلمان ہوئے؟

حضرت عمر کو فارق کس نے کہا ؟

کیا حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا؟

نکتہ

کیا واقعی حضرت عمر اسلام کی سربلندی کا باعث بنے ہیں ؟

حضرت عمر کا غسل جنابت

حضرت عمر کا قبول اسلام اور نزول آیت

آخری نکات

نتیجہ بحث

چوتھی فصل: شعب ابوطالب میں بائیکاٹ

خدیجہ (ع) کی دولت اور علی (ع) کی تلوار

مسلمانوں کے متعلق حکیم بن حزام کے جذبات

شق القمر

ایك اعترا ض اور اس کا جواب

شق القمر ، مؤرخین اور عام لوگ

چاند کا شق ہوکر جڑنا سائنسی نقطہ نظر سے

شق القمر پر قرآنی آیات کی دلالت

افسانے

عہدنامے کی منسوخي

ابوطالب (ع) عقلمندی اورایمان کا پیکر

قبیلہ پرستی اور اس کے اثرات

عہدنامے کی منسوخی کے بعد

حبشہ سے ايك وفد کی آمد

جناب ابوطالب (ع) کی پالیسیاں

ابوطالب (ع) کی قربانیاں

عام الحزن

محبت و عداوت ، دونوں خدا کی رضا کیلئے

پانچویں فصل: ابوطالب (ع) مؤمن قریش

ایمان ابوطالب (ع)

ایمان ابوطالب (ع) پر دلائل

اعتراضات: حدیث ضحضاح

عقیل اور ارث ابوطالب (ع)

و ہم ینہوں عنہ و ینأون عنہ

مشرك کیلئے طلب مغفرت سے منع کرنے والی آیت

باقیماندہ دلائل

ابوطالب (ع) نے اپنا ایمان کیوں چھپایا؟
ایمان ابوطالب (ع) کو چھپانے کی ضرورت کیا تھي
ابوطالب (ع) پر تہمت کیوں
ابولہب اور پیغمبر کی نصرت
یہ روایت کیوں گھڑی گئي

چوتھا باب
ہجرت طائف تك
پہلی فصل: ہجرت طائف
نئي جدو جہد کی ضرورت
ہجرت طائف
مزید ہجرتیں
عداس کا قصہ
کسی کی پناہ میں آپ(ص) کا داخل مکہ ہونا
جنوں کے ایك گروہ کا قبول اسلام
طائف اور آس پاس والوں سے روابط
اسلام دین فطرت
کیا یہ ایك ناکام سفر تھا؟
دوسری فصل: بیعت عقبہ تك کے حالات

قحط

نبی کریم (ص) کی طرف سے قبائل کو دعوت اسلام

بنی عامر بن صعصعہ اور نبی کریم (ص) کی حمایت

حکومت فقط خدا کی

ہدف کی بلندی اور تنگ نظري

دین و سیاست

قبائل کو دعوت اسلام دینے کے نتائج

حضرت سودہ اور عائشہ سے رسول اکرم(ص) کی شادي

نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر

جعلی احادیث کا ایك لطیف نمونہ

حضرت عائشہ کا جمال اور ان کی قدرو منزلت

حضرت خدیجہ (ع)

حضرت زینب بنت جحش

حضرت ام سلمہ

حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب

حضرت جویریہ بنت حارث

حضرت ماریہ قبطیہ

حضرت سودہ بنت زمعہ

حضرت اسماء بنت نعمان

حضرت ملیکہ بنت کعب

حضرت ام شريك

حضرت شراف بنت خلیفہ

حضرت حفصہ بنت عمر

نتیجہ

اور اس کے بعد

مدینے میں دخول اسلام

اہل کتاب کی پیشگوئیاں

اوس و خزرج کے اختلافات

اسلام کی سہل و آسان تعلیمات

اہل مدینہ اور اہل مکہ

تیسری فصل : بیعت عقبہ

عقبہ کی پہلی بیعت

سعد بن معاذ کی اپنی قوم کو دعوت

بیعت

نماز جمعہ

عقبہ کی دوسری بیعت

بیعت عقبہ میں عباس کا کردار

حضرت ابوبکر عقبہ میں

حضرت حمزه (ع) اور حضرت علی (ع) عقبہ میں

ملاقات کو خفیہ رکھنے کی وجہ

بیعت کی شرائط

نقیبوں کی کیا ضرورت تھي

مشرکین کا رد عمل

خلافت کے اہل افراد کی مخالفت

ابھی تك جنگ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا

پانچواں باب

مکہ سے مدینہ تك

پہلی فصل: ہجرت مدینہ کا آغا ز

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے

ہجرت مدینہ کے اسباب

مدینہ کے انتخاب کی وجہ

مہاجرین کے درمیان بھائي چارے کا قیام

مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا آغاز

بے مثال نمونہ

عمر ابن خطاب کی ہجرت

حقیقت

ہجرت مدینہ کا راز

قریش اور ہجرت

دوسری فصل: رسول اکرم(ص) کی ہجرت

سازش

علی (ع) کی نیند اور نبی (ص) کی ہجرت

قریش پیغمبر(ص) کی تلاش میں

ہجرت کا خرچہ

علی (ع) کے اشعار اور ان کا ترجمہ

جذبہ قربانی کے بے مثال نمونے

بستر رسول (ص) پر سونا اور مسئلہ خلافت

قریش اور علی (ع)

قریش اور شب ہجرت، علی (ع) کا کارنامہ

موازنہ

ارادہ الهي

مصلحت اندیشی اور حقیقت

زمین اور عقیدہ

درس ہجرت

ابوطالب (ع) اور حدیث غار

آیت غار
لیکن یہ ساری باتیں نادرست ہیں
جاحظ کا بیان اور اس پر تبصرہ
شیخ مفید کا بیان اور جواب
ایك جواب طلب سوال
نبی کریم (ص) کی محافظت کی سخت مہم
حضرت ابوبکر کی پرزور حمایت کا راز
من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
جھوٹے کا منہ کالا
ابن تیمیہ کیا کہتاہے
صہیب کا واقعہ اور ہمارا نقطہ نظر
حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟
یہ القاب کب وضع ہوئے
دو سواریاں
حقیقت حال
خانہ ابوبکر کے دروازے سے خروج
قریش اور حضرت ابوبکر کی تلاش
تا صبح انتظار کیوں
حضرت ابوبکر کا غلاموں کو خریدنا اور ان کے عطیات

عامر بن فہیره

نابینا ابوقحافہ

اسماء و غیره کے کارنامے

حدیث سد ابواب اور حضرت ابوبکر سے دوستی والی حدیث

حضرت ابوبکر کی دولت

ایك اہم اشاره

ماہر چوروں کا تذکره

حضرت ابوبکر کی دولت سے مربوط اقوال پر آخری تبصره

دروغ پردازی اور جعل سازي

ابوبکر اور دیدار الهي

فضائل کے بارے میں ایك اہم یاد دہاني

انگشت خونین

حضرت ابوبکر کے اہم فضائل

حضرت عثمان اور واقعہ غار

یوم غار اور یوم غدیر

حدیث غار کے بارے میں آخری تبصره

تیسری فصل : قبا کی جانب

مدینہ کی راه میں

مشکلات کے بعد معجزات

امیر المؤمنین کی ہجرت

تبع اول کا خط

حضرت ابوبکر معروف بزرگ؟

علامہ امینی کا نقطہ نظر

مکہ میں منافقت کا کھیل

مذکورہ باتوں پر ایك اہم تبصرہ

چوتھی فصل: مدینہ تك آغاز

اہل مدینہ کے گیت اور (معاذ اللہ) رسول (ص) اللہ کا رقص ؟

لیکن یہ باتیں غلط ہیں

حلیت غنا کے دلائل

حلیت غنا کے دلائل کا جواب

غنا کے بارے میں علماء کے نظریات

غنا اہل کتاب کے نزدیك

جعل سازی کا راز

رسول (ص) اللہ کا قبا میں نزول

مسجد قبا کی تعمیر

قبا میں نماز جمعہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3

الصحیح من سیرة النبی الاعظم(ص)

دوسری جلد

مؤلف: جناب حجة الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ)

مترجم:

معارف اسلام پبلشرز

4

مؤلف: علامہ محقق جناب حجة الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ)

مترجم:معارف اسلام پبلشرز

ناشر:نور مطاف

جلد: دوسري

اشاعت:دوم

تاریخ اشاعت:شوال المکرم 1425 ھ _ق

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تعداد: 2000
Web : www.maaref-foundation.com
E-mail: info@maaref-foundation.com
جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

5

بسم الله الرحمن الرحيم

و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین

و لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

مقدمہ

عالم خلقت میں برترین اور کامل ترین طرز زندگی کا نمونہ بوستان زندگی کے وہ گل ہیں جن کی سیرت پورے عالم کیلئے پیروی کابہترین نمونہ ہے _ اس گلستان میں سیرت کے اعتبار سے سب سے ممتاز اور درخشندہ ہستی پیغمبر اکرم حضرت محمد(ص) کی ذات مبارکہ ہے کہ پیروی اور اطاعت کیلئے ان سے زیادہ بہتر ہستی پوری کائنات میں نہیں مل سکتی _ یہ کتاب" الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم " ، علامہ محقق جناب حجۃ الاسلام والمسلمین سید جعفر مرتضی عاملی (ادام اللہ توفیقاتہ) کی قیمتی اور گراں بہا تالیف ہے جس میں ختمی مرتبت (ص) کی سیرت طیبہ کو بیان کیا گیاہے_

اس کتاب میں آپ (ص) کی سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤنپر تحقیقی گفتگو کی گئي ہے اور انہیں دقیق و منصفانہ تجزیہ و تحلیل کے ذریعہ خود غرضي، تنگ نظری اور محدود فکری کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر تحقیق کے روشن و منور مقام پر لاکر منظر عام میں پیش کیا گیا ہے _ علامہ موصوف کی یہ کتاب اہل تحقیق حضرات کیلئے باعث حیرت و دلچسپی واقع ہوئي ہے اور ان کی جانب سے علامہ کی اس کاوش کی تعریف و توصیف کی گئي ہے اور یہ کتاب عالم اسلام میں بہت مقبول ہوئي ہے _

6

معارف اسلام پبلشرز خداوند متعال کا شکرگزار ہے کہ اپنے اصل فرائض (یعنی اردو زبان جاننے والوں کی ضروریات کے مطابق،اخلاق ، عقائد، فقہ، تفسیر، تاریخ اور سیرت جیسے اہم اور ضروری موضوعات پر مختلف کتابوں کے ترجمہ اور نشرو اشاعت کے فرائض)کو انجام دیتے ہوئے، ایك طولانی انتظار کے بعد اللہ تعالی کی توفیق سے اس کتاب " الصحیح من سیرة النبی الاعظم" کی دوسری جلد کو اہل تحقیق و مطالعہ اور حق کے متلاشی افراد کی خدمت میں پیش کررہاہے _ امید ہے کہ یہ کوشش خداوند متعال کی بارگاہ اور ولی خدا امام زمانہ حضرت حجة ابن الحسن العسکری (عج) کے نزدیك مقبول قرار پائے_

آخر میں اس نکتہ کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ یہ ترجمہ عربی متن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی آخری چاپ کے ساتھ کاملا مطابقت رکھتاہے اور اس کے مطالب وموضوعات کی ترتیب میں جو تبدیلیاں ہوئي ہیں اور منابع کی تکمیل کی گئي ہے اس ترجمہ میں ان کا مکمل خیال رکھا گیا ہے لہذا ہم ان تمام فاضل شخصیات اور محققین محترم کے تہ دل سے شکرگزار ہیں جنہوں نے اسکے ترجمے، تصحیح ، نظر ثانی اور بالخصوص مطابقت والے طاقت فرسا کام کو انجام دیا ہم خداوند عالم سے اپنے اور ان کے لئے مزید توفیقات اور امداد کے طالب ہیں_

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

معارف اسلام پبلشرز

7

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، اياك نعبد و اياك نستعين، اہدنا الصراط المستقيم والصلاة والسلام على محمد المصطفي، خاتم الأنبياء والمرسلين، وآلہ الكرام البرزة الطيبين الطاہرين واللعنة على أعدائہم أجمعين، من الأولين والآخرين ، الى يوم الدين و بعد

چند اہم نکات

ہم اپنی اس تحقیق و تالیف کو محترم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں لہذا چند اہم نکات کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں_

1 _ اکثر و بیشتر ، بنیادی طور پر ہم نے اپنی اس کتاب میں قدماء کی تألیفات کو پیش نظر رکھا اور ان کی جانب رجوع کیا ہے_ ہم عصر مؤلفین کی کتابوں کی جانب کم رجوع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کتابینصرف مطالب اور ابواب کی ترتیب میں فرق کے ساتھ عموماً اسلاف کے مطالب کا تکرار ہیں ، اور پھر اسلاف کے مطالب ہی کی توجیہ اور اس پر گفتگو کی گئي ہے _ انہوں نے اپنی ساری کوششوں کو اس بات میں صرف کیا ہے کہ حسین عبارتوں اور پر کشش کلمات کے ذریعہ اسلاف کے لکھے ہوئے مطالب کی تایید اور اسی پر تاکید کی جائے اور ان مطالب کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں انہوں نے کوئي غور و فکر ہی نہیں کیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوئي تحقیق انجام نہیں دی _یہاں تك کہ انہوں نے اپنی کتاب کے قارئین کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا اسلاف کے یہ مطالب جو انہوں نے حسین اور عمدہ عبارتوں میں بیان کئے ہیں وحي الہی ہیں جن میں شك و شبہ کی کوئي گنجائشے نہیں _

چاہے یہ مطالب جتنا بھی آپس میں متضاد و متناقض ہوں پھر بھی ان سب کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جمع کرنا انہوں نے ضروری سمجھا اور اس کیلئے ایسی توجیہات تراشی ہیں جنہیں عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی انسان کا ضمیر اسے قبول کرتاہے _ اس کے علاوہ اسلاف کے جن مطالب کی وہ توجیہ نہیں کر سکے یا کسی طرح ان کی متضاد باتوں کو جمع کرنے میں ناکام رہے ہیں وہاں انہوں نے خاموشی اختیار کی اور یہ اعتراف کیا ہے کہ یہاں حقیقت حال کو سمجھنے سے وہ عاجز و قاصر ہیں اور یہ ایمان کی انتہائي کمزوری ہے _

2 _اس کتاب میں ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ ان تمام مطالب کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں تحقیق کریں جن کے تاریخ اسلام اور سیرت نبوی (ص) ہونے کا دعوی کیا گیا ہے لیکن یہ تحقیق ہماری اس مختصر تصنیف کے مطابق کی گئي ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بقدر امکان قارئین کو اس تاریخی دور کے حقائق سے تقریباً نزديك کردیا جائے جو انتہائي نازك اور حساس واقعات سے پر نظر آتاہے_ یہ وہ دور ہے جو بنیادی طور پر ہمیشہ اہل دنیا، نفس پرست و منفعت طلب افراد اور متعصب لوگوں کی نظر میں بڑی اہمیت کا حامل رہاہے _

بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ تاریخ انسانیت کا سب سے اہم ترین اور خطرناك ترین دور گزرا ہے کیونکہ اس دور نے نہ فقط انسانی معاشرے کی غلط بنیادوں اور تمام انسانوں کی جاہلانہ اقدار و رسومات کی اصلاح کی بلکہ بنی نوع انسان کی تاریخ کو یکسر بدل کر ایك نئے مرحلے میں داخل کردیا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اگر چہ اس دور کی تاریخ کو رقم کرنے کیلئے حقیقتاً انتہائي زحمت و مشقت کی ضرورت ہے لیکن اس کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر (خصوصاً اس صورت میں کہ تمام جوانب سے بحث کامل نہیں)ہم نے اس کام کو انجام دینے کی سعی و کوشش کی ہے اگر چہ ناقص ہی سہی البتہ_ ہماری یہ کوشش و کاوش ، اہم تاریخی و اقعات اور حوادث کو گہرائي کے ساتھمکمل طور پر تحقیقی انداز میں سمجھنے کی جانب پہلا قدم اور سنگ میل ہے _

3 _ اس کتاب میں مکمل طور پر تمام پہلوں سے بحث کرنے کی روش میں ممکن ہے کبھی قارئین نقائص پائیں اور نشیب و فراز کا مشاہدہ کریں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایك طولانی عرصہ میں ترتیب دی گئي ہے اور اس اثناء میں انسان کی بہت ساری مصروفیات مانع ہوجاتی ہیں کہ وہ اپنے وقت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے کام کو کامل ، افضل اور بے مثال طریقہ سے انجام دے سکے _ طبیعی ہے، کہ طولانی مدت میں انسان پر عارض ہونے والے مختلف حالات واضح طور پر انسان کی تحریر پر اثر انداز ہونے کا باعث بنتے ہیں اور نتیجتاً اس کی جانب سے پیش کئے جانے والے مطالب اور ان کے بیان کرنے کی روش میں تھوڑا سا تفاوت پایا جائے _

9

4 _ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ تاریخ اسلام نے بہت سے ایسے واقعات نقل کئے ہیں جنہیں ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والوں اور سیاسی و مذہبی مفاد پرستوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے اپنا کھلونا بنالیا _ اہل کتاب اور دیگر افراد کی جانب سے بھی بعض جھوٹے ، باطل اور من گھرٹ قصے شامل کردئے گئے اور پھر گناہ گار اور دشمن عناصر کی جانب سے تاریخ میں تحریف اور تبدیلی کی کوششیں کی گئي ہیں جن کی بناپر بعض اوقات حقائق تك پہنچنا،ناممکن نہ سہی تو حد درجہ دشوار ضرور ہوجاتاہے _ لہذا ہم نے مندرجہ ذیل نکات اور اصولوں کو اپنانا ضروری سمجھا_

الف: خاص قسم کی تألیفات اور مؤلفین پر انحصار کرنا کبھی کبھی سبب بنتاہے کہ قارئین ان نصوص کے بارے میں مطلع نہ ہوسکیں جو یہاں وہاں مختلف منابع میں پھیلی ہوئي ہیں اور حقائق سے پردہ اٹھاسکتی ہیں اور ایك حد تك تحریف سے بچ کر ہم تك پہنچی ہیں _کیونکہ تحریف گر سیاست دانوں نے ان میں کوئي خطرہ محسوس نہیں کیا اور مذہبی تعصب رکھنے والوں کو اس میں کوئي نقصان نظر نہ آیا اور وہ روایات ہم تك پہنچ گئیں اور حقیقت کے متلاشی اور حق شناسی کے عاشق(جو اگر چہ بہت کم ہیں لیکن وہ)متعصبین کے شر و سازش او رپیشہ ور بلوائیوں کے غضب و شرارت سے محفوظ و مأمون رہ کر ان روایات سے استفادہ کرسکتے ہیں _

ب : ان حالات مینہم نے یہ مشاہدہ کیا کہ روایتوں کی اسناد سے بحث اور نتیجتاً ان کو قبول یا رد کرنے کے سلسلہ میں ایك خاص معیار پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی کم روایات پر اکتفا کیا جائے جو بہت کلی اور اجمالی مطالب اور پیغمبر اکرم (ص) کی اجمالی سیرت مبارکہ کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تصور کیلئے بھی ناکافی ہیں چہ جائیکہ وہ اسلام کے ابتدائي دور کے واقعات کی تفصیلات کو بیان کرسکیں _ جبکہ ہم بہت سی ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو صحیح ہیں لیکن وہ سند قبول کرنے کی بیان کردہ شرائط پہ پوری نہیں اترتیں_

اس کے علاوہ تحقیق کرنے والا شخص اگر ان محدود روایات پر اکتفاء کرے تو آزادانہ تحقیق نہیں کرسکتا اور نہ ہی آزادی کے ساتھ کسی نتیجے تك پہنچ سکتاہے _اس کے (زمانے ، حالات اور مختلف سیاسی اور فکری خطوط کو سمجھنے کے لئے طویل مشقوں کے بعد حاصل ہونے والے) عمیق ادراك و فہم کو ہر قسم کی مؤثر فعالیت سے کنارہ کشی کرنا پڑے گی جو تاریخی حقائق کو سمجھنے اور منکشف کرنے کیلئے ضروری ہے تا کہ وہ حقائق ،ابہام کے سیاہ پردوں میں چھپ نہ جائیں_

اس کے علاوہ رجالی بحث کرنے کیلئے ایك شخص کو ایسی بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کیلئے ضروری ہوجائے گا کہ وہ ان پر غلبہ پائے تب وہ سندی بحث کرسکتا ہے کہ کون سی بحث و سند ارباب فکر اور اساطین علم کے نزدیك مقبول و معقول ہے _

ان مشکلات میں سے ایك بڑی مشکل وہ معیار و ضوابط ہیں جنہیں قبول یا رد کرنے کے میزان کے طور پر پیش

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا گیا ہے جن میں سے بعض کی بنیاد ان کے اپنے محدود عقائد ہیں _ان میں بہت ساری ابحاث ایسی ہیں جو اگر انسان کے کسی نتیجے تك پہنچنے سے مانع نہ بھی ہوں تو کم از کم انسان کیلئے بے انتہا مشقت اور طویل وقت کے صرف کرنے کا باعث بنتی ہیں_

بعض لوگوں کی طرف سے تو یہ اصرار ہوتاہے کہ بس ان کے محدود نظریات کے مطابق راہ اختیار کی جائے (خصوصاً عقائد کے مسئلہ میں)چاہے ان کے نظریات حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ نہ بھی ہوں _ اس قسم کے افراد کے بارے میں ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ خداوند متعال ہوا پرستی ، تعصب اور شخصی و گروہی منافع کے پیچھے دوڑنے کی صفت سے نجات عطا فرمائے_

اسی وجہ سے ہم نے یہاں اگر سندی بحث کی بھی ہے تو وہ اس مقبول و معروف قاعدہ کی بناپر ہے : " الزموہم بما الزموا بہ انفسہم" یعنی مد مقابل کو اسی چیز کے ذریعہ قائل کرو جس کا وہ خود پابند و قائل ہے _ یا پھر ان بعض طریقوں کے ذریعہ بحث کی ہے جنہیں تمام نہیں تو اکثر فرقے اور گروہ قبول کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ انسان ایسے نتائج تك پہنچ جاتاہے جو سب کے نزدیك قابل قبول ہیں، چاہے ان کو قبول کرنے کی دلیل میں مختلف زمانوں میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا رہاہو_

ج: ہم نے اسلام کے بنیادی اصولوں ، قرآن کریم اور پیغمبر اکرم(ص) کے اخلاق حسنہ اور آپ (ص) کی شخصیت سے کچھ ایسے اصولوں کو حاصل

کیا ہے جو روایات کے قبول اور رد کرنے کا معیار ہیں اور انہی کے ذریعہ نقل کی جانے والی اکثر روایات کی حیثیت واضح ہوجاتی ہے کہ یہ کس قدر ان مسلم اور بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ تمام شخصیات کی سیرت، ان کے اخلاق ، ان کے نظریات اور ان کے موقف کو سمجھا جاسکتاہے_

د: اس کے علاوہ ہم نے تاریخی بحث کے مختلف وسائل اور طریقوں سے استفادہ کیا ہے جن کیلئے بہت تمرین و ممارست کی ضرورت ہوتی ہے جیسے نصوص کے تعارض میں بحث کرنا _ یا دقیق تاریخی محاسبات کی روشنی میں تاریخی اعتبار سے کسی واقعہ کے ممکن ہونے کی بحث کرنا اور دیگر وہ طریقے جن سے ہم نے تاریخی ابحاث میں استفادہ کیا ہے اور ہمارے قارئین مطالعہ کے دوران ان کی طرف متوجہ ہوجائیں گے_

5_ مجموعی طور پر مسلمانوں نے تاریخ اسلام کی تدوین میں بہت اہتمام کیا ہے اور دیگر اقوام وامتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی _ بہر حال تمام نقائص اور وارد ہونے والے اعتراضات کے باوجود حق یہ ہے کہ انہوں نے امت اسلامیہ کی تاریخ کو رقم کیا اور اسے مستغنی کردیا ہے _ تاریخی واقعات کے تمام جوانب اور پہلوؤں سے بحث کرنا ایك مشکل کام ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے ناممکن تھا،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لہذا ہم نے تاریخ کو رقم کرنے میں ان جوانب سے بحث کی ہے جس کے ذریعہ انسان پیغمبر اکرم(ص) کی حیات طیبہ کو تقریباً سمجھ سکتاہے اور اس بارے میں حقائق سے آشنا ہوسکتاہے_

6 _ قارئین محترم کیلئے یہ واضح ہوجائے گا کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں جتنے کم سے کم حوالوں ،شواہد ،دلائل اور ان کے منابع کی ضرورت تھی اسی پر اکتفا کیا ہے اگر چہ کتاب کے مطالب و حقائق کی تایید اور ان پر تاکید کیلئے اور بھی زیادہ حوالوں اور شواہد کا اضافہ کیا جاسکتا تھا_

7_ ہم نے جس نکتہ سے استفادہ کیا یا جس دلیل سے استدلال کیا اسے اس کے قائل ، لکھنے والے یا نقل کرنے والے کی طرف منسوب کیا ہے اس کے علاوہ وہ نکات یا افکار جن کے کوئي منابع ذکر نہیں کئے گئے وہ ہماری اپنی فکر اور ہمارے اپنے نکات ہیں _

8_ آخر میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مواقع پر جب فکری نشاط حاصل رہی تو ہم نے فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے بعض واقعات میں ان کی تفسیر یا ان پر تنقید و اعتراضات سے گریز نہیں کیا ، اگر چہ اکثر اوقات ہماری بحث اس جہت سے کامل نہ رہی کیونکہ اکثر اوقات اختصار کے ساتھ اس بحث کو سمیٹ لیا گیا لیکن پھر بھی وہمقامات جہاں اس جہت سے کچھ گفتگو کی گئي ہے قارئین محترم کیلئے باعث تسکین و رضایت ہوں گے جیسا کہ خود لکھنے والے کیلئے ثابت ہوئے ہیں_ اب کتاب کے قاری کو حق حاصل ہے کہ ان استدلالی ابحاث کو پڑھنے کے بعد چاہے اس کی حمایت میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور چاہے تو اس کی مخالفت میں قضاوت کرے اور اگر اس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تب بھی اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کتاب کی گہرائي، دقت اور خوبصورتی میں مزید اضافہ کرے _

ہمارے ان عرائض کے اختتام پر قارئین محترم سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اپنی آراء و مشوروں اور تنقید و اعتراضات سے آگاہ کرکے شکریہ کا موقع دیں گے_

والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی محمد و آلہ الطیبین الطاہرین

والسلام

جعفر مرتضی حسینی عاملي

الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم(ص)

تیسرا باب

اعلان نبوت سے لے کر وفات ابوطالب تك

پہلی فصل : ہجرت حبشہ تك

دوسری فصل : ہجرت حبشہ اور اس سے مربوط امور

تیسری فصل : شعب ابوطالب تك کے حالات

چوتھی فصل : شعب ابوطالب میں

پانچویں فصل : ابوطالب مؤمن قریش

14

پہلی فصل

ہجرت حبشہ تك

15

مقدمہ:

اسلام قبول کرنے والوں کا تذکرہ اور بعثت کے بعد کے حالات کو بیان کرنے سے پہلے دو اہم باتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں_ پہلی بات تو یہ کہ اسلام کے اہداف اوردنیاوی زندگی کے حوالے سے اس کے مقاصد کیا ہیں، اور دوسری یہ کہ کسی بھی دعوت کا طبیعی طریقہ کار کیسا ہونا چاہیئے اور اس کی ابتدا کہاں سے ہونی چاہیئے؟

اسلام کے اہداف و مقاصد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سب سے پہلے یہ عرض کرتا چلوں کہ اسلام کا اصل مقصد فقط قیام عدل (اگرچہ اس کے وسیع تر مفہوم کے تناظر میں ہی سہي) نہیں_ کیونکہ اگر مقصد صرف یہی ہو_ تو پھر دین و عقیدے کی راہ میں جہاد کرنے اور جان کی قربانی دینے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایك انسان تو اپنی جان گنوائے جبکہ دوسرے لوگ زندگی اور اس کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں_ علاوہ ازیں خدا کے نزدیك ایثار اور ایثار کرنے والے کے محبوب اور پسندیدہ ہونے کی کوئي وجہ باقی نہیں رہتی _ جس طرح ارشاد خداوندی ہے: (و یؤثرون علی انفسہم و لو کان بہم خصاصة) (1)

کیونکہ اگر فقط عدل مقصود و مطلوب ہو تو پھر ایثار کی کوئي گنجائشے نہیں رہتی _نیز کینہ و حسد سے پرہیز کا حکم

1_ سورہ حشر آیت 9_

بھی غیرمعقول ہو کر رہ جائے گا _ اس کے علاوہ بھی کئي اور مثالیں ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں_ خلاصہ یہ کہ مذکورہ و غیرمذکورہ احکام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلام کا ہدف صرف قیام عدل میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محدود نہیں بلکہ اس سے بھی اعلی ،اہم اور مقدس ہدف ہے_
اسلام کا حقیقی ہدف انسان کی انسانیت کو پروان چڑھانا اور اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اسے اس قابل بنانا ہے کہ وہ زمین پر خلافت الہی کے منصب کی اہلیت پیدا کرے تا کہ خدا اس کے متعلق یہ دعوی کرسکے_

(و اذ قال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض خليفة) (1)

واضح ہو کہ عدل اور دیگر معنوی مقامات اور کمالات اس اعلی اور مقدس ترین ہدف تك پہنچنے کے وسائل اور مراحل میں سے ہیں، یہ ہدف حقیقی عدل سمیت تمام انسانی کمالات و فضائل اور مکمل خوش بختی و کامرانی کا حامل ہے_

یہ ہے اسلام کا بنیادی ہدف جس کے حصول کی تگ و دو کی جاتی ہے_

اس بات کی واضح ترین دلیل درج ذیل آیت ہے جو رسول خدا (ص) کی ذمہ داریوں میں پیام الہی کو لوگوں تك پہنچانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو حکمت کی تعلیم دینے اور ان کے تزکیہ و تطہیر کی ذمہ داریوں کو بیان کرتی ہے:(ہو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم، یتلو علیہم آیاتہ، و یزکیہم، و یعلمہم الکتاب و الحکمة، و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین) (2)

یہ ارشاد بھی قابل غور ہے:

(ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج، و لکن یرید لیطہرکم، و لیتم نعمتہ علیکم، لعلکم تشکرون) (3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

----

1_ سورہ بقرہ آیت 30_

2_سورہ جمعہ، آیت 2_

3_سورہ مائدہ، آیت 6_

خدا تمہیں کسی بے جا سختی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاك و پاکیزہ کرے اور تم لوگوں پر اپنی نعمتوں کو کامل کرے تاکہ تم شکرگزار بنو_

آیات قرآنی کی طرف رجوع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت ساری آیات مذکورہ حقیقت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں_ بنابرایں مزید دلائل و شواہد اور توضیح و تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتي_

وزیر اور وصی کی ضرورت

جب ہمیں اسلام کے اصلی مقصد کا علم ہوگیا ہے تو ہم یہ بھی جان سکتے ہیں کہ یہ مقصد نہایت ہی مشکل اور کٹھن ہے_ اس لئے کہ ابتداء ہی میں یہ ہدف اشخاص کی ذات سے ہی متصادم ہے _ کیونکہ اس مقصد کے تحقق کے لئے افراد کے عزائز اور نفسانی خواہشات پر غلبہ پانا ضروری ہے تاکہ مثالی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انسان کی شخصیت تعمیر ہوسکے_ اسی طرح معاشرے کی معاشرتی ، سیاسی اور دیگر اصولوں کی بنیادی تبدیلیوں کا ہدف ہے_ تا کہ شرکی جڑیں اکھاڑ پھینکے اور انحراف کے تمام عوامل و اسباب کو ختم کرڈالے _ اور اس کے بدلے میں خیر ، برکت ، نیکی اور خوشبختی کے تناور درخت اگائے_ جی ہاں یہی تو نہایت مشکل ہدف ہے اور اس سے بڑھ کر مشکل کوئي چیز نہیں _ اس لئے کہ اس کے تحقق اور دوام کے لئے اس وقت تك سخت اور مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے جب تك انسان اپنے اندر وہ تبدیلیاں نہ پالے جس کے لئے خدا نے اسے خلق کیا ہے تا کہ یہ تبدیلیاں اس کی بقاء ، سعادت اور سکون کی عامل بنیں_اور خدا نے بھی انسان کو ان خواہشات پر قابو پانے اور انہیں ہدف مند کرنے کے وسائل فراہم کئے ہیں_ لیکن بسا اوقات یہ وسائل ان خواہشات پر قابو پانے میں ناکام ہوجاتے ہیناور جب تك ان کے درمیان جنگ جاری ہے انحراف کے خطرات منڈلاتے رہتے ہیں_ اور چونکہ طول زمانہ میں انسان کے وجود کے ساتھ جنگ بھی جاری رہے گی _ اس لئے انحراف اور بھٹکنے کا خطرہ بھی دائمی رہے گا پس انبیاء کو عقل کو مسحور کردینے والی آیتوں کی تلاوت اور اسلامی احکام کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت اور تزکیہ کی مہم پر توجہ دینے ،

انسانی اور اخلاقی فضائل کو انسان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرنے اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پھر اس كى تطبيق اور اس دائمى كشمكش كى نگرانى كرنے كى ضرورت رہے گى _انہى باتوں سے نبى كے وزير ، وصى ، مددگار ، بھائي اور حامى كى ضرورت واضح ہوتى ہے _ پس رسول (ص) كريم كى جانب سے خلافت پر حضرت على (ع) كى تنصيب ،راہ جہاد اور دعوت الى اللہ كے سلسلے ميں ايك عقلمندانہ فيصلہ تھا _ پس دعوت ذوالعشيرة اور اس ميں حضرت رسول اكرم(ص) كے وصى ، وزير اور خليفہ كے عنوان سے حضرت على (ع) كى تنصيب كا واقعہ ان بہت زيادہ واقعات ميں سے ايك ہے جن ميں اس امر خلافت پر قوت اور شدت كے ساتھ تاكيد كى گئي ہے_ دعوت ذوالعشيرة كا واقعہ كچھ يوں ہے:

دعوت ذوالعشيرہ

بعثت كے ابتدائي تين سالوں كے بعد ايك اہم، جديد اوركٹھنمرحلہ كا آغاز ہوا اور وہ تھا اسلام كى طرف اعلانيہ دعوت كا مرحلہ_ پہلے پہل نسبتاً ايك محدود دائرے سے اس كى ابتدا ہوئي كيونكہ خدا كى جانب سے يہ آيت نازل ہوئي_ (وانذر عشيرتك الاقربين) (1) يعنى اپنے نزديكى رشتہ داروں كو (كفر و گمراہى كے عذاب سے) ڈراؤ_ مؤرخين كے بقول (الفاظ تاريخ طبرى كے ہيں) جب يہ آيت نازل ہوئي تو آنحضرت(ص) نے حضرت علي(ع) كو بلاكر كھانا تيار كرنے اور بنى عبدالمطلب كو دعوت دينے كا حكم ديا تاكہ آپ(ص) ان كے ساتھ گفتگو كركے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حکم الہی کو ان تك پہنچاسکیں_

پس حضرت علي(ع) نے ایك صاع (تقریباً تین کلو) آٹے کی روٹیاں تیار کرائیں اور بکرے کی ایك ران بھی پکالی نیز دودھ کا کاسہ بھی بھر کر رکھ دیا_ بعدازاں انہیں دعوت دی حالانکہ اس وقت ان کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی جن میں آنحضرت(ص) کے چچا ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی شامل تھے_ حضرت علی (ع) کا

1_ سورہ شعرائ، آیت 214_

19

بیان ہے کہ انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن کھانا جوں کا توں رہا صرف انگلیوں کے نشان دکھائي دے رہے تھے_ قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے وہ کھانا جو میں نے ان کیلئے تیار کیا وہ سارے کا سارا ان میں سے ایك آدمی کھا سکتا تھا_ اس کے بعد آنحضرت(ص) نے انہیں دودھ پلانے کا حکم دیا_ میں دودھ کا برتن لیکر ان کے پاس آیا انہوں نے جی بھر کر پیا_ خدا کی قسم وہ سارا دودھ ان میں سے اکیلا آدمی پی سکتا تھا_ اس کے بعد جب پیغمبر اکرم(ص) نے ان سے گفتگو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنی چاہی تو ابولہب نے پہل کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ساتھی نے تم پر کیسا سخت جادو کردیا_ یہ سن کر وہ لوگ متفرق ہوگئے اور رسول(ص) خدا ان سے گفتگو نہ کرسکے_

دوسرے دن آپ(ص) نے حضرت علی (ع) کو حسب سابق دعوت دینے کا حکم دیا_ چنانچہ جب لوگ کھا پی کر فارغ ہوگئے تو حضور(ص) نے ان سے فرمایا:" اے آل عبدالمطلب خدا کی قسم جہاں تك مجھے علم ہے عرب کا کوئي جوان آج تك اپنی قوم کیلئے کوئي ایسا تحفہ لیکر نہیں آیا جس قسم کا تحفہ میں لایا ہوں_ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی سعادت کا تحفہ لیکر آیا ہوں خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں_ اب تم میں سے کوئي ہے جو اس امر میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائي، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین قرار پائے"_ یہ سن کر سب چپ ہوگئے حضرت علی (ع) نے عرض کیا: "اے اللہ کے نبي(ص) میں اس امر میں آپ(ص) کا ہاتھ بٹاؤں گا"_ (حضرت علی (ع) کہتے ہیں کہ) یہ سن کر حضور(ص) نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "بے شك یہ میرا بھائي، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے، پس اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو"_

حضرت علی (ع) کا کہنا ہے کہ وہ لوگ ہنستے ہوئے اور جناب ابوطالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ لو اب اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو_ بعض روایات میں صریحاً بیان ہوا ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ جب حضرت علي(ع) نے اٹھ کر جواب دیا تو آنحضرت(ص) نے آپ کو بٹھا دیا اور اپنی بات کا تکرار کیا_ حضرت علي(ع) نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا_ پیغمبر اکرم(ص) نے پھر آپ کو بٹھا دیا اور حاضرین کے سامنے تیسری بار اپنی بات دہرائي_ لیکن سوائے علي(ع) کے کسی نے بھی جواب نہ دیا_ اس وقت آپ(ص) نے مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے_

20

اسکافی کی تصریح کے مطابق آنحضرت(ص) نے فرمایا: "یہ ہے میرا بھائي، میرا وصی اور میرے بعد میرا جانشین"_ یہ سن کر حاضرین نے ابوطالب سے کہا:" لو اب اپنے بیٹے کی اطاعت کرو محمد (ص) نے تو اسے تمہارے اوپر حاکم بنادیا ہے"_ (1)

اندھا تعصّب

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ میں تو اس حدیث کو مذکورہ بالا انداز میں بیان کیا ہے_ لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ بعد میں وہ پشیمان ہوا کیونکہ اس نے اپنی تفسیر میں مذکورہ حدیث کو متن و سند کی رو سے مکمل طور پر اور حرف بہ حرف نقل کیا ہے البتہ ایك عبارت میں تحریف کی ہے اور اسے یوں ذکر کیا ہے: "فایکم یوازرنی علی هذا الامر، علی ان یکون اخي، وکذاوکذا ..." (2)

1_ اس واقعہ کے سلسلہ میں مراجعہ ہو، تاریخ طبری ج 2 ص 63، مختصر التاریخ ابوالفدء ج 2 ص 14 (دار الفکر بیروت)، شواہد التنزیل ج 1 ص 372 و ص 421 و کنز العمال طبع دوم ج 15 ص 116_117 و 113 و 130 از ابن اسحاق و ابن جریرجبکہ احمد، ابن ابوحاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اور تاریخ ابن عساکر میں اسے صحیح ہے ،تاریخ ابن عساکر نیز زندگی نامہ امام علی (بتحقیق محمودي) ج1، ص 87_88، شرح نہج البلاغة (معتزلي) ج 13 ص 244 از اسکافي، حیات محمد (ہیکل) طبع اول ص 286 و کامل ابن اثیر ج 2 ص 62،63، السیرة الحلبیة ج 1 ص 286، مسند احمد ج 1 ص 159 نیز رجوع کریں کفایة الطالب ص 205 از ثعلبي، منہاج السنة ج 3 ص 80 از بغوی و ابن ابی حاتم و واحدی و ثعلبی و ابن جریر نیز مسند احمد ج 1 ص 111 و فرائد السمطین بہ تحقیق محمودی ج 1 ص 86 و اثبات الوصیة (از مسعودي) ص 115 و ص 116 والسیرة النبویة ابن کثیر ج 1 ص 459،460، الغدیر ج 2 ص 278،284 بعض مذکورہ کتب سے اور انباء نجباء الابناء ص 46،47 سے نیز شرح الشفا_ (خفاجي) ج 3 ص 37 و تفسیر خازن ج ص 390 و کتاب سلیم بن قیس وغیرہ اور خصائص نسائي ص 86 حدیث 63 نیز رجوع کریں بحارالانوار ج 38 و درمنثور ج 5 ص 97 از منابع کنز العمال لیکن اس نے اس میں تحریف کی ہے نیز مجمع الزوائد ج 8 ص 302 کچھ کمی کے ساتھ و ینابیع المودة ص 105 و غایت المرام ص 320 ابن بطریق کی کتاب و العمدة و تفسیر ثعالبی و تفسیر طبری ج 19 ص 75 و البدایة و النہایة ج 3 ص 40 و تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 350و351_

2_تفسیر طبری ج 19 ص 75 _

"تم میں سے کون اس امر میں میرا مددگار ہوگا تاکہ وہ میرا بھائي اوروغیرہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وغيره ہو ... يہاں تك كہ فرما يا يہ ميرا بھائي ... وغيره وغيره ہے"_*

ابن كثير شامى نے بھى يہاں طبرى كى تقليد كى ہے چنانچہ اس نے اس حديث كو تاريخ طبرى كى بجائے تفسير طبرى سے نقل كيا ہے حالانكہ تاريخ لكھتے وقت اس نے تاريخ طبرى پر اعتماد كرتے ہوئے اسے اپنى تاريخ كا ماخذ قرار ديا ہے_ (1)

اسى طرح محمد حسين ہيكل (مصري) نے بھى "حيات محمد(ص) " نامى كتاب كے پہلے ايڈيشن كے صفحہ 104 پر تاريخ طبرى سے مذكوره حديث نقل كى ہے ليكن دوسرے ايڈيشن مطبوعہ (1354 ھ) كے صفحہ 139 ميں "و خليفتى فيكم" كے الفاظ حذف كرديئے اور "و يكون اخى و وصيي" لكھنے پر اكتفا كيا ہے_ يہ كام اس نے پانچ سو جنية (مصرى كرنسي) كى وصولى يا اس كتاب كے ايك ہزار نسخوں كى خريدارى كے عوض انجام ديا_ (2)

ابن تيميہ اور حديث الدار (3)

ادھر ابن تيميہ نے بھى سيد الاوصياء اميرالمومنين حضرت علي(ع) كے فضائل كو جھٹلانے كے سلسلے ميں اپنى عادت كے مطابق حديث دار كو قبول كرنے سے انكار كيا ہے_ ابن تيميہ نے اس حديث پر جو اعتراضات كئے ہيں ان كا خلاصہ يہ ہے_

1_ تفسير ابن كثير ج 3 ص 351 نيز البداية و النہاية ج 3 ص 40 والسيرة النبوية از ابن كثير ج 1 ص 459_

خلاصہ يہ كہ طبرى نے اپنى تفسير ميں ''وصيى وخليفتى فيكم'' كے الفاظ كو حذف كر كے انكى جگہ كذا وكذا كے مبہم الفاظ لكھ كر تحريف ميں اپنى مہارت كا ثبوت ديا ہے_ (مترجم)

2_ رجوع كريں: فلسفة التوحيد و الولاية ص 179 و ص 132 و سيرة المصطفى ص 131 و130_

3_ دعوت ذوالعشيرہ والى روايتيں حديث الدار اور حديث انذار كے نام سے بھى معروف ہيں ليكن اردو ميں يہ واقعہ دعوت ذوالعشيرہ سے ہى معروف ہے (مترجم)_

1) طبرى كى روايت كے سلسلہ سند ميں ابومريم كوفى بھى ہے جس كے متروك ہونے پر سب كا اتفاق ہے_ احمد نے كہا ہے كہ "وہ ثقہ نہيں"_ ابن مدينى نے اس پر حديث گھڑنے كا الزام لگايا ہے_

2) روايت كے مطابق حضور(ص) نے عبدالمطلب كى اولاد كو جمع كيا جس كى تعداد چاليس تھى حالانكہ يہ بات واضح ہے كہ اس آيت كے نزول كے وقت آل عبدالمطلب كے مردوں كى تعداد اس قدر زيادہ نہ تھي_

3) روايت كا يہ بيان كہ ان ميں سے ايك شخص اكيلا ہى ايك پورا بكرا كھا جاتا اور اكيلا ہى ايك فُرق (1) دودھ پى جاتا تھا جھوٹ پر مبنى ہے كيونكہ بنى ہاشم ميں كوئي شخص ايك بكرا ہڑپ كرنے يا ايك فرق دودھ پى جانے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں معروف نہ تھا_

4) آپ(ص) کی حمایت میں مثبت جواب دینے کا مطلب یہ نہ تھا کہ جواب دینے والا آپ (ص) کا وصی اور خلیفہ بن جاتا کیونکہ تمام مومنین نے اسلام کی دعوت پر لبیك کہی اس امر میں آپ کی مدد کی نیز اسلام کی راہ میں جان و مال کی قربانی بھی دی علاوہ براں اگر چالیس یا ان میں سے کچھ افراد اکٹھے مثبت جواب دیتے تو کیا وہ سب کے سب آپ(ص) کے خلیفہ بن جاتے؟

5) جناب حمزہ، جعفر اور عبیدہ ابن حرث نے بھی حضرت علی (ع) کی طرح مثبت جواب دیا تھا بلکہ جناب حمزہ نے تو مومنین کی تعداد چالیس ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا_ (2)

ابن تیمیہ کے اعتراضات کا جواب

ابن تیمیہ کے اعتراضات حقیقت سے دور اور سب کے سب بے بنیاد ہیں کیونکہ ...

1_ فرق ایك پیمانہ ہے تین صاع یعنی تقریباً نوکلو_

2_ منہاج السنة ج 4 ص 81،83_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پہلے اعتراض کا جواب

ابومریم کے بارے میں اس کے اعتراض کا جواب ابن عدی کا یہ قول ہے کہ "میں نے ابن عقدہ کو ابومریم کی تعریف و تمجید کرتے سنا اور اس نے اس کی انتہا درجے کی تعریف بیان کی ہے"_ (1) شعبہ نے بھی اس کو سراہا ہے_ (2)

ذہبی کا اس بارے میں کہنا ہے کہ وہ صاحب علم تھا اور علم رجال میں دسترس رکھتا تھا_ (3)

ان باتوں کے علاوہ بعض حضرات نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ابومریم کو غیرمعتبر قرار دینے کی وجہ اس کا شیعہ ہونا ہے جبکہ واضح ہے کہ یہ بات اس کے خلاف نہیں جاتی کیونکہ اصحاب صحاح خصوصاً بخاری اور مسلم نے دسیوں اہل تشیع (شیعوں) سے احادیث نقل کی ہیں_ (4)ان تمام چیزوں سے قطع نظر ، متقی ہندی نے طبری سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے_(5)

اسی طرح اسکافی معتزلی نے بھی اسے صحیح جانا ہے_ (6) اور خفاجی نے بھی شرح الشفا میں اس حدیث کی صحت کو قبول کیا ہے_ (7)

احمد بن حنبل نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس کے تمام افراد صحاح ستہ کے غیرمتنازعہ افراد ہیناس سند کے راوی یہ ہیں: شريك،

اعمش، منہال، عباد اور حضرت علی (ع) _ (8)
اگر مذکورہ اعتراض کو تسلیم کر بھی لیں پھر بھی اس حدیث کی اسناد
مستفیضہ ہیں (9)اور یہ اسناد ایك

1_ الغدیر ج 2 ص 280 و لسان المیزان ج 4 ص 43 کی طرف رجوع کریں_

2_ لسان المیزان ج 4 ص 42_

4،3_ میزان الاعتدال ذہبی ج 2 ص 640،641 و لسان المیزان ج 3 ص 42 _

5_ کنز العمال ج 15 ص 113_

6_ شرح نہج البلاغة (معتزلي) ج 13 ص 244 کی جانب رجوع کریں_

7_ الغدیر ج 2 ص 28 کی طرف رجوع کریں_

8_ الغدیر و نیز مسند احمد ج 1 ص 111 کی طرف رجوع کریں_

9_ علم حدیث میں مستفیض اور استفاضہ ایك اصطلاح ہے جس کا معنی راویوں کی ایسی کثرت ہے (یعنی روایت کو کثیر راویوں نے نقل کیا ہو) جس سے یہ اطمینان ہوجائے کہ روایت سچی ہے ، لیکن اس کا درجہ حدیث متواتر سے قدرے کم ہے _ (مترجم)

دوسرے کی تقویت کرتی ہیں_ بنابریں کسی ایك سند میں کسی راوی کے
ضعف سے حدیث کی صحت پر کوئي اثر نہیں پڑتا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس سے بھی زیادہ عجیب بات بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ کتب حدیث میں اس واقعہ کے بعد مسئلہ خلافت کا تذکرہ نہیں ہوا ہے، کیونکہ جو شخص مذکورہ بالا مآخذ کی طرف رجوع کرے گا وہ جان لے گا کہ مسئلہ خلافت کا تذکرہ دسیوں منابع اور مسانید میں ہوچکا ہے_

رہی ابوحاتم کی روایت تو اسکے سلسلہ سند پر اس وجہ سے اعتراض ہوا ہے کہ اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس موجود ہے جسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے نسائي کا کہنا ہے "وہ ثقہ نہیں ہے" اور ابن معین کہتا ہے کہ اس کی کوئي حیثیت نہیں وہ تو خبیث رافضی ہے_

ان باتوں کے جواب میں شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالقدوس پر ان لوگوں کا اعتراض غلط ہے اور تقریب نامی کتاب میں ابن حجر کے اس قول " انہ صدوق (وہ راستگو ہیں) " سے متصادم ہے ادھر تہذیب التھذیب میں محمدبن عیسی کا قول درج ہے کہ وہ ثقہ ہیں_ نیز ابن حبان نے بھی اسے ثقات میں شمار کیا ہے_بخاری کا کہنا ہے" حقیقت میں وہ راستگو ضرور ہے لیکن ضعیف القول افراد سے حدیث نقل کرتا ہے"_ علاوہ ازیں وہ سنن ترمذی کے راویوں میں بھی شامل ہے_

پس انہی مذکورہ افراد کی تعریف ہی مقدم ہے کیونکہ اختلاف مذہب کی بنا پر ایك دوسرے کی مخالفت قابل اعتبار نہیں_ ہاں اگر ایك مخالف دوسرے کی تعریف کرے تو مقبول ہے_ ظاہر ہے ان لوگوں نے تشیع کے جرم میں اس پر مذکورہ الزامات لگائے ہیں_ اگرچہ ہم اسے شیعہ راویوں میں سے شمار نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرتے_

لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ عموماً اہلسنت حضرات فضائل اہلبیت(ع) کے بارے میں احادیث نقل نہیں کیاکرتے اور شاید اس (عبداللہ بن عبدالقدوس) پر ان کے الزامات کا راز بھی یہی ہو_ (1)

1_ دلائل الصدق ج 2 ص 234_

دوسرے اعتراض کا جواب

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "عبد" کا اضافہ راویوں نے کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں صریحاً بیان ہوا ہے کہ آپ(ص) نے بنی ہاشم کو دعوت دي_ (1) کچھ اور روایات میں یوں ذکر ہوا ہے کہ آپ(ص) نے تمام بنی عبدالمطلب کو اور بنی مطلب کے بعض افراد کو دعوت دی (2) بنابرایں شاید راوی نے غلط فہمی سے مطلب کی جگہ عبدالمطلب لکھ دیا ہے_ اس قسم کی غلطیاں اکثردیکھنے میں آتی ہیں_ اس بیان کی روشنی میں واضح ہوا کہ مذکورہ اعتراض اصل واقعہ (جو متفق علیہ ہے) کے جھٹلانے کا باعث نہیں بن سکتا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جب حضرت عبدالمطلب كے دس بیٹے تھے اور اس وقت ان كے سب سے چھوٹے بیٹے كی عمر بھی ساٹھ سال كے قریب تھی پھر جب ان كی اولاد كو بھی ساتھ ملالیں تو كیسے چالیس تك نہیں پہنچینگے ؟ بلكہ وہ تو اس سے بھی بہت زیادہ ہوجائیں گے پس اس تعداد كو بعید جاننے كی كیا وجہ ہے؟

تیسرے اعتراض كا جواب

شیخ مظفر نے اس كا جواب یوں دیا ہے_ "كھانے پینے میں ان كا مشہور نہ ہونا اس بات كی دلیل نہیں ہے كہ حقیقت میں بھی وہ ایسے نہ تھے بلكہ ان كا ایسا ہونا عین ممكن ہے اور اگر ہم تسلیم كرلیں كہ وہ اس حد تك نہ كھاتے تھے تو پھر مذكورہ بات سے یہی مطلب نكلتا ہے كہ راوی نے پیغمبر(ص) كے اس معجزے كو بیان كرنے میں مبالغہ سے كام لیا ہے كہ آپ(ص) نے بھیڑ كی ایك ران سے ان سب كو سیر كیا اور دودھ كے ایك برتن سے انہیں سیراب كیا"_ (3)

1_ السیرة النبویة از ابن كثیر ج 1 ص 459 از ابن ابی حاتم نیز البدایة و النہایة ج 3 ص 40 اور رجوع كریں كنز العمال ج 15 ص 113، مسند احمد ج 1 ص 113، تفسیر ابن كثیر ج 3 ص 350، ابن عساكر، زندگی نامہ امام علی بہ تحقیق المحمودی ج 1 ص 87 و اثبات الوصیة (مسعودي) ص 115 تاریخ یعقوبی ج 2 ص 27 اور مسند البزار خطی نسخہ در كتابخانہ مراد نمبر 578_

2_ الكامل ابن اثیر ج 2 ص 62_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ دلائل الصدق ج 2 ص 235 _

چوتھے اعتراض کا جواب

شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بھی درست نہیں کیونکہ حضور(ص) کا مذکورہ بیان استحقاق خلافت کیلئے علت تامہ کی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی پیغمبر(ص) نے اس بات کا دعوی کیا تھا_ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر آپ کے رشتہ داروں کے علاوہ دیگر لوگ بھی اس کے مستحق ٹھہرتے_ بلکہ آپ کو حکم ہوا تھا کہ اپنے رشتہ داروں کو خبردار کریں کیونکہ آپ کی حمایت و نصرت کیلئے یہی لوگ زیادہ مناسب تھے_ بنابرایں یہ مقام فقط انہی کیلئے مختص ہوا_

نیز آپ کا مقصد ابتدا میں ہی یہ بتا دینا تھا کہ یہ مقام علي(ع) کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول(ص) کو بخوبی علم تھا کہ نبی کی دعوت پر لبیك کہنے اور آپ کی مدد کرنے والا علي(ع) کے سوا کوئي نہ ہوگا_ بنابرایں رسول(ص) اللہ کا یہ طرز عمل لوگوں کے اوپر اتمام حجت کرتے ہوئے حضرت علي(ع) کی امامت کے اثبات کےلئے تھا_ اگر بالفرض آپ کی دعوت پر دوسرے افراد بھی لبیك کہتے تو آپ ان لوگوں کے درمیان میں سے زیادہ مناسب فرد کا انتخاب فرماتے_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محقق جلیل سید مہدی روحانی نے شیخ مظفر کے مذکورہ بیان کی یوں وضاحت کی ہے کہ حضور(ص) کا خطاب سب کیلئے تھا لیکن آپ ان لوگوں کی فطری عادتوں، خصلتوں اور طبیعتوں کے پیش نظر جانتے تھے کہ سوائے علي(ع) کے ان میں سے کوئي بھی ہامی نہیں بھرے گا_ مزید یہ کہ خدا نے بھی آپ(ص) کو اس امر کی اطلاع دی تھي_ قول مصنف: اس حقیقت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ہم سید ابن طاؤوس کی زبانی بحارالانوار سے نقل کریں گے_ بحار میں"ماذا قال النبی یوم الانذار" (نبي(ص) نے دعوت ذوالعشیرہ کے دن کیا فرمایا) کے عنوان سے اس کا تذکرہ ہوا ہے_

وہاں پر ہم نے یہ عرض کیا ہے کہ یہی روایت قرآن کی آیت سے ہم آہنگ ہے_ کیونکہ اسحدیث میں آپ(ص) نے فرمایا: "خدا نے کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے قریبونمیں سے کسی کو اس کا بھائي وزیر، وصی اور وارث قرار دیا ہے_ یقینا اس نے گذشتہ انبیا کی طرح میرے لئے بھی ایك وزیر مقرر کیا ہے"_

1_ دلائل الصدق ج 2 ص 236_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پھرفرمایا:" اللہ کی قسم اس نے مجھے اس بات کی خبر دی ہے اور اس کا نام بھی مجھے بتادیا ہے لیکن اس اللہ کا حکم یہ ہے کہ میں تمہیں دعوت دے کر نصیحت کروں اور اس مسئلے کو تمہارے سامنے پیش کروں تاکہ آئندہ تمہارے پاس کوئي بہانہ نہ رہے اور حجت تمام ہوجائے"_(1)

محقق روحانی نے اس بات کا بھی احتمال دیا ہے کہ شاید حضور(ص) کا مقصد یہ ہو کہ اس خطاب کے نتیجے میں کوئي ایك فرد جواب دیدے_ اسی لئے ان سے فرمایا "تم میں کون ہے جو میرا ہاتھ بٹائے" بنابرایں سب سے پہلے لبیك کہنے والا ہی آنحضرت(ص) کے وعدے کا مستحق ٹھہرتا_ ایك سے زیادہ افراد کا جواب دینا بہت بعید ہے اور عرف عام میں اس احتمال کی کوئي وقعت نہیں_ بالخصوص یہ اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب ایك سے زیادہ افراد باہم جواب دیتے حالانکہ یہ تو اور بھی بعید تھا_ اس پر مزید یہ کہ حضور(ص) کو علم تھا کہ ان میں سے سوائے ایك فرد کے کوئي بھی مدد کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا_

البتہ بعض بزرگان کا کہنا ہے کہ رسول کی مدد سے مراد چند امور میں ہاتھ بٹانا ہوہی نہیں سکتا _ کیونکہ تمام اصحاب اپنے مرتبے کے اختلاف کے باوجود بھی رسول اکرم(ص) کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے پس یہاں پر نصرت سے مراد تمام امور اور حالات میں مدد کرنا ہے_ اور دین میں مکمل مدد صبر اور علم کے بلند مرتبہ اور درجہ عصمت تك بلندی روح کی متقاضی ہے _ جس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کا مطلب یہ ہے کہ صرف مذکورہ صفات کا حامل ہی امامت کا مستحق ہوسکتا ہے _ کوئي اور شخص مثلا ظالم آدمی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا فرماتا ہے " لا ینال عہدی الظالمین" میرا عہدہ ظالموں کو نہیں مل سکتا_ اور ایسا شخص صرف علی (ع) ہی ہوسکتا ہے_

قول مصنف : حضرت علی (ع) کی امامت اور خلافت نبی کی طر ف سے بھی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے تا کہ مانگی گئي اور ترغیب دی گئي مدد کا نتیجہ بنے_ حالانکہ نبی کریم(ص) جانتے تھے کہ علی (ع) کے سوا اور کوئي جواب دینے والا نہیں ہے_ پس دعوت ذوالعشیرہ کا ماجرا ا تمام حجت کے لئے تھا تا کہ کوئي بہانہ بھی باقی نہ رہے پس جناب مظفر صاحب کی بات ہی بہتر اور حقیقت کے قریب ہے_

1_ بحارالانوار ج 18 ص 215،216 نے سعد السعود ص 106 سے نقل کیا ہے_

پانچویں اور آخری اعتراض کا جواب

یہ آخری اعتراض تو کسی صورت میں بھی درست نہیں کیونکہ اولاً: جناب حمزہ(ع) کا قبول اسلام اس وقت مانع بن سکتا ہے جب یہ آیہ انذار کے نزول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے قبل واقع ہوا ہو اور ہم تو اس کا احتمال بھی نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کا یقین کریں_
کیونکہ جناب حمزه(ع) کے قبول اسلام کی کیفیت میں منقول روایات کی رو سے صریحاً نہیں تو بظاہر یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعلانیہ دعوت اسلام کے بعد اس وقت مسلمان ہوئے جب قریش کھل کر حضور(ص) کی مخالفت پر اتر آئےتھے اور حضرت ابوطالب کے ساتھ ان کے مذاکرات بھی ہوچکے تھے_
ثانیاً: اگر ہم مذکوره بات کو تسلیم بھی کرلیں (1)تو ممکن ہے دعوت ذوالعشیره کا واقعہ خفیہ دعوت کے دوران اورجناب حمزه کے قبول اسلام سے پہلے پیش آیا ہو_ البتہ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب حضرت حمزه کا قبول اسلام بعثت کے دوسرے سال واقع ہوا ہو اورجناب حمزه اور ابوجہل کے درمیان پیش آنے والا واقعہ ایك حد تك دعوت اسلام کو آشکار کرنے کا باعث بنا ہو_ اور قریش نے خفیہ دعوت کے دوران ہی نبی کریم (ص) کو تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کردیا ہو_ رہا مسئلہ دوسرے مسلمانوں کا تو ان کے ساتھ آنحضرت(ص) کے روابط مخصوص طرز پر تھے اور ان کے قبول اسلام کے بارے میں رازداری برتی جاتی تھي_ ہماری بات کی تائید اس آیت (فاصدع بما تو مر) سے ہوتی ہےکیونکہ اسی آیت کے باعث اسلام کی خفیہ دعوت نے اعلانیہ دعوت کی شکل اختیار کرلی اور اس بات میں کوئي شك نہیں کہ دعوت ذوالعشیره کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ثالثاً: اگر حضرت حمزه اس وقت اسلام لابھی چکے ہوتے تو ان کی مثال حضرت ابوطالب جیسی تھی اور ان دونوں نے اپنے آپ کو اس دعوت کا مطلوب و مقصود ہی نہ سمجھا تھا (یعنی ان دونوں کو علم تھا کہ اس دعوت سے ہم مراد نہیں ہیں) خصوصاً جب وہ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر(ص) کے بعد ان کا زندہ رہنا نہایت مشکل ہے_ کیونکہ حضرت حمزہ تقریباً حضور(ص) کے ہم عمر تھے اور حضرت ابوطالب(ع) تو نہایت عمر رسیدہ تھے اور حضور(ص) کی وفات تك

1_ کہ جناب حمزہ (ع) نے خفیہ دعوت اسلام کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا _ (مترجم)

ان کے زندہ رہنے کی توقع نہ تھي_ بنابرایں اس بات کی گنجائشے نہ تھی کہ ان دونوں میں سے کوئي بھی اپنے آپ کو پیغمبر(ص) کے بعد آپ(ص) کا جانشین بننے کیلئے پیش کرتا_

خلاصہ یہ کہ ابن تیمیہ کے سارے اعتراضات بے حقیقت سراب کی مانند ہیں یا اس راکھ کی طرح ہیں جسے تند و تیز ہوا اڑا کر لے جائے_

واقعہ انذار اور چند اہم نکات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الف _ غیر معتبر روایتیں

ابن تیمیہ نے اس قسم کی احادیث کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے جو نہ صرف حضرت علی (ع) اور اہل بیت کو منظر سے ہٹا دیتی ہیں بلکہ عمومی طور پر بنی ہاشم کو بھی نظروں سے اوجھل کردیتی ہیں_ مثال کے طور پر بخاری اور مسلم و غیرہ کی وہ روایات جو کہتی ہیں کہ جب آیہ (و انذر عشیرتك الاقربین) اتری تو رسول(ص) اللہ نے قریش کو جمع کیا، جب سب جمع ہوگئے تو آپ(ص) نے عمومی اور خصوصی دعوت دے کر فرمایا:" اے بنی کعب بن لوي اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنی مرۃ بن کعب اپنے آپ کو عذاب آتش سے بچاؤ، اے بنی ہاشم آتش الہی سے بچو، اے بنی عبدالمطلب عذاب آتش سے بچو_ اور اے فاطمہ بنت محمد آتش الہی سے اپنے آپ کو بچاؤ"_ (1)آخر روایت تك_

ایك اور روایت میں ہے کہ آپ(ص) نے بنی ہاشم کو جمع کیا، مردوں کو دروازے کے سامنے بٹھایا اور عورتوں کو گھر کے اندر بٹھایا پھر بنی ہاشم سے بات چیت كي_ اس کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:" اے عائشه بنت ابوبکر اے حفصہ بنت عمر اے ام سلمہ اے فاطمہ بنت محمد اے رسول(ص) اللہ کی چچی ام

1_ رجوع کریں: منهاج السنة ج 4 ص 83 و درالمنثور ج 5 ص 95 اور 96 از احمد، عبد بن حمید، بخاري، مسلم، ترمذي، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عائشه ، انس، عروه بن زبیر، براء اور قتاده سے نقل کیا ہے نیز تاریخ الخمیس ج 1 ص 287_

زبیر رضائے الہی کے بدلے اپنی جانوں کا سودا کرواور اپنی نجات کیلئے جدوجہد کرو_ میں خدا کی جانب سے تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کرسکتا"_ یہ سن کر حضرت عائشه رو پڑی اور کہا ... (اس کے بعد رسول(ص) الله اور حضرت عائشه کے درمیان گفتگو کا تذکرہ ہے)_ (1)

ان کے علاوہ دیگر روایات بھی منقول ہیں جن میں آنحضرت(ص) کی جانب سے قریش کو دعوت دینے اور ان کو ڈرانے کا تذکرہ موجود ہے_ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات درست نہیں ہوسکتیں کیونکہ:_

1) جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اس وقت تك حضرت فاطمہ زہرا سلام الله علیہا کی ولادت بھی نہیں ہوئي تھی _

2) حضرت عائشےہ، (2) حضرت حفصہ اور ام سلمہ سے اس وقت تك رسول(ص) الله کی شادی ہی نہیں ہوئي تھی اور نہ وہ آپ کے اہل میں شامل تھیں ان تینوں سے آپ کی شادی کئي سال بعد مدینے میں ہوئي_

3) یہ روایات ان احادیث کے منافی ہیں جن کے مطابق آپ(ص) نے قریش کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس وقت دعوت اسلام دی جب (فاصدع بما تو مر ...) والی آیت نازل ہوئي_ اور " و انذر عشيرتك الاقربين" والی آیت کے نزول پر قریش کو دعوت نہیں دی تھي_

4) یہ روایات خود قرآن کی آیت (انذر عشيرتك الاقربين) کی بھی مخالف ہیں کیونکہ یہ آیت آپ (ص) کو نہ تو تمام قبیلہ والوں کو دعوت کا حکم دیتی ہے اور نہ ہی تمام لوگوں کو بلکہ صرف اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیتی ہے _ظاہر ہے کہ آپ(ص) کے قریبی رشتہ دار یا تو بنی ہاشم ہوسکتے ہیں یا بنی عبدالمطلب اور بنی مطلب_

1_ درالمنثور ج5 ص 96 از طبرانی و ابن مردویہ از ابی امامہ_ یہ روایات دیگر متعدد منابع میں بھی موجود ہیں خصوصاً جن مآخذ کا ذکر ہم نے اس بحث کی ابتدا میں کیا تھا_

2_ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے حضرت عائشه بعثت کے پانچویں سال پیدا ہوئیں اور دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ بھی اسی سال کی بات ہے یوں وہ صریحاً تضاد گوئي کے شکار ہوئے ہیں_ اگرچہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عائشه بعثت سے کئي سال قبل پیدا ہوئیں جس کی طرف اشارہ ہوگا_ انشاء الله تعالي_

واقعہ انذار کے کئي بار واقع ہونے کا قول بھی اس ا شکال کو دور نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرسکتا_ کیونکہ روایات صریحاً کہتی ہیں کہ یہ واقعہ مذکورہ آیت کے نزول کے ساتھ ہی پیش آیا_

ان باتوں کے علاوہ یہ روایات اسناد کے لحاظ سے بھی قابل اعتراض ہیں کیونکہ ان احادیث کے راویوں میں سے کوئي بھی مورخین کے بقول دعوت ذوالعشیرہ کے وقت موجود نہ تھا_

ب_ " خلیفتی فی اھلی "سے کیا مراد ہے؟

شیخ مظفر کے بقول یہ بات واضح ہے کہ حضور(ص) کے "خلیفتی فیکم" یا "خلیفتی فی اھلي" فرمانے پر کوئي اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت(ص) کے بیك وقت دو ایسے خلیفے نہیں ہوسکتے جن میں سے ایك خاص ہو دوسرا عام بلکہ جو آپ(ص) کا خلیفہ خاص ہوگا وہی آپ(ص) کا خلیفہ عام بھی ہوگا_

یہاں پر صحیح ترین عبارت "من بعدي" ہی ہوسکتی ہے (جیساکہ دیگر روایات میں بھی موجود ہے) یا پھر پیغمبر اکرم(ص) کے "فیکم" پر مشتمل ارشاد میں آپ کے حقیقی مخاطب ایمان لانے والے لوگ تھے_

رہا بعض لوگوں کا یہ دعوی کہ "خلیفتی فی اھلي" یا "فیکم" سے مراد وہ شخص ہے جو ان کے دنیاوی امور کا ذمہ دار ہو تو یہ بات تاریخی حقیقت نہیںرکھتي_ کیونکہ واضح ہے کہ حضرت علي(ع) کسی ہاشمی کے دنیاوی امور کے ذمہ دار نہیں تھے_ اگر کوئي یہ کہے کہ مراد فقط حضرت

حسنین(ع) اور حضرت فاطمہ(ع) ہیں تو اس کا جواب بھی واضح ہے_ کیونکہ جناب حسنین(ع) (حتی کہ ان کی والدہ بھی)اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے مزید یہ کہ وہ خلافت کی بنیاد پر ان کے کفیل نہیں تھے بلکہ وہ ویسے ہی ان تینوں کے نفقہکے ذمہ دار تھے_ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے اخراجات آپ کے ذمہ نہ تھے اور نہ ہی آپ نے عملاً اس کام کو انجام دیا_ (1)

1_ دلائل الصدق ج 2 ص 239 کی طرف رجوع کریں _

ج_ فقط رشتہ داروں کی دعوت کیوں؟

واضح سی بات ہے کہ نزدیکی رشتہ داروں کی دعوت آپ کے مشن کی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور آپ کے پیغام کو پھیلانے کا بہترین ذریعہ تھي_ کیونکہ اصلاح کی ابتدا ہمیشہ اندر سے ہونی چاہیئے تاکہ اپنے اہل خاندان اور قبیلہ کی حمایت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی جانب اطمینان، ثابت قدمی اور عزم راسخ کے ساتھ رخ کیا جا ئے_ علاوہ ازیں ان کو دعوت دیکر آپ(ص) باہمی روابط اور جذبونکے حوالے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے قوت و ضعف کے اندرونی عوامل کو پرکھ سکتے تھے اور مستقبل میں حاصل ہونے والی حمایت کا اندازہ لگا کر اس کی روشنی میں اپنے اقدامات اور پالیسیوں کی حدود کو معین فرما سکتے تھے_

یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب آپ (ص) نے قریبی رشتہ داروں سے دعوت اسلام کا آغاز کیا اور اس مرحلہ میں بھی کسی کو کوئي امتیاز اور خصوصیت دینے پر تیار نہیں تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی جان لینا چاہئے کہ آپ(ص) اعتماد بہ نفس رکھتے ہیں اور اپنے دعوے کے صحیح ہونے پر آپ(ص) کو پورا یقین ہے _ کیونکہ آپ(ص) اپنے سب سے پیارے افراد کے لئے یہ بھلائي چاہتے ہیں کہ وہ ان مؤمنین کی صف میں شامل ہوجائیں جو اس دین کی راہ میں سب سے بڑی قربانی دینے پر بھی تیار ہیں_

اور ہم نے دیکھا کہ واقعہ مباہلہ میں نصاری اس بات کا ادراك کرتے ہوئے مباہلہ کئے بنا واپس لوٹ گئےیہ بھی پیش نظر رہے کہ رسول(ص) اللہ ایك ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہے تھے جس میں باہمی تعلقات کی بنیاد "قبیلہ" تھي_ بنابریں چونکہ آپ(ص) بنیادی اور تقدیرساز اقدامات کرنا چاہتے تھے اور اس بات پر بھی ذاتی طور پر راضی نہ تھے کہ اپنے موقف کی حمایت یا اپنے اہداف کے حصول میں قبیلہ پرستی شامل ہو جائے، لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ آپ رشتہ داروں کے معاملے میں ایك واضح موقف اپناتے اور انہیں مکمل آزادی اور صدق دل کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو واضح طور پر سمجھنے کا موقع فراہم کرتے_ تاکہ اس سلسلے میں معاشرے

میں رائج کسی بھی قسم کے خاندانی و قبائلی تعلقات کے دباؤ سے کام نہ لیا جائے کیونکہ یہ اسلام کی نظر میں صحیح نہیں تھا_

33

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ مختلف حالات کا سامنا کرنے اور ان کاحل پیش کرنے کے بارے میں اسلام کی روش کیا ہے_ اسلام نہیں چاہتا کہ اپنے مقاصد اور مفادات کے حصول کیلئے لوگوں کی سادگی اور جہالت سے فائدہ اٹھائے_ یہاں تك کہ ان غلط رسوم و عادات سے بھی جنہیں لوگوں نے اپنی مرضی سے اپنایا ہو_

اسلام وسیلے کو ہدف کا ایك حصہ سمجھتا ہے_ بنابرایں وسیلے کو ہدف سے ہم آہنگ ہونا چاہیئے_ جس طرح ہدف مقدس ہے اسی طرح وسیلہ کا بھی مقدس اور پاك ہونا ضروری ہے_ خدا ہمیں اسلام کی ہدایت پر چلنے اور اس کی تعلیمات سے متمسك رہنے کی توفیق عنایت فرمائے_

خدا ہی امیدوں کا بہترین مرکز ہے اور طلب حوائج کیلئے سب سے زیادہ صاحب بخشش ہستی ہے_ بہرحال شیخ بطحاء ابوطالب کی طرف سے تعاون اور مدد کے بھرپور وعدے کے بعد پیغمبر اکرم(ص) اس جلسہ سے نکلے_ کیونکہ ابوطالب(ع) نے جب ابولہب کے نامعقول اور غیرانسانی موقف کو دیکھا تو فرمایا: "اے پست انسان ،اللہ کی قسم ہم ضرور ان کی مدد کریں گے_ (پھر رسول(ص) اللہ سے کہا) اے بھتیجے جب تم اپنے رب کی طرف دعوت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دینا چاہو تو ہمیں پکارو ہم مسلح ہو کر تمہاری مدد کریں گے"_ (1)

د_ علی (ع) اور واقعہ انذار

ہم نے مشاہدہ کیا کہ نبی اکرم(ص) نے دعوت ذوالعشیرہ کے دن چالیس افراد کی میزبانی کے فرائض سنبھالنے کیلئے حضرت علی (ع) کا انتخاب کیا اور حکم دیا کہ کھانا تیار کر کے انہیں بلائیں اس لئے کہ حضرت علی (ع) آپ (ص) ہی کے گھر میں اور آپ (ص) ہی کے ساتھ ہوتے تھے_حالانکہ آپ (ص) جناب خدیجہ سے بھی کھانا تیار کرنے کو کہہ سکتے تھے کیونکہ بظاہر یہ دعوت رسول کریم (ص) کے گھر میں ہوئي نیز اس کام کیلئے دیگر لوگ بھی موجود تھے جو حضرت علی (ع) سے زیادہ مشہور تھے، مثلاً حضرت ابوطالب(ع) یا حضرت جعفر جو عمر کے لحاظ سے حضرت علی (ع) سے بڑے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے افراد جن کی شخصیت اور نفوذ سے استفادہ کرسکتے_

1_ تاریخ یعقوبی، ج 2 ص 27،28_

جی ہاں حضرت علی (ع) کا انتخاب رسول(ص) اللہ نے بذات خود فرمایا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھا_کیونکہ حضرت علی (ع) اس وقت عمر کے لحاظ سے اگر چہ چھوٹے تھے، لیکن درحقیقت عقل کے لحاظ سے بڑے تھے_ آپ عظیم خصوصیات اور لیاقتوں کے مالك، نیز روحانی و معنوی بزرگی کے حامل تھے_ آپ کے اہداف و مقاصد عظیم تھے_ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حاضرین میں آپ ہی واحد فرد تھے جس نے رسول(ص) (ص) کی دعوت پر لبیك کہا اور آنحضرت(ص) کی مدد و نصرت کا اعلان کیا_ ساتھ ساتھ نبي(ص) اکرم نے بھی اس دن علی (ع) کے کردار کی بناء پر آپ کو اپنا بھائي، وصی اور خلیفہ ہونے کا اہل سمجھا _یہ وہ مقام تھا جس تك کوئي رسائي حاصل نہ کرسکتا تھا بلکہ ایك دن کے لئے بھی اس کے حصول کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا _

لیکن حضرت علی (ع) نے کمسنی کے باوجود اس مقام کوپالیا اور باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیا_ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے رسول(ص) اللہ کی آغوش میں پرورش پائي_ حضور(ص) نے آپ کی کفالت و تربیت کی تھي_ وہ آپ کو کھانا ٹھنڈا کر کے کھلاتے اور علی (ع) آپ(ص) کی خوشبو سونگھتے تھے_ حضرت علی (ع) حضور(ص) کے نقش قدم پر اس طرح چلتے جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے_ رسول(ص) اللہ آپ کو بیٹے کی طرح چاہتے تھے_ (1)
و ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھ_ ابولہب كا موقف

ابولہب نے دعوت اسلام كى حقيقت كو سمجھ ليا تھا اور اندازہ كرليا تھا كہ اب يہ تحريك سنجيدگى كے مرحلے ميں داخل ہوچكى ہے _ وہ ايك نيا معجزہ اپنى آنكھوں كے سامنے ديكھ رہا تھا_ اس سے قبل بھى وہ رسول(ص) خدا سے

1_ نبى كريم(ص) كى جانب سے حضرت علي(ع) كى كفالت كے باعث شيخ الابطح ابوطالب(ع) پر كوئي اعتراض وارد نہيں ہوتا(جيساكہ بعض لوگ گمان كرتے ہيں)كيونكہ جناب عبداللہ اور جناب ابوطالب اپنے باقى بھائيوں كے برخلاف ايك ہى ماں سے پيدا ہوئے تھے_ ادھر نبى (ص) كى پرورش ابوطالب(ع) نے كى تھي_ حضور (ص) فاطمہ بنت اسد كو ماں كہہ كر پكارتے تھے حضرت ابوطالب اور ان كى زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد رسول(ص) اللہ كا بڑا خيال ركھتے تھے اسى طرح رسول اللہ (ص) اور حضرت على (ع) كى عمروں ميں تفاوت كو مدنظر ركھتے ہوئے (يہ كہا جاسكتاہے كہ) حضرت على (ع) بھى رسول اكرم (ص) كے لئے بيٹے كى حيثيت ركھتے تھے_

متعدد معجزات و كرامات كا مشاہدہ كرچكا تھا اور آج بھى اس نے ديكھا كہ كس طرح گوشت كى ايك ران اور دودھ كا ايك برتن چاليس افراد كيلئے كافى ثابت ہوا_

ابولہب اس دين كى حقيقت اور اہداف كو سمجھ رہا تھا جس كى جانب حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محمد (ص) ہدایت فرمارہے تھے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت محمد(ص) کے نزديك ان امتیازات کی کوئي حیثیت نہیں جو طاقت، ظلم و عدوان اور ناجائز طریقوں سے حاصل ہوئے ہوں_ بنابراین وہ اپنی غیرمعقول سوچ کے مطابق یہ ضروری سمجھتا تھا کہ اس دین کے مقابلے پر اتر آئے اور ہر ممکنہ طریقے سے اس دین کو اس کے اہداف تك پہنچنے سے روکے اور آنحضرت(ص) کو موقع سے فائدہ اٹھانے کی مہلت نہ دے تاکہ یوں ايك طرف سے وہ اپنے مفادات کو بچائے، اور دوسری جانب سے اپنے سینے مینکینے اور حسد کی بھڑکتی ہوئي آگ کو ٹھنڈا کرسکے_ اس کینے کی کوئي وجہ اور بنیاد نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ نبی اکرم(ص) کی ذات میں صفات جمیلہ اور اخلاق کریمہ کا مشاہدہ کرتا تھا_ ظاہر ہے اس کی نظر میں اس سے بڑا جرم اور کیا ہوسکتا تھا_

ابولہب نے عملی طور پر اس کینہ و حسد کا ثبوت دیا_ اس نے کھانے والے معجزے کو (جسے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا) غلط رنگ دیا اور رسول(ص) اللہ پر جادو کا الزام لگاتے ہوئے کہا: "تمہارے ساتھی نے تم پر بڑا سخت جادو کر دکھایا"_ یہ سن کر وہ لوگ اس دن چلے گئے اور رسول(ص) اللہ اپنے دل کی بات نہ کرسکے_ یہاں تك کہ دوسرا دن آیا اور حضور اکرم(ص) حکم الہی کو ان تك پہنچانے اور اتمام حجت کرنے میں کامیاب ہوئے جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے_

و_ پہلے انذار پھر ...

واقعہ انذار کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ رسول(ص) اللہ کو خدا کی جانب سے حکم ہوا تھا کہ آپ پہلے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈرائیں چنانچہ ارشاد ہوا: (وانذر عشيرتك الاقربين) (1)

1_ سورہ شعرائ، آیت 214_

اوردوسرے لوگوں کے معاملے میں بھی یہی صورت حال تھي_ چنانچہ سورہ مدثر میں (جو بعثت کے اوائل میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے) اللہ نے اپنے پیارے نبی سے فرمایا: (قم فانذر) اے رسول(ص) اٹھو اور لوگوں کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ_ (1)_

ایسا کیوں ہے ؟ حالانکہ رسول(ص) اللہ لوگوں کیلئے مبشر و نذیر (خوشخبری دینے اور ڈرانے والے) کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے جس طرح خود قرآن ، ہدایت بھی ہے اور بشارت بھي_ اس کی علت واضح ہے کیونکہ لوگ ابتدائے بعثت میں کافر تھے اور ظلم و انحراف کی آخری حدوں کو چھو رہے

تھے_ بنابریں پہلے ان کو ڈرانے کی ضرورت تھی تاکہ وہ اس خطرناك صورتحال کی طرف متوجہ ہوں جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے اور ان خوفناك و تباہ کن نتائج سے باخبر ہوں جو مذکورہ صورتحال کے نتیجے میں پیش آتے ہیں_ عذاب کی جانب ان کی توجہ ، غفلت سے بیدار ہونے اور اس خطرناك صورتحال سے نکلنے کے لئے عملی قدم اٹھانے کے لئے مؤثر ہوسکتی تھي_

اس کے بعد انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرے کو غلط آداب و رسوم اور خرابیوں سے نجات دلانے اور اجنبی اوربے سور افراد سے پاك کرنے کا مرحلہ آتا_ اس کے ساتھ ساتھ صحیح انسانی جذبات، باہمی روابط اور سب سے بڑھ کر فکری و تہذیبی سطح پر اسلامی معاشرے کو صاف اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی باری آتي_ پھر اس اسلامی معاشرے کو کائنات، زندگی اور طاقتور ہوتے ہوئے بھی کمزور انسان کے حقیقی مفہوم سے آگاہ کرنے کا موقع ملتا اور انسان کی باطنی تعلیم و تربیت و اصلاح کیلئے قدم اٹھایا جاسکتا،جو نبي، امام اور مبلغین حق کی ذمہ داری ہے،چنانچہ کتاب کے اس حصّہ کے شروع میں ہم نے اس آیت قرآنی کی طرف اشارہ کیا: (ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم یتلوعلیہم آیاتہ ویزکیھم ویعلمہم الکتاب والحکمة) یعنی اللہ ہی نے مکہ والوں میں ،انہی میں سے ایك رسول(ص) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا اور ان کو پاك کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

----

1_ سورہ مدثر/2_

اسلام كے طريقہ تبليغ كے بارے ميں جو كچھ ہم نے عرض كيا وہ درحقيقت ہر اس دعوت يا تحريك كا فطرى تقاضا ہے جو بنيادى اصلاح اور مشكلات زندگى كو حل كرنے كى طالب ہو_

ز_روز انذار رسول (ص) اللہ كا فرمان :

بعض كتابوں ميں مذكور ہے كہ حضور(ص) نے فرمايا: "اے اولاد عبدالمطلب ميں خدا كى جانب سے تمہيں ڈرانے آيا ہوں ميں وہ چيز لے كر آيا ہوں جسے اب تك كوئي عرب ليكر نہيں آيا اگر ميرى اطاعت كرو گے تو ہدايت، فلاح اور نجات پاؤگے آج كے اس كھانے كے بارے ميں مجھے خدا كى جانب سے حكم ہوا تھا_ پس ميں نے اسے تمہارے لئے تيار كيا جيساكہ حضرت عيسى (ع) نے اپنى قوم كيلئے كھانے كا بندوبست كيا تھا_اس كے بعد اگر تم ميں سے كسى نے كفران كيا تو خداوند عالم اس كو ايسے شديد عذاب ميں مبتلاكرے گا كہ پورے عالم ميں كسى اور كو مبتلا نہ كيا ہوگا پس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خدا سے ڈرو اور میری بات سنو_
اے بنی عبدالمطلب جان لو کہ خدا نے کسی نبی کو بغیر کسی بھائي، وزیر، وصی اور وارث کے مبعوث نہیں کیا_ بتحقیق اس نے میرے لئے بھی کسی کو وصی قرار دیا ہے جس طرح مجھ سے پہلے والے انبیاء کیلئے قرار دیا تھا_ بے شك الله نے مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے اور مجھ پر یہ حکم نازل کیا ہے (وانذر عشیرتك الاقربین) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور مخلص لوگوں کو خدا کا خوف دلاؤ_
خدا کی قسم اس نے مجھے اپنے وصی اور وزیر کی خبر دی ہے اور اس فرد کا نام بھی بتا دیا ہے لیکن میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں_ نیز تمہیں اس عہدے کی پیشکشکرتا ہوں تاکہ بعد میں تمہارے لئے کوئي بہانہ نہ ر ہے، تم لوگ میرے رشتہ دار اور میرے قبیلہ والے ہو _پس تم میں سے کون ہے جو اس امرکی طرف پیش قدمی کرے تاکہ وہ خدا کی راہ میں میرا بھائي میرا وزیر اور مددگار بنے"_ رسول(ص) الله کا یہ کلام کتاب کی اس فصل کی ابتدا میں مذکور عبارت سے ہم آہنگ ہے_ (1) اور یہ تصریح شاید اس جیسے عظیم موقف

1_ بحار الانوار ج18ص 215،216 نے ابن طاووس کی کتاب سعد السعود ص 106 سے نقل کیا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے بھی مکمل ہم آہنگ ہے_ اسی طرح یہ الفاظ آیت میں حکم انذارسے بھی پوری طرح مرتبط ہینکیونکہ ہر تحریك کا پہلا قدم "انذار" ہی ہوتا ہے جس طرح کہ ہم نے یہ بات پہلے بھی کئي مرتبہ ذکر کی ہے_

ح_ بشارت و انذار

عظیم محقق شہید شیخ مرتضی مطہری کہتے ہیں: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی فرد کو کسی کام پر آمادہ کرے تو اس کے دو طریقے ہیں ایك بشارت و حوصلہ افزائي اور اس کام کے فوائد کو بیان کرنا اور دوسرا اس کام کے ترك کرنے پر جو برے نتائج ہیں ان سے ڈرانا"_

اسی لئے کہا گیا ہے کہ انذار پیچھے سے حیوان کو ہانکنے کی طرح اور بشارت و تشویق آگے سے کھینچنے کی طرح ہے_

قرآن و اسلام کی نظر میں انسان ان دونوں باتوں کا ایك ساتھ محتاج ہے_ ان میں سے فقط ایك کافی نہیں بلکہ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ بشارت اور تشویق کے پلڑے کو انذاز و تخویف کے پلڑے پر بھاری ہونا چاہئے اسی لئے قرآن کی اکثر آیات میں بشارت کو انذار پر مقدم کیاگیا ہے_

چنانچہ رسول(ص) اللہ نے بھی معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت فرمایا "یسر ولاتعسر وبشر ولاتنفر" (آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرو نہ کہ کاموں کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مشكل بنانے كی نيز لوگوں كو راضی ركھنے كی كوشش كرو نہ كہ دور كرنے كي)_

آپ(ص) نے يہاں انذار و تخويف كی نفی نہيں كی بلكہ يہ آپ(ص) كی حكمت عملی كا حصہ تھا _ہاں آپ(ص) نے تشويق كے پہلو كو زيادہ اہميت دی كيونكہ اس پہلو سے اسلام كی معنويت اور خوبيوں كا بہتر ادراك ہوسكتا تھا_ علاوہ بريں اس طرح لوگوں كا قبول اسلام مكمل رضا و رغبت كے ساتھ عمل ميں آتا_ رہا آپ(ص) كا "لاتنفر" فرمانا تو اس كی وجہ واضح ہے كيونكہ انسان كی روح نہايت لطيفہے اور بہت جلد ردعمل كا اظہار كرتی ہے_ اسی لئے ہم ديكھتے ہيں كہ پيغمبر اكرم(ص) نے ہميں اس وقت عبادت كرنے كا حكم ديا ہے جب دلی رغبت موجود ہو_

دباؤ يا ناقابل برداشت امور پر زبردستی كی صورت ميں نفس اس چيز كو قبول نہيں كرتا_ سہولت اور آسانی پر مبنی اسلامی شريعت ميں اس كی بہت ساری مثاليں مل سكتی ہيں_ (1)

مذكورہ بيانات كی روشنی ميں ہم يہ سمجھ سكتے ہيں كہ رسول(ص) اللہ نے اپنے رشتہ داروں كو جو دعوت دی تھی اس ميں آپ نے ہر چند ابتدا تخويف و انذار سے كی تھی ليكن كيوں تشويق كے پہلوكو بھی مدنظر ركھا اور فرمايا :" جو ميری كی مدد كرے گا وہ ميرےبعد ميرا خليفہ ہوگا" اور يہ ذكركياكہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں دنیا و آخرت کی جملہ خوبیاں لے کر ان کے پاس آیا ہوں_ اس لئے کہ آپ(ص) کا یہ طرز عمل ان لوگوں کی اندرونی خواہشات اور رغبتوں سے ہم آہنگ تھا_ اور یہ پیشکش اس ذات کی جانب سے تھی جسے کسی بھی صورت میں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا_

ط_ میرا بھائي اور میرا وصي

یہاں پر حضور(ص) کا یہ ارشاد کہ وہ شخص میرا بھائي، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا، بھی قابل توجہ ہے کیونکہ آپ(ص) کے یہ الفاظ اس الفت و محبت کی شدت کو خوب واضح کرتے ہیں جو آپ کی حمایت ونصرت کرنے والے فرد سے آپ (ص) کو تھی _ آپ(ص) نے اسے اپنا بھائي قرار دیا گویا آپ(ص) کے ساتھ اس شخص کی نسبت حاکم و محکوم اور بڑے اور چھوٹے مرتبے والے کی سی نہ تھی بلکہ ان دونوں کا باہمی تعلق دو ہم مرتبہ انسانوں کا اور تعمیری مقاصد میں ایك دوسرے کے ساتھ تعاون پر مبنی تھا_ جس طرح ایك بھائي کا تعلق دوسرے بھائي سے ہوتا ہے محبت اعتماد اور خلوص سے لبریز_

فاصدع بما تؤمر

جب آنحضرت(ص) اپنے قریبی رشتہ داروں پر اتمام حجت کرچکے اور آپ(ص) کی نبوت کا مسئلہ مکہ میں معروف ہوچکا تو قریش نے مسئلے کی سنگینی اور اس کے جوانب کا ادراك کرتے ہوئے آپ(ص) کا مذاق اڑانے

اور آپ (ص)

1_ رجوع کریں: روزنامہ جمہوری اسلامی (فارسي) شمارہ 254سال 1359 ہجری شمسي_ مقالات مطہریا_

کے اوپر تہمتیں لگانے کا سلسلہ شروع کر دیا_ تا کہ عام لوگوں کے سامنے حضور(ص) کے مرتبے کو گھٹائیں اور آپ(ص) کی شخصیت کو مخدوش کریں، حالانکہ ابھی تك رسول(ص) الله نے انہیں اپنی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت نہیں دی تھی قریش کے اس رویے کی وجہ حسد، کینہ اور مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ خطرات کے علاوہ اورکچھ نہ تھا_ قریش کے تمسخرنے طبیعی طور پر اورخاص کر قبول اسلام کی جانب عوامی رغبت پر اپنا زبردست اثر دکھایا_ حضور(ص) اس امر سے سخت فکرمند ہوئے_ آپ(ص) نے اسے اپنی دعوت کے پھیلاؤ اور اپنے مشن کی راہ میں زبردست رکاوٹ سمجھا _چنانچہ خدا نے آپ(ص) کو حکم دیا کہ اپنی دعوت کو ظاہر کریں اور کھل کر قریش سے خداپر ایمان لانے کا مطالبہ کریں_ اس کی ساتھ ہی آپ(ص) سے پکا وعدہ کیا کہ وہ مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں آپ(ص) کی پوری مدد کرے گا_ بنابریں آپ(ص) پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ضروری تھا کہ آپ(ص) انہیں اہمیت نہ دیتے اور انہیں نظر انداز کردیتے ،حکم خدا یہ تھا: (فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشركين انا كفيناك المستہزئين) (1) یعنی اے رسول جس چیزکا آپ کو حکم ہوا ہے اس کا بر ملا اظہار کریں اور مشرکین کو نظر انداز کردیں ہم مسخرہ کرنے والوں کے شرسے آ پ کو بچائیں گے_

اللہ تعالی نے آپ(ص) کیلئے واضح کیا کہ مستقبل میں آپ(ص) کا لائحہ عمل کیا ہوگا چنانچہ آپ(ص) کو حکم ہوا کہ حسن سلوك کو اپنائیں ،مشرکین کے معاملے کواہمیت نہ دیں، پریشان نہ ہوں اور ان کی باتوں سے دل گیر بھی نہ ہوں_ ان کا انجام اس خدا کے ہاتھ میں ہے جو ہر چھوٹی بڑی چیز سے آگاہ ہے_

رسول اکرم(ص) نے حکم خداوندی کی تعمیل کی ، اپنی تبلیغ کو آشکار کیا اور سارے لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دي_ کہتے ہیں کہ آپ(ص) نے ایك پتھر پرکھڑے ہوکر فرمایا: "اے گروہ قریش و عرب میں تمہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئي معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول(ص) ہوں میں تمہیں مصنوعی خداؤں اور بتوں کے چھوڑنے کا حکم دیتا ہوں _میری بات مانو ،اگر ایسا کرو گے تو پورے عرب کے

1_ سوره حجر، آيت 94،95_

مالك بن جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے مطيع ہونگے نيز جنت ميں بھی تمہاری بادشاہی ہوگي"_ ليكن قريش نے آپ(ص) كا مذاق اڑايا اور وہ كہنے لگے كہ محمد بن عبداللہ مجنون ہوگيا ہے البتہ حضرت ابوطالب كی سماجی حيثيت كے پيش نظر آپ(ص) كے خلاف كوئي عملی كاروائي نہ كرسكے_(1)

يہ بھی منقول ہے كہ آپ(ص) صفاكی پہاڑی پر كھڑے ہو كر قريش كو پكارا جب وہ جمع ہوگئے تو فرمايا:"اگر ميں تم سے كہوں كہ اس پہاڑی كے پيچھے ايك لشكر تمہارا منتظر ہے تو كياتم ميری تصديق كرو گے؟"_ وہ بولے:" كيوں نہيں ہم نے آپ(ص) ميں كوئي بدی نہيں ديكھی اور آپ(ص) سے كبھی كوئي جھوٹ نہيں سنا تب آپ(ص) نے فرمايا: "ميں تمہيں شديد عذاب سے ڈراتا ہوں ..." اس پر ابولہب نے كھڑے ہوكر بلند آواز سے كہا "تيرا سارا دن بربادی ميں گزرے، كيا اتنی سی بات كيلئے لوگوں كو اكٹھا كيا تھا؟" يہ سن كر سارے لوگ متفرق ہوگئے اور اس پر سوره (تبت يدا ابی لہب) نازل ہوئي_ (2)

ناكام مذاكرات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابن اسحاق وغیره کا بیان ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے بحکم خدا اپنی قوم کے سامنے علی الاعلانً اسلام کو پیش کیا تو اس وقت لوگ آپ(ص) سے دور ہوئے نہ آپ کی مخالفت کي_ لیکنجب آپ(ص) نے ان کے معبودوں کی برائي بیان کی تو اس وقت انہوں نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور آپ(ص) کے خلاف متحد ہوگئے سوائے ان لوگوں کے کہ جن کواللہ تعالی نے اسلام کے ذریعے ان سے بچایا_ یہ لوگ کم بھی تھے اور بے بس بھي_ رسول(ص) اللہ کے چچا حضرت ابوطالب نے آپ(ص) کی حمایت کرتے ہوئے دشمنوں کے مقابلے میں آپ کا دفاع کیا اور پیغمبراکرم بلاروك ٹوك اعلانیہ حکم الہی بجالاتے رہے_

1_ تفسیر نور الثقلین ج3ص34کہ تفسیر قمی سے نقل کیا ہے_

2_ اس حدیث کو مفسرین نے نقل کیا ہے اور سیوطی نے در منثور میں، نیز غیر شیعہ مورخین نے بھی واقعہ انذار کے ضمن میں نقل کیا ہے لیکن ہم واضح کرچکے ہیں کہ آیہ انذار میں سارے رشتہ دار مراد نہیں بلکہ فقط قریبی رشتہ دار ہی منظور ہیں_ بنابریں یہ روایت مذکورہ ارشاد الہی (فاصدع بما تو مر) کے ساتھ ہی سازگار معلوم ہوتی ہے_

جب قریش نے یہ دیکھا کہ حضور(ص) ان کی مخالفت کے باوجود باز نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آتے، ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے نہیں رکتے اور آپ کے چچا حضرت ابوطالب بھی آپ کی حمایت کرتے ہوئے آپ(ص) کو قریش کے حوالے کرنے سے گریزاں ہیں تو انہوں نے حضرت ابوطالب کے ساتھ مذاکرات کی کوشش کي_ یہ مذاکرات (ا بن اسحاق وغیرہ کے خیال میں) تین مراحل سے گزرے اور سب کے سب بری طرح ناکامی سے دوچار ہوئے_

پہلا مرحلہ:

قریش کے چند سر کردہ افراد (جن کے ناموں کا مورخین نے ذکر کیا ہے) حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور کہا :"اے ابوطالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے ہمارے دین کی برائي بیان کی ہے_ ہمارے نظریات کو باطل اور ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ قرار دیا ہے پس یاتو آپ خود اس کو روکیں یا ہمارے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں کیونکہ آپ بھی ہماری طرح (نظریاتیلحاظ سے) اس کے مخالف ہیں_ یوں ہم اس سے آپ کو بھی بچائیں گے"_ حضرت ابوطالب(ع) نے ان سے نرم گفتگو کی اور اچھے طریقے سے انہیں ٹال دیا چنانچہ وہ چلے گئے_

دوسرا مرحلہ:

جب مشرکین نے دیکھا کہ رسول(ص) اللہ اپنے مشن پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنے دین کی ترویج وتبلیغ میں مصروف ہیں یہاں تك کہ ان کے درمیان معاملہ بگڑنے لگا ہے_ لوگوں میں دشمنی اور اختلاف پیدا ہوچکا ہے اور قریش کے

در میان کثرت سے رسول(ص) اللہ کا ذکر ہونے لگا ہے تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھتیجے کو ان کے آباء و اجداد کو برا بھلا کہنے ، ان کے نظریات کو باطل ٹھہرانے اور ان کے خداؤں کو بُرا کہنے سے نہیں روکیں گے تو وہ ان دونوں کے مقابلے پر اترآئیں گے اور ان سے جنگ

43

کریں گے یہاں تك کہ کوئي ایك فریق ہلاك ہوجائے_ اس دھمکی کے بعد وہ چلے گئے_

حضرت ابوطالب نے حضور(ص) کو اس بات کی اطلاع دی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ(ص) اپنے اور ان کے اوپر رحم کھائیں اور ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالیں حضور(ص) نے سوچاکہ چچا کا ارادہ بدل چکا ہے اور وہ آپ کی نصرت و حمایت کی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آپ(ص) نے فرمایا:" اے چچا خدا کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تاکہ میں اس امر سے دست بردار ہوجاؤں پھر بھی میں ہرگز باز نہیں آؤں گا یہاں تك کہ خدا اپنے دین کوغالب کر دے یا میں اس دین کی راہ میں قتل ہوجاؤں" یہ دیکھ کر حضرت ابوطالب نے آپ (ص) کی حمایت کا وعدہ کیا_

تیسرا مرحلہ:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس دفعہ قریش نے حضرت ابوطالب کویہ پیشکش کی کہ وہ رسول(ص) اللہ کی جگہ عمارۃ بن ولید کو اپنا بیٹا بنالیں اور نبی اکرم(ص) کو(جن کے بارے میں قریش کا خیال تھا کہ انہوں نے ابوطالب اور ان کے آباء و اجداد کے دین کی مخالفت کی تھي، مشرکین میں اختلاف ڈالا تھا اور ان کی آرزوؤں کو پامال کیا تھا) ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپ(ص) کو قتل کریں_ تو اس طرح سے آدمی کا بدلہ آدمی سے ہوجائے گا _

حضرت ابوطالب نے کہا:" خدا کی قسم تم نے میرے ساتھ نہایت برا سودا کرنے کا ارادہ کیا ہے_ تم چاہتے ہو کہ اپنا بیٹاپلنے کے لئے میرے حوالے کرو اوراس کے بدلے میں میں اپنا بیٹا قتل ہونے کے لئے تمہارے حوالے کردوں _خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا"_

یہ سن کر مطعم بن عدی نے کہا:" اے ابوطالب اللہ کی قسم تیری قوم نے تیرے ساتھ انصاف کیا ہے انہوں نے اس چیز (افتراق و انتشار) سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جوتجھے بھی نا پسند ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تو ان کی کوئي بات قبول نہیں کرنا چاہتا"_ حضرت ابوطالب نے کہا:" واللہ انہوں نے تومیرے ساتھ نا انصافی کی ہے لیکن تونے مجھے بے یار ومددگار بنانے اور لوگوں کو میرے مقابلے میں لاکھڑا

کرنے کا ارادہ کیا ہے_ پس تیری جو مرضی ہو وہ کر کے دیکھ لے"_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ابوطالب كى اس بات كے بعد معاملہ بگڑ گيا مخالفت كا بازار گرم ہوگيا اور لوگوں نے كھلم كھلا دشمنى شروع كردي_ ممكن ہے كہ يہ مراحل اسى ترتيب سے واقع ہوئے ہوں اور ممكن ہے كہ يہ ترتيب نہ رہى ہو_ بہرحال ہم نے جو كچھ كہا وہ ہمارے نزديك بلا كم و كاست حالات و واقعات كے (1) طبيعى سفر كى ايك تصوير كشى تھى البتہ اس گفتگو كے سلسلے كو جارى ركھنے سے قبل درج ذيل نكات كا تذكرہ ضرورى سمجھتا ہوں_

الف: اس ناكامى كے بعد

ہم نے ملاحظہ كيا كہ مشركين مكہ نے شروع شروع ميں يہ كوشش كى كہ وہ حضرت ابوطالب اور بنى ہاشم كے ساتھ نہ الجھيں_ چنانچہ انہوں نے خود حضرت ابوطالب كو اس بات پر آمادہ كرنے كى كوشش كى كہ وہ رسول اكرم(ص) كو اپنے موقف سے ہٹائيں اور اس چيز كا خاتمہ كريں جسے وہ اپنے لئے مشكلات اور خطرات كا سرچشمہ سمجھتے تھے_ انہوں نے ابوطالب كو بھڑكانے اور انہيں اپنے بھتيجے كے خلاف يہ سمجھاكر اكسانے كى كوشش كى كہ حضور(ص) كا پيغام ان كے مفادات كے منافى اور ديگر لوگوں كے علاوہ خود حضرت ابوطالب كى ہمدردى و شفقت كو زك پہنچانے كے مترادف ہے_

اس بناپر طبيعى تھا كہ خود حضرت ابوطالب اپنے بھتيجے كى سرگرمياں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محدود کرتے_ اور قریش کو اس مسئلے سے نجات دلاتے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوطالب نے ان کی بے سروپا باتوں کو تسلیم نہیں کیا اور ان کی ذات اور مفادات کو درپیش خطرات کی روك تھام کیلئے کوئي قدم نہیں اٹھایا تو وہ دھمکی دینے پر اترآئے _ اس کے بعد انہوں نے مکروفریب اور دھوکے کی سیاست اپنائي(جیساکہ نبی کریم(ص) کو برائے قتل ان کے حوالے کرنے اور آپ(ص) کے بدلے عمارة بن ولید کو بطورفرزند، حضرت ابوطالب کے حوالے کرنے کی کوشش سے ظاہر ہوتا ہے)اس واقعے نے ان کے دلوں میں پوشیدہ مقصد کو بھی ظاہر کر دیا _ نیز حضرت ابوطالب اور

1_ رجوع کریں: سیرت ابن ہشام ج1 ص282،286نیز البدء والتاریخ ج4ص 149،47 نیز تاریخ طبری ج 2 ص 68،65_

دیگر لوگوں کیلئے واضح ہوا کہ ان کا مقصد دین حق کومٹانے اور نورالٰہی کو بجھانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں_ اس امرنے حضرت ابوطالب کو دین حق اور پیغمبراسلام کی حمایت پر مزید کمربستہ کر دیا_

ب: قریش کی ہٹ دھرمی کا راز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی اور نور الہی کو بجھانے کی کوششوں کا راز درج ذیل امور میں مضمر معلوم ہوتا ہے:

1)قریش ،مکہ اور دوسرے مقامات کے غریبوں، غلاموں اور کمزوروں سے اپنے مفادات کے حصول کیلئے کام لیتے تھے_ رسول(ص) خدا نے آکران بیچارے لوگوں کے اندر ایك تازہ روح پھونکي_ آپ(ص) نے انسانی عظمت اور حریت کے تصور کو واضح کرنے کی کوشش شروع کی اورساتھ ساتھ آپ(ص) ان کی دستگیری کرتے اور مسائل و مشکلات زندگی میں ان کے مددگار ہوتے تھے_ آپ(ص) ان کی حقیقت خودان کیلئے آشکارکرتے تھے اور اسلامی تعلیمات سے ان کو بہرہ ور فرماتے تھے _ان تعلیمات کی ابتدائي باتوں میں سے ایك، ان ظالموں کے تسلط اور ظلم سے رہائي کی ضرورت کا مسئلہ بھی تھا_

2)کفار مکہ، رسول(ص) اللہ کی تبلیغ اور اس کے مقاصد کو دیکھ کر یہ اندازہ کرچکے تھے کہ وہ اس دین کے زیر سایہ اپنے ناجائز امتیازات کو برقرار نہیں رکھ سکتے جنہیں ان ظالموں نے اپنے لئے مخصوص کررکھا تھا اور رسول(ص) اللہ انہیں رد کر ر ہے تھے_ آپ(ص) تاکید فرماتے تھے کہ خدا کی عدالت میں سب لوگ مساوی ہیں اس کے علاوہ یہ مشرکین، دین اسلام کے سائے تلے اپنی غیراخلاقی اور غیر انسانی اطوار کو برقرار نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ اسلام مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے آیا تھا اور یہ لوگ اپنے رسوم کے زبردست پابند تھے حتی کہ اپنے ان معبودوں کی عبادت سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھی زیادہ پابند رسوم تھے جن کی نگہبانی کے وہ دعویدار تھے_ چنانچہ ایك دفعہ ایك عرب نے بھوك لگنے پر اپنے اس خدا کو کھالیا جسے اس نے کھجوروں سے تیار کیاہوا تھا_
3)تیسرے سبب کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے (وقالوا ان نتبع الہدی معك نتخطف من ارضنا) (1) یعنی اگر ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں تو اپنی سرزمین سے اچك لئے جائیں گے،

بالفاظ دیگر انہوں نے اسلام قبول نہ کرنے کیلئے یہ بہانہ تراشا کہ اگر وہ ایمان لے آئے تو مشرکین عرب ان کے ایمان لانے اور بتوں کو ٹھکرانے کی وجہ سے ناراض ہوجائیں گے_
قرآن نے اس کا جواب یوں دیا ہے (اولم نمکن لہم حرما آمنا یُجبی الیہ ثمرات کل شی رزقا من لدنا) (2) کیا ہم نے انہیں امن کے مقام حرم مکہ میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل ہماری دی ہوئي روزی کی بناپر چلے آر ہے ہیں_
بنابرایں اس خوف کی کوئي وجہ نہ تھی نیز اس خوف کے بہانے شرك پر باقی رہنے سے بھی خطرہ ٹل نہیں سکتا تھا کیونکہ کتنی ہی بستیوں کو خدانے ہلاك کرڈالا تھا جن کے مکین نعمتوں کی کثرت کے باعث بہك گئے پھر ان گھروں میں رہنے والا کوئي نہ رہا بلکہ یہی بات دنیا میں ان کی ہلاکت کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وجہ بنی کیونکہ اگر ان تمام امکانات اور مادی وسائل کو صحیح راہوں پر چلانے والے اور حال و مستقبل کے لحاظ سے انفرادی اور اجتماعی طور پر فائدہ مند بنانے والے کوئي قواعد و ضوابط موجود نہ ہوں تو یہی چیزیں باہمی اختلافات، ظلم و استبداد اور معاشرتی و قومی بربادی والے دیگر انحرافات کا باعث بنتی ہیں_

ہر چیز کا اختیار خداکے دست قدرت میں ہے_ جو کوئي بھی اس کی نافرمانی کرتاہے وہ اپنی ذات کو دنیوی اور اخروی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے پھر خدانے ان کیلئے قارون کی مثال بھی دی جس کے پاس اس قدر خزانے تھے جن کی چابیاں اٹھانے سے ایك طاقتورجماعت بھی عاجز تھي_ لیکن جب اس نے ہٹ دھرمی تکبر اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا اور احکام الہی کی مخالفت کی تو خدانے اسے گھر سمیت زمین کے اندر دھنسا دیا_

متعلقہ سورہ کی آیات میں عجیب نکتے اور لطیف معانی پوشیدہ ہیں جو مستقل اور عمیق مطالعے کے محتاج ہیں لیکن یہاں اس کی گنجائشے نہیں یہاں ہم اسی اجمال اور اشارے پر اکتفا کرتے ہیں، خداوند عالم توفیق عطا کرنے اور مدد کرنے والا ہے_

----

1 و 2 _سورہ قصص، آیت 57_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مذاکرات کی ناکامی کے بعد

مذاکرات کی ناکامی کے بعدحضرت ابوطالب سمجھ گئے تھےکہ اب معاملہ سنگین صورت اختیار کرچکا ہے اور مشرکین سے کھلی جنگ کا مرحلہ قریب ہے لہذا حضرت ابوطالب نے حفظ ماتقدم کے طورپر بنی ہاشم اور بنی مطلّب سب کو جمع کیا اور ان کو رسول(ص) اللہ کی حمایت و حفاظت کرنے کی دعوت دی تو ابولہب ملعون کے سوا انہوں نے مثبت جواب دیااور آپ(ص) کی حمایت کیلئے آمادہ ہوگئے _

خدانے بھی اپنے رسول(ص) کی حفاظت کی اور مشرکین آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکے ہاں وہ آپ(ص) کو مجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر کہہ کرپکارتے ر ہے لیکن قرآن ان لوگوں کو جھٹلاتا رہا اور آپ(ص) راہ حق پرقائم ر ہے مشرکین کی افتراپردازیاں آپ کو خفیہ و اعلانیہ دعوت حق دینے سے کبھی نہ روک سکیں_

درحقیقت جب مشرکین نے دیکھا کہ حضور(ص) کی ذات کو ضرر پہنچانے کا نتیجہ مسلح جھڑپ ہوگا جس کیلئے وہ آمادہ نہ تھے اور خاص کر بنی ہاشم کے روابط اور قبائل کے ساتھ ان کے معاہدوں مثلاً مطیبین کے معاہدہ اور جناب عبدالمطلب کے ساتھ مکہ کے نواح میں رہنے والے قبیلہ خزاعہ کے

معاہدے کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ بھی یقیننہ تھا کہ اس جھڑپ کا نتیجہ ان کے حق میں نکلے گا_ بلکہ اگر یہ جنگ چھڑتی تو ممکن تھا کہ اس سے حضرت محمد(ص) کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کرنے کا موقع ملتا_(1) توان تمام باتوں کے پیش نظر مشرکین نے بہتر یہ سمجھا کہ جنگ سے بچا جائے اور محمد(ص) کو کمزور بنانے اور اس کی تبلیغ کا مقابلہ کرنے کیلئے دیگر طریقوں سے کام لیا جائے_

چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مشرکین:

الف : لوگوں کو نبی اکرم(ص) سے ملنے اور آپ(ص) کی زبانی آیات قرآن سننے سے منع کرتے تھے جیساکہ

1_ بعض محققین کا خیال ہے کہ شاید حضرت ابوطالب نے کبھی نرمی اور کبھی سختی برتنے کی روش اسلئے اختیار کی تاکہ اس قسم کی ایك جنگ چھڑ جائے جس سے نبی کریم(ص) کو اپنا پیغام پھیلانے کا بہتر موقع مل جائے_

ارشاد الہی ہے: (وہم ینهون عنه وینا وْنَ عنه) (1) یعنی وہ قرآن سے دوسروں کو منع کرتے تھے اور خود بھی دوری اختیار کرتے تھے_ نیزفرمایا: (وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن و الغوافیه لعلکم تغلبون) (2) یعنی کافروں نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت شور مچاؤ شاید اس طرح ان پر غالب آسکو_

ب: حضور کا مذاق اڑانے اور آپ پر بے بنیاد تہمتیں لگانے کی روش اختیار کئے ہوئے تھے تاکہ وہ:

1_ نبی کریم(ص) کی ذات پر دباؤ ڈال سکیں کیونکہ ان کے گمان باطل میں شاید آپ (ص) نفسیاتی طورپر شکست کھاجائیں گے اور احساس کمتری و حقارت کاشکار ہوکر اپنے مشن سے ہاتھ اٹھا لیں گے_

2_نبی کریم(ص) کے مرتبے کو گھٹاکر نیز آپ کی شخصیت کو مسخ کر کے کمزور ارادے کے مالك افراد کو آپ(ص) کی پیروی اور آپ (ص) کے دین میں داخل ہونے سے روکیں _اسی مقصد کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بیوقوف لوگوں کو اس بات پر اکساتے تھے کہ وہ رسول(ص) اسلام کواذیت پہنچائیں اورآپ(ص) کو جھٹلائیں _بسا اوقات قریش کے رو سا بھی اس قسم کے کاموں کا ارتکاب کرتے تھے یہاں تك کہ ایك دفعہ انہوں نے اپنے کسی غلام کو حکم دیا کہ وہ حیوان کی اوجھڑی اور گوبر حالت نماز میں آپ(ص) کے اوپر ڈال دے چنانچہ غلام نے اسے آپ(ص) کے کاندھوں پر پھینك دیا _اس بات سے حضرت ابوطالب غضبناك ہوئے اور آ کر وہ گندگی مشرکین کی مونچھوں پر مل دی _اس طرح خدا نے ان کے اوپر رعب طاری کر دیا_ مشرکین آپ(ص) کے اوپر مٹی اور بکری کی بچہ دانی وغیرہ بھی ڈالتے تھے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان باتوں نے لوگوں کو آپ(ص) سے دور رکھنے اور انہیں قبول اسلام سے روکنے میں کچھ حد تك اپنا اثردکھایا یہاں تك کہ عروة بن زبیر اور دوسروں کاکہنا ہے کہ مشرکین حضور(ص) کی باتوں کو ناپسند کرتے تھے، وہ اپنے زیر دست افراد کو آپ کے خلاف اکساتے تھے یوں عام لوگ آپ(ص) سے دوری اختیار کرگئے_ (3)

1_سورہ انعام، آیت 26_

2_ سورہ فصلت، آیت 26_

3_تاريخ طبري، ج 2 ص 68_

49

مکہ کے ستم دیدہ مسلمان

مذکورہ باتوں کے علاوہ مشرکین نے آپ(ص) کے ان اصحاب سے انتقام لینے کی ٹھانی جو مختلف قبائل میں زندگی گزارتے تھے _چنانچہ ہر قبیلے نے اپنے اندر موجود مسلمانوں کو ستانے، انہیں اپنے دین سے دوبارہ پلٹانے، قیدکرنے، مارنے پیٹنے، بھوکا رکھنے، مکہ کی تپتی زمینوں پر سزا دینے، نیزدیگر ظالمانہ اور وحشیانہ طریقوں سے ان کو اذیت دینے کا سلسلہ شروع

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا_

ذکر مظلوم :

مشرکین نے کئي مسلمانوں پر ستم کیا _ عمر بن خطاب نے بھی قبیلہ بنی عدی کی شاخ بنی مؤمل کی ایك مسلمان لڑکی پر تشدد کیا_ وہ اسے مارتا رہا اور جب وہ مار مار ہلکان ہوگیا تو بولا " میں تمہیں صرف تھکاوٹ سے تنگ آکر چھوڑ رہا ہوں" (1)_ شاید قبیلہ بنی مؤمل نے عمر بن خطاب کو اپنے قبیلے کی لڑکی پر تشدد کرنے کی اجازت دے رکھی تھی وگرنہ معاشرے میں اس کی اتنی حیثیت ہی نہیں تھی کہ اسے اس جیسے کام کی کھل چھٹی دے دی جاتی _ اسی طرح مشرکین نے خباب بن الارت ، ام شریك ، مصعب بن عمیر اور دیگر لوگوں پر بھی تشدد کیا جن کے نام اور واقعات کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں ہے_

انہی لوگوں نے ہمارے لئے توحید اور عقیدے کی خاطر استقامت اور جہاد کی عمدہ مثال پیش کی ہے_ حالانکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ارادہ الہی کے علاوہ ان کے پاس اور کوئي ایسی طاقت نہیں ہے جو مشرکوں کو اس تشدد سے باز رکھ سکے _ پھر بھی انہوں نے اپنے اسلام کے بل بوتے پر اس پوری دنیا کو چیلنج کیا ہوا تھا جو اپنی تمام تر توانائیوں سمیت ان کے مقابلے پر اتر آئي تھی _ اور اسی چیز میں ہی ان کی عظمت اور خصوصیت پوشیدہ تھی _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

----

1_ سیره ابن ہشام ج1 ص 341 ، سیره حلبیہ ج1 ص 300 اور ملاحظہ ہو: السیرة النبویہ ابن کثیر ج1 ص 493 اور المحبر ص 184_

حضرت ابوبکر نے کن کو آزاد کیا؟

راہ خدامیں اذیت پانے والوں میں بلال حبشی اور عامر بن فہیره بھی تھے، کہتے ہیں کہ ان کو حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد کیا اور انہیں حضرت ابوبکر کی وجہ سے نجات حاصل ہوئي_ لیکن یہ بات ہمارے نزدیك مشکوك ہے کیونکہ:

اولا: اسکافی نے کہا ہے" بلال اور عامربن فہیره کو خود رسول(ص) اللہ نے آزاد کیاہے"_ اور اسے واقدی اور ابن اسحاق نے بھی نقل کیا ہے_ (1) علاوه ازیں ابن شہر آشوب نے بلال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں آزاد شدگان میں شمار کیا ہے_ (2)

ثانیا: اس بارے میں وه خود متضاد روایتیں ذکر کرتے ہیں جن کا ایك دوسرے سے کوئي ربط ہی نہیں بنتا_

اس سلسلے میں اتنا ہی کافی ہے کہ ہم حضرت ابوبکر کی طرف سے اداکی جانے والی قیمت میں اختلاف کا ہی ذکر کریں چنانچہ ایك روایت کہتی ہے

حضرت ابوبكر نے اس كی قیمت میں اپنا ایك غلام دے دیا جو (بلال) سے زیادہ مضبوط تھا_
دوسری روایت كہتی ہے كہ اس كی قیمت كے طورپر ایك غلام، اس كی بیوی اور بیٹی كے علاوہ دو سو دینار بھی دیئے_
تیسری روایت كی رو سے سات اوقیہ (3) سونے میں خریدا_
چوتھی روایت كے مطابق نو اوقیہ میں_

1_ شرح نہج البلاغة (معتزلي) ج 13 ص 273 اور قاموس الرجال ج 5 ص 196 و ج 2 ص 238 كی طرف رجوع كریں_

2_المناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 171_

3_ اوقیہ رطل كا بارہواں حصہ جو چو تھائي چھٹانك تك ہوتا ہے_ (المنجد، مترجم)_

پانچویں روایت كے مطابق پانچ اوقیہ كے بدلے اور چھٹی روایت كے مطابق ایك رطل (1) سونے كے عوض خریدا_
ساتویں روایت كا كہنا ہے كہ حضرت ابوبكر نے اسے اپنے غلام قسطاس كے بدلے خریدا جو دس ہزار دینار كے علاوہ كنیزوں، غلاموں اور مویشیوں كا مالك تھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آٹھویں روایت کی رو سے اس کی قیمت ایك کمبل اور دس اوقیہ چاندی تھی علاوہ بریں اس مسئلے میں مزید اختلاف موجود ہے(2)_

ثالثا :کہتے ہیں کہ اسی مناسبت سے (فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسري)(3) والی آیات حضرت ابوبکر کے حق میں نازل ہو ئیں (4) حالانکہ:

1_ اسکافی نے اسے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ایك قول کے مطابق یہ آیات مصعب ابن عمیر کے بارے میں اتری ہیں_ (5)

2_ علاوہ برآں ابن عباس وغیرہ بلکہ خودرسول(ص) اللہ سے مروی احادیث میں اس آیت کی تفسیر کو عام قرار دیا گیا ہے اور اسے کسی فردسے مختص نہیں سمجھا گیا، شیعوں کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی (ع) کے حق میں نازل ہوئي، حلبی نے ان پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت علی (ع) کا رسول(ص) اللہ نے احسان چکا دیا تھا اور وہ رسول(ص) اللہ کے ہاں آپ کا تربیت پانا تھا جبکہ آیات یہ کہتی ہیں کہ اس پرکسی کاکوئي احسان نہیں جس کا چکانا ضروری ہو_ رازی نے بھی یہی اعتراض کیا ہے_ (6)

1_ رطل، ایك وزن مساوی 12 اوقیہ کے ہے_ (المنجد، مترجم)_

2_ گذشتہ اختلافات کے معاملہ میں مراجعہ ہو: سیرہ حلبیہ ج1 ص 298 و 299 ، قاموس الرجال ج 1 ص 216 ، سیر اعلام النبلاء ج1 ص 353، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج1 ص 340 ، حلیة الاولیاء ج1 ص 148 اور بہت سے دیگر منابع

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ سورہ لیل، آیت 5،7_

4_ درمنثور ء 6 ص 390،358 کني کتب سے ماخوذ نيز السيرة الحلبية ہ ج 1 ص 299 اور شرح نہج البلاغة (معتزلي) ج 13 ص 273 بہ نقل از جاحظ اور عثمانیہ ص 25 _

5_ شرح نہج البلاغہ ج 13 ص 273_

6_ السيرة الحلبية ج 1 ص 299_

لیکن رازی اور حلبی یہ نہیں جانتے کہ یہانمرادکچھ اورہے یعنی خدا اس صاحب تقوی شخص کی صفت بیان نہیں کررہا بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ مال جو وہ خرچ کررہا ہے اسلئے خرچ نہیں کر رہا کہ کسی شخص کی طرف سے اس کی جزا ملے بلکہ وہ فقط اور فقط خدا کی مرضی کیلئے خرچ کررہا ہے _

3_ ابن حاتم کے بیان کے مطابق یہ سورہ سمرة بن جندب کے بارے میں نازل ہوئي جو ايك درخت کھجور کا مالك تھا اس درخت کی شاخ ايك نادار شخص کے گھر میں تھي_ جب سمرة کھجور چننے درخت پر چڑھتا تو گاہے کچھ دانے گرپڑتے اور نادار شخص کے بچے وہ اٹھالیتے _یہ دیکھ کر سمرة درخت سے اترتا اور ان کے ہاتھوں سے دانے چھین لیتا اوراگر وہ منہ میں ڈال لیتے تو اپنی انگلی ڈال کر کھجور باہر نکال لیتا _پس نادار شخص نے رسول(ص) اللہ کے پاس اس کی شکایت کی _اس کے بعد رسول(ص) اللہ کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سمرة سے ملاقات ہوئي ،آپ نے اس سے کہا کہ وہ اس درخت کو جنت کے ايك درخت کے بدلے فروخت کر دے_ سمرة بولامجھے بہت کچھ ملا ہوا ہے ميں خرما کے بہت سارے درختوں کا مالك ہوں ان ميں سے کسی کا پھل اس درخت کے پھل سے زيادہ مجھے پسند نہيں_

ايك اورشخص جس نے رسول(ص) الله اور سمرة کے درميان ہونے والی گفتگو سنی تھی وہ رسول(ص) الله کے پاس آيا اورعرض کيا کہ اگر ميں اس درخت کو حاصل کروں توآپ مجھے وہی چيز عنايت کريں گے جس کا آپ نے سمرة سے وعدہ فرمايا تھا_ آپ(ص) نے فرمايا ٹھيك ہے يہ سن کر وہ چلا گيا اور درخت کے مالك سے ملا _پھر خرما کے چاليس درختوں کے بدلے اس نے سمرة سے وہ درخت خريد ليا_ پھر نبی اکرم(ص) کے پاس گيا اور درخت آپ کو ہديہ کر ديا_ رسول(ص) الله مالك مکان کے پاس تشريف لے گئے اور فرمايا اب يہ درخت تمہارا اور تمہارے گھروالوں کا ہے، اس وقت يہ آيت نازل ہوئي: (والليل اذا يغشي ...) (1)

اسی لئے سيوطی نے سورہ الليل کے بارے ميں کہا ہے کہ قول معروف کے مطابق يہ سورہ مکی ہے نيز يہ بھی کہا گيا ہے کہ مدنی ہے کيونکہ اس کے سبب نزول ميں خرما کے درخت کا واقعہ منقول ہے جيساکہ ہم نے اسباب نزول کے بارے ميں ذکر کيا ہے_ (2)

1_ درالمنثور ج 6 ص 357 از ابن ابی حاتم از ابن عباس اور تفسیر برہان ج 4 ص 470 از علی ابن ابراہیم ، در منشور سے منقول بات سے کچھ اختلاف کے ساتھ_

2_ الاتقان ج 1 ص 14_

یہاں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ منقول واقعہ ان آیات کے ساتھ متناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیت کہتی ہے، کسی نے راہ خدا میں مال دیکر تقوی اختیار کیا لیکن کسی نے بخل سے کام لیا اور لاپروائي اختیار کي_ ہاں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ بخل کرنے والے سے مراد (نعوذ باللہ) رسول(ص) اللہ تھے تو اور بات ہے جبکہ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ آپ(ص) کے پاس مال کے فقدان کی صورت میں آپ پر بخل صادق نہیں آتا، نیز خود یہ لوگ آپ(ص) کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اگر آپ(ص) کے پاس مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے_ یا پھر بخلکرنے والے سے مراد جناب عباس تھے جن کے بارے میں روایات کہتی ہیں کہ اس نے جاکر بلال کو خریدا اور ابوبکر کے پاس بھیجا پھر انہوں نے بلال کو آزاد کیا_

4_ حدیث غار میں ہم حضرت عائشه کا یہ قول نقل کریں گے کہ قرآن میں آل ابوبکر کے بارے میں کوئي آیت نازل ہی نہیں ہوئي_ ہاں حضرت عائشه کا عذر نازل ہوا یعنی سورہ نور میں حدیث افك (تہمت) سے متعلق آیات اور

حضرت عائشه كى اپنے متعلق صفائي بھى نازل ہوئي_ ليكن درحقيقت وہ آيت بھى حضرت عائشه كے متعلق نازل نہيں ہوئي جيساكہ ہم نے اپنى كتاب حديث الافك ميں اس كا تذكرہ كيا ہے_

رابعاً: يہ بات بھى ہمارى سمجھ ميں نہيں آسكى كہ رسول(ص) الله نے يہ كيونكر فرمايا كہ اگر آپ(ص) كے پاس مال ہوتا تو بلال كو خريد ليتے كيونكہ ايك طرف تو آپ(ص) كا يہ قول ہے اور دوسرى طرف ان لوگوں كا يہ قول بھى ہے كہ آپ(ص) نے حضرت ابوبكر سے بلال كو مشتركہ طور پر خريدنے كا تقاضا كيا تو ابوبكر نے بتايا كہ اس نے بلال كو آزاد كر ديا ہے_ (1) وہ ان دو اقوال كے درميان كيسے ہماہنگى پيدا كرسكتے ہيں؟ علاوہ برايں كيا حضرت خديجہ (س) كے اموال آپ (ص) كے اختيار ميں نہ تھے؟ كيا آپ(ص) مكہ كے مسلمانوں پر يہ اموال خرچ نہ كرتے تھے؟ جيساكہ اسماء بنت عميس كو حضرت عمرنے ہجرت كے شرف سے محروم رہنے كا طعنہ ديا تو اس نے جواب ميں كہا: "بے شك وہ اور اس كے ديگر مسلمان ساتھى رسول(ص) الله كے ساتھ تھے آپ(ص) بھوكوں كو سير كراتے اور جاہلوں كو علم سكھاتے تھے" اس واقعے كا تفصيلى ذكر انشاء الله اپنے مقام پرہوگا_

1_ طبقات ابن سعد ج 3 ص 165_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رہا اس بات کا احتمال کہ بلال والا واقعہ ہجرت سے قبل کے آخری سالوں میں واقع ہوا ہے تو اسے مورخین قبول نہیں کرتے کیونکہ نووی کہتے ہیں " وہ اعلان نبوت کی ابتدا میں مسلمان ہوئے وہ سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے تھے"_ (1)مگر یہ کہا جائے کہ بلال مسلمان تو بہت پہلے ہوگئے تھے لیکن کچھ سال بعد انہیں خرید کر آزاد کیا گیا تھا_ ان ساری باتوں کے علاوہ یہ بھی روایت ہوئي ہے کہ حضرت بلال کو حضرت عباس نے خرید کر حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا اور انہوں نے اسے آزاد کیا_ (2) بعض دیگر روایات کہتی ہیں کہ حضرت بلال کو حضرت ابوبکر نے بذات خود خرید کر آزاد کیا_ نیز ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو کہتی کہ جب رسول(ص) اللہ کی وفات ہوئي تو حضرت بلال نے ابوبکر سے کہا "اگر تم نے مجھے اپنے لئے خریدا تھا تو اپنا غلام بنائے رکھو اور اگر رضائے الہی کیلئے خریدا تھا تو پھر مجھے آزاد کردو"_ اس روایت کی رو سے تو وفات رسول(ص) تك حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو آزاد نہیں کیا تھا_ رہی حضرت عباس کے حضرت بلال کو خریدنے کی بات تو یہاں ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت عباس نے اگر بلال کو اپنے لئے خریدا تھا تو انہوں نے خود حضرت بلال کو آزاد کیوں نہیں کیا؟ اور اگرحضرت عباس نے حضرت ابوبکر کے لئے خریدا تھا تو وہ حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابوبکر کے وکیل کب بنے تھے؟ اور اس قسم کے کاموں میں کب سے دلچسپی لینے لگے تھے؟ جبکہ انہی لوگوں کے بقول حضرت عباس نے فتح مکہ کے سال یا جنگ بدر میں اسلام قبول کیا تھا_ بعض لوگوں کا یہ دعوی ہے کہ حضرت عباس نے امیة بن خلف سے بات کی پھر حضرت ابوبکرنے آکر حضرت بلال کو خریدلیا_ (3) یہ تو نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے _ زمانے کا دستور نرالا ہوتاہے_ گذشتہ نکات کے علاوہ اس بات کی طرف اشارہ کرنابھی ضروری ہے کہ خود حضرت ابوبکر کے معاشي

1_تہذیب الاسماء و اللغات ج 1 ص 136_

2_سیرت نبویہ از دحلان ج 1 ص 126 و السیرة الحلبیة ج 1 ص 299 نیز رجوع کریں المصنف ج 1 ص 234 کی طرف_

3_ سیرت نبویہ از دحلان ج 1 ص 126 و السیرة الحلبیة ج 1 ص 299 نیز رجوع کریں المصنف ج 1 ص 234 کی طرف_

55

حالات اس بات کی اجازت کب دیتے تھے کہ وہ کئي سو دینار دے سکتے؟ چہ جائیکہ ان کاايك غلام دس ہزار دینار کے علاوہ کنیزوں اور مویشیوں وغیرہ کا بھی مالك ہو(اگرچہ ہم فرض بھی کرلیں کہ اس دور میں عربوں کے غلام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مال و دولت کے مالك بھی بن سکتے تھے) کیونکہ حضرت ابوبکر تاجر نہ تھے بلکہ چھوٹے بچوں کے استاد تھے پس ان کے پاس ہزاروں یاکم از کم سینکڑوں درہم و دینار کہاں سے آگئے تھے کہ جس سے سات یا نو افرادکو خرید کر آزاد کرتے_ غار والے واقعہ پر بحث کے دوران ہم انشاء اللہ حضرت ابوبکر کی مال و دولت کے بارے میں بھی اشارہ کریں گے_ بعض لوگوں نے تو حضرت ابوبکر سے منسوب غلاموں میں سے کئي ایك کے وجود میں ہی شك کیا ہے بالخصوص زنیرہ وغیرہ کے بارے میں_ جس کے متعلق سہیلی نے کہا ہے کہ عورتوں میں زنیرہ کا نام و نشان تك نہیں ملتا_ (1)

سید حسنی کہتے ہیں: "قریش ایمان لانے والوں کو سزائیں دیتے تھے تاکہ اسلام نہ پھیلے _وہ حضرت محمد(ص) کو ہرقسم کا قیمتی اور نفیس مال دینے پر آمادہ تھے تاکہ وہ اپنے مشن سے دست بردار ہوجائیں _اس صورت میں قریش حضرت ابوبکر کے حق میں اپنے غلاموں سے کیسے دست بردار ہوسکتے تھے؟ اور ان کو سزا دیئے بغیر اتنی آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے" (2) مگریہ کہاجائے کہ مال و دولت سے قریش کی محبت اور ساتھ ساتھ حضرت محمد(ص) سے ان کی مایوسی کے سبب انہوں نے ایسا کیا (جیساکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے)_

کیا حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کیں؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مؤرخین کہتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں برداشت کی ہیں_ کیونکہ جب ابوبکر اور طلحہ بن عبداللہ تیمی نے اسلام قبول کیا تو عمر بن عثمان نے دونوں کو پکڑکر ایك رسی میں ایك ساتھ باندھ دیا اور نوفل بن خویلد نے ان پر تشدد کرکے انہیں دین سے پھیرنے کی کوشش کي_ اسی لئے ابوبکر اور طلحہ کو" قرینین "

1_ الروض الانف ج 2 ص 78_

2_سیرة المصطفی ص 149_

کہا جاتا ہے _ البتہ بعض مؤرخین کے مطابق انہیں باندھ کر ان پر تشدد کرنے والا صرف نوفل ہی ہے جبکہ اس دوران عمر بن عثمان کا کہیں ذکر ہی نہیں ملتا (1)

اس کے باوجود بھی ہم دیکھتے ہیں کہ :

1_ وہ خود ہی کہتے ہیں" خدانے حضرت ابوبکر کی حفاظت اس کی قوم کے ذریعہ سے کی " (2) اور یہ ان کے اس قول " حضرت ابوبکر نے بھی تکلیفیں اٹھائیں" کے بالکل متضاد ہے_ اسی طرح ابن دغنہ کے اس قول "اسے قوم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے نکال دیا گیا" سے بھی متناقض ہے_

2_ سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس قبیلہ سے بھی کوئي شخص اسلام لاتا تو صرف وہی قبیلہ اس پر تشدد کرتا تھا_ دوسرے قبیلہ والوں کو اس پر تشدد کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھي_

3_ اسکافی نے بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ یہ تشدد صرف غلاموں یا کرائے کے غنڈوں کے ذریعہ سے ہوتا اور اس شخص پر ہوتا جس کی حمایت کرنے والا کوئي خاندان نہیں ہوتا تھا_(3) اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر بڑے قابل اطاعت سردار اور بزرگ تھے_(4)جس کے منتظر بزرگان قریش بھی رہتے تھے اور اس کی عدم موجودگی میں کوئي بھی فیصلہ نہیں کرتے تھے_ حتی کہ حضرت محمد (ص) کے معاملے میں بھی (جیسا کہ ابوبکر کے اسلام لانے والے واقعہ میں گذر چکا ہے) اسی کے پاس کوئي قطعی فیصلہ کرنے آئے تھے_ ان کی تعریفوں کے مطابق وہ بلند پایہ شخصیت ، بزرگ سردار اور قریش کے محترم رئیس تھے_(5) پھر جناب ابوبکر اس گروہ سے کیسے ستائے گئے جو ان کے قبیلے سے بھي

1_ اس بارے میں ملاحضہ ہو : العثمانیہ جاحظ ص 27و 28 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 253، سیرۃ ابن ہشام ج 1 ص 301، نسب قریش مصعب زبیری ص 230، البدایہ و النہایہ ج 2 ص 29 ، بیہقی اور مستدرك حاكم ج 3 ص 369 اور البدء و التاریخ ج 5 ص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

_82

2_ البدایہ و النہایہ ج 3 ص 28 ، مستدرك حاکم ج 3 ص 284 حاکم نے بھی اور ذہبی نے بھی اس کی تلخیص کے حاشیہ میں اس قول کو صحیح جانا ہے ، حلیة الاولیاء ج 1 ص 149، استیعاب ج 1 ص 141، سنن احمد ، سنن ابن ماجہ ، سیرہ نبویہ دحلان ج 1 ص 126، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 436از کنز العمال ج 7 ص 14از ابن ابی شیبہ اور طبقات الکبری ابن سعد مطبوعہ صادر ج 3 ص 233_

3_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 255_

4_ ملاحظہ ہو : شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 255، سیرہ نبویہ دحلان ج 1 ص 123 اور سیرہ حلبیہ ج 1 ص 273_

5_ سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 433 اور البدایہ و النہایہ ج 3 ص 26_

57

نہ تھے؟ اور اس کی قوم نے اپنے سردار اور بلند پایہ شخصیت کو ایسے کیسے چھوڑدیا کہ وہ لوگ اس کی توہین کرتے رہیں؟اور ابن ہشام و غیرہ کے مطابق :" اپنی قوم کا مونس ، محبت کرنے والا اور نرم خو تھا " حتی کہ وہ کہتا ہے "اس کی قوم کے افراد اس کے پاس جاکر کئي ایك امور کے لئے اس کی حمایت حاصل کرتے (1) اور ابن دغنہ کے زعم میں : " ایسے شخص کو کیونکر نکالا جاسکتا ہے؟ کیا تم ایسے شخص کو نکال باہر کر رہے جو گمنامی کا طالب ہے ، صلہ رحمی کرتاہے ، دوسروں کا بوجھ اٹھاتا ہے ، مہمان نوا ز اور زمانے کی مصیبتوں پر دوسروں کا مدد گار ہے؟"(2)_ توجہ : یہ ا لفاظ تقریباً وہی الفاظ ہیں جو وقت بعثت حضرت خدیجہ نے حضور کریم (ص) کی دلجوئي کے لئے کہے تھے_ ان الفاظ کو ابن دغنہ نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جناب ابوبکر کے ہجرت حبشہ کے وقت اس کے حق میں کہے ہیں جن کا سقم آئندہ معلوم ہوگا _یہاں بس پڑھتے جائیں ، سنتے جائیں اور پیش آیند پر تعجب بھی کرتے جائیں_ سنتا جاشرماتاجا _

پہلانکتہ : کیا حضرت ابوبکر قبیلہ کے سردار تھے؟

گذشتہ تمام باتیں ہم نے صرف ان کی باتوں کے اختلاف اور تناقض کو بیان کرنے کے لئے ذکر کی ہیں_ کیونکہ اگر ایك بات صحیح ہے تو دوسری صحیح نہیں ہے_ وگرنہ ہمیں ابوبکر کے عظیم سردار اور قابل اطاعت بزرگ ہونے میں شك ہے ، کیونکہ :

1_ حضرت ابوبکر جب ابوسفیان کے ساتھ حج کوگئے تو (وقت تلبیہ) اس نے اپنی آواز ابوسفیان کی آواز سے اونچی رکھی ، ابوقحافہ نے اس سے کہا ": ابوبکر اپنی آواز ابن حرب کی آواز سے دھیمی رکھو" جس پر ابوبکر نے کہا ": اے ابوقحافہ خدا نے اسلام میں وہ گھر بنائے ہیں جو پہلے نہیں بنے تھے اور وہ گھر ڈھادیئےیں جو زمانہ جاہلیت میں بنے ہوئے تھے_ اور ابوسفیان کا گھر بھی ڈھائے جانے والے گھروں میں سے ہے"_(3)

2_ جب ابوبکر کی بیعت کی جا رہی تھی تو ابوسفیان چلا اٹھا: " امر خلافت کے لئے قریش کا سب سے پست

1_ سیرہ ابن ہشام ج 1 ص 367 اور سیرہ نبویہ ابن کثیر ص 437_

2_ سیرہ حلبیہ ج 1 ص 103 اور اس بارے میں مزید منابع کا ذکر ہجرت ابوبکر کی بحث کی دوران ہوگا ان شاء اللہ _

3_ ملاحظہ ہو : النزاع و التخاصم مقریزی ص 19 اور اسی ماخذ سے ذکر کرتے ہوئے الغدیر ج 3 ص 353_

گھرانہ تم پر غالب آگیا ہے" اور حاکم کی عبارت مینیوں آبا ہے " اس امر خلافت کا کیا ہوگا جو قریش کے سب سے کم مرتبہ اور ذلیل شخص یعنی ابوبکر کے پاس آیا ہے" (1) جبکہ بلاذری کی عبارت یوں ہے: "ابوسفیان نے حضرت علی (ع) کے پاس آکر کہا ہے " یا علی (ع) تم لوگوں نے قریش کے ذلیل ترین قبیلے کے آدمی کی بیعت کی ہے" (2)

3_ شاعر عوف بن عطیہ کا کہنا ہے:

و اما الا لامان بنوعدی
و تیم حین تزد حم الامور

فلا تشہد بہم فتیان حرب
و لکن ادن من حلیب و عیر

اذا رہنوا رماحہم بزبد
فان رماح تیم لا تضیر (3)

اور قبیلہ بنی عدی اور تیم تو مشکلات کی بھیڑ میں واویلا کرنے والے پست اور بے صبرے ہیں_ انہیں کوئي جنگجو نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ ایك جماعت اور قافلے سے بھی مغلوب ہونے والے ہیں_ انہیں مکھن (چکنی چپڑی باتوں) کے بدلے میں نیزے گروی رکھ لینے چاہئیں کیونکہ اب ان کے نیزے کسی کام کے نہیں ہیں_

1_ ملاحظہ ہو : المصنف عبدالرزاق ج 5 ص 451 ، مستدرك حاکم ج 3 ص 78 از ابن عساکرو ابواحمد دہقان ، الکامل ابن اثیر ج 2 ص 326، تاریخ طبری ج 2 ص 944، النزاع و التخاصم ص 19 اور کنز العمال ج 5 ص 383و 385از ابن عساکروابواحمد دہقان_

2_ انساب الاشراف بلاذری (حصہ حیات طیبہ) ص 588 _(اسی طرح منہاج الراعہ شرح نہج البلاغہ حبیب اللہ خوئي کے ترجمہ اردو ج 3 ص 50 پر جناب ابوبکر کے خاندانی پس منظر کے ذکر کے بعد آیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسند اقتدار پر فائز ہوئے تو ابوسفیان نے ان کا خاندانی پس منظر یاد کرکے حضرت علی (ع) سے کہا: '' ارضیتم یا بنی عبد مناف ان یلی علیکم تیمی رذل'' اے بنی عبد مناف کیا تم ایك رذیل تیمی کی حکومت پر راضی ہوچکے ہو؟ ''حاکم نیشاپوری اور ان حجر نے لکھا ہے کہ جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی حکومت کا سناتو کہا : '' کیا بنی عبدمناف اور بنی مغیرہ میرے بیٹے کی حکومت پر راضی ہوگئے؟ '' لوگوں نے بتایا : '' جی ہاں'' تو اس وقت اس نے کہا تھا : '' اللہم لا واضع لما رفعت و لا رافع لما وضعت '' خدایا جسے تو بلند کرے اسے کوئي پست نہیں کرسکتا اور جسے تو پست کرے اسے کوئي بلندی نہیں دے سکتا_ اگر چہ کہ ابوسفیان کی باتیں نیك نیتی کی بناپر نہیں تھیں لیکن اس سے دو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

باتوں کا علم ہوتا ہے : 1_ حضرت ابوبکر نہ صرف قبیلہ کے رئیس نہیں تھے بلکہ ان کا خاندانی پس منظر بھی کچھ قابل ذکر نہیں ہے اس لئے تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ پھر بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابوبکر کی دولت سے اپنے نبی کو مالامال کردیا تھا_2_ حضرت علي(ع) ہر لحاظ سے خلافت پیغمبر (ص) کے زیادہ حقدار تھے _ اسی لئے ابوسفیان صرف حضرت علی (ع) کے پاس آیا تا کہ وہ حق دار ہونے کی بنا پر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس موقع سے فائدہ اٹھاکر ابوسفیان اپنے مقاصد حاصل کرے گا لیکن حضرت علی (ع) نے اس کے ارادے بھانپ لئے تھے اور مناسب جواب دیا تھا _ از مترجم)_

3_ طبقات الشعراء ابن سلام ص 38_

دوسرا نکتہ :

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں :" ابوبکر اظہار اسلام کرنے والا پہلا شخص ہے جس کی قوم نے اس کی حمایت کي" یا" جس پر اسے اتنا ماراگیا کہ وہ مرنے کے قریب ہوگیا " (1) تو ان لوگوں کی مذکور باتوں کو بہت ساری گذشتہ باتیں بھی جھٹلاتی ہیں اور یہاں پر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ دعوت اسلام کے اعلان کرنے والی سب سے پہلی شخصیت رسول کریم(ص) کی ذات والا صفات تھی جناب ابوبکر نہیں تھے_ اور مذکورہ بات تو ان متضاد باتوں کے علاوہ ہے جو یہ لوگ کبھی تو کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا تھا ، کبھی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے کیا تھا اور یہاں پر وہ یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے ایسا کیا تھا؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(حافظہ کہانگیا؟)

اسی طرح ایك روایت یہ بتاتی ہے کہ ابوبکر کا اظہار اسلام اس وقت تھا جب مسلمانوں کی تعداد 38 افراد تك پہنچ گئي تھی اور حضور کریم (ص) ارقم کے گھر میں تشریف فرماتھے_ جبکہ ہم پہلے یہ بتاچکے ہیں کہ ابوبکر تو اس وقت تك بھی اسلام نہیں لائے تھے کیونکہ وہ پچاس سے زیادہ افراد کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے_ مگر یہ کہا جائے کہ اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد اسلام لانے والوں کی تعداد 38 افراد تك پہنچنے کے بعد ابوبکر مسلمان ہوا تھا_ لیکن یہ بات بھی روایت کی اس تصریح کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی جس میں آیاہے کہ ابوبکر کا مسلمان ہونا جناب حمزہ کے اسلام لانے کے دن تھا جس وقت نبی کریم (ص) ارقم کے گھر میں تشریف فرما تھے_

اسلام میں سب سے پہلی شہادت

قریش کے ہاتھوں آل یاسرکو سخت ترین سزائیں دی گئیں نتیجتاً حضرت عمار کی ماں حضرت سمیّہ، فرعون قریش ابوجہل (لعنة اللہ علیہ) کے ہاتھوں شہید ہوگئیں وہ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی سب سے پہلي

1_ سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 1 ص 439 تا 449 ، البدایہ و النہایة ج 3 ص 30 ، تاریخ الخمیس ج 1 ص 294 اور الغدیر ج 7 ص 322 از

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاریخ الخمیس و الریاض النضره ج 1 ص 46_

ہستی ہیں_ (1) حضرت سمیّہ کے بعد حضرت یاسر (رحمة الله علیہ) شہید ہوئے_البتہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے پہلے شہید حضرت حارث ابن ابوہالہ ہیں_ وہ اس طرح کہ جب رسول(ص) الله کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ(ص) نے مسجد الحرام میں کھڑے ہو کر فرمایا: " اے لوگو لا الہ الا الله کہو تاکہ نجات پاؤ "یہ سن کر قریش آپ(ص) پر ٹوٹ پڑے، سب سے پہلے آپ(ص) کی فریاد رسی کیلئے پہنچنے والا یہی حارث تھا اس نے قریش پر حملہ کرکے انہیں آپ کے پاس سے ہٹایا جبکہ قریش نے حارث کارخ کیا اور اسے قتل کر دیا_ (2)

لیکن یہ واقعہ درست نہیں کیونکہ (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا) خدانے حضرت ابوطالب اور بنی ہاشم کے ذریعے اپنے نبی کی حفاظت کي، چنانچہ قریش آپ(ص) کا بال بھی بیکا کرنے کی جر ات نہ کرسکے_اسی طرح بنی ہاشم کے دوسرے ایمان لانے والوں کی حالت ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت جعفر (رض) حضرت علی (ع) اور دیگر افراد پر بھی حضرت ابوطالب کے مقام کی وجہ سے تشدد نہیں کرسکے_

علاوہ برایں مورخین کا تقریباً اتفاق ہے کہ اسلام کی راہ میں سب سے پہلی شہادت حضرت سمیہ اور اس کے شوہر حضرت یاسر کو نصیب ہوئي مزید یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ اعلانیہ تبلیغ کی کیفیت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ مذکورہ باتوں کے صریحاً منافی ہے (عنوان " فاصدع بما تؤمر" کا مطالعہ فرمائیں)_ یہاں ہمارے خیال کے مطابق اس واقعے کو گھڑنے کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل ایك یا ایك سے زیادہ بار شادی کی تھی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئي لیکن قبل ازیں رسول(ص) (ص) اللہ سے ان کی شادی کی بحث میں اس کا ذکر ہوچکا ہے جو مذکورہ بالا بات کو مشکوك ظاہر کرتی ہے_

عمار بن یاسر

بنی مخزوم نے عمار بن یاسر کوبھی زبردست اذیتیں پہنچائیں یہاں تك کہ وہ قریش کی من پسند بات کہنے پر

----

1 _ الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ج 4 ص 330 و 331 و 333 ، الاصابہ ج4 ص 334 و 335، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج1 ص 495، اسد الغابہ ج5 ص 481 اور تاریخ یعقوبی ج2 ص 28_

2_ نور القبس ص 275 از شرقی ابن قطامي، الاصابة ج 1 ص 293 از کلبي، ابن حزم اور عسکری نیز الاوائل ج 1 ص 312،311_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مجبور ہوئے اور یوں انہوں نے عمار کو چھوڑ دیا_ اس کے بعد وہ رسول(ص) (ص) اللہ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا " یا رسول (ص) اللہ جب تك میں نے مجبور ہوکر آپ (ص) کو برا بھلا نہیں کہا اور ان کے معبودوں کی تعریف نہیں کی تب تك انہوں نے مجھے نہیں چھوڑا" _ آپ(ص) نے فرمایا: "اے عمار تیری قلبی کیفیت کیسی ہے؟" عرض کیا "یا رسول(ص) اللہ میرا دل تو ایمان سے لبریز ہے"_ آپ(ص) نے فرمایا: "پس کوئي حرج نہیں بلکہ اگر وہ دوبارہ تمہیں مجبور کریں توتم پھر وہی کہو جو وہ چاہیں_ بے شك خدانے تیرے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے (الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان) مگرجس پر جبر کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو_ (1)

تقیہ کتاب وسنت کی روشنی میں

1_حضرت عمار کا قصہ اور اس کے بارے میں آیات کا نزول، جان ومال کا خوف در پیش ہونے کی صورت میں تقیہ کے جواز کی دلیل ہے_

2_علاوہ ازیں خدا کا یہ ارشاد بھی جواز تقیہ کی دلیل ہے (ومن یفعل ذلك فلیس من اللہ فی شی الا ان تتقوا منہم تقاۃ) (2) یعنی جو بھی ایسا کرے (یعنی کفار کو اپنا ولی بنائے) اس کاخدا سے کوئي تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئي حرج نہیں_(3)

3_نیز یہ آیت بھی تقیہ کو ثابت کرتی ہے (قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم

ايمانہ اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله) (4) يعنى آل فرعون كے ايك شخص نے جو اپنے ايمان كو چھپائے ركھتا تھا كہا: "كيا تم ايك شخص كو اس جرم ميں قتل كرتے ہو كہ وہ خدائے واحد كا اقرار كرتا ہے"_
اس آيت كو منسوخ قرار دينا غلط اور بے دليل ہے بلكہ اس كا منسوخ نہ ہونا ثابت ہے، جيساكہ جناب

1_ سورہ نحل، آيت 106 ، رجوع كريں: حلية الاولياء ج 1 ص 140، تفسير طبرى ج 4 ص 112 اور حاشيہ پر تفسير نيشاپورى اور بہت سى ديگر كتب_

2_ سورہ آل عمران، آيت 28_

3_ تقيہ كے متعلق مزيد مطالعہ كے لئے: احكام القرآن جصاص ج2 ص 9 ، تقوية الايمان ص 38 ، صحيح بخارى مطبوعہ ميمنہ ج 4 ص 128 اور ديگر متعلقہ كتب _

4_ سورہ غافر، آيت 28_

يعقوب كلينى نے عبداللہ بن سليمان سے نقل كيا ہے كہ سليمان نے كہا:" ميں نے ابوجعفر (امام باقر(ع)) سے سنا جبكہ آپ كے پاس عثمان اعمى نامى ايك بصرى بيٹھا تھا ، جب اس نے كہا كہ حسن بصرى كا قول ہے "جو لوگ علم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو چھپاتے ہیں ان کے شکم کی ہوا سے اہل جہنم کواذیت ہوگي"_ تو آپ نے فرمایا:"اس صورت میں تو مومن آل فرعون تباہ ہوجائے گا، جب سے خدانے حضرت نوح(ع) کو مبعوث کیا علم مستور چلا آرہا ہے_حسن دائیں بائیں جس قدر چاہے پھرے خدا کی قسم علم سوائے یہاں کے کہیں اور پایا نہ جائے گا"_ (1)

مذکورہ آیت سے امام(ع) کا استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے منسوخ نہ ہونے پر علماء کا اتفاق تھا_رہی سنت نبوی تو اس سے ہم درج ذیل دلائل کا ذکر کریں گے_

سنت رسول (ص) میں تقیہ

1_ جناب ابوذر (ص) سے مروی ہے کہ حضور کریم (ص) نے فرمایا :" عنقریب تمہارے اوپر ایسے حاکم مسلط ہوں گے جو نماز کا حلیہ بگاڑدیں گے_ اگر تم ان کے زمانے میں رہے تو تم اپنی نماز وقت پر پڑھتے رہو لیکن ان کے ساتھ بھی بطور نافلہ نماز پڑھ لیا کرو ..." (2) اور اس سے ملتی جلتی دیگر احادیث(3)

2) مسیلمہ کذاب کے پاس دو آدمی لائے گئے اس نے ایك سے کہا :"کیاتم جانتے ہو کہ میں رسول(ص) خدا ہوں"_ اس نے جواب دیا: " الله کے رسول(ص) تو حضرت محمد(ص) ہیں "_مسیلمہ نے اسے قتل کردیا پھر دوسرے سے کہا تو اس نے جواب دیا:" تم اور محمد(ص) دونوں الله کے نبی

ہو "_یہ سن کر مسلیمہ نے اسے چھوڑ دیا_ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تك پہنچی تو آپ(ص) نے فرمایا:" پہلا شخص اپنے عزم ویقین پر قائم رہا لیکن دوسرے نے اس راہ کو اختیار کیا جس کی خدا نے اجازت دی ہے پس اس پر کوئي عقاب نہیں"_ (4)

1_ اصول کافی ص 40،41 (منشورات المکتبة الاسلامیة)نیز وسائل جلد 18ص 8_

2_ مسند احمد ج 5 ص 159_

3_ مسند احمد ج 5 ص 160، 168_

4_ محاضرات الادباء ، راغب اصفہانی ج 4ص 408اور 409 ، احکام القرآن جصاص ج2 ص 10 اور سعد السعود ص 137_

3) سہمی نے رسول(ص) اللہ سے روایت کی ہے "لا دین لمن لا ثقة لہ" (1)بظاہر یہاں لفظ ثقہ کی بجائے لفظ تقیہ مناسب اور درست ہے یعنی جو تقیہ نہیں کرتا وہ دین نہیں رکھتا جیساکہ شیعوں کی اہل بیت (ع) سے مروی روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں(2)_

4) حضرت عمار یاسر کا معروف واقعہ اور حضور(ص) کا عمار سے فرمانا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا کریں تو تم بھی گذشتہ عمل کا تکرار کرو یہ بات احادیث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وتفسیر کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے اور اسی مناسبت سے آیت " من کفر باللہ بعد ایمانہ ، الاّ من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان"(3)نازل ہوئي تھي_

5) نبی اکرم(ص) کا بذات خود تقیہ فرمانا کیونکہ آپ تین یا پانچ سالوں تك خفیہ تبلیغ کرتے رہے جو سب کے نزدیك مسلمہ اور اجماعی ہے اور کسی کیلئے شك کی گنجائشے نہیں اگر چہ کہ ہم نے وہاں بتایا تھا کہ حقیقت امر صرف یہی نہیں تھا_

6) اسلام کفار کو بعض حالات میں اجازت دیتا ہے کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا قتل ہونے کیلئے تیار ہوجائیں_ واضح ہے کہ یہ بھی تقیہ کی ترغیب ہے کیونکہ اس قسم کے حالات میں قبول اسلام جان کی حفاظت کیلئے ہی ہوسکتا ہے پختہ عقیدہ کی بناپر نہیں_اسلامی معاشرے میں اس امید کے ساتھ منافقین کو رہنے کی اجازت دینا اور ان کے ساتھ اسلامی بھائي چارے کے مطابق سلوك کرنا کہ وہ اسلام کے ساتھ تعاون کریں گے اور ان کے دلوں میں ایمان مستحکم ہوجائے گا بھی اسی طرح ہے _

7) فتح خیبر کے موقع پر حجاج بن علاط نے نبی کریم (ص) سے عرض کیا :" مکہ میں میرا کچھ مال اور رشتہ دار ہیں اور میں انہیں وہاں سے لے آنا چاہتا ہوں _ پس اگر مجھے آپ(ص) کو برا بھلا کہنا بھی پڑا تو کیا آپ(ص) کی اجازت ہوگي؟" تو رسول (ص) خدانے اجازت دے دی کہ جو کچھ کہے کہہ سکتا ہے(4)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

_1 تاريخ جرجان ص 201 _

2 ملاحظہ ہو : كافى (اصول) ج2 ص 217 مطبوعہ آخندي، وسائل الشيعہ ج11 ص 465اور ميزان الحكمت ج10 ص 666 و 667

3 سورہ نمل آيت 106اور ملاحظہ ہو فتح البارى ج12 ص 277 و 278

4 دراسات فى الكافى و الصحيح ص 338 از سيرہ حلبيہ

تاريخ سے مثاليں

1) ايك شخص نے ابن عمر سے پوچھا: "كيا ميں حكام كو زكوة دوں"؟ ابن عمر نے كہا : "اسے فقراء اورمساكين كے حوالے كرو" راوى كہتا ہے كہ پس حسن نے مجھ سے كہا : "كيا ميں نے تجھ سے كہا نہيں تھا كہ جب ابن عمر خوف محسوس نہيں كرتا، تو كہتا ہے زكوة فقيروں اور مسكينوں كو دو"_ (1)

2) علماء نے دعوى كيا ہے كہ انس بن مالك نے ركوع سے قبل قنوت والى حديث كو اپنے زمانے كے بعض حكام سے تقيہ كى بناپر روايت كيا ہے (2)

3) عباس بن حسن نے اپنے محرروں اور خاص نديموں سے مكتفى كے مرنے كے بعد خلافت كے اہل آدمى كے متعلق مشورہ ليا تو ابن فرات نے اسے يہ مشورہ ديا كہ وہ ہر كسى سے عليحدگى ميں مشورہ كرے تا كہ اس كى صحيح رائے معلوم ہوسكے دوسرے لوگوں كى موجودگى ميں ہوسكتا ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تقیہ کرتے ہوئے وہ اپنی رائے پیش نہ کرسکا ہو اور دوسروں کا ساتھ دیا ہو اس بات پر اس نے کہا : "سچ کہتے ہو" _ پھر اس نے ویسا ہی کیا جیسا ابن فرات نے کہا تھا (3)

4) بیعت عقبہ میں جناب رسول خدا اور جناب حمزہ نے تقیہ فرمایا تھا جس کے متعلق روایتیں علیحدہ فصل میں بیان ہوں گي_

5) ایوب سے مروی ہے کہ میں جب بھی حسن سے زکوۃ کے بارے میں سوال کرتاتو کبھی وہ یہ کہتا حکام کو دے دو اور کبھی کہتا ان کو نہ دو_ مگر یہ کہا جائے کہ حسن کی جانب سے یہ تردید اس بارے میں شرعی مسئلہ کے واضح نہ ہونے کی وجہ سے تھي(4)

6) محمد بن حنفیہ کے ایك خطبے میں یوں بیان ہوا ہے، امت سے جدا نہ ہونا ان لوگوں (بنی امیہ) سے تقیہ کے ذریعے سے بچتے رہو ، اور ان سے جنگ نہ کرو،راوی نے کہا :"ان سے تقیّہ کرنے سے کیا مراد ہے؟" کہا :"جب وہ بلائیں تو ان کے پاس حاضری دینا_یوں خدا تجھ سے نیز تیرے خون اور تیرے دین سے ان

1_ المصنفعبدالرزاق ج 4ص 48 _

2_ ملاحظہ ہو : المحلی ج4 ص 141_

3_ الوزراء صابی ص 130_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

4_ مصدر سابق_

کے شر کو دور رکھے گا اور تجھے خدا کے مال سے حصہ بھی ملے گا جس کے تم زیادہ حقدار ہو "_(1)

7) مالك سے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں سوال ہوا، ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ ہم نے ابوجعفر المنصور کی بیعت بھی کررکھی ہے مالك نے کہا :" تم نے مجبوراً بیعت کی تھی اور جسے مجبور کیا جائے اسکی قسم (بیعت) کی کوئي حیثیت نہیں" (2)

8) قرطبی نے شافعی اور کوفیوں سے نقل کیا ہے کہ قتل کا خطرہ ہونے کی صورت میں تقیہ جائزہے_ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے_ (3)

9) حذیفہ کی روایت ہے کہ ہم رسول (ص) اللہ کی خدمت میں تھے_ انہوں نے فرمایا: " مجھے گن کربتاؤ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟" حذیفہ کا کہنا ہے کہ ہم نے عرض کیا :" یا رسول(ص) اللہ کیا آپ(ص) کو ہماری طرف سے کوئي پریشانی لاحق ہے؟ جبکہ ہم ابھی بھی چھ سوسے سات سو کے درمیان ہیں" تب آپ (ص) نے فرمایا:" تمہیں کیا خبر کل کلاں تم آزمائشے میں مبتلا ہوجاؤ" حذیفہ کہتا ہے کہ بعد میں ہم ایسی سخت آزمائشے میں مبتلا ہوئے کہ حتی کہ ہم میں سے ہر کوئي چھپ کر نماز پڑھتا تھا_(4)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہی حذیفہ حضرت علی (ع) کی بیعت کے صرف چالیس دن بعد فوت ہوا اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس بیعت سے قبل پچھلے دور میں مؤمنین سخت دباؤ کا شکار تھے_ جو لوگ شرعی حکومت پر قابض تھے وہ دین اور دینداروں کے خلاف اپنے دل میں پرانا کینہ رکھتے تھے اور جس چیز کا تھوڑا سا تعلق بھی دین کے ساتھ ہوتا تھا اس کا مذاق اڑایا کرتے اور اس کے خلاف محاذ آرائي کرتے تھے_

10) تمام اہل حدیث اور ان کے بڑے بڑے علماء نے تقیہ کرتے ہوئے قرآن کے مخلوق ہونے کی تصدیق کی حالانکہ وہ اس کے قدیم ہونے کے قائل تھے فقط امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے انکار کیا(5) بلکہ امام احمد نے بھی تقیہ کیا چنانچہ جب وہ پھندے کے پاس پہنچا تو کہا : "میں کوئي بات زبان پر نہ

1_ طبقات ابن سعد ج 5ص 70 _

2_ مقاتل الطالبین ص 283نیز طبری ج 3ص 200 مطبوعہ یورپ_

3_ تفسیر قرطبی ج 10ص 181 _

4_ صحیح مسلم ج 1 ص 91 _ صحیح بخاری مطبوعہ 1309ھ ج 2 ص 116و مسند احمد ج 5 ص 384_

5_ تجارب الامم مطبوعہ ہمراہ العیون و الحدائق ص 465 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لاؤنگا" نیز جب حاکم وقت نے اس سے کہا:" قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو" تو جواب دیا: " قرآن کلام الہی ہے" پوچھا گیا "کیا قرآن مخلوق ہے"؟ جواب دیا: "میں بس اتنا کہتا ہوں کہ اللہ کا کلام ہے"_ (1)بلکہ یعقوبی نے تو یہاں تك کہا ہے کہ جب امام احمد سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بولے : " میں ایك انسان ہوں جس نے کچھ علم حاصل تو کیا ہے لیکن اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے " _اس مناظرے اور چند کوڑے کھانے کے بعد اسحق بن ابراہیم مناظرے کے لئے دوبارہ آیا اور اس سے کہا : " اب کچھ باقی رہ گیا ہے جسے تو نہ جانتاہو؟"کہا : " ہاں باقی ہے" _ کہا : ' ' پس یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جنہیں تو نہیں جانتا_ حالانکہ امیر المؤمنین (حاکم وقت) نے تجھے اچھی طرح سکھا دیا ہے " _ کہا : " پھر میں بھی امیرالمؤمنین کے فرمان کا قائل ہوگیا ہوں " پوچھا: " قرآ ن کے مخلوق ہونے کے متعلق ؟" کہا : " جی ہاں خلق قرآن کے متعلق " کہا : "پھر یا د رکھنا" پھر اسے آزاد کرکے گھر کو جانے دیا(2)_

حالانکہ امام احمد خودکہتے ہیں کہ جو فقط یہ کہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور مزید کچھ نہ کہے تو وہ واقفی اور ملعون ہے_ (3)

خوارج کے مقابلے میں ابن زبیر نے بھی تقیہ سے کام لیا (4) اسی طرح شعبی اور مطرف بن عبداللہ نے حجاج سے تقیہ کیا اور عرباض بن ساریہ اور

مؤمن الطاق نے بھی خوارج سے اور صعصعہ بن صوحان نے معاویہ سے تقیہ کیا (5)

خلق قرآن کے مسئلے میں اسماعیل بن حماد اور ابن مدینی نے بھی تقیہ کیا، ابن مدینی قاضی ابو داؤد معتزلی کی مجلس میں حاضر رہتا اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا تھا_ نیز احمد بن حنبل اور اس کے اصحاب کی حمایت کرتا تھا_(6)

11_ مدینہ پر بسربن ابی ارطاۃ کے غارتگرانہ حملہ کے موقع پر جابربن عبداللہ انصاری نے ام المومنین

1_ تاریخ طبری ج 7ص 201نیز آثار جاحظ ص 274و مذکرات الرمانی ص 47_

2_ تاریخ یعقوبی ج2 ص 472_

3_ بحوث مع اہل السنة و السلفیہ ص 122،123 از الرد علی الجھمیة (ابن حنبل) در کتاب الدومی ص28 _

4_ ملاحظہ ہو العقد الفرید ابن عبدربہ ج2 ص 393_

5_ العقد الفرید ج 2 ص 464 و ص 465 اور ملاحظہ ہو : بہج الصباغہ ج 7 ص 121_

6_ رجوع کریں لسان المیزان ج 1ص 339اور 400متن اور حاشیہ ملاحظہ ہو_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ام سلمہ كی خدمت میں شكایت كی :" مجھے قتل ہونے كا خوف ہے اور یہ بیعت ایك گمراہ شخص كی بیعت ہے اس موقع پر میں كیا كروں"؟ تو انہوں نے فرمایا : " اس صورت میں تم اس كی بیعت كرلو كیونكہ اصحاب كہف كو بھی اسی تقیہ نے صلیب پہننے اور دوسرے شہریوں كے ساتھ عید كی محفلوں میں شریك ہونے پر مجبور كردیا تھا" (1)

12_ حضرت امام حسن (ع) كے مسموم ہونے كے بعد جب اہل كوفہ نے حضرت امام حسین (ع) سے معاویہ كے خلاف قیام كرنے كا مطالبہ كیا تو آپ (ع) نے ان كا مطالبہ مسترد كردیا_ البتہ اس معاملے میں آپ كے اور بھی اہداف تھے جو معاویہ كے خلاف پوری زندگی قیام نہ كرنے كے اپنے شہید بھائي كے موقف كے ہماہنگ تھے_ اس بارے میں ملاحظہ فرمائیں اخبار الطوال ص 220تا222_

13_ حسن بصری كا قول ہے كہ تقیہ روز قیامت تك ہے_(2)

14_ بخاری كا كہنا ہے:" جب كسی آدی كو اپنے ساتھی كے قتل و غیرہ كا ڈر ہو اور اس كے متعلق یہ قسم كھائے كہ یہ میرا بھائي ہے _ تو اس پر كوئي بھی حد یا قصاص و غیرہ نہیں ہے كیونكہ اس سے ظالم كے مقابلے میں اس كی حمایت كر رہا ہو تا ہے_ ظالم شخص اسے چھوڑكر قسم كھانے والے كے ساتھ جھگڑتا ہے جبكہ اسے كچھ نہیں كہتا_ اسی طرح اگر اس سے یہ كہا جائے كہ یا تو تم شراب پیو ، مردار كھاؤ ، اپنا غلام بیچو، قرض كا اقرار كرو یا كوئي چیز تحفہ دویا كوئي معاملہ ختم كردو و گر نہ تمہارے باپ یا تمہارے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مسلمان بھائي کو قتل کردیں گے تو اسے ان چیزوں کے ارتکاب کی اجازت ہے ... ..." یہاں تك کہ وہ کہتا ہے :" نخعی کا قول ہے کہ اگر قسم لینے والا ظالم ہے تو قسم اٹھانے والے کی نیت پر منحصر ہے اور اگر قسم لینے والا مظلوم ہے تو پھر اس کی نیت پر منحصر ہوگا "(3)

15_ یہاں تك کہ مغیرہ بن شعبہ کا حضرت علی (ع) کے متعلق عیب جوئي کے بارے میں یہ دعوی ہے کہ وہ تقیہ پر عمل کرتا تھا کیونکہ صعصعہ سے کہتا ہے:" یہ بادشاہ ہمارے سروں پر مسلط ہوچکا ہے اور ہمیں لوگوں کے سامنے آپ (ع) کی عیب جوئي کرنے پر مجبور کرتا ہے ، ہمیں بھی اکثر اوقات اس کی پیروی کرتے ہوئے ان لوگوں

----

1) تاریخ یعقوبی ج2 ص 198_

2) صحیح بخاری ج 4 ص 128 مطبوعہ المیمنیہ_

3) صحیح بخاری ج 4 ص 128 ، صحیح بخاری کی " کتاب الاکراہ" کا مطالعہ بہت مفید ہوگا کیونکہ اس میں تقیہ کے متعلق بہت مفید معلومات ہیں_

کے شر سے دور رہنے کے لئے بطور تقیہ ایسی بات کہنی پڑتی ہے _ اگر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تم حضرت (ع) كى فضيلت بيان كرنا بھى چاہتے ہو تو اپنے ساتھيوں كے درميان اور اپنے گھروں ميں چھپ كر كرو ..."(1)

16_ ابن سلام كہتا ہے :" رسول كريم (ص) نے مجھے نماز كو وقت پر پڑھنے كا اور پھر بطور نافلہ ان حكام كے ساتھ پڑھنے كا حكم ديا جو نماز كو تاخير كے ساتھ پڑھتے ہيں" (2)

17_ خدرى نے يہ تصريح كى ہے كہ حضرت على (ع) كے متعلق اپنے موقف ميں وہ تقيہ سے كام ليتا تھا_ تا كہ بنى اميہ سے اس كى جان بچى رہے اور اس نے آيت " ادفع بالتى ہى احسن السيئة" سے استدلال كيا ہے(3) اسى طرح بياضى كى " الصراط المستقيم" ج 3 ص 27 تا 73 ميں ايسے كوئي واقعات ذكر ہوئے ہيں وہ بھى ملاحظہ فرمائيں_

بہرحال اس مسئلے كى تحقيق كيلئے كافى وقت كى ضرورت ہے يہاں جتنا عرض كيا گيا ہے شايد كافى ہو_

تقيہ ايك فطري، عقلي، دينى اور اخلاقى ضرورت

تقيہ كا جواز اس بات كى بہترين دليل ہے كہ اسلام ايك جامع اور لچك دار دين ہے اور ہر قسم كے حالات سے عہدہ برا ہوسكتا ہے_ اگر اسلام خشك اور غيرلچك دار ہوتا ياس ميں نئے حالات وواقعات سے ہم آہنگ ہونے كى گنجائشے نہ ہوتى تو لازمى طورپر نت نئے واقعات سے ٹكراكر پاش پاش ہوجاتا _بنابريں خدانے تقيہ كو جائز قرار ديكر مشكل اور سنگين حالات ميں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اپنے مشن کی حفاظت اس مشن کے پاسبان (رسول(ص)) کی حفاظت کے ذریعے کي_ اس کی بہترین مثال خفیہ تبلیغ کا وہ دور ہے جس میں حضور اکرم(ص) اور آپ(ص) کے اصحاب، بعثت کے ابتدائي دور سے گزرے_ جب دین کے لئے قربانی دینے کا نہ صرف کوئي فائدہ نہ ہو بلکہ دین کے ایك وفادار سپاہی کو ضائع کرنے

1_ تاریخ الامم و الملوك ج 4 ص 12_

2_ تہذیب تاریخ دمش ج 6 ص 205_

3_ سلیم بن قیس ص 53 مطبوعہ مؤسسہ البعثة قم ایران_

کی وجہ سے الٹا دین کا نقصان بھی ہو تو تب دین اسلام کے پاسبانوں کی حفاظت کے لئے دین میں لچك کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے _ یوں بہت سے موقعوں پر اسلام کی حفاظت اس کے ان وفادار اور نیك سپاہیوں کی حفاظت کے زیر سایہ ہوتی ہے جوبوقت ضرورت اس کی راہ میں قربانی دینے کیلئے آمادہ رہتے ہیں پس تقیہ کا اصول انہی لوگوں کی حفاظت کیلئے وضع ہوا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رہے دوسرے لوگ جنہیں اپنے سواکسی چیزکی فکر ہی نہیں ہوتی تو، تقیہ کے قانون کی موجودگی یا عدم موجودگی ان کیلئے مساوی ہے تقیہ اسلام کے محافظین کی حفاظت کیلئے ہے تاکہ اس طریقے سے خود اسلام کی حفاظت ہوسکے تقیہ نفاق یا شکست کا نام نہیں کیونکہ اسلام کے یہ محافظین تو ہمیشہ قربانی دینے کیلئے آمادہ رہتے ہیناور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ کے دورمیں خاموش رہنے والے حسین (ع) وہی حسین(ع) تھے جنہوں نے یزید کے خلاف اس نعرے کے ساتھ قیام کیا:

ان کان دین محمد لم یستقم
الا بقتلی فیا سیوف خذيني

یعنی اگر دین محمد(ص) کی اصلاح میرے خون کے بغیر نہیں ہوسکتی ، تو اے تلوارو آؤ اور مجھے چھلنی کر دو_
پس جس طرح یہاں ان کا قیام دین اور حق کی حفاظت کے لئے تھا بالکل اسی طرح وہاں ان کی خاموشی بھی فقط دین اور حق کی حفاظت کے لئے تھي_
اس نکتے کے بارے میں ہم نے حلف الفضول کے واقعے میں گفتگو کی ہے_
یوں واضح ہوا کہ جب حق کی حفاظت کیلئے قربانی کی ضرورت ہوتو اسلام اس کو لازم قراردیتا ہے اوراس سے پہلوتہی کرنے والوں سے کوئي رو رعایت نہیں برتتا_

علاوہ برایں اگر اسلام کے قوانین خشك اورغیر لچك دار ہوں توبہت سے لوگ اس کو خیر باد کہہ دیں گے بلکہ اس کی طرف بالکل رخ ہی نہیں کریں گے_ وحشی وغیرہ کے قبول اسلام کے بارے میں ہم بیان کریں گے کہ بعض لوگ اسلئے مسلمان ہوتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل نہیں کرتے _

بنابریں واضح ہے کہ اسلام کے اندر موجود اس نرمی اور لچك کی یہتوجیہ صحیح نہیں ہے کہ یہ قانون دین میں

70

دی گئي ایك سہولت ہے تاکہ بعض لوگوں کیلئے قبول اسلام کوآسان بنایاجاسکے بلکہ اسے تو اسلام ومسلمین کی حفاظت کا باعث سمجھنا چاہئے بشرطیکہ اس سے اسلام کے اصولوں کو نقصان نہ پہنچتا ہو بلکہ ترك تقیہ کی صورت میں قوت اور وسائل کابے جا ضیاع ہوتا ہو اور یہی امر تقیہ اور نفاق کے درمیان فرق کا معیار ہے لیکن بعض لوگ تقیہ کو جائز سمجھنے والوں پر نفاق جیسے ناجائزاور ظالمانہ الزام لگانے میں لطف محسوس کرتے ہیں_

ایك دفعہ رسول(ص) اللہ کے پاس قبیلہ ثقیف کے افراد آئے اور آپ(ص) سے درخواست کی کہ کچھ مدت کیلئے ان کو بتوں کی پوجا کرنے کی اجازت دی جائے نیز ان پر نماز فرض نہ کی جائے (کیونکہ وہ اسے اپنے لئے گراں سمجھتے تھے) اس کے علاوہ انہیں اپنے ہاتھوں سے بت توڑنے کا حکم نہ

دیاجائے تو اسی معیار کی بناپریہاں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضورنے آخری بات تو مان لی لیکن پہلی دو باتوں کو رد کردیا_ (1) اسی طرح انہوں نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ انہیں زنا، شراب سود اور ترك نماز کی اجازت دی جائے (2) انہیں بھی رسول (ص) خدا نے رد کردیااور اس بات کا لحاظ نہ کیا کہ یہ قبیلہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس سے اسلام کو تقویت ملے گی اور دشمن کمزور ہوں گے_ آپ(ص) نے ان لوگوں کو جنہوں نے سال ہا سال بتوں کی پوجا کی تھی مزید ایك سال تك بت پرستی کی مہلت کیوں نہ دي؟ جس کے نتیجے میں وہ اسلام سے آشنا اور قریب ترہوجاتے_ آپ(ص) نے ان کا مطالبہ ٹھکرادیا حتی کہ ایك لمحے کیلئے بھی آپ نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دي، کیونکہ آپ(ص) ہر جائز وناجائز وسیلے سے اپنے اہداف تك پہنچنے کے قائل نہ تھے، آپ(ص) وسیلے کو بھی ہدف کاایك حصہ سمجھتے تھے جیساکہ ہم ذکر کرچکے ہیں_

1_ یہاں سے پتہ چلا کہ ''جبلہ ابن ایھم'' سے قصاص لینے پر اصرار میں عمر کی پالیسی کامیاب نہ تھي_ کیونکہ وہ تازہ مسلمان ہوا تھا اور اپنی قوم کا حاکم تھا_ اس نے ابھی اسلام کی عظمت اور ممتاز خوبیوں کو نہیں سمجھا تھا_ حضرت عمر کو چاہئے تھا کہ وہ صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر اس مسئلے کو کسی آسان تر طریقے سے حل کرتے_

2_ سیرہ نبویہ دحلان (حاشیہ سیرہ حلبیہ پر مطبوع) ج3 ص 11 ، المواہب اللدنیہ ج1 ص 236 ، تاریخ الخمیس ج 2 ص 135 تا 137 اور ترك نماز کے متعلق ملاحظہ ہو : الکامل فی التاریخ ج 2 ص 284 ، اسی طرح سیرہ نبویہ ابن ہشام ج 4 ص 185 ، سیرہ نبویہ ابن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كثير ج4 ص 56 اور البدايہ والنہايہ ج5 ص 30_

ليكن اس كے مقابل اگر كوئي بالفرض آپ(ص) كى بے حرمتى كرتا تو آپ(ص) معاف كرديتے تھے بشرطيكہ اسے يہ احساس ہوجاتا كہ اس نے گناہ كيا ہے اور رسول(ص) خدا نے اس سے درگذر كياہے_ ليكن اگر وہ شخص اپنے غلط عمل كو صحيح سمجھتا تو آپ(ص) كسى صورت ميں بھى اسے معاف نہيں فرماتے_

خلاصہ (1)يہ كہ جب مسلمان كمزور ہوں تو پھر انہيں دشمنوں كے ساتھ سخت لڑائي لڑنے كاحق نہيں جس ميں وہ خود ہلاك ہوجائيں ياان كے ختم ہونے سے عقيدہحق بھى ختم ہوجائے كيونكہ دين اور نظريات وعقائد كو اس قسم كے مقابلے سے كوئي فائدہ نہيں پہنچتا بلكہ كبھى كبھى الٹا نقصان پہنچتا ہے _ نيز اگرحق كا دفاع ايسى قربانى دينے سے پرہيز پر موقوف ہو جو حق كے مٹنے كا باعث ہو، عقل وفكر سے بيگانہ ہو يا وحشيانہ طرز عمل كے ساتھ ہو، نيز ايك نظرياتى جنگ كيلئے مطلوبہ شرائط سے خالى ہو تو پھر اس قربانى سے احتراز كرنا چاہيئے_

يہ بات اسلام كى عظمت، جامعيت اور حقائق زندگى كے ساتھ اس كى ہماہنگى كى ايك اور دليل ہے_

1_ يہ خلاصہ علامہ سيد محمد حسين فضل اللہ كے فرمودات سے ماخوذ ہے _ مراجعہ ہو: مفاہيم الاسلاميہ عامہ حصہ 8 ص 127_

الصحيح من سيرة النبى الاعظم(ص)

دوسری فصل

ہجرت حبشہ اور اس سے متعلقہ بحث

73

راہ حل کی تلاش:

قريش نے ان مسلمانوں كو ستانے كا سلسلہ جاری ركھا جن کی حمايت كرنے والا كوئي قبيلہ نہ تھا_ مسلمانوں كيلئے يونہی بيٹھے رہنا ممكن نہ تھا_ان ستم زدہ لوگوں كيلئے ايك ايسی سرزمين کی ضرورت تھی جو ان کی اميدوں كا مركزہوتي، ان كو مشكلات كامقابلہ كرنے ميں مدد ديتی اور جہاں وہ مشركين کی طرف سے قسم قسم كے دباؤ كا مقابلہ كرنے كے زيادہ قابل بن سكتے_ يوں وہ ان مشركين كا مقابلہ كرسكتے تھے جنہوں نے اپنے خداؤں سے ما

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فوق خدا اور اپنی حاکمیت سے برتر حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا_ نیز اطاعت وتسلیم کے بجائے ہٹ دھرمی اور عناد کی روش اپنائي تھي_ دوسری طرف سے اس پر مشقت و پرآلام صورتحال پر باقی رہنے کی صورت میں قبول اسلام کی جانب لوگوں کی رغبت میں کمی آجاتی کیونکہ اسلام قبول کرنے کا نتیجہ خوف، دہشت اور تکالیف وآلام میں مبتلا ہونے کے علاوہ کچھ نہیں دکھائي دیتا تھا_

تیسرا پہلو یہ کہ قریش کے تکبر اور ان کی خود پسندانہ طاقت پر کم از کم نفسیاتی طور پر ایسی کاری ضرب لگانے کی ضرورت تھی ، کہ وہ سمجھ جا ئیں کہ دین کا مسئلہ ان کے تصورات اور ان کی طاقت کی حدود سے مافوق چیز ہے اور ان کو زیادہ سنجیدہ ہوکر سوچنے کی ضرورت ہے_

ان حقائق کے پیش نظر رسول(ص) اللہ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا_ ہجرت حبشہ بعثت کے پانچویں سال ہوئي لیکن حاکم نیشابوری کے مطابق ہجرت حبشہ جناب ابوطالب کی وفات کے بعد ہوئي (1)

1_ مستدرك حاكم ج2ص 622_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حالانکہ جناب ابوطالب کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئي _ شاید وہ ایك اور ہجرت کے متعلق بتانا چاہتے ہوں جسے کچھ مسلمانوں نے اس موقع پر انجام دیا یا شاید کچھ لوگ صلح کے متعلق سن کر واپس پلٹے ہوں اور اچانك برعکس صورت حال دیکھ کر دوبارہ ہجرت کرگئے ہوں _ لیکن ہمارے پاس ایسے کوئي قرائن بھی نہیں ہیں جو اس بات کی تائید کرتے ہوں کہ یہ واقعہ وفات جناب ابوطالب کے بعد پیش آیا _

حبشہ کے انتخاب کی وجہ

ہجرت کیلئے حبشہ کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس رازکی طرف رسول(ص) اللہ نے یوں اشارہ فرمایا "یقینا وہاں ایك ایسا بادشاہ موجود ہے جس کی حکومت کے زیر سایہ کسی پر ظلم نہیں ہوتا"_ حبشہ سچائي کی سرزمین ہے اور وہ (بادشاہ) مانگنے والوں کے ساتھ اچھا سلوك کرتا ہے_ اس انتخاب کی علت بالفاظ دیگر یہ تھی کہ:

1) اس صورت میں قریش پر ضروری ہوجاتا کہ وہ اپنے اقتدار، بت پرستی اور انحرافی افکار کے لئے خطرہ سمجھنے والے دین پر اول و آخر اپنے مکمل تسلط اور اختیار کو باقی رکھنے کے لئے مسلمانوں کو واپس لانے کی پوری کوشش کریں_

2) قریش کو تجارتی اور اقتصادی روابط کے سبب روم اور شام میں اثر و رسوخ حاصل تھا ،بنابریں ان سرزمینوں کی طرف ہجرت کرنے کی صورت

میں قریش کیلئے مسلمانوں کو لوٹانا یاکم از کم آزار پہنچانا آسان ہوجاتا_ خصوصا اس حالت میں جب ان ملکوں کے حکمران کسی قسم کے اخلاقی یا انسانی اصولوں کے پابند نہ تھے اور ان کو ظلم وستم سے روکنے والی کوئي چیز موجود نہ تھی خاص کر ان مسلمانوں کے اوپر جن کا دین ان کے ذاتی مفادات اور اقتدار کیلئے خطرہ اور چیلنج تھا_
رہا یمن یا دوسرے عرب قبائل کا مسئلہ تو وہ ظالم اور جابر ایرانی بادشاہوں کے زیر تسلط تھے_ کہتے ہیں کہ جب رسول(ص) اللہ نے بعض قبائل کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے حمایت چاہی تو انہوں نے قبول کیا لیکن کسری نے قبول نہ کیا_واضح رہے کہ کسری کے ہاں پناہ تلاش کرناملك روم میں پناہ ڈھونڈنے سے کم خطر ناك نہ تھا_ بالخصوص اس حالت میں جب کہ کسری دیکھ رہا تھا کہ یہ عرب شخص جلدہی اس کے ملك سے قریب علاقے میں خروج کرے گا اور اس کی دعوت اس کے ملك میں بھی سرایت کرجائے گي_

نیز یہ دعوت اپنے لئے تراشے گئے ناجائز امتیازی حقوق پر اثر انداز ہوگي(جیساکہ نبی اکرم(ص) کے مشن اوراہداف سے ظاہر تھا) _اس کے علاوہ وہ طبیعة عربوں کو حقیر سمجھتا تھا اور ان کیلئے کسی عزت واحترام کا قائل نہ تھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3) قریش کو مختلف عرب قبائل کے اندر کافی اثر و نفوذ حاصل تھا حتی ان قبائل کے درمیان بھی جو ایران وروم کے زیر اثر تھے جیساکہ اس کتاب کے اوائل میں مذکوربعض معروضات سے واضح ہے_

4)مذکورہ باتوں کے علاوہ رسول(ص) اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ حبشہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا_ ان حقائق کے پیش نظر ہم ہجرت کیلئے حبشہ کے انتخاب کی وجہ سمجھ سکتے ہیں_ حبشہ کا علاقہ ایران، روم اور قریش کے اثر و رسوخ سے خارج تھا _قریش وہاں گھوڑوں یا اونٹوں پر سوار ہوکر نہیں پہنچ سکتے تھے قریش بحری جنگ سے بھی نا آشنا تھے_ بنابریں مسلمانوں نے (جو قریش کی طاقت و جبروت کے سامنے کمزور تھے) ہجرت کیلئے حبشہ کی راہ لی ...

آخر میں ہم ارض حبشہ کے بارے میں پیغمبر(ص) اسلام کے ارشاد (حبشہ صدق وصفا کی سرزمین ہے) سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حبشہ میں بعض قبیلے فطرت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے اور صدق وخلوص سے میل جول رکھتے تھے_ پس اس مسلمان مہاجر گروہ کا وہاں ان لوگوں کے ساتھ آسودگی کے ساتھ رہنا اور میل جول رکھنا ممکن تھا، خاص طور پر جب یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ اس مملکت میں وہ انحرافات اور غلط افکار وعقائدنہیں پائے جاتے تھے جو روم اور ایران میں پائے جاتے تھے کیونکہ یہ ممالك غیر انسانی نظریات وافکار اور منحرف عقائد وادیان سے کافی حد تك آلودہ ہوچکے تھے لیکن حبشہ کی سرزمین ان آلودگیوں سے دور تھی _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس لئے کہ وہاں نت نئے دین نہیں ابھرتے تھے اور نہ ہی وہاں روم اور ایران کی مقدار میں دانشمند اور فلاسفر تھے اس لئے وہ دوسرے ممالك کی بہ نسبت فطرت اور حق سے زیادہ قریب تھی لیکن فطرت کی بالادستی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ممالك کسی بھی انحراف سے خالی ہیں _ کیونکہ وہاں انحرافات کا وجود بھی طبیعی امر ہے جبکہ یہ کہنا کہ وہاں فطرت کا راج ہے بالکل اس طرح ہے جیسے یہ کہا جائے کہ فلاں شہر کے لوگ مؤمن ہیں ،

بہادر ہیں یا سخی ہیں _ کیونکہ یہ بات اس شہر میں کافروں، منافقوں ، بزدلوں یابخیلوں کے وجود سے مانع نہیں ہے _ اور واضح سی بات ہے کہ اگر مسلمان کسی ایسے ملك کی طرف ہجرت کرتے جہاں فطرت کی بالادستی نہ ہوتی اور وہاں کا فرمانروا ظلم سے پرہیز نہ کرتا تو وہاں بھی ان کے لئے زندگی مشکل ہوجاتی اور ان کی ہجرت کا کوئي زیادہ فائدہ اور بہتر اثر نہ ہوتا_

حبشہ کا سفر

مسلمانوں نے رسول(ص) اللہ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کي، حضرت ام سلمہ سے منقول ایك روایت کے مطابق وہ مختلف گروہوں کی شکل میں وہاں گئے (1) کہتے ہیں کہ پہلے دس مردوں اور چارعورتوں نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عثمان بن مظعون کی سرکردگی میں ہجرت کی (2) اس کے بعد دیگر مسلمان بھی چلے گئے یہاں تك کہ بچوں کے علاوہ کل بیاسی مرداور اگر حضرت عمار یاسر بھی ان میں شامل ہوں تو تراسی مرد اور انیس عورتیں حبشہ پہنچ گئے_

لیکن ہم صرف ایك ہی مرتبہ کی ہجرت کے قائل ہیں جس مینسب نے حضرت جعفر بن ابوطالب کی سرکردگی میں حبشہ کی طرف ایك ساتھ ہجرت کی تھی _اس قافلے میں حضرت جعفر طیار(ع) کے علاوہ بنی ہاشم میں سے کوئي نہ تھا _البتہ ممکن ہے کہ مکہ سے نکلتے وقت احتیاط کے پیش نظر افراد مختلف گروہوں کی شکل میں خارج ہوئے ہوں لیکن ہجرت ایك ہی مرتبہ ہوئي تھی کیونکہ شاہ حبشہ کے نام رسول(ص) اللہ کاخط بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہے جسے آپ(ص) نے عمروبن امیہ الضمری کے ساتھ روانہ کیا تھا ، اس خط میں مکتوب ہے:

" البتہ میں نے آپ کی طرف اپنے چچا زاد بھائي جعفر بن ابوطالب کو مسلمانوں کے ایك گروہ کے

1_ السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 17، البدایة و النہایة ج 3ص 72 تاریخ الخمیس ج 1ص 290 ازالصفوة و المنتہی_

2_ سیرة ابن ہشام ج 1ص 345، سیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 5، البدایہ و النہایة ج 3ص 67، السیرة الحلبیة ہ ج 1ص 324 (جس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں کہا گیا ہے کہ ابن محدث نے بھی اپنی کتاب میں اس بات کی تصریح کی ہے) نیز تاریخ الخمیس ج 1ص 288_

ساتھ بھیجا ہے، جب وہ پہنچ جائیں تو ان کو وہاں ٹھہرانا ..." (1) یہی بات ابوموسی سے مروی روایت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ رسول(ص) اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جعفربن ابوطالب کے ہمراہ نجاشی کے ملك کی طرف چلے جائیں_(2) اگرچہ خود ابو موسی کی ہجرت مشکوك ہے جس کا تذکرہ آئندہ ہوگا_

جعفر سردار مہاجرین :

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت جعفر طیار کی حبشہ کی طرف ہجرت قریش کی جانب سے سختیوں اور مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لئے نہیں تھي_ کیونکہ قریش حضرت ابوطالب (ع) کی شان و شوکت سے ڈرتے تھے اور بنی ہاشم اور خاص کر ان کا لحاظ کرتے تھے_ حضرت جعفر کو رسول (ص) خدا نے صرف مہاجرین کا سردار اور ان کا سرپرست بنا کر بھیجاتھا تا کہ وہ انہیں اس نئے معاشرے میں جذب ہوجانے سے بچاسکے، جس طرح کہ ابن جحش کی صورتحال تھی کہ وہ حبشہ میں نصرانی ہوگیا تھا_

حبشہ کا پہلا مہاجر

کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے پہلے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حبشہ کی جانب ہجرت کی اور نبی اکرم(ص) نے اس بارے میں فرمایاکہ وہ حضرت لوط(ع) کے بعد پہلا شخص ہے جس نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت كي_ (3) یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلے خارج ہوئے_ (4)

1_ البداية و النہاية ج 3ص 83، بحارالانوار ج 18ص 418، اعلام الورى ص 45_46از قصص الانبياء_

2_ البداية و النہاية ج 3ص 70 نے ابو نعیم کی الدلائل سے نقل کیا ہے اور سیرت نبویہ (ابن کثیر) ج 2ص 11 _

3_ البداية و النہاية ج 3ص 66از ابن اسحاق، السيرة الحلبية ج 1ص 323اور تاریخ الخمیس ج 1 ص289 _

4_ سيرة ابن ہشام ج 1ص 344، نيز البداية و النہاية ج 3ص 66از بیہقی نیر السيرة الحلبية ج 1 ص223 _

78

لیکن ہمیں اس بارے میں شك ہے کیونکہ اگر مراد یہ ہو کہ وہ گھروالوں کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے آدمی تھے تویہ بات واضح رہے کہ سب سے پہلے اپنے گھروالوں کے ساتھ ابوسلمہ نے ہجرت کی تھی جیساکہ نقل ہوا ہے_ (1) اور اگر مراد یہ ہو کہ وہ بذات خود سب سے پہلے خارج ہوئے تو عرض ہے کہ خود انہی نقل کرنے والونکے بقول سب سے پہلے خارج ہونے والے شخص حاطب بن عمر تھے (2) یا سلیط بن عمرو (3) نیز ابوسلمہ کے بارے میں بھی اسی قسم کا قول موجود ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابوموسی نے حبشہ کی جانب ہجرت نہیں کي

امام احمد نے (حسن و غیرہ کی سند کے ساتھ) اوردوسروں نے بھی روایت کی ہے کہ ابوموسی اشعری حبشہ کی طرف پہلی بار ہجرت کرنے والوں میں شامل ہے_ (4) لیکن بظاہر یہ بات یا تو غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا راوی نے عمداً غلط بیانی کی ہے کیونکہ ابوموسی ہجرت کے ساتویں سال مدینے میں مسلمان ہوا تھا_ کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر(ص) اسلام کے پاس جانے کیلئے نکلے لیکن ان کی کشتی نے انہیں حبشہ پہنچادیا اور وہ حبشہ کے مہاجرین کے ساتھ ساتویں ہجری میں مدینہ آئے (5) اس سے ظاہر ہوتاہے کہ یہ ہجرت مدینہ کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ(ص) کے پاس مکہ آنے کیلئے چلتے اور پندرہ سال حبشہ میں ٹھہرتے بظاہر ابوموسی اشعری مہاجرین حبشہ کے ساتھ واپسی کے راستے میںآن ملے تھے کیونکہ عسقلانی نے کہا ہے : " اس کی کشتی جناب

1_ الاصابة ج 2ص 335نیز رجوع کریں ج 4ص 459اور 458نیز الاستیعاب (حاشیہ الاصابہ پر) ج 2ص 338از مصعب الزبیری و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 362واسد الغابة ج 3ص 196از ابی عمر و ابن منزہ اور السیرة الحلبیہ ج 1ص 323 _

2_ الاصابة ج 1 ص 301 اور السیرة الحلبیة ج 2 ص 323_

3_ السیرة الحلبیة ج 1ص 323 _

4_ رجوع کریں: سیرة ابن ہشام ج 1ص 347، البدایة و النہایة ج 3ص 67، 69، 70 نے ابن اسحاق، احمد اور ابونعیم کی الدلائل سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نقل کیا ہے_ السیرة النبویة(ابن کثیر) ج 2ص 7اور ص 9، فتح الباری ج7ص 143، مجمع الزوائد ج 6ص 24 از طبرانی اور نیز حلیة الاولیاء ج 1 ص114 _

5_ رجوع کریں السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2ص 14اور البدایة و النہایة ج 3ص 71_

جعفر بن ابوطالب کی کشتی سے ملی اور وہ سب اکٹھے آئے"(1)

مہاجرین کے ساتھ عمر کا رویہ

کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہجرت حبشہ کی تیاری میں مصروف تھے تو حضرت عمر نے ان کو دیکھا یوں ان کا دل پسیجا اور وہ محزون ہوئے (2) لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ وہ لوگ تو خاموشی سے چھپ کر نکلے تھے_ ان میں سے بعض پیدل تھے اور بعض سواریہاں تك کہ ساحل سمندر تك پہنچ گئے، وہاں انہوں نے ایك کشتی دیکھی اور جلدی سے اس میں سوار ہوگئے_ ادھر قریش ان کے تعاقب میں ساحل تك پہنچے لیکن وہاں کسی کو نہیں پایا_ (3) اس کے علاوہ حضرت عمرکی وہ سخت گیری اور قساوت بھی ملحوظ رہے جس کی نسبت (ہجرت حبشہ سے قبل اور ہجرت حبشہ کے بعد) ان کی طرف دی جاتی ہے اور یہ بات مذکورہ بالاقول کے ساتھ ہماہنگ نہیں ہے_

حضرت ابوبکر نے ہجرت نہیں کي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہتے ہیں کہ جب مکے میں بچے ہوئے مسلمانوں پر سختیوں میں اضافہ ہوا اور حضرت ابوبکر کیلئے مکے میں زیادہ تکالیف کے سبب جینا دوبھر ہوگیا، تو وہ وہاں سے نکل گئے اور حبشہ کی راہ لی اس وقت بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور تھے_ جب وہ "برك الغماد" کے مقام پر پہنچے (جو مکہ سے پانچ دن کے فاصلے پر یمن کی جانب واقع ہے) تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ کی ان سے ملاقات ہوگئي ،یہ لوگ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ

1_ الاصابہ ج2 ص 359_

2_ البداية و النہاية ج 3ص 79از ابن اسحاق، مجمع الزوائد ج 6ص 24، مستدرك الحاكم ج 3ص 58، الطبرانی اور السيرة الحلبيہج 1ص 323اور 324 _

3_ السيرة الحلبية ج 1ص 324، تاريخ الخميس ج1ص 288اور 289از المنتقي، الطبری ج 2ص 69البدء و التاريخ ج 4ص 149و اعلام الورى ص 43 ويعقوبی ج 2ص 29اور ابن قيم کی زاد المعاد ج 2ص 44_

کے حلیف تھے_ ابن دغنہ نے کہا:" اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟" وہ بولے :"میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے چنانچہ میرا ارادہ ہے کہ میں دنیا میں پھروں اور اپنے رب کی عبادت کروں"_ ابن دغنہ نے کہا:" اے ابوبکر تم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جیسوں کو نکالانہیں کرتے، تم محروموں کی مدد کرتے ہو"_ یہاں تك کہ کہا:" اب لوٹ جاؤ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں" یوں حضرت ابوبکر ابن دغنہ کے ساتھ واپس ہوئے، ابن دغنہ نے رات کو قریش کے بزرگوں کے ہاں جاکر بتایا کہ اس نے حضرت ابوبکر کو پناہ دی ہے قریش نے اس شرط کے ساتھ اسے قبول کیا کہ وہ اپنے رب کی اعلانیہ عبادت نہ کریں بلکہ اپنے گھر میں عبادت کیا کریں_

لیکن حضرت ابوبکر نے کچھ عرصے بعد بنی جمح کے ہاں اپنے پڑوس میں ایك مسجد تعمیر کی وہاں وہ نمازیں پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے، مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کی تلاوت سننے کیلئے جمع ہوتے تھے حتی کہ ازدحام کی وجہ سے وہ ایك دوسرے کے اوپر گر پڑتے تھے_ حضرت ابوبکر کی آواز سریلی اور ان کا چہرہ خوبصورت تھا_مشرکین نے ابن دغنہ سے اس مسئلے میں استفسار کیا چنانچہ ابن دغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور امان کی شرائط کو نبھانے کا مطالبہ کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی امان سے نکلنے کا فیصلہ کرلیا_ (1)

ہمارے نزدیك یہ بات مشکوك ہے کیونکہ اس سے قطع نظر کہ :

ا_ جناب ابوبکر کو قوم سے نکال دیئے جانے کا مطلب ان کی ہجرت نہیں ہے لیکن ان کے الفاظ سے یہی ظاہر ہوتاہے_

2_ یہ روایت فقط حضرت عائشه سے مروی ہے اور خود یہ ایك عجیب بات ہے اسلئے کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ بہت چھوٹی تھیں لہذا ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امور کی تمام جزئیات کو درك نہیں کرسکتی تھیں لیکن اگر ہم فرض

1_ رجوع کریں السیرة النبویة (دحلان) ج 1ص 128،127، و سیرت ابن ہشام ج2ص 13،12، شرح نہج البلاغہ ج 13ص 267، المصنف ج 5ص 386،385، البدایة و النہایة ج 3ص 95،94 اور تاریخ الخمیس ج 1ص 319و 320میں مذکور ہے کہ یہ بعثت کے تیرہویں سال کا واقعہ ہے_ نیز رجوع کریں حیات الصحابہ جلد 1ص 277،276نے بخاری ص 552سے نقل کیا ہے_

بھی کرلیں کہ ان کی عمر ان کی بیان کردہ مقدار سے کافی زیادہ تھی (جیساکہ ہم آگے چل کر اشارہ کریں گے) لیکن یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے کس سے حدیث نقل کی ہے _ اور یہ دعوی کہ کسی صحابی کی مرسل روایت اس کے کمزور ہونے کا سبب نہیں ہے کیونکہ ایك صحابی دوسرے صحابی سے نقل کرتاہے اور تمام صحابہ عادل ہیں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان سب کی عدالت کے متعلق ہم نے اپنی کتاب " دراسات و بحوث فی التاریخ والاسلام " کی دوسری جلد میں " صحابہ کتاب و سنت کی نظر میں" کے تحت عنوان ثابت کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور یہ دعوی بھی صحیح نہیں ہے کہ ایك صحابی دوسرے صحابی سے ہی نقل کرتاہے کیونکہ ہوسکتاہے کہ ایك صحابی کسی غیر صحابی سے بھی روایت نقل کرے ، جس طرح کہ ابوہریرہ

نے کعب الاحبار سے نقل کیا ہے (1)

بہر حال اگر ان تمام چیزوں سے چشم پوشی کر بھی لیں تو پھر بھی درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

پہلانکتہ: روایت صریحاً کہتی ہے کہ ابن دغنہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اس صورت میں اس نے حضرت ابوبکر کو قریش کی مخالفت میں پناہ دی جبکہ کوئي حلیف اس قسم کی پناہ نہیں دیتا جیساکہ ان لوگونکے بقول اخنس بن شریق نے ایسا کرنے سے انکار کیا تھا جب رسول(ص) اللہ نے مکہ میں داخل ہونے کیلئے اس سے پناہ مانگی تھي_ (2)

دوسرانکتہ: ابن دغنہ کی امان کو رد کرنے کے بعد قریش نے حضرت ابوبکر کو اذیت کیوں نہیں دی یا مکہ سے کیوں نہیں نکالا _اگر کوئي یہ کہے کہ اس کے قبیلے والوں کی حمایت کے سبب ایسا نہیں ہوسکا تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ حمایت پہلے کیوں نہیں ہوئي اور اگر حضرت ابوبکر سے تعرض نہ کرنے کی وجہ یہ ہوتی کہ ابن دغنہ نے قریش کو ہجرت ابوبکر کی تعریف کر کے رام کرلیا تھا ، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے قبل ہی تعریف

1_ ملاحظہ ہو : شیخ محمود ابوریہ کی کتاب شیخ المضیرہ، سید شرف الدین کی کتاب ابوہریرہ اور ملاحظہ ہو کعب الاحبار کا تعارف سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 490 و غیرہ میں_

2_ اعلام الوری ص 55، البحار ج 19ص 7از قمي، سيرة ابن ہشام ج 2ص 20، البداية و النہاية ج 3 ص 137، السيرة الحلبية ج 1ص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

360، السيرة النبوية (دحلان) ج 1ص 142اور بہجة المحافل ج 1 ص126 _

کے ذریعہ ایسا کیوں نہ ہوا؟ تاکہ حضرت ابوبکر کو پناہ ڈھونڈنے کی ضرورت بھی پیش نہ آتي_

تیسرانکتہ: اسکافی نے اس واقعے کے دعویدار جاحظ کے دعوی کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ بنی جمح عثمان بن مظعون کو کیسے ستا سکتے تھے؟ حالانکہ وہ ان کے ہاں صاحب سطوت وجلالت تھے_ اور ابوبکر کو کیسے آزاد چھوڑ سکتے تھے تاکہ وہ مسجد بنائے اور اس میں وہ امور انجام دے جن کاتم لوگوں نے ذکر کیا ہے، جبکہ خود تم ہی لوگوں نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہم نے اس وقت تك اعلانیہ نماز نہیں پڑھی جب تك حضرت عمرنے اسلام قبول نہ کیا اور یہ جو تعمیر مسجد کی بات کرتے ہو وہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے پہلے کی ہے_

رہا حضرت ابوبکر کی خوش الحانی اور خوبروئي کے بارے میں تمہارا بیان تو یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ واقدی اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشه نے ایك عرب کو دیکھا جس کی داڑھی کم تھی اس کا چہرہ پچکا ہوا تھا آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئي تھیں پشت کا کبڑا تھااور اپنی تہبند سنبھال نہیں سکتا تھا اسے دیکھ کر حضرت عائشه نے کہا میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابوبکر کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا _میرے خیال میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہاں حضرت عائشه نے حضرت ابوبکر کی کوئي اچھی صفت بیان نہیں کي_(1)

اسکافی کے بیان کی تصدیق مقدسی کی اس بات سے ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ انہیں چہرے کی وجاہت کے باعث عتیق کہتے تھے_ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ اس کی رنگت سفید تھي، لب سرخ تھے بدن کمزور تھاداڑھی ہلکی تھی چہرے کی ہڈیاں ابھری ہوئي آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئي پیشانی اور ہاتھ کی رگیں ابھری ہوئي اور کمر جھکی ہوئي تھی اپنا تہبند نہیں سنبھال سکتے تھے اور اسے ڈھیلا چھوڑتے تھے جبکہ وہ مالدار لوگوں میں سے تھے حضرت ابوبکر کے بارے میں اسی قسم کی باتیں اور لوگوں نے بھی نقل کی ہیں_ (2)

اور یہ بات تو ان کے اس قول کے علاوہ ہے کہ ابوبکر کو عتیق کا لقب رسول اللہ(ص) کے اس فرمان " ہذا عتیق من النار" (یہ جہنم سے

1_ شرح نہج البلاغہ (معتزلي) ج 13ص 268از اسکافي_

2_ البدء و التاریخ ج 5ص 76،77، تاریخ الخمیس ج 2ص 199اور تاریخ طبری ج 2ص 615

آزاد شدہ ہے) کی وجہ سے ملا _ جبکہ اس سے پہلے ان کا نام عبداللہ بن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عثمان تھا (1) اور یہ بات خوبصورتی کی وجہ سے عتیق کہلانے والی بات کی منافی ہے_

چوتھانکتہ: روایت نے صریحا کہا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بنی جمح میں ایك مسجد تیار کی لیکن انہی روایت کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد، مسجد قبا ہے_ (2) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمار نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد بنائي_ (3)

بعض لوگوں نے اس کا جواب یوں دینے کی کوشش کی ہے کہ قبا مدینے میں بننے والی پہلی مسجدہے اور عمار نے سب سے پہلے ایك عام مسجد بنائي (4)

لیکن جواب دینے والا یہ بھول گیا کہ مذکورہ قول (مسجد قبا کے اسلام کی پہلی مسجد ہونے) سے پہلی بات (حضرت ابوبکر کے نبی جمع میں مسجد بنانے)کی نفی ہوتی ہے اور اس قول سے کہ سب سے پہلی مسجد عمار نے بنائي دوسری بات (مسجد قبا کے اسلام کی پہلی مسجد ہونے) کی نفی ہوتی ہے جیساکہ وہاں صریحا کہا گیا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر میں ایك مسجد بنائي جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے_ (5)

پانچواں نکتہ: حضرت ابوبکر کو بنی جمح میں مسجد بنانے کی کھلی چھٹی کیسے ملي؟ بنی جمح والوں نے اس خطرے پر اعتراض کیوں نہیں کیا؟ تیمیوننے حضرت ابوبکر کی ان عظیم خصوصیات کا کیونکر ادراك نہ کیا اور انہیں (ان کے بقول) ابن دغنہ نے سمجھ لیا تھا؟ کیا صرف ابن دغنہ نے ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

صفات کا ادراك کیا؟ نیز قریش نے حضرت ابوبکر کی ان صفات کا لحاظ کیوں نہیں کیا جن کا انہوں نے بعد میں اعتراف کیا اور کیوں حضرت ابوبکر کو نکل جانے دیا؟ بلکہ ان کو اذیتیں ہی کیوں دیں_

1_ کشف الاستار عن مسند البزار ج 3 ص 163 در مجمع الزوائد ج 9 ص 40_

2_ وفاء الوفاء ج 1ص 250اورالسیرة الحلبیة ج 2ص 55 _

3_ السیرة الحلبیة ج 2ص 55، طبقات ابن سعد ج 3ص 178،179، تاریخ ابن کثیر ج 7ص 311اور الغدیر ج 9ص 20 _

4_ سیرة الحلبیہ ج 2ص 55، وفاء الوفاء ج 1ص 250 _

5_ طبقات ابن سعد ج 3 ص 178اور البدایة و النہایة ج 7ص 311 اور ملاحظہ ہو سیرہ حلبیہ ج 2 ص 55 کیونکہ اس میں یہ تصریح کی گئي ہے کہ یہ مسجد، بنانے والے کے ساتھ مخصوص تھي_

84

عثمان بن مظعون کی فضیلت کی چوري

ہمیں ظن قوی حاصل ہے کہ بعض لوگوں نے عثمان بن مظعون کی فضیلت کو حضرت ابوبکر کیلئے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ مورخین کے بقول جب عثمان بن مظعون ہجرت حبشہ کے دوماہ بعد وہاں سے لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے تو خلاف توقع یہ مشاہدہ کیا کہ مشرکین اوررسول(ص) اللہ کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مسئلہ جوں کاتوں ہے تو وہ ولیدبن مغیرہ کی امان میں داخل مکہ ہوئے_ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو مصائب وتکالیف میں مبتلا دیکھاجبکہ خود انہیں امان حاصل تھی تو یہ بات ان پر شاق گزری _بنابریں وہ ولید کے پاس گئے اور اس کی امان میں رہنے سے انکار کردیا_ ولید نے کہا:"اے بھتیجے کیا تجھے میری قوم کے کسی فردنے ستایا ہے؟ "بولے:" نہیں بلکہ میں ترجیح دیتا ہوں کہ خدا کی پناہ میں رہوں اور اس کے سوا کسی سے پناہ نہ مانگوں "_ولیدنے کہا پس مسجدجاؤ اور میری پناہ سے نکلنے کا اعلانیہ اظہار کرو جس طرح میں نے تجھے اعلانیہ پناہ دی ہے"_چنانچہ وہ اس کے ساتھ مسجد گئے اور مسجد میں اس کی امان سے نکل جانے کا اعلان کیا_ (1)

قریش کی مایوسانہ کوشش

جب قریش ہجرت حبشہ کے سبب لگنے والے اچانك دھچکے سے کچھ سنبھل گئے اور دیکھا کہ مسلمان حبشہ میں بس گئے ہیں اور وہاں امن و سکون سے زندگی گزار رہے ہیں،(2) تو انہوں نے سازش کی اور یہ فیصلہ کیا کہ دو آدمی مہاجرین کو لوٹانے کیلئے روانہ کئے جائیں _اس سلسلے میں ان کی نظر انتخاب عمرو بن عاص پرپڑی اور بقولے عمارہ بن ولیدبھی منتخب ہوا _چنانچہ قریش نے ان دونوں کو نجاشی اور اس کے سرداروں کیلئے تحائف کے ساتھ حبشہ بھیجا (راستے میں عمارہ اور عمرو کے درمیان ایك دلچسپ واقعہ پیش آیا جو عمرو بن عاص کی بیوي

1_ البداية و النہاية ج 3ص 92اس واقعے كا ذكر تاريخ كى متعدد بنيادى كتابوں ميں ہوا ہے بنابرين تعداد كے ذكر كى ضرورت نہيں ہے_

2_ سيرت مغلطاى ص 22 _

اور عمارہ كے درميان عاشقى سے مربوط ہے عمرو نے مناسب موقع پر عمارہ كو پھنسانے كيلئے وقتى طور پر چشم پوشى كرلي) ان دونوں نے نجاشى كے پاس يہ دعوى كيا كہ ہمارے كچھ سر پھرے جوانوں نے تمہارى سرزمين ميں پناہ لى ہے انہوں نے اپنے آبائي دين كو خير باد كہہ ديا ہے اور تمہارے دين ميں بھى داخل نہيں ہوئے ہيں _وہ ايك جديد اور خودساختہ دين كے پيرو بن گئے ہيں جو تمہارے دين كے مطابق ہے نہ ہمارے_ ہميں ان كى قوم كے بزرگوں نے (جن ميں ان كے باپ، چچے اور اہل قبيلہ شامل ہيں) تمہارى خدمت ميں بھيجا ہے تاكہ تم ان لوگوں كو واپس بھيج دو_ نجاشى نے عمرو اور عمارہ كے مدعا كے بارے ميں تحقيق كرنے سے پہلے مسلمانوں كو ان كے حوالے كرنے سے انكار كرديا _چنانچہ مسلمان حاضر كئے گئے اور نجاشى نے ان سے سوالات كئے_ اس كے جواب ميں جناب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جعفر بن ابوطالب(ع) نے فرمایا:"اے بادشاہ ہم جاہل اور بت پرست تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریوں میں مشغول رہتے تھے، قطع رحم کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، اور کمزوروں کے حقوق کو پامال کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ہم میں سے ایک شخص کورسول بناکر بھیجا _ہم اس کے نسب، اس کی صداقت، امانت اور پاکدامنی سے خوب آگاہ ہیں_اس نے ہمیں خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم اس کی وحدانیت کا اقرار کریں، اس کی عبادت کریں، اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور جن پتھروں اور بتوں کی پوجا ہم اور ہمارے آباء واجداد کرتے تھے انہیں ترک کریں_ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت کو ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، ہمسائے کے ساتھ نیکی کرنے اور حرام چیزوں اور خونریزی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا _اس نے ہمیں بدکاری کرنے، جھوٹ بولنے ، یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر ناروا الزام لگانے سے منع کیا اور حکم دیاکہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نماز، زکواة اور روزہ کا بھی حکم دیا ... "_ (1)

1_ مختلف منابع میں زکوة اور روزے کا ذکر ہوا ہے_ رجوع کریں سیرت ابن ہشام ج 1ص 360 و السیرة النبویة (ابن کثیر) ج 2 ص 21، الکامل ابن کثیر ج 2ص 80 (اس نے زکوة کا ذکر نہیں کیا)، نیز اعلام الوری ص 44 (روزہ کے ذکر کے بغیر)، البدایة و النہایة ج 3ص 74، تاریخ الخمیس ج1ص 290، السیرة الحلبیة ج1 ص 340 (بقیہ مآخذ کا ذکر نماز اور زکوة کے مدینے میں واجب ہونے کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کے بعد حضرت جعفر (ع) نے نجاشی کے دربار میں سورہ کہف کی بعض آیات کی تلاوت کی جنہیں سن کر نجاشی روپڑا یہاں تك کہ اس کی داڑھی بھیگ گئي _نیز وہاں موجود پادری بھی روئے ،اس کے بعد نجاشی نے کہا:" بے شکیہ کلام اور وہ کلام جوعیسی (ع) لے آئے دونوں ایك ہی نورانی سرچشمہ سے پھوٹے ہیں_ تم دونوں چلے جاؤ خدا کی قسم میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا"_

دوسرے دن عمرو نجاشی کے پاس یہ بتانے گیا کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق عيسي(ع) بن مریم انسان ہیں_ نجاشی نے مسلمانوں کو بلاکر پوچھا تو حضرت جعفر(ع) نے اس سے کہا: " ہم عیسی (ع) کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبي(ص) نے کہا ہے ،وہ بندہ خدا ہیں اس کے رسول(ص) ، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے خدانے پاکدامن مریم کو عطاکیا"_

یہ سن کر نجاشی نے کہا خدا کی قسم عيسي(ع) کا مقام اس سے زیادہ نہ تھا جو تم نے بیان کیا ... بادشاہ کی بات کو درباریوں اور امراء نے نا پسند کیا،لیکن نجاشی نے کہا :"اگرچہ یہ بات تم لوگوں کو پسند نہ آئے"_ پھر (مسلمانوں سے) کہا :" ... جاؤ تمہیں امان حاصل ہے جس نے تمہاری برائي بیان کی وہ خسارے میں رہا"_ یہ بات اس نے تین بار دہرائي پھر بولا :"میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سونے کے ایك پہاڑ کے بدلے بھی تم میں سے کسی ایك کو ستانا قبول نہیں کروں گا"_ اس کے بعد نجاشی نے قریش کے تحائف واپس کردیئے_

نوٹ: کچھ لوگ اس روایت کے جعلی ہونے کا احتمال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں روزے کا ذکرہے حالانکہ روزہ مدینہ میں واجب ہوا_ (1) لیکن یہ احتمال باطل ہے کیونکہ روزہ، اور زکواة وغیرہ کا حکم مکہ میں ہی نازل ہوا انشاء اللہ ہجرت کے بعد کے واقعات میں اس مسئلے پر روشنی ڈالیں گے اور ثابت کریں گے کہ مذکورہ نظریہ (کہ روزہ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا) باطل ہے لہذا فی الحال اس مسئلے پر بحث نہیں چھیڑتے کیونکہ مورخین اس کا تذکرہ وہاں کرتے ہیں_

1_ فجر الاسلام(احمد امین) ص 76_

محقق محترم روحانی صاحب کانظریہ ہے کہ احمد امین اور اس کے ہم خیال افراد کی بے بنیاد تحقیقات کا اصلی مقصداس پہلو کو مشکوك کرنا ہے جس سے حضرت جعفر(ع) کی مردانگي، جرا ت، حکمت، عقل اور ہوش کا اظہار ہوتا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس قسم کی نا انصافی حضرت جعفر(ع) کے بارے میں دوسرے مقام پر بھی ہوئي ہے یعنی جنگ موتہ میں سپہ سالار ہونے کے بارے میں _کچھ لوگوں کو اس بات سے نہایت دلچسپی ہے کہ حضرت جعفر کی بجائے زید بن حارثہ کو لشکر اسلام کا پہلا سپہ سالار ثابت کرسکیں_ وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت جعفر(ع) حضرت علي(ع) کے بھائي ہیں، اس سلسلے میں ہماری کتاب "دراسات وبحوث فی التاریخ والاسلام"کی جلداول میں اس مقالے کی طرف رجوع کریں جس کا موضوع ہے جنگ موتہ کا پہلا سپہ سالار کون تھا؟_

قریش اور مستقبل کے منصوبے

حقیقت یہ ہے کہ ہجرت حبشہ قریش کیلئے ایك کاری ضرب ثابت ہوئي جس نے ان کے اوسان خطا کردیئے اور ان کے وجود کو ہلاکر رکھ دیا_ لہذا انہوں نے خطرات کی روك تھام کیلئے کوششیں کیں، چنانچہ قریش نے مسلمانوں کا پیچھا کیا تاکہ انہیں حبشہ سے لوٹاکر اپنے زیر تسلط رکھیں، لیکن پانی سر سے گزرچکا تھا_ جب قریش نے محسوس کیا کہ حالات ان کے قابوسے باہر ہو رہے ہیں تو ان کواپنی پالیسیوں پر نظرثانی کی ضرورت محسوس ہوئي_ اس کی وجوہات درج ذیل تھیں:

1) انہوں نے دیکھا کہ مختلف قبائل میں موجود مسلمانوں کو سزائیں دینے کا کوئي خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل رہا بلکہ اس سے الٹا اندرونی اختلافات اور

خانہ جنگی کو ہوا لگنے کا احتمال ہے_

یہ بات قریش کی شہرت وعزت کیلئے سخت خطرناك تھي_ نیز ہر قبیلہ اس بات پر بھی راضی نہ تھا کہ وہ اپنے اندر موجود مسلمانوں کاصفایا کرے کیونکہ وہ قبائلی طرزفکر رکھتے تھے اور اس کے مطابق فیصلے کرتے چلے

آرہے تھے،یہاں تك کہ حضرت محمد(ص) اور آپ کے مشن کی مخالفت پر اتفاق کے باوجود بھی قبائلی طرزفکر مذکورہ امرکی راہ میں رکاوٹ بنا رہا_ اس قبائلی طرز تفکر کی یہی مثال کافی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کے مسلمانوں کو وہی قبیلہ سزادے گا ،کوئي دوسرا قبیلہ مداخلت نہیں کرے گا_

2) قریش دیکھ رہے تھے کہ حضرت محمد(ص) کی دعوت ایك عالم گیر پیغام بن کر اُبھر رہی ہے جو مکہ وحجاز کے لوگوں سے مختص نہیں اور مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت فقط سزاؤں سے فرار کرنے کی غرض سے نہ تھی کیونکہ ہجرت کرنے والوں میں بہت سے افراد ایسے تھے جن کو اذیتیں نہیں دی گئي تھیں اور ایك خاص بات یہ تھی کہ مہاجرین مکہ کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے_اس لئے وہ خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے حاصل ہونے والے کسی مناسب موقع کی تلاش میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھے کیونکہ ہر ایك کے لئے واضح ہوگیا تھا کہ مکہ کے مسلمانوں کا مرجانا اسلام کے خاتمہ کی نشانی نہیں ہے_

3) قریش یہ بھی مشاہدہ کررہے تھے کہ مسلمانوں کے اس طرح ہجرت کرنے اور انکے تسلط سے خارج ہونے کے نتیجے میں ان کو مستقبل قریب میں ایك ہمہ گیر مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا اوران کے مفادات کو سخت خطرہ لاحق ہوگا_ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے تن تنہا قریش کا ناطقہ بندکردیا تھا جب وہ عسفان نامی مقام پر قافلوں کی گزرگاہ پر بیٹھے رہتے اور وہاں سے گزرنے والے کاروانوں کوروکے رکھتے (اور سمجھاتے تھے) یہاں تك کہ وہ لاالہ الا اللہ محمد(ص) رسول اللہ نہ کہہ دیتے_ حضرت ابوذر جنگ احد کے بعد تك اسی روش پر قائم رہے جب حضرت ابوذر نے قریش کے ساتھ اس قدر سختی کی جبکہ وہ جانتے تھے کہ قریش کیلئے ان سے نپٹنا آسان تر تھا کیونکہ وہ قریش کی سرزمین کے اندر موجود تھے _نیز حضرت ابوذر کی جلد گرفتاری اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی بھی آسان تھی اسلئے کہ وہ قریش کے دوستوں اور تابعداروں کے درمیان موجود تھے_ علاوہ برایں حضرت ابوذر ان لوگوں کی نظر میں ایك اجنبی اور انتہا پسند شخص تھے _خلاصہ یہ کہ جب ایك حضرت ابوذر کے سامنے ان کی یہ حالت تھی تو پھر ان مسلمانوں کا (جن کا تعلق خود قریش سے تھا) ان کے تسلط اور اثر ونفوذ سے دور حبشہ میں امن وسکون کے ساتھ رہنا قریش اور ان کے مفادات کیلئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

89 نہايت خطرناك تھا_ يہ حقيقت قريش كو صبر وحوصلے اور بہتر منصوبہ بندى كے ساتھ كام كرنے پر مجبور كرتى تھي، خصوصاً ان حالات ميں جبكہ شيخ الابطح حضرت ابوطالب (ع) كى حمايت اور ابولہب ملعون كے علاوہ ديگر ہاشميوں كى حمايت كى بنا پر وہ حضور(ص) كاخاتمہ كرنے يا ان كو خاموش كرنے كى تدبير نہ كرپاتے تھے_
لہذا انہوں نے نجاشى كے پاس اپنے دو نمائندے بھيجے تاكہ وہ مہاجرين كو واپس بھيج دے ليكن انہيں ناكامى اور سيہ روئي كے ساتھ واپس ہونا پڑا _اس كے بعد قريش نے باقى ماندہ مسلمانوں پر نئے سرے سے مظالم ڈھانے كا سلسلہ شروع كيا_انہوں نے نبى اكرم(ص) كو ستانے اور آپ(ص) كا مذاق اڑانے كيلئے آپ(ص) پر ساحر ومجنون اور كاہن ہونے كى تہمت لگائي نيز مختلف قسم كے نفسياتى حربوں سے كام لينے لگے_

نجاشى كے خلاف بغاوت

حبشہ ميں مسلمانوں كى موجودگى نجاشى كيلئے كئي ايك مشكلات كا سبب بني، كيونكہ اہل حبشہ نے اس پريہ الزام لگايا كہ وہ ان كے دين سے خارج ہوگيا ہے_ يوں اس كے خلاف بغاوت ہوئي ليكن نجاشى اپنى فہم وفراست كے باعث بغاوت كى آگ بجھانے ميں كامياب رہا اور مسلمان اس كے پاس نہايت امن وسكون كى زندگى گزارتے رہے ،يہاں تك كہ وہ نبى كريم (ص) كے ہجرت مدينہ كے بعد مدينہ چلے گئے (جس كا آگے چل كر تذكرہ ہوگا)_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محمد بن اسحاق نے امام جعفر صادق(ع) سے اور انہوں نے اپنے والد گرامي(ع) سے نقل کیا ہے کہ حبشہ والوں نے مل کر نجاشی سے کہا کہ تم ہمارے دین سے نکل گئے ہو اس طرح انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کي_ نجاشی نے حضرت جعفر اور دیگر مہاجرین کیلئے کشتیوں کا بندوبست کیا اور کہا :" ان میں سوار ہوجاؤ اور بدستور یہیں رہو اگر مجھے شکست ہوئي تو جہاں چاہو چلے جاؤ لیکن اگر مجھے کامیابی ہوئي تو یہیں رہو" اس کے بعد وہ باغیوں کے پاس گیا اور ان سے بحث کی ،نتیجتاً وہ متفرق ہوکر چلے گئے_ (1)

1_ سیرت ابن ہشام ج 1ص 365و البدایة و النہایة ج3ص 77و سیرت حلبی ج 2ص 202_

یہ واقعہ قریش کی طرف سے عمرو اور عمارہ کو حبشہ بھیجنے سے پہلے کا ہے کیونکہ نجاشی نے ان دونوں سے کہا تھا، خداکی قسم اس (اللہ) نے مجھے حکومت واپس کردی لیکن مجھ سے اس کے بدلے کچھ نہیں لیا_ اس نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی پس میں اس کے بارے میں لوگوں کی بات کیونکرمانوں؟ ان کے تحائف واپس کردو مجھے ان کی کوئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ضرورت نہیں اور تم دونوں میری سرزمین سے نکل جاؤ پس وہ دونوں بے آبرو اور ناکام ہوکر واپس لوٹے_ (1)

بعض مہاجرین کی واپسي

حبشہ میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مکہ میں وقتی طورپر صلح ہوگئي ہے _ادھر مسلمانوں نے یہ بھی دیکھاکہ ان کے باعث نجاشی کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے_ چنانچہ بعض مسلمانوں نے دو یا تین ماہ بعد مکہ واپسی کی ٹھانی اورتیس سے زیادہ افراد واپس ہوئے جنمیں سے عثمان بن مظعون کو ولید بن مغیرہ نے پناہ دی _ حضرت عثمان کی طرف سے ولید کی پناہ سے نکل جانے اور امان الہی پر اکتفا کرنے کا واقعہ گزرچکا ہے_ حبشہ سے بعض مسلمانوں کی واپسی کی وجہ صرف یہی تھی نہ افسانہ غرانیق جسے اسلام دشمنوں نے گھڑا ہے اورہم اس پر بحث کرنے والے ہیں_

غرانیق کا افسانہ (2)

اس خودساختہ کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے دوماہ بعد رسول(ص) خدانے مشرکین کے ساتھ ایك نشست رکھي_ اتنے میں خداکی طرف سے سورہ نجم نازل ہوئي ،آپ(ص) نے اس کی تلاوت شروع کی یہاں

1_ البداية و النہاية ج 3ص 75از ابن اسحاق اور سيرت ابن ہشام ج 1ص 362 _

2_ غرانيق غرنوق كى جمع ہے يعنى آبى پرندے چونكہ پرندے بہت بلندى پر پرواز كرتے ہيں اسلئے بتوں كو ان سے تشبيہہ دى گئي ہے تاكہ بتوں كى عظمت ظاہر ہو نيز غرنوق سفيد اور خوبصورت جوانوں كو بھى كہتے ہيں_

تك كہ جب آپ(ص) اس آيت پر پہنچے (افرا يتم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخري) تو شيطان نے آپ(ص) كے دل ميں دوباتيں ڈاليں اور آپ(ص) نے ان دونوں باتوں كو وحى الہى سمجھتے ہوئے زبان پر جارى كرديا_وہ دو جملے يہ ہيں (تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجي) يعنى يہ بلند مرتبہ غرانيق ہيں جن كى شفاعت مقبول ہے_ اس كے بعد آپ(ص) نے بقيہ آيات پڑھيں جب سجدے والى آيت پر پہنچے توآپ(ص) نے سجدہ كيا، آپ(ص) كے ساتھ مسلمانوں اور مشركين نے بھى سجدہ كيا ليكن وليدبن مغيرہ نے بڑھاپے يا بقولے تكبر كى بناء پر سجدہ نہ كيا_ اس نے كچھ مٹى اٹھاكر اپنى پيشانى كے قريب كى اور اس پر سجدہ كيا_ ايك قول كى بنا پر يہ شخص سعيد بن عاص تھا نيز كہا گيا ہے كہ وہ دونوں تھے،ايك اور قول كى رو سے وہ شخص اميہ بن خلف تھا ،ابولہب اور مطلّب كے بارے ميں بھى اقوال موجود ہيں_ بخارى نے مسلمانوں كے ساتھ جنوں اور انسانوں كے سجدے كا بھى ذكر كيا ہے_جب يہ خبر مكہ ميں پھيلى تو مشركين نے خوشى منائي يہاں تك كہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بقولے انہوں نے رسول(ص) کوکاندھوں پر اٹھاکر پورے مکے کا چکرلگایا_ جب رات ہوئي تو حضرت جبریل آئے حضور اکرم(ص) نے مذکورہ سورہ دہرایا اوران دوجملوں کو بھی پڑھا حضرت جبریل نے ان کی نفی کی اور کہا آپ(ص) نے خداسے وہ چیز منسوب کی ہے جو اس نے نہیں فرمائي اس وقت خدانے یہ آیت نازل کی (وان کادوا لیفتنونك عن الذی اوحینا الیك لتفتری علینا غیره واذا لاتخذوك خلیلا ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن الیهم شیئا قلیلا اذا لاذقناك ضعف الحیاة وضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیرا) یعنی یہ لوگ کوشاں تھے کہ آپ(ص) کو ہماری وحی سے ہٹاکر دوسری باتوں کے افتراء پر آمادہ کریں وہ آپ(ص) سے دوستی گھڑلیتے اگر ہماری توفیق خاص نے آپ(ص) کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ(ص) ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ضرور ہوتے پھر ہم آپ(ص) کو دنیا کی زندگی اور موت دونوں مرحلوں پر دوھرا مزا چکھاتے اور آپ(ص) ہمارے مقابل اپنا کوئي مددگارنہ پاتے_ اس افسانے کی صحت پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا گیا ہے (اور دعوی کیا گیا ہے کہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئي ہے)_

92

ارشاد رب العزت ہے:

(وما ارسلنا من قبلك من رسول و لا نبیّ الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ الله مایلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاتہ والله علیم حکیم لیجعل مایلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبہم مرض ...) یعنی اور ہم نے آپ(ص) سے پہلے کوئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ جب بھی اس نے کوئي نیك آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزؤوں کی راہ میں رکاوٹ ڈال دی لیکن خدانے شیطان کی ڈالی ہوئي رکاوٹوں کو دور کردیا اور اپنی آیات کو مستحکم بنادیا ،وہ نہایت جاننے والا اور صاحب حکمت ہے تاکہ وہ شیطانی القاء کو امتحان قراردے ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں مرض ہے_

بعض حضرات کے نزدیك اس واقعے کی بعض اسانید درست ہیں_ (1)

کہتے ہیں کہ جب حبشہ میں مسلمان مہاجرین نے یہ سنا کہ مکہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان موافقت اور صلح ہوگئي ہے تو ان میں سے کچھ لوگ واپس مکہ آگئے لیکن دیکھا کہ صورت حال برعکسہے _ لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور جعلی ہے بہت سے علماء اس نظریئے میں ہمارے ہم خیال ہیں_

جب محمد بن اسحاق سے اس بارے میں سوال ہوا تو اس نے جواب دیا اس کو زندیقوں نے گھڑا ہے_ موصوف نے اس کی رد میں ایك الگ کتاب بھی لکھی ہے_ (2)

قاضی عبدالجبار نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ یہ بے بنیاد ہے ،اس قسم کی احادیث ملحدین کی سازش کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوسکتیں_ (3)

1_ رجوع کریں: الدر المنثور ج 4ص 194، ص 366اور ص 368، السیرة الحلبیة ج1ص 325اور 326، تفسیر طبری ج 17ص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

131اور 134، فتح الباری ج 8ص 333اور بخاری نے بھی اصل واقعے کی طرف ایك سے زیادہ بار اشارہ کیا ہے نیز البدایة و النہایة ج 3ص 90میں بھی مذکور ہے_ سیوطی نے در منثور میں بعض اسانید کی صحت کی تصریح کی ہے_ رجوع کریں لباب النقول اور تفسیر طبري_ مختلف تفاسیر میں بھی یہ واقعہ موجود ہے (مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں) بنابریں مآخذ کی تعداد بیان کرنے کی ضرورت نہیں_

2_ رجوع کریں البحر المحیط (ابی حیان) ج 6ص 381 _

3_ تنزیہ القرآن عن المطاعن ص 243 _

93

ابوحیان کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی کتاب کو اس قصے کے ذکر سے پاك رکھا ہے_ (1)

بیضاوی نے اس کی اسناد پر اعتراض کرتے ہوئے اسے رد کیا ہے نیز بیہقي، نووي، رازي، نسفي، ابن عربی اور سید مرتضی کا بھی یہی نظریہ ہے_ تفسیر خازن میں لکھا ہے صاحبان علم نے اس واقعے کوبے بنیاد قرار دیا ہے_ (2)

عیاض کہتے ہیں کہ معتبراحادیث نقل کرنے والوں نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی ثقہ نے اسے درست اور مدلل سندکے ساتھ نقل کیا ہے _ اس قسم کی روایات سے دلچسپی ان مفسرین اور مورخین کو ہے جو ہر قسم کی ضعیف روایت سے بھی شغف رکھتے ہیں اور کتابوں سے ہر صحیح وسقیم روایت کو نقل کرتے ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قاضی بکربن علاء مالکی نے سچ کہا ہے کہ لوگ بعض ہوا پرست مفسرونکے ہاتھوں پھنس گئے اور ملحدین بھی اسی سے چمٹ گئے حالانکہ اس حدیث کے راوی ضعیف اور اس کی اسناد مبہم و منقطع ہیں، نیز اس کے کلمات میں بھی تضاد ہے_ (3)

ہم اس بات کی تائید کرتے ہیں کیونکہ:

1) سعید بن جبیر کی سند کے علاوہ اس واقعے کی تمام اسناد یا تو ضعیف ہیں یا منقطع ہیں_(4) سعید کی روایت بھی مرسل ہے اور اکثر محدثین کے نزدیك مرسل کا شمار بھی ضعیف احادیث میں ہی ہوتا ہے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ راوی نے اسے غیر ثقہ افراد سے نقل کیا ہو_ (5) علاوہ برایں اگر ہم حدیث مرسل سے استدلال کو صحیح قرار دے بھی دیں تو اس کا فائدہ فقط فرعی مسائل مینہوگا اعتقادی امور میں نہیں_ جبکہ یہاں ہماری بحث اعتقادی مسئلے مینہے جس میں قطعی دلیل کي

1_ تفسیر البحر المحیط ج 2ص 381 _

2_ السیرة الحلبیة ج 1ص 91، الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 130، الرحلة المدرسیة ص 38، فتح الباری ج 8ص 333 اور تفسیر رازی ج 23ص 50 _

3_ الشفاء ج 2ص 126، مطبوعہ عثمانیہ اور المواہب اللدنیہ ج1 ص 53_

4_ فتح الباری ج 8ص 333 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5_ رجوع کریں مقدمہ ابن صلاح ص 26 _

ضرورت ہے_ ان باتوں سے قطع نظر اس قصے کے اسناد کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی اسناد یا کسی تابعی پر ختم ہوتی ہیں یا ایسے صحابی پر جواس واقعہ کے بعد پیدا ہوا ہے اگر ہم اس حدیث کے سلسلے کو متصل بھی قرار دیں تب بھی اس حدیث کو رد کرنے اور اس کے جعلی اور جھوٹی ہونے پر یقین رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ عقل سلیم کے خلاف ہے اوریہ اعتراض قسطلاني، عسقلانی اور ان لوگوں پر وارد ہوتا ہے جنہوں نے اسے صحیح گردانا ہے اور کثرت اسناد کے بہانے اسے معتبر سمجھا ہے_ (1)

2) مضامین کا اختلاف_ سجدہ نہ کرنے والے کے بارے میں اختلاف کا ذکر تو پہلے گزرچکا ہے یہاں ہم مزید اختلافات اور تضادات کی طرف اشارہ کریں گے; مثلاً کبھی کہا گیا ہے کہ رسول(ص) نے حالت نماز میں مذکورہ جملے ادا کئے اور کبھی کہا گیا ہےکہ قریش کی مجلس میں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ(ص) نے ان الفاظ پر فقط غور کیا یا آپ(ص) کی زبان پر جاری بھی ہوئے؟ نیز اختلاف ہے کہ شیطان نے ان کو خبردی تھی ، رسول(ص) اللہ نے ایسا فرمایا، یا یہ کہ مشرکین نے اسے پڑھا_ علاوہ ازیں کبھی کہا گیا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) پڑھتے وقت اس طرف متوجہ بھی تھے اور کبھی یہ کہ آپ شام تک متوجہ ہی نہیں ہوئے_ کلاعی نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تو یہ کہا ہے کہ حقیقت حال اتنی جلدی منکشف نہ ہوئي بلکہ بات اس وقت واضح ہوئي جب حبشہ میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ مکہ میں مسلمانوں کو امان حاصل ہوگئي ہے چنانچہ حبشہ سے مسلمان واپس آگئے پھر شیطان کی طرف سے القاء شدہ جملوں کے منسوخ ہونے کے بارے میں آیت اتری اور جب خدانے اپنا حکم واضح کیا تو مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا رویہ سخت کرلیا_ (2) اسلئے کہتے ہیں: دروغگو را حافظہ نباشد_

3) اس افسانے سے نہ صرف سہو و خطا سے پیغمبر(ص) کے معصوم ہونے کی نفی ہوتی ہے(خصوصاً تبلیغ کے بارے میں) جس پر امت کا اجماع ہے اور قطعی دلائل قائم ہیں بلکہ اس افسانے سے (نعوذ باللہ) پیغمبر اکرم(ص) کا ارتدادبھی لازم آتا ہے_ خدا ہمیں اس قسم کے گمراہ کن نظریات سے بچائے_

1_ فتح الباری ج 8ص 333 السیرة الحلبیة ج 1ص 326اور سیرت مغلطای ص 24از المواہب اللدنیة ج1 ص 53_

2_ رجوع کریں: الاکتفاء (کلاعي) ج 1ص 353/352_

4)یہ واقعہ اس آیت کے منافی ہے (ان عبادی لیس لك علیهم سلطان)(1) یعنی اے شیطان تجھے میرے برگزیدہ بندوں پر تسلط حاصل نہ ہوگا _نیز اس آیت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے بھی متصادم ہے (انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون)(2) یعنی شیطان کو ان پر تسلط حاصل نہ ہوگا جوایمان لے آئے اور جو اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں_ ہاں اگر وہ لوگ یہ فرض کرلیں کہ نعوذ باللہ حضور اکرم(ص) خدا کے برگزیدہ بندوں میں شامل نہیں اور نہ ایمان لانے والوں اور توکل کرنے والوں میں، تویہ اور بات ہے، اور ایسا کہنا ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے کے سوا اور کیاہوسکتا ہے؟ جیساکہ صاف ظاہر ہے_

5) کلاعی صریحاً کہتا ہے کہ جب نبی اکرم(ص) سورہ کے آخر تک پہنچے تو مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کیا اور مسلمانوں نے مشرکین کے سجدے پر تعجب کیا کیونکہ مسلمانوں نے اس چیز کو نہیں سنا تھا جسے شیطان نے مشرکین کی زبان پر جاری کیا تھا حالانکہ خود کلاعی چند سطر قبل صریحاًیہ کہتا ہے کہ شیطان نے ان کلمات کو رسول(ص) کی زبان پر جاری کیا (3) اس واضح تناقض کے علاوہ یہ سوال پیش آتا ہے کہ مشرکین نے وہ بات کیونکر سنی جو شیطان نے نعوذ باللہ رسول(ص) کی زبان پر جاری کی تھی جبکہ مسلمانوں نے نہیں سني؟ حالانکہ وہ بھی ان کے ساتھ تھے پھر تو لازمی طورپر مسلمانوں کی نسبت کافررسول(ص) اللہ سے قریب تر ہوئے ؟ _

5) ساری مذکورہ آیات ممکن ہی نہیں کہ ان روایات کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں کیونکہ:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الف:سورہ نجم کی آیات میں خدانے مشرکین کے بتوں (لات، منات، عزي) کے بارے میں کہا ہے (ان ھی اسماء سمیتموہا انتم وآباء کم ما انزل اللہ بہا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تہوی الانفس ولقد جائہم من ربہم الہدي)(4)یعنی یہ نام توصرف تم اور تمہارے آباء نے رکھے ہیں

1_ سورہ اسراء آیت 65_

2_ سورہ نمل آیت 99_

3_ رجوع کریں: الاکتفاء (کلاعي) ج 1ص 352_

4_ سورہ نجم آیت 23_

خدانے اس کے بارے میں کوئي دلیل نازل نہیں کی درحقیقت وہ تو بس ظن وگمان اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے ہاں ہدایت آچکی ہے_

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کی اس قدر تند لہجے میں مذمت پر کیوں راضی ہوئے اور پھر آپ(ص) کی بات سے خوش ہوکر سربسجودبھی ہوگئے؟ انہوں نے آپ(ص) کے کلام میں اس واضح تضاد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کوکیوں محسوس نہیں کیا یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور بات یہاں تك آن پہنچی کہ آپ(ص) کو اٹھاکر پورے مکہ میں یہ کہتے ہوئے چکر لگایا کہ یہ بنی عبد مناف کا نبی ہے_

دوسرا سوال یہ ہے کہ خود رسول(ص) اللہ اس واضح تضاد کو کیوں نہ سمجھ سکے اور رات تك غافل رہے یہاں تك کہ جبریل آئے اور آپ(ص) کو اس تضاد سے آگاہ کیا؟ کیا آپ(ص) اس دوران (نعوذ باللہ) غائب دماغ رہے تھے یا (نعوذ باللہ) آپ (ص) کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا؟_

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ اسی سورہ نجم کی اس آیت سے منافات نہیں رکھتا جس میں قسم اٹھانے کے بعد فرمایا گیا ہے (وما ینطق عن الہوی ان ہو الاوحی یوحي) یعنی رسول(ص) کی گفتگو خواہشات کے تابع نہیں بلکہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے_ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں آپ(ص) اپنی خواہش کے مطابق بات کریں بلکہ شیطان کی طرف سے القاء شدہ جملوں کو خدا کی طرف سے نازل شدہ آیات کے طور پر دہرائیں؟ جبکہ فرمان الہی ہے: (ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین) (1) (اگر رسول(ص) ہماری طرف سے کوئي بات گڑھ لیتاتو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑلیتے اور پھر اس کی گردن اڑادیتے) پس خدا نے مذکورہ جملوں کے گھڑنے پرکوئي اقدام کیوں نہیں کیا (2) اگر یہ آیت سورہ نجم کے بعد اتری ہو تو پھر بھی اس سے کوئي فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ آیت ایك قاعدہ کلیہ اور قانون بیان کر رہی ہے نہ یہ کہ ایك خارجی واقعے کی طرف اشارہ کررہی ہو

اور بس_

1_ سورہ الحاقّہ آیت 44_46_

2_ یہ اس صورت میں ہے کہ آیت میں تقوّل سے مراد صرف جان بوجھ کر جھوٹ بولنا نہ ہو کیونکہ آیت میں تقول کا لفظ آیا ہے اور تقول کا مطلب ہے کہ جان بوجھ کر کوئي بات گھڑی جائے_

ب: رہی آیہ تمنّی تو وہ سورہ حج مینہے جو سب کے نزدیك مدنی ہے _بالخصوص اس میں لوگوں کیلئے اعلان حج ،نیز جنگ وجہاد کا حکم ہوا ہے، مسجد حرام کا راستہ روکنے کا بھی تذکرہ ہوا ہے اور یہ ساری باتیں ہجرت کے بعد کی ہیں _کچھ احکام تو ہجرت کے کئي سال بعد کے بھی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ ابن عباس، قتادہ اور ابن زبیر وغیرہ نے بھی اسے مدنی قرار دیا ہے _

اگر یہ مدنی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غرانیق والے افسانے کے سالہا سال بعد یہ آیت نازل ہوئي کیونکہ غرانیق کا واقعہ بعثت کے پانچویں سال سے منسوب ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا اپنے رسول(ص) کو تسلی دینے میں سالہا سال تك تاخیر فرمائے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علاوہ ازیں آیت کا مفہوم بھی اس واقعے کے ساتھ بالکل ہم آہنگ نہیں ہے کیونکہ تمنّی کا مطلب کسی مرغوب اور پسندیدہ امر کی خواہش ہے اور رسول(ص) گرامی فقط اسی چیز کی خواہش کرسکتے ہیں جو ایك رسول(ص) کی حیثیت سے آپ(ص) کی ذمہ داریوں کے مناسب ہو_ آپ (ص) جیسے انسانوں کی سب سے بڑی خواہش حق وہدایت کی ترویج اور باطل کی سرکوبی ہوتی ہے_ شیطان اپنی گمراہی کے باعث لوگوں کے دلوں میں ایسے وسوسے ڈالتا ہے جو اس نیك خواہش کو دھندلاکر دکھاتاہے ،یوں جن کے دلوں میں مرض ہو وہ اس آزمائشے میں گرفتار ہو جاتے ہیں جیساکہ شیطان نے امت موسي(ع) کے دلوں میں وسوسہ ڈالا، لیکن خدا ہدایت کے نور سے شیطانی وسوسوں کو دور کرتا ہے اور عقل سلیم رکھنے والوں کیلئے حق کو واضح کرتا ہے_

اور اگر ان لوگوں کے بقول تمنا سے مراد تلاوت لی جائے تو تمنی کا یہ معنی بہت نادر، خلاف قاعدہ اور انوکھا ہوگا جو وضع لغوی کے بھی مخالف ہوگااور ظاہر لفظ کے بھی _ آخر کس نے اب تك " تمنا" کا معنی " پڑھنا" کیا ہے؟ ہمیں تو کوئي شك نہیں کہ اس خیالی واقعہ کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے اس آیت کی مذکورہ تفسیر گھڑی گئي ہے _ اور اسی طرح حسان بن ثابت سے منقول شعر(1) بھی اسی مقصد کے لئے گھڑا گیا ہے _

1_ تنزیہ الانبیاء کے ص 107 میں حسان سے یہ شعر منسوب ہے :

تمنی کتاب اللہ اوّل لیلۃ و آخرہ لاقی حمام المقادر

جبکہ ممکن ہے کہ یہاں تمنی سے مراد محبت اور شوق ہو_

اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے کئي واقعات ملتے ہیں _ اور اگر تمنا کا معنی تلاوت بھی لے لیں تو اس آیت کا مطلب وہی ہوگا جو سید مرتضی نے فرمایاہے_

سید مرتضی فرماتے ہیں کہ اگر مراد تلاوت ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب رسول(ص) نے اپنی قوم کیلئے آیات کی تلاوت کی تو قوم نے ان میں تحریف کی اور کمی بیشی کے مرتکب ہوئے_ جس طرح یہودی اپنے نبی پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس امر کے مرتکب ہوئے تھے اس صورت میں اسے شیطان کی طرف منسوب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ درحقیقت دلوں میں وسوسہ ڈالنے والا وہی شیطان ہے لیکن خدا اس وسوسے کو اپنی دلیلوں کے ذریعے زائل اور باطل کردیتا ہے_ (1)

ج: سورہ اسرا کی آیات (وان کادوا لیفتنونك عن الذی اوحینا الیك لتفتری علینا غیرہ ...)کے بارے میں ان لوگوں کا یہ دعوی کہ یہ آیات غرانیق کے مسئلے میں نازل ہوئیں تو یہ بھی غیرمعقول قول ہے کیو نکہ ان آیا ت کا اس واقعے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے کوئي ربط نہیں بلکہ ان کے درمیان منافات ہے پس ان آیات کا شان نزول مذکورہ واقعہ کیسے ہوسکتا ہے؟

آیات کہتی ہیں کہ رسول(ص) اللہ ان کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ اس امر کے قریب بھی نہیں ہوئے اور اللہ نے ان کو ثابت قدم رکھا نیزاگران کی طرف مائل ہوتے تو خدا آپ(ص) کو سزادیتا جبکہ غرانیق کاافسانہ کہتا ہے کہ آپ(ص) نہ صرف مائل ہوئے بلکہ آپ(ص) نے قبول بھی کیا اور (نعوذ باللہ) خدا پر جھوٹ باندھا اور جو بات خدا کی طرف سے نہ تھی اسے قرآن میں داخل کرلیا_

آیت کا مقصود تو یہ ہے کہ مشرکین نے اس بات پر اصرار کیا کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے انہوں نے حضرت پیغمبر اکرم(ص) اور حضرت ابوطالب کے ساتھ متعدد مذاکرات بھی کئے _پس بعید نہینکہ رسول(ص) اللہ نے ان کو کچھ مہلت دینے کا سوچاہو تاکہ غور کریں اور باطل کو چھوڑ دیں پس یہ آیت نازل ہوئي تاکہ آپ(ص) پر واضح کردے کہ ان کو مہلت دینے میں مصلحت نہیں بلکہ مصلحت سختی کرنے میں ہے_

ان تمام دلائل سے قطع نظر وہ کہتے ہیں کہ سورہ اسرا کی مذکورہ آیات بنی ثقیف کے بارے میں اس وقت

1_ تنزیہ الانبیاء ص 107 ، 108_

اتریں جب انہوں نے قبول اسلام کیلئے ایسی شرائط پیش کیں جو ان کے مقام کو بلند کریں_ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیات قریش کے بارے میں اتریں جب انہوں نے رسول(ص) اللہ کو حجر اسود مس کرنے سے روکا_ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جب انہوں نے حضور(ص) سے مطالبہ کیا کہ آپ(ص) شام چلے جائیں_ (1) قاضی بیضاوی نے یہی آرا ء بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے_

6) آخری نکتہ یہ ہے کہ مشرکین نے خدا کا قول (فاسجدوا للہ واعبدوا) سن کر کیونکر سجدہ کیا؟ جبکہ وہ اللہ تعالی کیلئے سجدہ کرنے کے قائل نہیں تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے (اذا قیل لہم اسجدو للرحمان قالوا وما الرحمان ا نسجد لما تأمرنا وزادھم نفورا) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کیلئے سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا چیزہے؟ کیا ہم اس چیز کیلئے سجدہ کریں جسکا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اسطرح انکی نفرت میں مزید اضافہ ہوتا ہے_

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر کسی مسلمان کا ایمان متزلزل کیوں نہیں ہوا؟ یاوہ دین سے خارج کیوں نہیں ہوا جبکہ وہ دیکھ رہا ہو کہ رسول(ص) اللہ (نعوذ باللہ) اصنام کی تعریف کر رہے ہیں اور ان کی شفاعت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو مقبول قرار دے رہے ہیں؟ (2)

مسئلے کی حقیقت

یہاں مسئلے کی حقیقت کچھ یوں معلوم ہوتی ہے (جیساکہ نقل ہوا ہے) کہ جب حضور(ص) قرآن کی تلاوت کرتے تو کفار فضول اور غلط باتوں کا سلسلہ شروع کردیتے تاکہ کوئي آپ(ص) کی بات سننے نہ پائے سورہ فصّلت کی آیت 26میں ارشاد ہے: (و قال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن و الغوا فیہ لعلکم تغلبون) یعنی کفار آپس میں کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور شور مچاؤ شایداس طرح سے غالب آسکو_ پس جب

1_ رجوع کریں: سیرہ حلبی ج1ص 326نیز الدر المنثور و تفسیر خازن اور تفسیر کی دیگر کتب میں بھی مرقوم ہے_

2_ رجوع ہو حاشیہ الاکتفاء (کلاعي) ج 1ص 353_354_

پیغمبر اکرم(ص) نے سورہ نجم کی تلاو ت کی اور اس مقام (افرایتم اللات و العزی و مناۃ ثالثۃ اخري) پرپہنچے تومشرکین نے حسب معمول مداخلت کرتے ہوئے کہا "تلك الغرانیق العلي..."_ (1)

ہاں اس کے بعدجب کرایہ کے قصہ پردازوں اور کینہ توزوں کی باری آئي تو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انہوں نے اپنے شیطانی مفادات کے پیش نظر اس میں مزید پیوند کاری کرتے ہوئے رسول(ص) اللہ کی عصمت کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایااور قرآن میں موجود ہر چیز میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ نبی اکرم(ص) کو اس حدتك جاہل ثابت کرسکیں کہ گویا آپ(ص) واضح تضادات کو بھی نہیں سمجھتے تھے، یہاں تك کہ نعوذ باللہ آپ(ص) شیطان کے آگے بھی بے بس تھے، شیطانی وغیر شیطانی امور میں تمیز نہیں کرپاتے تھے_ لیکن ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان باتوں کے مقابلے میں یہی لوگ کہتے ہیں کہ شیطان حضرت عمر کی آہٹ سے بھی ڈرتا تھا(2) نیز یہ کہ جب سے حضرت عمر مسلمان ہوئے ،شیطان کا ان سے جب بھی سامنا ہوتا تھا تو شیطان منہ کے بل گر پڑتا تھا(3) یا یہ کہ جس وادی سے حضرت عمر گزرتے تھے شیطان وہاں سے کترا کرنکل جاتا تھا(4) گویا ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی طرح نبی کریم (ص) کا بھی ایك شیطان تھا جو آپ(ص) پر اثر انداز ہوتا رہتا تھا_ ان سارے مسائل پر پہلے بحث ہوچکی ہے_

اس کے بعد اسلام دشمن متعصب مستشرقین کی باری آئي انہوں نے ان بے بنیاد باتوں اور افسانوں سے استفادہ کرتے ہوئے ہمارے نبی اکرم(ص) کو اعتراضات کا نشانہ بنایا_ (5)

1_ سيرة النبوية (دحلان) ج 1ص 128 اور تنزيہ الانبياء ص 107نيز رجوع كريں حاشيہ الاكتفاء (كلاعي) ج1ص 354از سہيلي_ كلبى نے كتاب الاصنام ميں نقل كيا ہے كہ قريش يہ جملے اپنے بتوں كى تعريف ميں جو كعبہ كے اردگرد ركھے گئے تھے ادا كرتے تھے_

2_ الرياض النضره ج 2 ص 103_

3_ عمدة القارى ج 16 ص196 اور ملاحظہ ہو تاريخ عمر ص 62_

4_ صحيح مسلم ج 7 ص 115 اور اسى كے قريب قريب واقعہ تاريخ عمر ص 35 نيز ص 62 ، الغدير ج 8 ص 94 ، مسند احمد ج 1 ص 171، ص 182، ص187 صحيح بخارى ج2 ص 44و ص 188 اور عمدة القارى ج 16 ص 196_

5_ رجوع ہو تاريخ الشعوب الاسلامية ص 34از بروكلمان اور كتاب الاسلام ص 36/35 (الفريڈ هيوم)_

101

ليكن اللہ نے ان كى كوششوں كوناكام بناديا (1) يوں وہ اپنے مكر وفريب كے جال ميں خود پھنس كررہ گئے كيونكہ حق صبح كى طرح روشن اور شرافت ونجابت وپاكيزگى اور عصمت ميں ہمارے نبى صلى اللہ عليہ وآلہ وسلم كى سيرت سورج كى طرح تابناك ہے_

1_ قابل ذكر ہے كہ سلمان رشدى نے بھى استعمارى طاقتوں كى پشت پناہى اور سازش كے سائے ميں رسول اللہ (ص) كے حق ميں تاريخى بے ادبى كرتے ہوئے شيطانى آيات نامى كتاب لكھي_ اس كتاب ميں ان بے بنياد روايات اور افسانوں سے بھى مدد لى گئي ، تمام باطل قوتيں حق كو مسخ كرنے كيلئے متحد ہوئيں ليكن على (ع) كے لال روح اللہ خمينى بت شكن كے ايك جملے نے عصر حاضر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے شیاطین کے مکر و فریب کو خاک میں ملا دیا _(مترجم)

الصحیح من سیرة النبی الاعظم(ص)

102

تیسری فصل

شعب ا بوطالب تك كے حالات

103

حضرت حمزہ(ع) کے قبول اسلام کی تاریخ میں اختلاف

کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے بعثت کے دوسرے سال اسلام قبول کیا، کبھی یہ کہتے ہیں کہ ارقم کے گھر میں حضوراکرم(ص) کے تشریف فرما ہونے کے بعد مسلمان ہوئے_ یہ دونوں باتیں آپس میں منافات رکھتی ہیں کیونکہ حضور اکرم(ص) بعثت کے تیسرے سال کے اواخر میں ارقم کے گھر تشریف لے گئے تھے_ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ عمر سے تین روز قبل مسلمان ہوئے جبکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے جب آپ (ص) ارقم کے گھر سے نکلے_ اور اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں بھی واضح تضاد پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت(ص) بعثت کے تیسرے سال کے اواخر میں صرف ایك ماہ کیلئے حضرت ارقم کے گھر میں رہے (جیساکہ کہا گیا ہے ...اور آئندہ اس کا بھی ذکرہوگاکہ حضرت عمر حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے کئي سال بعد اسلام لائے)_

حضرت حمزہ کا قبول اسلام

ابن ہشام اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ہجرت حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا یعنی بعثت کے تقریبا چھٹے سال_ ہم بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئے تو (جیساکہ مقدسی کہتا ہے) رسول(ص) اللہ اور مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئي_ یہ بات مشرکین پر گراں گزری چنانچہ انہوں نے عداوت اوردوری اختیار کرنے کے بجائے دوسری راہ اختیار کی اور آپ(ص) کو مال و انعام کی لالچ دینے لگے_ 104 انہوں نے آپ(ص) کو حسین لڑکیوں سے شادیوں کی بھی پیشکش کي_ (1) یہ پیشکش ہجرت حبشہ کے بعد کی بات ہے جیساکہ سیرت ابن ہشام سے ظاہر ہے _نیز حضرت حمزہ اعلانیہ دعوت شروع ہونے کے بعد مسلمان ہوئے جب حضرت ابوطالب اور قریش کے درمیان مذاکرات کی ناکامی کے بعد قریش نے دشمنی اور ایذا رسانی کا راستہ اپنایا_ بہرحال حضرت حمزہ کا قبول اسلام ایك سنگ میل کی صورت اختیار کرگیا جس کے بارے میں قریش نے سوچا بھی نہ تھا _اس واقعے سے حالات کی

کایا پلٹ گئي اور قریش کی قوت پرکاری ضرب لگي_ ان کے خطرات میں اضافہ ہوا اوران کی سرکشی ومنہ زوری کو لگام لگ گئي(2)_
ایك دفعہ ابوجہل کوہ صفا کے پاس رسول(ص) اللہ کے نزدیك سے گزرا ،اس نے آپ(ص) کو اذیت دی اور آپ(ص) کو برا بھلا کہا ، نیز اسلام کی عیب جوئي اور امر رسالت کی برائي کرتے ہوئے آپ(ص) کی شان میں گستاخی کي_ حضور اکرم(ص) نے اس سے کوئي بات نہیں کي_
حضرت حمزہ(ع) شکاری تھے شکار سے لوٹتے تو پہلے خانہ کعبہ جاکر طواف کیا کرتے اور وہاں موجود افراد سے سلام وکلام کرتے اور پھر گھر لوٹتے تھے_ اس دفعہ حضرت حمزہ(ع) شکار سے لوٹے ہی تھے کہ ایك عورت نے ابوجہل کی طرف سے رسول اکرم(ص) کی بے ادبی کے بارے میں انہیں بتایا_ حضرت حمزہ غضبناك ہوکر سیدھے مسجد الحرام آئے تو انہوں نے ابوجہل کو لوگوں کے ساتھ بیٹھے پایا _وہ اس کی طرف بڑھے ، جب قریب پہنچے تو اپنی کمان اٹھائي اور زور سے اس کے سر پردے ماری جس سے ابوجہل کا سر پھٹ گیا _پھر انہوں نے کہا اے ابوجہل کیاتم اس شخص کی ملامت کرتے ہو؟ لو میں اس کے دین پرہوں اور وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے، اگر تم میں طاقت ہے تو آؤ میرا مقابلہ کرو_ان باتوں سے قبل ابوجہل نے ان کے سامنے عاجزی دکھائي اور گڑ گڑانے لگا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا _بنی مخزوم کے افراد ابوجہل کی حمایت کیلئے کھڑے ہوگئے اور حضرت حمزہ سے کہا:" ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے اپنا دین بدل دیا ہے"

_حضرت حمزه نے کہا: " کیوں

1_ البدء و التاریخ ج4ص 148_149 اور یہی بات سیرت ابن ہشام سے بھی ظاہر ہے جس نے حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا ذکر کرنے کے بعد ان امور کا بھی تذکرہ کیا ہے_

2_ ملاحظہ ہو : کنز العمال ج 14 ص 48 ابن عساکر اور بیہقی کی الدلائل النبوة سے_

نہ بدلوں میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں_اور ان کا قول حق ہے_ خدا کی قسم میں اس دین سے بازنہیں آؤں گا اگر تم سچے ہوتو مجھے روك کر دیکھو"_

ابوجہل نے کہا: " ابوعمارہ (حمزہ) کومت چھیڑو کیونکہ واقعاً میں نے اس کے بھتیجے کو ناروا گالی دی تھي"_ مقدسی کہتا ہے کہ جب حضرت حمزہ مسلمان ہوئے تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کی حیثیت مضبوط ہوئي (1) اور نبی کریم(ص) کو نہایت خوشی ہوئي_

قریش نے دیکھا کہ رسول(ص) اللہ قوت پکڑ گئے ہیں، بنابریں آپ کو گالی گلوچ دینے سے باز آگئے_ حضرت حمزہ نے رسول(ص) اللہ سے عرض کیا: " بھتیجے اپنے دین کا کھلم کھلا پرچار کرو، خدا کی قسم مجھے یہ منظور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نہیں کہ میں اپنے سابقہ دین پر باقی رہوں خواہ مجھے پوری دنیا ہی کیوں نہ مل جائے" (2)_ حضرت حمزہ کو قریش کے تمام جوانوں پر برتری حاصل تھی اور وہ سب سے زیادہ غیور تھے_(3)

حمزہ کا قبول اسلام جذباتی فیصلہ نہ تھا

بظاہربلکہ حقیقت میں بھی انہوں نے اسلام کو معرفت کے ساتھ قبول کیا تھا _کیونکہ آپ کے مذکورہ قول (کہ میرے لئے واضح ہوگیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول(ص) ہیں اور ان کا قول حق ہے) سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فقط جذبات سے مغلوب ہوکر اسلام قبول نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے رسول(ص) اللہ کے اقوال وکردار کے قریبی مشاہدے کی بنا پر پہلے سے ہی اطمینان حاصل کرلیا تھا_

ان کا یہ کہنا کہ کیا تم اس کو برا بھلا کہتے ہو جبکہ میں بھی اس کے دین پر ہوں اس بات کا واضح طور پرشاہد ہے کہ وہ پہلے سے ہی اسلام کو قبول کرچکے تھے لیکن حالات کے پیش نظراسے پوشیدہ رکھ رہے تھے تاکہ یوں وہ مسلمانوں اوراسلام کی بہتر حمایت کرسکیں ،کیونکہ مسلمان قریش کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے اور

1_ البدء و التاریخ ج 5 ص 98_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ ملاحظہ ہو : تاريخ الامم و الملوك ج 2 ص 72و ص 73اور السيرة النبويہ ابن ہشام ج 2 ص 312_

3_ ملاحظہ ہو : تاريخ الامم و الملوك ج 2 ص 72_

كتنے ہى لوگ ايسے تھے جنہيں مزيد روحانى تربيت كى ضرورت تھى تاكہ وہ مشركين كے مقابلے ميں ان مشكل حالات سے عہدہ بر آہوسكتے_

ابوجہل نے بزدلى كيوں دكھائي؟

يہاں اس بات كى ياد دہانى ضرورى ہے كہ مشركين كاسرغنہ ابوجہل اس دن اپنے قبيلہ والوں كے ساتھ موجود تھا اور انہوں نے اس كى حمايت كيلئے آمادگى بھى ظاہركى تھى ليكن اس كے باوجود ابوجہل نے خدا اور رسول(ص) خدا كے شير كا سامنا كرنے ميں عاجزى اوربزدلى دكھائي_ اس كى ايك وجہ يہ تھى كہ وہ حضرت حمزہ كى مردانگي، قوت، غيرت اور شجاعت سے آگاہ تھا_وہ حضرت حمزہ كے عزم واراد ے اور عقيد ے كى راہ ميں جذبہ قربانى كا مشاہدہ كررہا تھا_

دوسرى طرف سے اسے تو فقط رسول(ص) اللہ سے دشمنى تھى اوراس كى وجہ حب دنيا اور اپنے مفادات كى حفاظت تھى اور وہ موت كا طلبكار نہ تھا ،بلكہ موت سے بچنا چاہتا تھا _وہ موت كو اپنے لئے سب سے بڑا خسارہ سمجھتا تھا ليكن حضرت حمزہ دين كى راہ ميں موت كو كاميابى گردانتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھے ،پس ان کیلئے کوئي وجہ نہ تھی کہ موت سے ڈرتے یا اسے شہد کی طرح شیرین نہ سمجھتے_

تیسری وجہ یہ تھی کہ ابوجہل، بنی ہاشم کامقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ بنی ھاشم کے درمیان اس کے بہت سے حامی موجود تھے_ اگر وہ ان کے ساتھ لڑتا توخاندان اور قبائلی تعصب کے نتیجے میں ان لوگوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا جو اس کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے_ بنی ہاشم قبائلی طرزفکر کی بنا پر حضور اکرم(ص) کا ساتھ نہیں چھوڑسکتے تھے اگرچہ آپ(ص) ان کے دین پر نہ تھے، عربوں کی سماجی ومعاشرتی پالیسیاں بھی اسی طرزفکر کی تابع ہوتی تھیں _چنانچہ ابولہب کے علاوہ باقی بنی ہاشم نے حضرت ابوطالب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلے میں آپ(ص) کی حمایت اور حفاظت کریں گے_بلکہ ان حالات میں اگر ابوجہل حضرت حمزہ کے خلاف کوئي اقدام کرتا تو اس سے آنحضرت(ص) - کو تقویت ملتی اور

107

بہت سے بنی ہاشم، آپ(ص) کی حمایت کرتے یا قومی جذبہ کے تحت دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے اور یہ بات ابوجہل کو کسی صورت گوارا نہ تھي_ ان تمام حالات اور نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے اللہ اور اس کے رسول(ص) کے شیر (حمزہ) کے مقابلے میں ذلت آمیز خاموشی میں ہی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عافیت جاني_

خلاصہ یہ کہ دنیوی زندگی سے ابوجہل کی محبت یا اس کی بزدلی وغیرہ (جس کے باعث وہ حضرت محمد(ص) اور بنی ہاشم کی مخالفت کو مضر سمجھتا تھا) کے نتیجے میں اس نے ذلت وپستی پر مبنی موقف اپنایا _یوں اللہ نے باطل کا سرنیچاکیا اور حق کا سر اونچا_

عَبَسَ وَ تَوَلّی ؟

مورخین نے فسانہ غرانیق کے بعد ایك اور واقعے کا تذکرہ کیا ہے جس کے بارے میں " عبس وتولي" والی سورت نازل ہوئي یہ سورت، سورہ نجم کے بعد نازل ہوئي ہے_

اس قصے کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

رسول(ص) اللہ قریش کے بعض رؤساکے ساتھ مصروف گفتگوتھے _یہ لوگ صاحبان مال وجاہ تھے_ اتنے میں عبداللہ ابن ام مکتوم آیا وہ نابینا تھا اس نے نبی اکرم(ص) سے قرآن کی آیت سننی چاہی اورعرض کیا: " یا رسول(ص) اللہ مجھے وہ چیزیں سکھایئےواللہ نے آپ(ص) کو سکھائي ہیں "رسول(ص) اللہ نے اس سے بے رخی کی اور ترشروئي کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے رخ موڑ لیا _آپ(ص) اس کی بات کو نا پسند کرتے ہوئے ان رؤسا کی طرف متوجہ ہوئے جن کو مسلمان بنانے کا آپ(ص) کو شوق تھا _اس وقت یہ آیات

نازل ہوئيں:(عبس وتولی ان جائہ الاعمي_ و ما يدريك لعلہ يزكي_ او يذكر فتنفعہ الذكري_ اما من استغني_ فانت لہ تصدي ... و اما من جائك يسعي_ و هو يخشي_ فانت عنہ تلہي_ ...) (سورہ عبس، آيت 1_10)

108

يعنی اس نے منہ بسور ليا اور پيٹھ پھيرلی کہ ان کے پاس ايك نابينا آگيا اور تمہيں كيا معلوم شايد وہ پاكيزہ نفس ہوتا يا نصيحت حاصل كرليتا تو نصيحت اس كے كام آتی ليكن جو مستغنی بنا بيٹھا ہے آپ(ص) اس كی فكر ميں لگے ہوئے ہيں حالانكہ آپ(ص) پركوئي ذمہ داری نہيں ہے اگروہ پاكيزگی اختيار نہ كرے ليكن جو شخص آپ(ص) كے پاس دوڑ كرآيا ہے اور خوف الہی بھی ركھتا ہے آپ(ص) اس سے بے رخی كرتے ہيں_

ايك روايت ميں ہے كہ آپ(ص) كو اس كا آنا پسند نہ آيا اور سوچا كہ يہ قريشی خيال كريں گے كہ آپ(ص) كے پيروكار اندھے، غلام اور بيچارے لوگ ہی ہيں ،پس آپ(ص) نے منہ بسور ليا ...

حَكَمْ سے منقول ہے كہ اس آيت كے نزول كے بعد رسول(ص) الله نے كسی فقير يا غريب سے منہ نہيں موڑا اور كسی امير كو اہميت نہيں دي_ ابن زيد نے كہا ہے اگر رسول(ص) الله وحی كو چھپانے والے ہوتے تو اس آيت كو ضرور چھپاتے جو آپ(ص) كے بارے ميں نازل ہوئي_ (1)پس ابن زيد نے اس واقعے كی شدت قباحت كی بناپر رسول كريم (ص) كی توصيف كی ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كہ رسول كريم (ص) نے اس واقعہ كے بہت زيادہ قبيح ہونے كے باوجود بھى اسے نہيں چھپايا ہے _

غيرشيعہ مفسرين ومحدثين كامذكورہ واقعے كے متعلق بنيادى طور پراتفاق ہے_ ليكن ہمارے نزديك يہ ايك جعلى كہانى ہے جس كا صحيح ہونا ممكن نہيں_ اس كى وجوہات درج ذيل ہيں:

الف: اسناد كا ضعيف ہونا، كيونكہ تمام اسانيد كى انتہاء يا تو عائشےہ، انس اور ابن عباس پرہوتى ہے جن ميں سے كسى نے اس واقعے كا اپنى آنكھ سے خود مشاہدہ نہيں كيا كيونكہ اس وقت يا تو وہ بچے تھے يا ابھى پيدا ہى نہيں ہوئے تھے _(2) يا ابومالك (3) حكم ابن زيد، ضحاك، مجاہد اور قتادہ پر منتہى ہوتى ہيں حالانكہ يہ سب تابعى ہيں _بنابريں روايت مقطوعہ ہے اور اس سے استدلال كرنا صحيح نہيں ہے_

1_ رجوع كريں: مجمع البيان ج 10ص 437الميزان از مجمع و تفسير ابن كثير ج 4ص 470 از ترمذى و ابويعلي، حيات الصحابہ ج 2ص 520تفسير طبرى ج 30ص 33_34 و در منثور ج 6ص 314_315 نيز ديگر غير شيعى تفاسير_ ان تمام تفاسير ميں اس حوالے سے آپ مختلف روايات كا مشاہدہ كريں گے_ بطور مثال آخر الذكر كا مطالعہ كريں_

2_ رجوع كريں: الہدى الى دين المصطفى ج 1ص 158 _

3_ بظاہر اس سے مراد ابومالك الاشجعى ہيں جو تفسير و روايت ميں مشہور اور تابعى ہيں _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ب:عبارات والفاظ كا اختلاف (1) یہاں تك كہ ایك ہی راوی سے منقول الفاظ میں اختلاف ہے چنانچہ ایك روایت میں حضرت عائشہ سے منقول ہے كہ رسول(ص) اللہ كے پاس مشركین كے رؤسا میں سے ایك شخص حاضر تھا_ دوسری روایت میں حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے كہ عتبہ اور شیبہ حاضر تھے_

تیسری روایت میں حضرت عائشہ كہتی ہیں كہ اس مجلس میں قریش كے كئي بزرگان موجود تھے جن میں ابوجہل اور عتبہ ابن ربیعہ وغیرہ تھے_ نیز ابن عباس سے منقول ایك روایت میں ہے كہ پیغمبر(ص) اسلام ، عتبہ، اپنے چچا عباس اور ابوجہل كے ساتھ مصروف گفتگو تھے لیكن ابن عباس ہی سے منسوب تفسیر میں مذكور ہے كہ وہ افراد عباس، امیہ بن خلف، صفوان بن امیہ اور ...تھے_قتادہ سے كبھی امیہ ابن خلف كانام نقل ہوا ہے اوركبھی ابی ابن خلف كا_

بقول مجاہد قریش كے سرداروں میں سے ایك سردار موجود تھا_ دوسری روایت میں مجاہد سے منقول ہے كہ عتبہ ابن ربیعہ اور امیہ ابن خلف ... موجود تھے_

ان باتوں كے علاوہ خود روایات میں بھی اختلاف ہے كہ اصل واقعہ كیا تھا؟ رسول اكرم(ص) كے الفاظ كیاتھے؟ اور ابن ام مكتوم كے الفاظ كیاتھے؟ یہاں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہم اسی قدر گفتگو پر اكتفا كرتے ہيں_ جو مزيد تحقيق كا طالب ہو وہ متعلقہ كتابوں كا مطالعہ اور موازنہ كرے_
ج:مذكورہ آيات سے يہ ظاہر ہوتا ہے كہ وہ شخص جس كا آيت ميں تذكرہ ہوا ہے اس كى عادت، اور طبيعت ہى يہ تھى كہ وہ اميروں پر توجہ ديتا تھا اگرچہ كافرہى كيوں نہ ہوں اور فقيروں كى اصلاح پر كوئي توجہ نہيں ديتا تھا اگرچہ مسلمان ہى كيوں نہ ہوں حالانكہ ہم سب جانتے ہيں كہ ہمارے نبي(ص) اس قسم كى صفات وعادات كے مالك نہ تھے_

1_ الہدى الى دين المصطفى ج 1ص 158_159_

نيز فقيروں كے ساتھ ترشروئي اور بے اعتنائي آپ(ص) كى عادات ميں شامل نہ تھيں اگرچہ وہ آپ(ص) كے دشمن ہى كيوں نہ ہوں_ پھر آپ(ص) كيونكر اپنے چاہنے والوں اور مومنين كے ساتھ ايسا برتاؤ كرتے؟ (1) جبكہ اللہ نے آپ(ص) ہى كے بارے ميں فرمايا ہے: (بالمومنين رؤوف رحيم) (2) بلكہ آپ كى عادت ہى يہ تھى كہ فقيروں كے ساتھ مل بيٹھتے اور ان پر توجہ ديتے_ يہاں تك كہ يہ بات اشراف قريش كو پسند نہ آئي اور ان پر شاق گزرى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

_ قریش کے بعض بزرگوں نے توحضور اکرم(ص) سے مطالبہ کیا کہ آپ(ص) ان غریبوں کو دورہٹادیں تاکہ اشراف آپ(ص) کی پیروی کریں_ یہ سن کر عمرنے ان بیچاروں کو دور کرنے کا اشارہ کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئي (ولاتطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ) (3) یعنی ان لوگوں کو دورنہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی مرضی کے طالب رہتے ہیں_

نیز خداوند نے اس سورہ سے قبل نازل ہونے والے سورہ قلم میں اپنے نبي(ص) کی توصیف میں فرمایا ہے کہ "آپ(ص) خُلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہیں"_ پھر آپ(ص) کیونکر مذکورہ عمل کے مرتکب ہوسکتے تھے جو اس آیت کے منافی ہو اور جس پر خدا کی طرف سے (نعوذ باللہ) آپ(ص) کی ملامت ومذمت ہو؟ کیا خدا (نعوذ باللہ) اپنے نبي(ص) کے اخلاق سے بے خبر تھا؟ یا یہ کہ باخبر ہونے کے باوجود کسی مصلحت کے تحت ایسا فرمایا _خدا ہمیں گمراہی سے بچائے، آمین_

د:مذکورہ آیات میں ارشاد ہوا ہے: (وما علیك الا یزکي) یعنی اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے توتم پر کوئي ذمہ داری نہیں _یہ خطاب رسول(ص) اللہ کیلئے نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ(ص) تو لوگوں کی ہدایت اور ان کو

1_ رجوع کریں: الہدی الی دین المصطفی ج 1ص 158، المیزان ج 20ص 203، تنزیہ الانبیاء ص 119، مجمع البیان ج 1ص 437_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ سورہ توبہ، آیت 128_

3_ رجوع کریں: الدر المنثور ج 3ص 12_13 بظاہر یہ آیت ہجرت حبشہ سے قبل اتری کیونکہ راویوں میں ابن مسعود بھی ہے یا مہاجرین تك صلح کی افواہ پہنچنے اور ان کی مکہ واپسی کے بعد اتري_ یاد رہے کہ اس مقام پر حضرت عمر کا تذکرہ غلط ہے کیونکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے_ وہ ہجرت مدینہ سے کچھ مدت پہلے ہی مسلمان ہوئے، جس کا ذکر آئندہ ہوگا_

پاکیزہ کرنے کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے، پھر یہ آپ(ص) کی ذمہ داری کیوں نہ ہو؟ بلکہ آپ(ص) کی اصلی ذمہ داری ہی یہی تھي_ ارشاد الہی ہے (ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ) (1) یعنی خدا نے ہی امیوں کے درمیان، انہی میں سے ایك کو رسول(ص) بنا کر بھیجا جو ان کیلئے آیات الہی پڑھ کرسناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے_ بنابریں کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا پیغمبر(ص) کواس بات کی ترغیب دے کہ لوگوں کے ایمان سے بے رغبت ہوجائیں؟ (2)

ھ:آیہ انذار (وانذر عشیرتك الاقربین واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین)(3) (جو سورہ عبس سے دوسال قبل نازل ہوئي ہے) میں ارشاد ہوا ہے "اے رسول(ص) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیےور آپ (ص) کی اتباع کرنے والے مومنین کے سامنے اپنے کندھوں کو جھکائیے_ تو کیا رسول(ص) اللہ بھول گئے کہ آپ(ص) کو مومنین کے آگے شانے جھکانے کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حکم ہوا تھا؟ اگر ایسا ہو تو پھراس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اور بھی بہت ساری باتوں کو نہ بھولے ہوں؟ اور اگر بھولے نہیں تو پھراس صریحی حکم کی عمداً مخالفت کیوں فرمائي؟ (4)

و: آیت میں کوئي ایسی بات نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ آیت میں مخاطب رسول (ص) خدا کی ذات ہے _بلکہ خداوند عالم نے رسول (ص) خدا کو اس شخص کے متعلق خبر دی ہے جس نے " عبس و تولی ان جاء ہ الاعمی " اندھے کے آنے کی وجہ سے ترشروئي اختیار کرکے منہ پھیر لیا _ پھر خدا نے اس منہ بنانے والے کو مخاطب ہوکر کہا : " و ما یدریك لعلہ یزکي" تمہیں کیا پتہ ہوسکتاہے کہ وہ پاکیزہ دل ہو_

ز:علامہ طباطبائي نے فرمایا ہے کہ ترجیح وعدم ترجیح کا معیار، امیری یا فقیری نہیں بلکہ اعمال صالحہ، اخلاق

1_ سورہ بقرة آیت 129

2_ تنزیہ الانبیاء ص 119

3_ سورہ شعراء آیت 214و 215

4_ المیزان ج 20 ص 303

حسنہ اور صفات عالیہ کی موجودگی یا عدم موجودگی ہے اور یہ ایك عقلی حکم ہے جس کی تائید دین حنیف نے کی ہے پھر حضور اکرم(ص) اس حکم کی مخالفت کیسے کرسکتے ہیں اور کیونکر ایك کافر کو اس کے مال وجاہ کی بنا پر کسی مومن پر ترجیح دے سکتے ہیں؟ کیا اسلام نے اس سے منع نہیں کیا؟ کیا عقل اور ضمیر کے نزدیك یہ عمل غیرمنطقی اور قبیح نہیں ہے؟ (1)

اگر کوئي یہ کہے کہ پیغمبر اکرم(ص) نے اسلئے ایسا کیا تھا کیونکہ آپ(ص) ان مشرکین سے ایمان کی توقع رکھتے تھے_ یوں دین کو تقویت مل جاتی اور یہ مستحسن کام ہے کیونکہ دین کی راہ میں انجام پایا ہے_تواس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قرآن کی آیات صریحہ کے خلاف ہے_ آیات کی رو سے مذکورہ فرد کی مذمت اسلئے ہوئي ہے کیونکہ وہ اس امیر پر اس کی امارت کے باعث توجہ دے رہا تھا اور اس فقیر سے اس کی فقیری کے باعث بے توجہی برت رہا تھا_

نیز اگر یہ بات درست ہوتی تو پھر لازم تھا کہ قرآن اس کے جذبہ دینی اور وظیفہ شناسی کو سراہتا نہ یہ کہ اس کی مذمت وتوبیخ کرتا_

بالآخر ہم یہ اشارہ کرتے چلیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے: "ممکن ہے یہ کہا جائے کہ آیت میں خطاب کلی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول (ص) خدا جب بھی کسی فقیر کو دیکھتے تو منہ بسورکر رخ پھیر لیتے" اس کا جواب یہ ہے کہ :

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ یہ قول اس بات کے مخالف ہوجائے گا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایك دفعہ پیش آیا اور اس کا تکرار نہیں ہوا_

2_ اگر تمام ناداروں سے منہ پھیر لینے کا ذکر مقصود ہے تو پھر اندھے کا ذکر کیوں آیا ہے ؟

3_ کیا یہ صحیح ہے کہ یہ فعل رسول (ص) خدا کی عادت میں شامل ہو؟

1_ المیزان ج20 ص 304 کی طرف رجوع کریں_

جرم کسی اورکا:

مذکورہ باتوں کی روشنی میں واضح ہوا کہ ان آیات میں رسول(ص) اسلام نہیں بلکہ کوئي اور شخص مراد ہے اور اس حقیقت کی تائید حضرت امام صادق(ع) سے منقول اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب رسول(ص) اللہ ، عبداللہ ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو فرماتے تھے مرحبا مرحبا خدا کی قسم کہ اللہ کبھی بھی تیرے بارے میں میری ملامت نہیں کرے گا _آپ(ص) اس کے ساتھ لطف ومہربانی اور احسان فرماتے تھے یہاں تك کہ وہ اسی لئے کثرت شرمندگی کی بنا پر آپ(ص) کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا_ (1)

اس بیان سے اس شخص کی مذمت کاپہلو نکلتا ہے جو ابن ام مکتوم کے معاملے میں مذکورہ مخالفت کا مرتکب ہوا تھا اور اس احتمال کی مکمل نفی ہوجاتی ہے کہ رسول(ص) اللہ سے ایسا فعل سرزد ہوا ہو جو قابل سرزنش ہو_ اگر خدا نے آپ(ص) کی سرزنش کی ہوتی تو یہ نفی بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے_

لیکن خیانت کاروں کے ہاتھوں اس بات میں تحریف ہوئي ہے اور انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ رسول(ص) فرماتے تھے، مرحبا اس کیلئے جس کے بارے میں خدانے میری ملامت کي، رجوع کریں درالمنثور اور دیگر کتب تفسیر کی طرف، لیکن حقیقت وہی ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے_

ايك سوال كا جواب

سوال: جب مذکورہ آیت میں مقصود کوئي اور ہو تو پھر خدانے (فانت لہ تصدي) (آپ(ص) اس کی فکر میں لگے ہوئے ہیں) نیز (فانت عنہ تلہي) (آپ(ص) اس سے بے رخی کررہے ہیں)کیوں کہا؟_ ان دو عبارتوں سے یہی ظاہر ہے کہ ايك شخص کی طرف توجہ اور دوسرے سے بے رخی کرنے والا شخص جس کا ذکر آیت میں ہوا ہے،دینی جذبے سے سرشار تھا اور اسی جذبے کے پیش نظر اس نے ايك طرف توجہ دی اور دوسری طرف بے رخی اختیار کي_

1_ تفسير البرہان ج3 ص 428 تفسير نور الثقلين ج/ 5 ص 509 مجمع البيان ج10 ص 437_

جواب: آيات ميں اس بات كى طرف كوئي اشارہ نہيں كہ مذكورہ توجہ خدا كى طرف دعوت دينے كيلئے تھي_ ممكن ہے كہ اس توجہ كى وجہ كوئي دنيوى مقصد ہو مثلا لوگوں كا اعتماد حاصل كرنا يا عزت حاصل كرنا وغيرہ_ رہى بات ارشاد الہى كى كہ (لعلہ يزكي) (شايد وہ پاكيزگى اختيار كرلے) تو اس ميں يہ نہيں بتايا گيا كہ يہ كام اس مخاطب كے ہاتھوں انجام پائے بلكہ ممكن ہے اس مجلس ميں حاضر كسى اور كے ہاتھوں يہ كام مكمل ہو مثلا رسول كريم(ص) يا كسى اور كے ذريعے_
اس كے علاوہ اگر ہم فرض كريں كہ وہ شخص تبليغ دين كى غرض سے ان اميروں كى طرف توجہ دے رہا تھاتب بھى يہ بات رسول(ص) خدا كے بارے ميں نہيں كيونكہ تبليغ رسول خدا كے ساتھ مخصوص نہيں چنانچہ ان لوگوں كے بقول آنحضرت(ص) كے علاوہ ايك اور شخص بھى اس تبليغ پر توجہ ديتا تھا چنانچہ اس كے ذريعے كچھ لوگ مسلمان ہوئے (بشرطيكہ يہ بات درست ہو)_

درست روايت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

يہاں صحيح روايت وہ معلوم ہوتی ہے جو حضرت امام صادق(ع) سے مروی ہے_ اس حديث كے مطابق يہ آيات ايك اموی كے بارے ميں نازل ہوئيں جو نبی اكرم(ص) كے پاس حاضر تھا_ اتنے ميں ابن ام مكتوم آيا، اموی نے اسے گنداسمجھتے ہوئے تيوری چڑھائي اور سمٹ كر بيٹھ گيا نيز اس سے منہ پھير ليا پس ان آيات ميں خدانے اس كا قصہ بيان كيا اور اس كی مذمت كي_ (1)
واضح رہے كہ شروع ميں آيات كا خطاب اس شخص كی طرف نہ تھا بلكہ خدا نے اس كے بارے ميں غائب كا صيغہ استعمال كيا اور فرمايا اس نے منہ بسورا اور رخ پھير ليا كيونكہ اس كے پاس ايك نابينا آيا پھر اچانك اسے مخاطب قرار ديتے ہوئے فرمايا ہے (وما يدريك) ... (يعنی تجھے كيا معلوم ...)_
ليكن يہ بھی ممكن ہے كہ شروع ميں خدا نبی اكرم(ص) سے مخاطب ہو (اس شخص كے بارے ميں) اورپھر

1_ مجمع البيان ج 10ص 437و تفسير البرہان ج 2ص 428و تفسير نور الثقلين ج 5ص 509 _

خطاب كا رخ خود اس شخص كی طرف پھيرديا ہو ليكن پہلا احتمال ذوق سليم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی رو سے مناسب تر اور لطیف تر معلوم ہوتا ہے_

جناب عثمان پر الزام

بعض روایات میں عثمان پر الزام لگایا گیا ہے کہ مذکورہ واقعہ ابن ام مکتوم اور حضرت عثمان کے درمیان واقع ہوا_ (1)
لیکن ہم اسے مشکوك سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان نے دیگر مہاجرین کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی پھر کیونکر مکے میں یہ واقعہ پیش آسکتا تھا؟ ممکن ہے اس کا جواب یہ دیاجائے کہ بقولے تیس سے زیادہ مہاجر دو ماہ بعد حبشہ سے واپس لوٹے (جن کا ذکر ہوچکا ہے) ان میں حضرت عثمان بھی تھے_ (2)
بہرحال حضرت عثمان یا بنی امیہ کے کسی فرد پر الزام، معصوم نبی پر الزام کے مقابلے میں آسان سی بات ہے_ (3) کیونکہ رسول(ص) اللہ سے اس قسم کے افعال کسی صورت میں بھی سرزد نہیں ہوسکتے لیکن بعض لوگ معصوم نبی پر اس قسم کی تہمت لگانے کو رواسمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس قسم کے الزامات سے پاك ومنزہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں_

1_ تفسیر قمی ج 2ص 405، تفسیر البرہان ج 4ص 427، تفسیر نور الثقلین ج 5ص 508

2_ سیرت ابن ہشام ج 2ص 3

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ ہم حضرت عثمان کی بعض صفات کو اس آیت کے مطابق بھی پاتے ہیں جیساکہ عثمان اور عمار کے قصے سے ظاہرہوتا ہے جب مدینے میں مسجد کی تعمیر جاری تھی تو اس دوران حضرت عمار حضرت علي(ع) کے رجز کو حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے دہرا رہے تھے_ رجز یہ تھا:

لایستوی من یعمر المساجدا

یدا ب فیھا قائما و قاعداً

و من یری عن التراب حائدا

اس واقعہ کا ذکر آئندہ ہوگا _ انشاء اللہ

116

دشمنان دین کا اس مسئلے سے سوء استفادہ

یہاں اس بات کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعصب عیسائیوں نے عبس وتولی والے قصے کی آڑمیں ہمارے نبی اکرم(ص) کی شان میں گستاخی کرنے کی کوشش کی ہے_ (1) لیکن اللہ اپنے نور کو کامل کرتا ہے اگرچہ ان کافروں کو ناگوار گزرے ہم بھی یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ جعلی اور باطل چیزیں ہیں جن کے لئے خدا نے کوئي دلیل نہیں اتاری ہے _

مزید دروغ گوئیاں

انہی لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اقرع بن حابس اور عینیہ بن حصن،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسول(ص) اللہ کے پاس آئے اورآپ کو عمار، صہیب، بلال اور خباب جیسے غریب مسلمانوں کے پاس تشریف فرما دیکھا_ تو ان کو حقیر سمجھا اور خلوت میں رسول(ص) اللہ سے کہا:" عرب کے وفود آپ(ص) کے پاس آتے رہتے ہیں اور ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں _ پس جب وہ آجائیں تو ان کو یہاں سے اٹھادیں" آپ(ص) نے فرمایا ٹھیك ہے_

انہوں نے کہا اس بات کا تحریری طور پر وعدہ کریں، آپ(ص) نے کاغذ مانگا اور حضرت علي(ع) سے لکھنے کیلئے کہا اس وقت یہ آیت نازل ہوئي (و لاتطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ و العشی یریدون وجہہ ما علیك من حسابہم من ش ...) (2) یعنی جولوگ اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اسی کو مقصود بنائے ہوئے ہیں انہیں اپنی بزم سے دور نہ کیجئے گا_ پس آپ(ص) نے وہ کاغذ دور پھینك دیا انہیں بلایا اور انہی کے ساتھ بیٹھ گئے_ پھر آپ(ص) کی عادت ہی یہ ہوگئي کہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے جب بھی اٹھنا چاہتے تو خود اٹھ جاتے اور انہیں وہیں بیٹھا ہوا چھوڑ دیتے_ اس سلسلے میں خدا نے یہ آیت نازل کی (واصبر

1_ رجوع کریں: الھدی الی دین المصطفی ج 1ص 158 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهہ ولا تعد عيناك عنهم)
(1) (اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کر جو صبح وشام
اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں، خبردار کہ تمہاری
آنکھیں ان کی طرف سے پھرنے نہ پائیں) اس کے بعد آپ(ص) ان کے ساتھ
اس وقت تك بیٹھے رہتے تھے جب تك وہ خود پہلے اٹھ نہ جاتے، بعض
روایات میں ہے کہ ان کا مقصود ابوذر وسلمان تھے_ (2)
ان بے بنیاد باتوں کی نفی عبداللہ ابن ام مکتوم کے واقعے میں مذکور بیانات
سے ہی ہو جاتی ہے_ لہذا یہاں ہم تکرار کی ضرورت محسوس نہیں کرتے،
علاوہ ازیں کئي ایك روایات کے مطابق پوری سورہ انعام مکے میں بیك وقت
نازل ہوئي_ (3)
اس صورت میں یہ آیات کیونکر مذکورہ مناسبت سے مدینہ میں اتریں؟ اگر
کوئي یہ کہے کہ پوری سورت کا ایك ساتھ اترنا اس بات کے منافی نہیں کہ
مذکورہ آیات اس خاص مناسبت سے اتری ہوں تویہ بات بھی نا قابل قبول ہے
کیونکہ پوری سورت ہجرت سے قبل (لیکن انصار کے قبول اسلام کے بعد)
ایك ساتھ اتري، جب یہ سورت اتری تو اسماء بنت یزید انصاریہ نے
رسول(ص) (ص) اللہ کی اونٹنی کی لگام تھام رکھی تھي(4) جبکہ فرض یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے کہ آیت مدینے میں نازل ہوئي_

اس کے علاوہ عبس وتولی والا واقعہ ہی اس بات کے اثبات کیلئے کافی ہے کہ نبی اکرم(ص) اس قسم کے کاموں سے باز رہتے خصوصاً اس صورت میں کہ اگر کوئي غیر معصوم شخص بھی ایسے عمل کا ارتکاب کرے تو اس کی مذمت کی جاتی ہے_

1_ سورہ کہف آیت 28_

2_ حلیة الاولیاء ج 1ص146_345، و مجمع البیان ج 4 ص 305 ،306_ و البدایة و النہایة ج 6 ص 56و کنز العمال ج 1ص 245و ج7ص 46ابن ابی شیبہ و ابن عساکرسے نیز الدر المنثور (مذکورہ آیات کی تفسیر میں متعدد مآخذ سے)_

3_ رجوع کریں: المیزان ج 7ص 110 _

4_ الدر المنثور ج 3 ص 22_

یہاں ہم اس بات کابھی اضافہ کرتے ہیں کہ سلمان تو مدینے میں مسلمان ہوئے نیز ابوذر بھی مسلمان ہونے کے فوراً بعد پیغمبر(ص) سے جدا ہوکر عسفان میں مکہ والوں کے قافلوں کی گزرگاہ پر رہنے لگے تھے (جس کا ذکر ہو چکا ہے)_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بظاہر مشرکین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان غریب مسلمانوں کو اپنے پاس نہیں بٹھائیں، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت ابوطالب سے بھی بات کی اور حضرت عمر نے بھی اس بات کو تسلیم کرنے کا اشارہ کیا(جیساکہ نقل ہوا ہے)_ پس سورہ انعام کی یہ آیات ان لوگوں کے ردمیں نازل ہوئیں _

ان آیات میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ حضور(ص) نے ان کی رائے کو قبول کیاہو جیساکہ مذکورہ روایات کا دعوی ہے _یہاں ہم روایات کے درمیان موجوداختلاف، ان کے کمزور پہلوؤں اوران لوگوں کے باطل خیالات کو بیان کرنے سے احتراز کرتے ہیں اور ابن ام مکتوم کے واقعے میں جو کچھ عرض کیا ہے، اسی پر اکتفا کرتے ہیں_البتہ یہ اضافہ بھی کرتے چلیں کہ آیت " ولا تطرد الذین یدعون ربہم ..." کا ظاہر پر یہی بتاتا ہے کہ یہ ڈانٹ ان لوگوں پر پڑی ہے جن سے یہ کام سرزد ہوا ہے اور " ما عليك من حسابہم من شي ..." کے قرینہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے مہربانی اور لطف فرماتے ہوئے اپنی نبی (ص) کو ان لوگوں سے علیحدہ رکھا ہے _

حضرت عمر بن خطاب کا قبول اسلام

کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے تین روز بعد بعثت کے چھٹے سال حضرت عمر مسلمان ہوئے_ وہ اپنی تلوار لیکر رسول(ص) اللہ اور آپ(ص) کے بعض اصحاب کی تلاش میں نکلے تھے جن کی تعداد چالیس کے

قریب تھي_ وہ کوہ صفا کے قریب ارقم کے گھر میں جمع تھے_ ان میں حضرت ابوبکر، حضرت حمزہ اور حضرت علي(ع) بھی تھے جو حبشہ نہیں گئے تھے_ راستے میں نعیم بن عبداللہ سے حضرت عمر کی ملاقات ہوئي اس کے پوچھنے پر

119

حضرت عمر نے بتایا کہ وہ حضرت محمد(ص) کو قتل کرنا چاہتے ہیں نعیم نے سمجھایا کہ اگر وہ ایسا کرے تو بنی عبد مناف کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتا_ نیز یہ بھی بتایا کہ تمہارے بہنوئي اور بہن نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے_ یہ سن کر حضرت عمر ان کی طرف چل پڑے وہاں پر حضرت خباب بن ارت ،ان کو سورہ طہ کی تعلیم دے رہے تھے_ جب حضرت عمر کی آہٹ سنائي دی تو حضرت خباب ایك کوٹھڑی میں چھپ گئے اور فاطمہ بنت خطاب نے صحیفے کو اپنی ران کے نیچے چھپالیا_ حضرت عمر گھرمیں داخل ہوئے اور مختصر سی گفتگو کے بعد اپنے بہنوئي پر ٹوٹ پڑے اور بہن کا سر زخمی کردیا_ اس وقت حضرت عمر کی بہن نے بتادیا کہ وہ دونوں مسلمان ہوچکے ہیں وہ جو چاہے کرے_ حضرت عمرنے جب اپنی بہن کو خون آلود دیکھا تو اپنے طرز عمل پر پشیمان ہوئے اور نوشتہ قرآن کو طلب کیا ،لیکن اس نے نہیں دیا یہاں تك کہ حضرت عمرنے اپنے خداؤں کی قسم کھائي کہ وہ اسے واپس کردے گا _اس وقت ان کی بہن

نے کہا تم مشرك اور نجس ہو نیز تم غسل جنابت بھی نہیں کرتے ہو جبکہ قرآن کو پاك لوگ ہی چھو سکتے ہیں _یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور غسل (یا وضو) کیاپھر اس نوشتہ کی ابتداء سے کچھ حصہ پڑھا اور (حضرت عمر کو لکھنا پڑھنا آتا تھا) پڑھنے کے بعد اسے پسند کیا _اتنے میں حضرت خباب نے آکر یہ خبردی کہ پیغمبر اکرم(ص) نے ان کے حق میں دعاکی ہے کہ خدا یا اس کے یا ابوجہل کے ذریعے اسلام کی تقویت فرما_ حضرت عمرنے کہا کہ وہ انہیں رسول(ص) اللہ کے پاس لے جائیں تاکہ اسلام قبول کرسکیں_ چنانچہ وہ رسول(ص) کی طرف نکلے، دروازہ کھٹکھٹایا، ایك شخص نے دروازے کے شگاف سے باہر نگاہ کي_جب عمر کو تلوار سجائے دیکھا تو سہم کر واپس ہوا اور رسول(ص) خدا کو خبردي_ یہ سن کر حضرت حمزہ نے کہا اسے آنے دو اگر وہ بھلائي کی تلاش میں آیا ہے تو ہم بخل نہیں کریں گے لیکن اگر وہ برے ارادے سے آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کاکام تمام کردیں گے_ یوں انہیں اجازت ملی اور وہ آپ(ص) کی طرف آئے اور کمرے میں آپ(ص) سے ملاقات کي_ حضرت عمرنے کہا کہ وہ تو مسلمان ہونے کیلئے آیا ہے_ یہ سن کر آنحضرت(ص) نے تکبیر بلندکی اور مسلمانوں نے بھی ایسی تکبیر کہی جسے مسجد الحرام میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی سن لیا_

اس کے بعد حضرت عمرنے رسول(ص) اللہ سے درخواست کی کہ آپ(ص) باہر نکل کر اعلانیہ اپنا کام شروع کریں_ حضرت عمر کہتے ہیں ہم نے آپ(ص) کو دوصفوں کے درمیان باہرنکالا ایك صف میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری صف میں میں تھا_ آپ(ص) کے اوپر غبار تھا جس طرح پسنے والے آٹے کا غبار ہوتا ہے _پھر ہم مسجد میں داخل ہوئے، میں نے قریش پر نظر کی وہ اتنے دل شکستہ ہوئے کہ اس قدر پہلے کبھی نہ ہوئے تھے_ اس دن رسول(ص) اللہ نے حضرت عمر کو فاروق کالقب دیا_

ایك اور روایت کے مطابق قریش نے مل کر مشورہ کیا کہ کون حضرت محمد(ص) کو قتل کرے، حضرت عمر نے کہا یہ کام میں کروں گا پھر وہ اپنی تلوارگردن میں لٹکائے نکل پڑے کہ راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہوگئي_ ان کے درمیان لے دے ہوئي یہاں تك کہ دونوں نے اپنی تلواریں سونت لیں_ اتنے میں حضرت سعد نے حضرت عمر کو اس کی بہن کے مسلمان ہونے کی خبر سنائي_

تیسری روایت کی رو سے مسلمان باہر نکلے حضرت عمر ان کے آگے آگے یہ کہہ رہے تھے لا الہ الا اللہ محمد رسول(ص) اللہ _جب قریش نے حضرت عمر سے ان کے پیچھے موجود افراد کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عمر نے ان کو دھمکی دی کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئي غلط حرکت کی تو وہ تلوار سے حملہ کریں گے _ پھر وہ رسول(ص) اللہ کے آگے ہوئے

آنحضرت(ص) طواف فرمارہے تھے اور عمر آپ(ص) کی حفاظت کررہے تھے پھر حضوراکرم(ص) نے نماز ظہراعلانیہ طور پر پڑھي_

چوتھی روایت میں ہے کہ جن دنوں مسلمانوں پر بہت زیادہ تشدد ہو رہا تھا تو حضرت عمر مسلمان ہوئے اور وہ اپنے خالو ابوجہل کے پاس گئے (جیسا کہ ابن ہشام کہتا ہے البتہ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ یہ بات غلط ہے کیونکہ عمر کا خالو ابوجہل نہیں بلکہ عاص بن ہاشم تھا) حضرت عمرنے اسے خبردی کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کراس نے دروازہ بندکردیا حضرت عمر قریش کے دوسرے سردار کے پاس گئے تو وہاں بھی یہی ہوا _ حضرت عمرنے سوچا یہ بات مناسب نہیں کہ دوسرے مسلمانوں پرتشدد ہو لیکن مجھے کوئي نہ مارے، چنانچہ انہوں نے

ایسے شخص کا پتہ پوچھا جو سب سے زیادہ بات پھیلانے والاہو لوگوں نے اس شخص کی نشاندہی کي_ حضرت عمر نے اسے اپنے مسلمان ہونے کی خبردي_ اس شخص نے قریش کے درمیان اس بات کا اعلان کیا یہ سن کر لوگ حضرت عمرکو مارنے کیلئے اٹھے لیکن ان کے خالو نے انہیں امان دے دی یوں لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا_

لیکن حضرت عمر نے اس کی امان میں رہنے سے انکار کیا کیونکہ دوسرے مسلمانوں کو مارپڑ رہی تھی اوران کو نہیں_ راوی کہتا ہے کہ نتیجتاً حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عمر بھی مار کھاتے رہے یہاں تك کہ خدانے اپنے دین کو ظاہر کردیا_ پانچویں روایت کے مطابق طواف کرتے وقت حضرت عمر سے ابوجہل نے کہا : "فلاں شخص کا خیال ہے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے" _ حضرت عمر نے کلمہ دین پڑھا تو یہ سن کر مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے _ حضرت عمر، عتبہ ابن ربیعہ کوپچھاڑ کر مارنے لگے_ پھر اپنی دونوں انگلیوں کو اس کی آنکھوں میں ڈال دیا_ عتبہ چیخنے لگا تو لوگ بکھر گئے اور حضرت عمر بھی اٹھ کھڑے ہوئے_ یہ دیکھ کر سوائے بزرگوں کے کوئي ان کی طرف بڑھنے کی جرا ت نہ کرسکا اور حضرت حمزہ لوگوں کو وہاں سے ہٹانے لگے_

چھٹی روایت کی رو سے وہ قبول اسلام سے قبل شراب نوشی کیا کرتے تھے_ایك رات وہ اپنی پسندیدہ محفل کی طرف نکل پڑے لیکن وہاں کسی کو نہ پایا_ شراب فروش کو ڈھونڈا لیکن وہ بھی نہ مل سکا _پھر طواف کرنے گئے تو دیکھا کہ پیغمبر(ص) نماز پڑھ رہے ہیں_ حضرت عمر کا دل چاہا کہ آپ(ص) کی بات سنے چنانچہ وہ کعبے کے پردے کی آڑ میں بیٹھ کر سننے لگے، یوں اسلام ان کے دل میں داخل ہوا_ جب رسول(ص) خدا وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر جو قطاء کے نام سے معروف تھا، کی طرف چلے تو راستے میں حضرت عمر آپ(ص) سے جا ملے اوراظہار اسلام کر کے اپنے گھر کی راہ لي_

"العمدہ"کے مطابق کہتے ہیں کہ حضرت عمر تینتیس 33 مردوں اور چھ

عورتوں كے قبول اسلام كے بعد دائرہ اسلام ميں داخل ہوئے_ ابن مسيب نے كہا ہے كہ چاليس مردوں اور دس عورتوں كے بعد حضرت عمر مسلمان ہوئے_ عبداللہ بن ثعلبہ كا بيان ہے پينتاليس 45 مردوں اور گيارہ عورتوں كے بعد ايسا ہوا _ يہ بھى

122

كہا گيا ہے كہ حضرت عمر چاليسويں مسلمان تھے _ پھر حضرت عمركے قبول اسلام كے بعد يہ آيت اترى (ياايہا النبى حسبك اللہ و من اتبعك من المومنين) (1) يعنى اے حضرت رسول(ص) آپ كيلئے بس خدا اور جو مومنين آپ كے تابع فرمان ہيں كافى ہيں_ (2)

مزيد تمغے

بعض افراد كا كہنا ہے كہ رسول(ص) اللہ نے حضرت عمر كے مسلمان ہونے سے قبل يوں دعا كى تھي: "اے اللہ اسلام كى تقويت فرما ،عمر ابن خطاب كے ذريعے"_ ايك اور جگہ يوں نقل ہوا ہے: "خدا اسلام كى مدد فرما (ياتقويت فرما) ابوالحكم بن ہشام كے ذريعے يا عمر ابن خطاب كے ذريعے" _ آپ(ص) نے بدھ كے روز يہ دعا كى اور حضرت عمر جمعرات كے دن مسلمان ہوئے_

ابن عمر سے مروى ہے كہ پيغمبر(ص) اسلام نے فرمايا :"خدايا ابوجہل يا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عمر بن خطاب ميں سے تيرے نزديك جو زيادہ محبوب ہے اس كے ذريعے اسلام كى تقويت فرما"_ ابن عمر كہتا ہے خداكے نزديك عمرزيادہ عزيز تھے_ يہ بھى كہا گيا ہے كہ حضرت عمر كا قبول اسلام ، اسلام كى فتح تھي، ان كى ہجرت اسلام كى نصرت تھى اور ان كى حكومت خدا كى رحمت تھى _جب وہ مسلمان ہوئے تو قريش سے لڑتے رہے يہاں تك كہ مسلمانوں

1_ سورہ انفال، آيت 64 _

2_ رجوع كريں: الاوائل (عسكري) ج 1ص 221_222نيز الثقات (ابن حبان) ص 72_75 البدء و التاريخ ج 5ص 88_90مجمع الزوائد ج 9ص 61از بزار و طبرانى تاريخ طبرى 23ہجرى كے حالات ميں، طبقات ابن سعد ج 3ص 191، عمدة القارى (عيني) ج 8ص 68، سيرت ابن ہشام ج 1ص 366_374، تاريخ الخميس ج 1ص 295_297، تاريخ عمر بن خطاب(ابن جوزي)ص 23_35، البداية و النہاية ج 3 ص 31 اور 75_80 _نيز السيرة الحلبية ج1ص 329_335، السيرة النبوية (دحلان) ج 1ص 132_137، المصنف (حافظ) ج 5ص 327_328، شرح نہج البلاغہ معتزلى ج 12ص 182_183، اسباب انزول (واحدي)، حياة الصحابة ج 1ص 274_276 و الاتقان ج 1ص 15اور الدر المنثور ج 3ص 200 كشف الاستار از مسند البزار ج3 ص 169 تا 172 اور لباب النقول مطبوعہ دار احياء العلوم ص 113،ان كے علاوہ دلائل النبوة بيہقى ج2 ص 4 تا 9 مطبوعہ دار النصر للطباعة اور ديگر كتب تاريخ اور حديث كى طرف رجوع كريں_

نے كعبہ كے پاس نماز پڑھي_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کہاگیا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں_ ترمذی نے ان میں سے بعض روایات کو صحیح مانتے ہوئے بھی ان تمام روایات پر تعجب کا اظہار کیا ہے _
ہم حضرت عمرکے قبول اسلام سے مربوط تمام مذکورہ بالا باتوں اور روایات کو بھی شك کی نظروں سے دیکھتے ہیں بلکہ ہمیں یقین ہے کہ یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں _ اس بات کی توضیح کیلئے درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

1_ عمر کب مسلمان ہوئے؟

گذشتہ روایات کی رو سے وہ حمزہ بن عبد المطلب کے قبول اسلام کے تین دن بعد مسلمان ہوئے_ عمر کا قبول اسلام اس بات کا سبب بنا کہ پیغمبر اکرم(ص) ارقم کے گھرسے باہر نکلیں ، یعنی جب مسلمانوں کی تعداد چالیس یا اس کے لگ بھگ ہوگئي_
یہاں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں:
الف: وہ خود ہی کہتے ہیں کہ ارقم کے گھر سے نکلنے کا واقعہ بعثت کے تیسرے سال کا ہے جب رسول(ص) اللہ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا، جبکہ اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے_
ب: ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر نے ہجرت حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا چنانچہ جب مسلمان کوچ کي

1_ ان روایات کے بارے میں رجوع کریں: البدء و التاریخ ج 5ص 88، سیرت مغلطای ص 23و منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد ج 4ص 470از طبراني، احمد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقي، ترمذي، نسائي از عمر، خباب، ابن مسعود، الاوائل ج 1ص 221، طبقات ابن سعد ج 3حصہ اول ص 191_193 و جامع ترمذی مطبوعہ ہند ج 4ص 314_315، دلائل النبوة بیہقی ج2 ص 7 نیز تحفہ الاحوذی ج 4ص 314 نیز البدایة و النہایة ج 3ص 79و البخاری مطبوعة میمنیة، المصنف عبدالرزاق ج 5 ص325، الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 1 ص271 السیرة الحلبیة ج 1ص 330تاریخ اسلام (ذہبي) ج 2ص 102و تاریخ الخمیس و سیرت ابن ہشام و سیرت دحلان و مسند احمد و سیرت المصطفی و طبرانی در الکبیر و الاوسط و مشکاة_ نیز دیگر کتب تاریخ اور حدیث_

تیاری کررہے تھے تو حضرت عمر کا دل بھر آیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے امید ظاہر کی کہ حضرت عمر مسلمان ہوجائے گا اور ہجرت حبشہ بعثت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے جبکہ ارقم کے گھر سے نکلنے کا واقعہ اس سے پہلے یعنی بعثت کے تیسرے سال وقوع پذیر ہوا_

ج:حضرت عمر مسلمانوں کو ستانے میں مشرکین کے ساتھ تھے اور یہ بات ارقم کے گھر سے نکلنے اور اعلانیہ دعوت شروع ہونے کے بعد کی بات ہے ،بلکہ ہم تو یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بعثت کے چھٹے سال تک بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اولًا: یہی لوگ خود کہتے ہیں کہ حضرت عمر نماز ظہر کے فرض ہونے کے بعد مسلمان ہوئے چنانچہ رسول(ص) اللہ نے حضرت عمر کی مدد سے نماز ظہر اعلانیہ پڑھی (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے) جبکہ یہی لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظہر واقعہ معراج (جو خود ان کے نزدیك بعثت کے بارہویں یا تیرہویں سال پیش آیا) کے دوران واجب ہوئي_ بنابریں ان کی باتوں میں تضاد ہے_ بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہہ پیش کی ہے کہ یہاں مراد نماز صبح ہے_ (1) لیکن یہ توجیہہ غلط ہے کیونکہ لفظ "ظہر" ، "صبح" کے لئے استعمال نہیں ہوتا اور اگر ان کی مراد یہ ہو کہ رسول کریم (ص) اپنی صبح کی نماز سورج کے ابھرنے تك مؤخر کر کے پڑھتے تھے تو یہ توجیہ بھی نامعقول ہے کیونکہ نبی اکرم(ص) اپنی نماز میں کسی عذر شرعی کے بغیر کیسے تاخیر کرسکتے تھے؟

ثانیاً: عبداللہ بن عمر صریحاً کہتا ہے کہ جب اس کے والد مسلمان ہوئے تو اس وقت اس کی عمر چھ سال تھي_ (2) بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ پانچ سال کا تھا_ (3)

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کے قبول اسلام کے وقت عبداللہ بن عمر گھرکی چھت پر موجود تھااس نے دیکھا کہ لوگوں نے اس کے باپ کے خلاف ہنگامہ کر رکھا ہے ادر اسے گھر میں محصور کردیا ہے_ اتنے میں

1_ سیرت حلبی ج 1ص 335 _

2_ تاریخ عمر بن خطاب از ابن جوزی ص 19و طبقات ابن سعد ج 3ص 193 (حصہ اول) و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 12ص 182_

3_ فتح الباری ج 7ص 135 _

عاص بن وائل نے آکر ان کو منتشر کردیا_ اس وقت ابن عمرنے اپنے باپ سے بعض چیزوں کے متعلق استفسار کیا جس کا ذکر آگے آئےگا_

نیز ابن عمر کہتا ہے کہ جب اس کا باپ مسلمان ہوا تو اس نے باپ کی نگرانی شروع کی کہ وہ کیا کرتا ہے، کہتا ہے اس وقت میرے لڑکپن کا دور تھا اور میں جو کچھ دیکھتا اسے سمجھتا بھی تھا_ (1) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عمر ان دنوں باشعور اور سمجھدار تھا_

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرنے بعثت کے نویں سال اسلام قبول کیا جیساکہ بعض لوگوں کا خیال بھی ہے_ (2) کیونکہ ابن عمر بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوا تھا ہجرت کے پانچویں سال جب جنگ خندق ہوئي تو ابن عمر کی زندگی کے پندرہ سال گزر چکے تھے چنانچہ رسول(ص) اللہ نے (بنابرمشہور) اس کو جنگ میں شرکت کی اجازت دی (3) بلکہ ابن شہاب کے مطابق تو حفصہ اور عبداللہ ابن عمر اپنے باپ عمر سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور جب ان کا باپ عمر مسلمان ہوا تو اس وقت عبدا للہ کی عمر سات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سال كے لگ بھگ تھی (4) اس بات كا مطلب يہ ہے كہ حضرت عمر بعثت كے دسويں سال مسلمان ہوئے _ہم تو يہاں تك كہتے ہيں كہ حضرت عمر ہجرت سے قدرے پہلے تك مسلمان نہيں ہوئے تھے_ اس كى دليل درج ذيل امور ہيں:

الف: يہ كہ انہيں خبر ملى كہ ان كى بہن مردار نہيں كھاتي_ (5) واضح ہے كہ مردار كھانے كى مخالفت سورہ انعام ميں ہوئي ہے جو مكہ ميں ايك ساتھ نازل ہوئي_ اس وقت قبيلہ اوس كى ايك عورت (اسماء بنت يزيد) نے بعض روايات كى بنا پر آپ(ص) كى اونٹنى كى لگام تھام ركھى تھى (6) واضح رہے كہ قبيلہ اوس اور مدينہ والوں نے آنحضرت(ص) كى طائف كى ہجرت كے بعد اسلام قبول كيا

1_ البداية و النہاية ج 3ص 81و تاريخ الاسلام (ذہبي) ج 2ص 105و سيرت ابن ہشام ج 1ص 373_374 _

2_ السيرة النبوية (ابن كثير) ج 2ص 39البداية و النہاية ج 3ص 82و مروج الذہب مطبوعہ دار الاندلس بيروت ج 2ص 321_

3_ سير اعلام النبلاء ج 3 ص 209، تہذيب الكمال ج 15 ص 340 ، الاصابہ ج 2 ص 347، اسى كے حاشيہ پر الاستيعاب ج 2 ص 342 اور باقى منابع كے لئے ملاحظہ ہو ہمارى كتاب '' سلمان الفارسى فى مواجہة التحدي'' (سلمان فارسى چيلنجوں كے مقابلے ميں)ص 24_

4_ سير اعلام النبلاء ج 3 ص 209_

5_ المصنف (حافظ عبد الرزاق) ج 5ص 326 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

6_ الدر المنثور ج 3ص 2از طبرانی اور ابن مردویہ_

کیا تھا اور ان کی عورتیں پہلی بیعت عقبہ کے بعد مکہ آئي تھیں_

ب:بعض لوگوں نے اس بات کو حقیقت سے قریب تر سمجھا ہے کہ حضرت عمر نے ہجرت حبشہ کے بعد چالیس یا پینتالیس افراد کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام قبول کیا (1)اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ بعثت کے پانچویں سال حبشہ جانیوالے افراد کی تعداد اسّی 80 مردوں سے زیادہ تھی اور ان کے بقول حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پینتالیس مسلمان ہونے والے افراد لازمی طور پر ہجرت کرنے والے ان اسّی افراد کے علاوہ ہونے چاہئیں_اگرچہ ابن جوزی نے حضرت عمر سے قبل مسلمان ہونے والوں کو شمار کیا ہے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی تعداد بیشتر بتائي ہے_ (2)

نیز اس امر کی تائیدان روایات سے بھی ہوتی ہے جن کے مطابق حضرت عمر بعثت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے اور یہ کہ حبشہ جانے والوں کو دیکھ کر ان کا دل پسیجا یہاں تك کہ مسلمانوں کو حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی امید بندھي_

جب صورت حال یہ ہے تو واضح ہواکہ (جیساکہ مدینہ میں مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کی بحث میں آگے چل کر ذکر ہوگا) اس وقت مہاجرین

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی تعداد پینتالیس یا اس کے لگ بھگ تھی (3)یعنی ہجرت حبشہ کے بعد مسلمان ہونے والے صرف یہی پینتالیس کے قریب افراد تھے _ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر ہجرت مدینہ سے کچھ ہی پہلے اسلام لائے تھے اور اس کے بعد ہجرت کی تھی اور شاید اسی لئے مکہ میں وہ مشرکین کی ایذا رسانی سے بچے رہے_

ج:حضرت عمر کے قبول اسلام کے حوالے سے روایات میں ذکر ہوا ہے کہ ایک دفعہ رسول(ص) اللہ بلند

1_ الثقات از ابن حسان ج 1 ص 73، البداية و النہاية ج 3 ص 80، البدء و التاريخ ج 5 ص 88_

2_ تاريخ عمر بن خطاب از ابن جوزی ص 28_29_

3_ اگرچہ ابن ہشام نے ہجرت کرنے والوں کی تعداد ستر کے قريب بتائي ہے ليکن يہ بات قابل قبول نہيں کيونکہ رسول(ص) اللہ (ص) نے جن لوگوں ميں بھائي چارہ قائم کيا ان کی تعداد ايک سے زيادہ اسناد کے ساتھ منقول ہے اور يہ امر غيرقابل قبول ہے کہ حضور نے کسی صحابی کا بھائي چارہ دوسرے کے ساتھ قائم نہ کيا ہو_

آواز سے نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرآپ(ص) کے قریب آئے اور سنا کہ آپ(ص) یہ آیات پڑھ رہے ہیں (وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولاتخطہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیمینك ... الظالمون) (1) واضح ہے کہ یہ دو آیتیں سورہ عنکبوت کی ہیں جو یاتو مکہ میں نازل ہونے والی آخری سورت ہے یا آخری سے پہلی سورت_ (2) پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر ہجرت کے قریب قریب مسلمان ہوئے تھے_

د:بخاری نے صحیح بخاری میں نافع سے روایت کی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر اپنے باپ حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوا _نافع نے اس کی یوں تاویل کی ہے کہ ابن عمرنے بیعت شجرہ کے موقع پرحضرت عمر سے پہلے بیعت کی تھی اسلئے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے حضرت عمر سے پہلے اسلام قبول کیا_ (3)

لیکن ہم نافع سے سوال کرتے ہیں کہ کیا لوگ عربی زبان نہ جانتے تھے؟اگر جانتے تھے تو پھر انہوں نے یہ کہنے کی بجائے کہ ابن عمر نے اپنے باپ سے پہلے بیعت کی تھی کیونکر یہ کہا کہ وہ اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوا _نیز کیا ان میں کوئي اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ بیعت کرنا اور چیز ہے ، اسلام قبول کرنا اور چیز ہے_ پس بیعت سے مراد قبول اسلام کیسے ہوسکتا ہے؟ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگ جو کہتے تھے وہی درست ہے، یعنی یہ کہ ابن عمر دس سال کی عمر میں ہجرت سے کچھ پہلے مسلمان ہوااور اس کے بعد اس کے باپ مسلمان ہوئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کي_

2_ حضرت عمر کو فاروق کس نے کہا؟

گذشتہ روایات میں ہم نے پڑھا کہ جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو رسول(ص) اللہ نے ان کو فاروق کا لقب دیا _ لیکن ہماری نظر میں یہ بات نہایت مشکوك ہے کیونکہ زہری کہتا ہے "ہمیں خبر ملی ہے کہ اہل کتاب

1_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 5ص 326نیز حضرت عمر کے قبول اسلام کے بارے میں ذکرشدہ مآخذ کی طرف رجوع کریں_

2_ الاتقان ج 1 ص 10_11_

3_ صحیح بخاری (مطبوعہ مشکول) ج 5ص 163 _

نے پہلے پہل حضرت عمر کو الفاروق کہہ کرپکارا _ مسلمانوں نے یہ لفظ ان سے لیا ہے اور ہمیں کوئي ایسی روایت نہیں ملی کہ رسول(ص) اللہ نے اس قسم کا لقب دیا ہو" (1) جبکہ فاروق کا لقب انہیں ایام خلافت میں ملا تھا(2)

3_ کیا حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا؟

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کو پڑھنا آتا تھا اور انہوں نے صحیفہ قرآنی کو خود پڑھا تھا_

ہمارے نزدیك تو یہ بات بھی مشکوك ہے اور ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عمر کو نہ پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا خصوصاً شروع شروع میں_ زندگی کے آخری ایام میں لکھنا پڑھنا سیکھ گئے ہوں تویہ اور بات ہے_ اس کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: بعض حضرات نے صریحاً کہا ہے کہ خباب بن ارت نے انہیں نوشتہ قرآنی پڑھ کر سنایا تھا_ (3) پس اگر وہ پڑھ سکتے تو معاملے کی سچائي اور حقیقت جاننے کے لئے اسے خود کیوں نہیں پڑھا_

دوسری وجہ: حافظ عبدالرزاق نے(ان لوگوں کے بقول) صحیح سند کے ساتھ مذکورہ واقعے کو نقل کیا ہے لیکن اس نے کہا ہے کہ حضرت عمرنے (اپنی بہن کے گھر میں) شانے کی ہڈی (جس پر قرآن کی آیات مرقوم تھیں) تلاش کی اور جب وہ مل گئي تو حضرت عمرنے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ تو وہ کھانا نہیں کھاتی جو میں کھاتا ہوں_ پھر اس ہڈی سے اپنی بہن کو مارا اور اس کے سر کو دوجگہوں سے زخمی کردیا _ پھر وہ ہڈی لیکر نکلے اور کسی سے پڑھوایا_ حضرت عمر ان پڑھ تھے _جب وہ نوشتہ انہیں پڑھ کرسنایا گیا تو ان کا دل دہل گیا_ (4)

اس بات کی تائید عیاض ابن ابوموسی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوموسی سے کہا:

1_ تاریخ عمر ابن خطاب (ابن جوزی)ص 30، طبقات ابن سعد ج 3حصہ اول ص 193، البدایة و النہایة ج 7ص 133، تاریخ طبری ج

Presented by http://www.alhassanain.com &   http://www.islamicblessings.com

3ص 267سنہ23ہجری کے واقعات اور ذیل المذیل ج 8از تاریخ طبري_

2_ ملاحظہ ہو: طبقات الشعراء (ابن سلام) 44_

3_ تاریخ ابن خلدون ج2ص 9 _

4_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 5ص 326_

"اپنے محرر کو بلاؤ تاکہ وہ ہمیں شام سے پہنچنے والے چند خطوط پڑھ کر سنائے"_ ابوموسی نے کہا : "وہ مسجد میں داخل نہیں ہوتا" عمرنے پوچھا : "کیا وہ مجنب ہے؟ "جواب ملا : "نہیں بلکہ وہ تو نصرانی ہے" _ پس حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اٹھاکر اس کی ران پر مارا ،قریب تھا کہ ران کی ہڈی ٹوٹ جاتي_ (1)

ممکن ہے کوئي یہ جواب دے کہ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی خلفاء کبھی کبھی اپنے عہدے کو مدنظر رکھتے ہوئے بذات خود نہیں پڑھتے تھے ، یا یہ کہ وہ خطوط عربی میں نہیں لکھے گئے تھے_ لیکن بظاہر یہ تکلفات بعد کی پیداوار ہیں _علاوہ برایں شامیوں کی زبان ہمیشہ عربی رہی ہے اور یہ بعید بات ہے کہ انہوں نے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطوط لکھے ہوں_

مذکورہ بات کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر عالمانہ ذہنیت کے مالك نہ تھے_ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بارہ سال میں سورہ بقرہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یادکیا_ جب یاد کرلیا تو حیوان کی قربانی دي_(2)

بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت حفضہ سے کہا کہ وہ رسول(ص) اللہ سے کلالہ کا حکم معلوم کرے اور حضرت حفصہ نے آپ(ص) سے سوال کیا تو آپ(ص) نے چند تحریروں کی صورت میں انہیں املا کر دیا_ پھر فرمایا: " عمر نے تجھے اس کا حکم دیا ہے ؟میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ اسے نہیں سمجھ پائے گا_ (3)

بہت سے لوگوں کی روایت کے مطابق نبی کریم(ص) نے حضرت عمر کے روبرو یہی بات کہي_ (4)

ہاں ممکن ہے حضرت عمرنے مشقت اٹھاکر نئے سرے سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہو جیساکہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کہاکرتے تھے اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے قرآن میں اضافہ کیا ہے تو آیہ رجم کو اپنے ہاتھ سے لکھتے

1_ عیون الاخبار (ابن قتیبة) ج 1 ص 43، الدرالمنثور ج2 ص 291 از ابن ابی حاتم و بیہقی در شعب الایمان اور حیاة الصحابہ ج2 ص 785 از تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 68_

2_ تاریخ عمر از ابن جوزی ص 165، الدر المنثور ج 1ص 21از خطیب نیز البیہقی در شعب الایمان و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 12ص 66، الغدیر ج 6ص 196از مآخذ مذکور و از تفسیر قرطبی ج 1 ص34 اور التراتیب الاداریہ ج2 ص 280 از تنویر الحوالك ج 2 ص 68_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ المصنف (حافظ عبد الرزاق) ج 10ص 305 _

4_ رجوع كريں: الغدير ج 6ص 116 (ايك سے زيادہ مآخذ سے منقول) اور ص 128 _

بہر حال معاملہ جو بھی ہو لیکن خلیفہ ثانی کے پڑھے لکھے ہونے کے متعلق شك کرنے والے ہم پہلے آدمی نہیں ہیں بلکہ یہ موضوع تو پہلی صدی ہجری سے ہی معركة الآراء رہا ہے یہی زہری کہتاہے کہ " ہم عمر بن عبدالعزیز (جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا _ پھر اس کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ مدینہ کا گورنر بنا تھا) کے پاس بیٹھے اس موضوع کے متعلق بحث کررہے تھے تو اس نے کہا :" اگر ان لوگوں کے پاس اس بارے میں كوئي خبر ہے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا عمر لکھنا جانتا تھا؟" عروۃ نے کہا : " ہاں جانتا تھا" اس نے پوچھا : " تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے ؟ "عروہ نے کہا : " عمر کا یہ کہنا کہ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے قرآن مجید میں اضافہ کیا ہے تو میں آیت رجم کو اپنے ہاتھوں سے قرآن میں لکھتا اس کی دلیل ہے" _ عبداللہ کہتاہے : " کیا عروہ نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ اسے یہ حدیث کس نے بتائي ہے ؟ "میں نے کہا : " نہیں" عبیداللہ کہتاہے: " عروۃ کی مثال اس مچھر کی طرح ہے جو خون تو چوستاہے مگر اپنا نشان کہیں نہیں چھوڑتا ہماری حدیثیں چوری کرتاہے لیکن ہمیں چھپا دیتاہے" یعنی حدیث میں نے بیان کی ہے_

نکتہ :

جب یہ بات مشکوك یا ثابت ہوجائے کہ حضرت عمر پڑھے لکھے نہیں تھے تو لا محالہ ان کا یہ قول بھی مشکوك ہوجائے گا کہ وہ کاتب وحی تھے_ اور شاید یہ بھی ان تمغوں میں سے ہے جنہیں حضرت عمر کے ان وفاداروں نے گھڑا ہے جنہیں حضرت عمر کی اس فضیلت سے محرومی بہت گراں گزری ہے _ مزید یہ کہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جناب عمر نے ابوموسی کی ران پر اس زور سے مارا کہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوگیا صرف اس لئے

1_ حلیة الاولیاء ج 9ص 34از کنز العمال ج 5ص 50از ابن سعد، سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم_

2_ کنز العمال ج 6 ص 295_

کہ اس نے نصرانی محرر رکھا ہوا تھا_ جبکہ وہ لوگ خود ہی کہتے ہیں کہ خود حضرت عمر کا اپنا ایك نصرانی غلام تھا جو آخری دم تك مسلمان نہیں ہوا تھا _ وہ اسے اسلام لانے کی پیشکش کرتے لیکن وہ انکار کرتا رہا یہاں تك کہ حضرت عمر کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نصرانی غلام کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آزاد كرديا(1) _ خليفہ ثانى كے موقف ميں يہ كتنا تضاد ہے ؟ اور اس كى كيا توجيہ ہوسكتى ہے ؟ صرف يہ كہ ابوموسى پر اس كا اعتراض اس كے منصبى لحاظ سے صرف اس بناپر تھا كہ مسلمانوں كے داخلى امور ميں ايك نصرانى سے كام ليتا تھا_ اور يہ كام مسلمانوں كى خدمت غير مسلم سے كرانے والا مسئلہ بھى نہيں (كيونكہ حساس مسئلہ تھا_ جبكہ خليفہ وقت كے پاس ايك نصرانى گھر كا بھيدى تھا_از مترجم)

4_ كيا واقعى حضرت عمر اسلام كى سربلندى كا باعث بنے ہيں؟

منقول ہے كہ حضرت عمر كى بركت سے اسلام كو تقويت يا سربلندى ملى اور رسول(ص) الله نے خدا سے دعا مانگى تھى كہ وہ حضرت عمر كے ذريعے اسلام كو سربلندى اور تقويت عطا كرے ...بلكہ بعض روايتوں كے مطابق تو وہ زمانہ جاہليت ميں بھى زور آور تھے _ كيونكہ جب انہوں نے ابوبكر كى طرف اشارہ كرتے ہوئے كہا كہ يہ لوگوں كا ہمدرد اور مونس ہے تو حضرت ابوبكر نے ان سے كہا :"ميرا تو تيرى حمايت كرنے كا ارادہ تھا اور تو ميرے متعلق يہ كہہ رہا ہے _ اس لئے كہ تو جاہليت ميں تو زور آور تھا ليكن اسلام ميں بزدل ہے ..."(2) ہمارے نزديك يہ بات نہ فقط مشكوك ہےبلكہ بے بنياد ہے اور اس كى وجوہات يہ ہيں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ حلية الاولياء ج9 ص 34 از كنز العمال ج5 ص 50 از ابن سعد، سعيد بن منصور ، ابن منذر ، ابن ابی شيبہ اور ابن ابی حاتم، طبقات الكبری ج6 ص 109 ، التراتيب الاداريہ ج1 ص 102 ، نظام الحكم فی الشريعة والتاريخ والحياة الدستوريہ ص 58 از تاريخ عمر (ابن جوزي) ص 87 و ص 148 _

2_ كنز العمال ج6 ص 295_

الف: جب شيخ ابطح حضرت ابوطالب ،خدا اور رسول(ص) كے شير حضرت حمزه(جنہوں نے مشركين كے سرغنہ ابوجہل كا سر پھوڑا تھا)اور بنی ہاشم كے ديگر صاحبان عزت وشرف افراد كے بارے ميں يہ نہيں كہتے كہ ان سے اسلام كو عزت وتقويت ملی تو پھر حضرت عمر اسلام كی تقويت اور عزت كا باعث كيسے بن سكتے ہيں؟ جو خود ايك معمولی خادم (1) كی حيثيت سے شام كے سفر ميں وليد بن عقبہ كے ساتھ گئے تھے_ (2) وہ عمر جن كے قبيلے ميں كوئي قابل ذكر بزرگ يا رئيس نہ تھا_ (3)
وہ عمر جنہوں نے رسول(ص) خدا كے ساتھ گزرنے والی پوری زندگی ميں شجاعت ومردانگی كی كوئي ايك مثال بھی قائم نہيں كي_ ہم تو ديكھتے ہيں كہ حضرت عمرنے نہ ہی كوئي لڑائي لڑي، نہ كسی جنگ ميں كوئي جرا ت مندانہ اقدام كيا، جبكہ رسول(ص) اللہ كے دور ميں بہت سی جنگيں ہوئيں _ بلكہ اس كے برعكس ہم تو كئي جنگوں ميں حضرت عمر كو ميدان جنگ سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فرار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں_ مثال کے طور پر جنگ احد، جنگ حنین اور جنگ خیبر میں _جیساکہ سیرت نگاروں، تاریخ نویسوں اور محدثین کی ایك بڑی تعداد نے اس کا ذکر کیا ہے_ آئندہ اس کا تذکرہ ہوگا انشاء اللہ _ زمخشری نے یہاں ایك عجیب لطیفے کی بات نقل کی ہے اور وہ یہ کہ انس بن مدرکہ نے ایام جاہلیت میں قریش کے ایك گلے پر ڈاکہ ڈالا اور اس کو لے کر چلتا بنا _اپنی خلافت کے دوران حضرت عمرنے اس سے کہا :"ہم نے اس رات تمہارا تعاقب کیا تھا اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتے تو تمہاری خیر نہیں تھي" اس نے جواب دیا:"اس صورت میں آج آپ، لوگوں کے خلیفہ نہ ہوتے"_ (4) جی ہاں اسلام کی سرافرازی اور تقویت حضرت عمر کے ذریعے کیسے ہوسکتی تھي؟ کیونکہ نہ توانہیں بذات خود کوئي حیثیت حاصل تھي، نہ ہی اپنے قبیلے کی وجہ سے کوئي عزت تھی اور نہ ہی وہ اتنے بہادر تھے کہ لوگ ان سے ڈرتے_

1_ رجوع کریں: اقرب الموارد لفظ ''عسف''_اور''عسیف '' کا ایك اور معنی کرایہ کامزدور یا غنڈہ بھی ہے _

2_ المنمق (ابن حبیب) مطبوعہ ہند صفحہ 147اور شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 2ص 183_

3_ المنمق ص 147 _

4_ ربیع الابرار ج 1ص 707 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ب: چاہے ہم اس بات کے قائل ہوں کہ حضرت عمر شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے واقعہ سے پہلے مسلمان ہوئے یا یہ کہیں کہ اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوئے ، پھر بھی حالات میں کوئي بہتری نہیں آئي بلکہ حالات جوں کے توں رہے کیونکہ اگر ہم حضرت عمر کے قبول اسلام سے پہلے اور اس کے بعد دعوت اسلام کے تدریجی سفرکو ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے قبول اسلام کے بعد کوئي زیادہ پیشرفت نہیں ہوئي بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوا_ ایك طرف سے مشرکین نے پیغمبر اکرم(ص) اور بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں محصور کردیا ، یہاں تك کہ وہ بھوك سے مرنے کے قریب ہوگئے _ان کے مرد درخت ببول کے پتے کھاتے تھے اور ان کے بچے بھوك سے بلبلا تے تھے_

ادھر مشرکین نے رسول(ص) اللہ کو قتل کرنے کی سازش کی اور وفات ابوطالب کے بعد جب آپ(ص) سفر طائف سے لوٹے تو بہت مشکل سے شہر مکہ میں داخل ہوسکے_ ان سخت حالات میں عمر نے کہیں بھی کسی قسم کا حل پیش کرنے میں مدد نہیں کی _ان باتوں کے علاوہ ابولہب نے رسول(ص) اللہ کو ستانے کیلئے مسلسل اذیتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا_

ج: امام بخاری نے صحیح بخاری اور دیگر کتب میں عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ جب عمر ڈرکے مارے گھرمیں محصور تھے، اس وقت عاص بن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وائل ان کے پاس آیا اور اس نے پوچھا" تمہاراکیا حال ہے؟" وہ بولے :"تمہاری قوم کا کیا پتہ ہے اگر مسلمان ہوجاؤں تووہ مجھے قتل کردیں " _وہ بولا :" جب میں نے تجھے امان دے دی ہے تو وہ تجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے" _حضرت عمر کہتے ہیں:"جب اس نے یہ کہا تو مجھے سکون حاصل ہوا اور میں ایمان لایا" _ اس کے بعد اس نے ذکر کیا ہے کہ عاص نے کس طرح لوگوں کو حضرت عمر سے دور رکھا _ذہبی نے حضرت عمر کے اس قول "مجھے اس کی قوت وجبروت سے حیرت ہوئي ..."کا بھی اضافہ کیا ہے _ (1)

1_ رجوع کریں: صحیح بخاری ج 5ص 60_61مطبوعہ مشکول (اس میں دو روایتیں مذکور ہیں) نیز تاریخ الاسلام (ذہبي) ج 2ص 104، نسب قریش از مصعب زبیری ص 409تاریخ عمر از ابن جوزی ص 26و السیرة الحلبیة ج 1ص 332، سیرت نبویہ (دحلان) ج 1ص 135، سیرت ابن ہشام ج 1ص 374،ر البدایة و النہایة ص 82 اور دلائل النبوة (بیہقي) مطبوعہ دار النصر ج 2 ص9_

پس جس شخص کو لوگ قتل کی دھمکی دیں اور وہ ڈرکے مارے گھرمیں دبك کر بیٹھ جائے وہ صاحب عزت وجبروت نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسلام کو اس کے طفیل قوت وحیثیت حاصل ہوسکتی ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

البتہ اسلام کے صدقے خود انہیں عزت ومقام حاصل ہوا (جس کا آگے چل کر ذکر کریں گے) ان باتوں کے علاوہ بعض روایات میں ذکر ہوا ہے کہ ابوجہل نے حضرت عمر کوپناہ دی تھي(1) بنابرایں مناسب یہ تھا کہ ہمارے نبي(ص) اس شخص کے ذریعے دین کی تقویت و عزت کیلئے دعا کرتے جس نے عمر کو پناہ دی تھی اور جس کے جبروت سے لوگ حیرت زدہ تھے، گھر کے کونے میں چھپنے والے خوفزدہ حضرت عمر کے ذریعے نہیں_

د:عجیب بات تو یہ ہے کہ جن دو افراد کے حق میں اہلسنت کی روایات کے مطابق رسول(ص) اللہ نے دعا کی ان میں سے ایك کا سر حضرت حمزہ نے اپنی کمان سے بڑی طرح پھوڑ دیا ، وہ بھی اس کے طرفداروں کے عین سامنے اور وہ بات کرنے کی بھی جرا ت نہ کرسکا _پھر وہ جنگ بدر مینہی (جو مشرکین کے ساتھ پہلی جنگ تھي)، مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیااور دوسرا شخص بھی رسول(ص) کی توقعات کے خلاف نکلا_یعنی خدانے رسول(ص) اللہ کی دعا اس کے حق میں قبول نہیں فرمائي،کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے اسلام کی کوئي تقویت نہیں ہوئي_ جبکہ رسول(ص) اللہ فرمایا کرتے تھے : "میں نے اپنے رب سے کوئي دعا نہیں کی مگر یہ کہ خدانے اسے قبول کرلیا" (2) لیکن یہاں توبات ہی برعکس ہے، کیونکہ عبدالرزاق کہتا ہے کہ جب حضرت عمرنے اپنے اسلام کو ظاہر کیا تو مشرکین سیخ پا ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کی ایك جماعت کوسخت اذیتیں دیں_ (3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھ: یہاں نعیم بن عبداللہ النحام عدوی اور عمر بن خطاب عدوی کے درمیان موازنہ فائدے سے خالی نہیں ہے_ نعیم حضرت عمر سے قبل مسلمان ہوا اور اپنے ایمان کو چھپاتا رہا_ اس کی قوم نے اسے ہجرت کرنے سے روکا کیونکہ بنی عدی کے یتیموں اور بیواؤں پر مال خرچ کرنے کی بنا پر اسے قوم کے درمیان عزت و شرف

1_ تاریخ عمر(ابن جوزي) ص 24 و 25 اور ملاحظہ ہو: کشف الاستار ج3 ص 171 اور مجمع الزوائد ج9 ص 64 البتہ یہاں ذکر ہوا ہے کہ اس کے ماموں نے اسے پناہ دی تھی اور ابن اسحاق کہتاہے کہ یہاں ان کے ماموں سے مراد'' ابوجہل'' ہے _ لیکن ابن جوزی اس بات سے قانع نہیں ہوئے _ پس مراجعہ فرمائیں_

2_ رجوع کریں: حالات زندگی حضرت علي(ع) از تاریخ عساکر با تحقیق محمودی ج 2 ص 275_276 (حاشیہ کے ساتھ) اور 278، فرائد السمطين باب 43حديث 172، کنز العمال ج 15ص 155طبع دوم از ابن جریر (جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے)، ابن ابی عاصم اور طبرانی در الاوسط نیز ابن شاهین در السنة اور ریاض النضرة ج 2ص 213_

3_ رجوع کریں المصنف (عبدالرزاق) ج5ص328_

حاصل تھا چنانچہ انہوں نے کہا :''آپ ہمارے ہاں ہی ٹھہر یئےور جس دین کی چاہیں پیروی کرتے رہیں خدا کی قسم کوئي شخص بھی آپ کو نقصان نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پہنچا سکتا مگر یہ کہ پہلے ہماری جانیں چلی جائیں"_ (1) عروہ نے نعیم کے گھرانے کے بارے میں کہا ہے کہ بنی عدی کے کسی فردنے اس گھرانے کے خلاف کوئي اقدام نہیں کیا (2) یعنی اس کے مقام و منزلت کے پیش نظر انہوں نے کچھ نہیں کہا _ادھر حضرت عمر کو دیکھئے کہ رسول(ص) اللہ نے حدیبیہ میں انہیں مکہ بھیجنا چاہا تاکہ وہ آپ(ص) کی طرف سے رؤسائے قریش کو ایك پیغام پہنچائے _یہ پیغام اس کام سے متعلق تھا جس کیلئے آپ(ص) آئے تھے _ لیکن عمرنے انکار کیا اور کہا:"میں قریش سے جانی خطرہ محسوس کرتا ہوں اور مکے میں بنی عدی کا کوئي فرد ایسا نہیں جو میری حمایت و حفاظت کرے"_ پھر اس نے حضور اکرم(ص) کی خدمت میں عثمان بن عفان کو بھیجنے کیلئے اشارہ کیا_ (3)

و:ابن عمرنے نعیم النحام کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو نعیم نے اسے ٹھکرادیا اور کہا :"میں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ میرا گوشت مٹی میں مل جائے" پھر اس کی شادی نعمان بن عدی بن نضلہ سے کردي_(4)

ز:دوران خلا فت شام کے دورے پر جاتے ہوئے جب حضرت عمر نے اپنے موزے اتار کر کاندھے پر رکھے اور اپنی اونٹنی کی مہار تھام کر پانی میں داخل ہوئے تو ابو عبیدہ نے اعتراض کیا_ حضرت عمرنے جواب دیا:" ہم ذلیل ترین قوم کے افراد تھے لیکن خدانے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی پس جب ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعے عزت طلب کریں گے تو خدابھی ہمیں ذلیل کردے گا"_ (5) حضرت عمر سے منقول ایك اور

عبارت یوں ہے "ہم وہ لوگ ہیں جنہیں خدانے اسلام کی برکت سے حیثیت بخشی ہے ، پس ہم کسی اور چیز کے ذریعے عزت و حیثیت طلب نہیں کریں گے"_ (6)

1_ اسدالغابة ج 2ص 33نیز رجوع کریں: نسب قریش (مصعب) ص 380_

2_ نسب قریش (مصعب) ص 381 _

3_ البدایة و النہایة ج4 ص 167از ابن اسحاق، حیات صحابہ ج 2ص_ 397_398از کنز العمال ج 1 ص 84، 56 و ج 5ص 288از ابن ابی شیبہ، رویاني، ابن عساکر اور ابویعلي، طبقات ابن سعد ج 1 ص 461اور سنن البیہقی ج 9ص 221 _

4_ نسب قریش (مصعب) ص 380 _

5_ مستدرك حاکم: ج 1ص 61اور اس کی تلخیص (ذہبي) حاشیہ کے ساتھ جس نے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق اسے صحیح قرار دیا ہے_

6_ مستدرك حاکم ج 1ص 62 _

ح:فتح مکہ کے موقع پرجب ابوسفیان جھنڈوں کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کی نظر حضرت عمر پر پڑی جو ایك جماعت کے سا تھ تھے تو اس نے عباس سے پوچھا :" اے ابوالفضل یہ متکلم کون ہے؟" وہ بولے:" عمر بن خطاب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے"_ ابوسفیان نے کہا:" خدا کی قسم بنی عدی کو ذلت وپستی اور قلت عدد کے بعد عزت وحیثیت ملی ہے"_عباس نے کہا :"اے ابوسفیان خدا جس کا مرتبہ بلندکرنا چاہے کرتا ہے، عمر کو خدا نے اسلام کی بدولت عزت بخشی ہے"_ (1)

5_ حضرت عمر کا غسل جنابت

اہلسنت کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی بہن نے ان کو غسل کرنے کیلئے کہا تاکہ وہ نوشتہ قرآنی کو چھوسکیں حالانکہ قرآن کو چھونے کیلئے مشرك کا غسل عبث ہے ،کیونکہ ان میں اصل مانع شرك تھا نہ جنابت ،اسی لئے ان کی بہن نے کہا تھا کہ تم مشرك اور نجس ہو اور قرآن کو پاك لوگ ہی چھوسکتے ہیں_ (2)

رہا غسل جنابت تو کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی غسل جنابت کیا کرتے تھے (3) پھر حضرت عمر کی بہن نے ان سے یہ کیونکر کہا کہ تم غسل جنابت نہیں کرتے ہو_ ہاں اگر عام لوگوں کے برخلاف حضرت عمر کی عادت ہی غسل جنابت نہ کرنا تھی تویہ اور بات ہے _مشرکین کے غسل جنابت کرنے پر ایك دلیل یہ ہے کہ ابوسفیان نے جنگ بدر سے شکست کھاکر لوٹنے کے بعد قسم کھائي تھی کہ وہ حضرت محمد(ص) کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل غسل جنابت نہیں کرے گا _واضح رہے کہ جنگ سویق ابوسفیان نے اپنی مذکورہ قسم کو نبھانے کیلئے لڑی تھي(4) اس بات کا ہم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آگے چل کر تذکرہ کریں گے ...

-----

1 مغازی الواقدی ج 2ص 821اور کنز العمال ج 5ص 295از ابن عساکر اور واقدي

2 الثقات ج 1ص 74نیز رجوع کریں مذکورہ روایت کے مآخذ کی جانب

3 سیرت حلبی ج 1ص 329 از دمیری اور سہیلي، دمیری نے کہا ہے یہ ابراہیم و اسماعیل کے دین کی یادگار ہے نیز کہا ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کفار ایام جاہلیت میں غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے مُردوں کو بھی دھوتے تھے ان کو کفن بھی دیتے تھے نیز ان کیلئے دعا بھی کرتے تھے

4 البدایہ والنہایہ ج3 ص 344، السیرة النبویہ (ابن کثیر) ج 2 ص 540 ، تاریخ الخمیس ج1 ص 410 ، السیرة الحلبیہ ج 2 ص 211 ، الکامل فی التاریخ ج 2 ص 139، السیرة النبویہ (دحلان، سیرہ حلبیہ کے حاشیہ پر مطبوع) ج2 ص 5 بحارالانوار ج 20 ص 2 اور تاریخ الامم والملوك ج 2 ص175

_6 حضرت عمر کا قبول اسلام اور نزول آیت؟

کہتے ہیں کہ (یا یہا النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین) والی آیت حضرت عمر کے قبول اسلام کی مناسبت سے اتري_ یعنی اس وقت جب اس نے تینتالیس افراد کے بعد قبول اسلام کیا(1) لیکن اس قول کی مخالفت کلبی سے مروی اس روایت سے ہوتی ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے متعلق مدینہ میں

نازل ہوئي (2) واقدی سے منقول ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نظیر کے بارے میں اتری ہے_(3) یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ یہ سورہ انفال کی آیت ہے جو مکی نہیں، مدنی ہے زہری سے بھی مروی ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئي (4)_
اس کے علاوہ مذکورہ آیت سے قبل کی آیات جنگ وجہاد سے متعلق ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاد کا حکم مدینے میں نازل ہوا تھا اسی لئے یہ آیت ان آیات کے ساتھ مکمل طور پر ہماہنگ ہے_ قارئین ان آیات میں غوروفکر فرمائیں_اس آیت کامدنی ہونا اس لحاظ سے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں ہی اسلام کو قوت وشوکت اور مومنین کو عزت حاصل ہوئي_

آخری نکات

آخر میں ہم درج ذیل امور کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ:
1) حضرت عمر کے قبول اسلام سے مربوط روایات کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ان کے درمیان مکمل تضاد موجود ہے_

1_ الدرالمنثور ج 3 ص 200 از طبرانی ، ابو شیخ و ابن مردویہ نیز ملاحظہ ہوں وہ احادیث جنہیں بزار _ ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے نقل کیا گیا ہے _

2_ مجمع البیان ج 4ص 557 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ شیخ طوسی کی کتاب التبیان ج 5ص 152 _

4_ الدرالمنثور ج 3 ص 200 از ابن اسحاق و ابن ابی حاتم_

2) ان میں سے ایك روایت کے مطابق عمر کی نعیم النحام یا سعد سے ملاقات اور ان کے درمیان گفتگو ہوئي نعیم نے عمر کو اس کی بہن اور بہنوئي کے مسلمان ہونے سے آگاہ کیا اور اسے ان دونوں کے خلاف اکسایا_ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سعد مسلمان تھا او رنعیم عمر سے پہلے پوشیدہ طور پر مسلمان ہوچکا تھا تو پھر وہ عمر کو اس کی بہن اور بہنوئي کے خلاف کیونکر اکساتاہے ؟ اگر کوئي یہ کہے کہ نعیم کو حضرت عمر سے رسول(ص) اللہ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا_ اسلئے اس نے مذکورہ فعل انجام دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول(ص) اللہ کے پاس تو حضرت حمزہ اور حضرت علي(ع) جیسے پورے چالیس بہادر مرد موجود تھے اس کے باوجود بھی رسول(ص) کی جان کو خطرہ محسوس ہوتا ہے _ لیکن نعیم کو ان دونئے مسلمانوں کے بارے میں حضرت عمر کا خوف محسوس نہیں ہوا جبکہ ان کی مدد کرنے والا بھی کوئي نہیں تھا اور نہ ان کے پاس کوئي موجود تھا_

3) رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ مسلمانوں نے عمر کے قبول اسلام کے بعداعلانیہ نماز پڑھی تو اس کے جواب میں ہم انہی لوگوں کا یہ قول پیش

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرتے ہیں کہ سب سے پہلے علی الاعلان نماز پڑھنے والاابن مسعود تھا_ نیز ابن مسعود کے علاوہ دیگر حضرات کے بارے میں بھی اس قسم کی بات کرتے ہیں_

نتیجہ بحث

مذکورہ عرائض کی روشنی میں عرض ہے کہ جو شخص حضرت عمر کے قبول اسلام کی روایات کا مطالعہ کرے گا وہ بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ درحقیقت وہ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے واقعے کی پردہ پوشی کی کوششیں ہیں ،وہ حمزہ جس کی وجہ سے اسلام کو حقیقی طور پر شان وشوکت نصیب ہوئي اور رسول(ص) اللہ کو زبردست سروراور خوشی حاصل ہوئي _یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ مذکورہ روایات میں حضرت عمر کا موازنہ حضرت حمزہ سے بار بار کرتے ہیں اور ان دونوں کو مساوی حیثیت دیتے ہیں بلکہ حضرت عمر کو ایك حدتك ترجیح بھی دیتے ہیں_ اسی طرح ان لوگوں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ امان کو رد کرنے کے بارے میں عثمان بن مظعون کی فضیلت حضرت عمر کے نام منتقل کرسکیں_ بلکہ ہم بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ شام کے اہل کتاب نے

حضرت عمر کو خوشخبری دی تھی کہ اس نئے دین کی لگام مستقبل میں ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے ہاتھ آجائے گی (1)جس طرح انہوں نے بصری میں حضرت ابوبکر کو بھی اسی قسم کی خوشخبری سنائي (2)_نیز خود رسول(ص) اللہ کو بھی خوشخبری دی تھی (3)_ انہوں نے حضرت عمر کے اندر ان علامات کا مشاہدہ کیا تھا جن سے ان کے دعوی کی تقویت ہوتی تھي، جس طرح اس سے قبل حضرت ابوبکر میں ان کا مشاہدہ کیا تھاادھر حضرت عمر کا اسلام قبول کرنا تھا اور ادھر ان لوگوں کی پوری کوشش اس بات پر مبذول رہی کہ حضرت عمر کیلئے فضائل اور کرامات وضع کریں_فتبارك اللہ احسن الخالقین_

ابن عرفة نے کہا ہے:" صحابہ کے اکثر فضائل بنی امیہ کے دور میں گھڑے گئے ہیں تاکہ بنی ہاشم کے مقام کو گھٹا سکیں"_چنانچہ معاویہ نے لوگوں کو خلفائے ثلاثہ کی شان میں احادیث وضع کرنے کا حکم دیا تھا ،جس کا بعد میں تذکرہ ہوگا_یہاں ہم مذکورہ عرائض پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقت اور ہدایت کے متلاشیوں کیلئے اسے کافی سمجھتے ہیں_

1_ ملاحظہ ہو: الریاض النضرة ج 2 ص 319_

2_ ملاحظہ ہو: السیرة الحلبیہ ج 1 ص 274 ، 275 و ص 186 اور الریاض النضرة ج1 ص 221_

3_ ہم نے اس کتاب کی پہلی جلد میں آغاز وحی کی روایات کے تحت عنوان اس واقعہ میں ورقہ بن نوفل کے کردار کی طرف بھی اشارہ کیا تھا اور اس کے سقم کو بھی ثابت کیا تھا _ پس وہاں مراجعہ فرمائیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

140

چو تھی فصل

شعب ابوطالب میں

141

بائیکاٹ:

جب قریش نے مکہ میں نبی کریم(ص) اور آپ(ص) کے ساتھیوں کي، نیز حبشہ میں آپ(ص) کے اصحاب کی عزت و حیثیت دیکھي، اس کے علاوہ قبائل میں اسلام کے پھیلاؤ کا عمل دیکھا (1) اور یہ بھی محسوس کیا کہ اسلام کے مقابلے میں ان کی ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں ، تو انہیں ایك نئے تجربے کی سوجھی اور وہ تھا ابوطالب اور بنی ہاشم کا اقتصادی ومعاشرتی بائیکاٹ، تاکہ اس طرح یاتو وہ حضرت محمد(ص) کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے کردیتے یا(ان کے خیال خام میں) آپ(ص) خود اپنی دعوت سے دست بردار ہوجاتے یا بصورت دیگر وہ سب بھوك اور بے کسی کے عالم میں راہی ملك عدم ہوتے _یوں کسی ایك فرد کے اوپر ذمہ داری بھی نہ آتی جو

ايك ايسى خانہ جنگى كا باعث بن سكتى تھى جس كے برے نتائج كا كوئي شخص اندازہ نہيں لگا سكتا تھا_

مختصر يہ كہ انہوں نے ايك عہدنامہ لكھا، جس ميں سب نے مل كر يہ عہد كيا كہ وہ بنى ہاشم كے ساتھ شادى بياہ كا رشتہ قائم نہيں كريں گے، خريد وفروش نہيں كريں گے، اور كوئي عمل ان كے ساتھ مل كر انجام نہيں ديں گے مگر يہ كہ وہ رسول(ص) اللہ كو قتل كرنے كيلئے ان كے حوالے كرديں_ اس عہدنامے پر قريش كے چاليس رؤسا نے دستخط كئے اور اپنى مہريں بھى لگائيں_ اسے انہوں نے ايك عرصے تك كعبے ميں آويزاں ركھا (كہتے ہيں انہيں اس كى چورى كا خطرہ محسوس ہوا اسلئے اسے ابوجہل كى ماں كے گھر منتقل كيا)_ (2)

1_ سيرت مغلطاى ص 23نيز سيرت ابن ہشام ج 1ص 375اور تاريخ الخميس ج 1ص 297از مواہب اللدنية كى طرف رجوع كريں_

2_ بحارالانوار كى جلد 19ص 16پر الخرائج و الجرائح سے اسى طرح نقل ہوا ہے يہاں اس بات كى تحقيق كى زيادہ ضرورت نہيں_

يہ واقعہ بنابر مشہور بعثت كے ساتويں سال پيش آيا اور ايك قول كى بنا پر چھٹے سال _اس معاہدے كے نتيجے ميں بنى ہاشم شعب ابوطالب (1) ميں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

داخل ہوئے اور ان کے ساتھ مطلب بن عبدمناف کا خاندان تھا سوائے ابولہب کے_ (2)

بعثت کے دسویں سال تك وہ اسی تنگ درے میں محصور رہے اور قریش نے ان کے اردگرد پہرے دار بٹھا دیئے تاکہ کوئي ان تك کھانے پینے کا سامان نہ پہنچاسکے_

یہ مسلمان حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب کے اموال سے خرچ کرتے رہے، یہاں تك کہ ان اموال کا خاتمہ ہوا اور مسلمان درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوئے _ان کے بچے بھوك سے بلبلاتے تھے_ مشرکین درے کے اس طرف ان کی آوازیں سنتے اور اس بارے میں تبادلہ خیال بھی کرتے تھے_ کچھ لوگ اس سے خوش ہوتے اور کچھ لوگ اسے باعث ننگ و عار قرار دیتے تھے_

کہاجاتا ہے کہ بعض مشرکین مسلمانوں کے ساتھ احسان و مہربانی کا ثبوت بھی دیتے تھے، غالباً وہ حضرات جن کا ان مسلمانوں کے ساتھ کوئي نسبی رشتہ تھا_ مثال کے طور پر ابوالعاص بن ربیع اور حکیم بن حزام وغیرہ_ (اگرچہ یہ بات ہمارے نزدیك قابل قبول نہیں جس کا بعد میں ذکر ہوگا انشاء اللہ_)

مسلمان فقط عمرہ کے ایام (ماہ رجب)اور حج کے ایام (ماہ ذی الحجہ) میں باہر نکلتے تھے_ اس دوران وہ نہایت مشکل سے خرید وفروخت کرتے تھے کیونکہ مشرکین قبل از وقت مکہ آنے والوں سے مل لیتے اور چیزوں کی منہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مانگی قیمت دینے کی لالچ دیتے تھے بشرطیکہ وہ اسے مسلمانوں کے ہاتھ نہ بیچیں ابولہب اس معاملے میں پیش پیش تھا_ وہ تاجروں کو اکساتا تھا کہ وہ چیزیں مہنگی بیچیں تاکہ مسلمان خریداری نہ کرسکیں _نیز ابولہب ان کواضافی قیمت ادا کرنے کی ضمانت دیتا تھا_ بلکہ مشرکین دھمکی دیتے تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ سودا

1_ جو شہر مکہ کے قریب ایك تنگ اور چھوٹا درہ ہے اس درے میں چند گھر اور خستہ حال سائبان موجودہیں_ (مترجم)

2_ کہتے ہیں کہ ابوسفیان بن حارث بھی مسلمانوں کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل نہیں ہوا لیکن یہ قول غیرمعروف ہے_ اکثر حضرات نے فقط ابولہب ملعون کو مستثنی قرار دیا ہے یہاں ہمیں اس امر کی تحقیق سے غرض نہیں_

کرنے والوں کے اموال چھین لئے جائیں گے_وہ مسلمانوں کے ساتھ لیں دین کیلئے مکہ آنے والوں کو ڈراتے تھے_ خلاصہ یہ کہ قریش نے بازاروں کے دروازے ان پر بند کر دیئے اور کھانے پینے کی اشیاء کا جہاں کوئي سودا ہوتا قریش پہلے پہنچ جاتے ان کا مقصد رسول(ص) اللہ کا خون بہانا تھا_ (1) مصیبت کا یہ دور دو یا تین سالوں تك جاری رہا_ اس دوران حضرت علي(ع) مکہ سے چھپ چھپا کر سامان خوردونوش ان تك پہنچاتے تھے، اگرچہ یہ

خطرہ تھا کہ اگر آپ ان کے ہاتھوں لگ جاتے تو وہ آپ پر رحم نہ کرتے جیساکہ اسکافی وغیرہ نے بیان کیا ہے_ (2)

حضرت ابوطالب(ع) کو رسول(ص) اللہ پر شب خون کا خطرہ محسوس ہوتا تھا اسلئے جب لوگ سونے لگتے اور حضور اکرم(ص) بھی اپنے بستر پر سوجاتے یہاں تك کہ شعب ابوطالب میں موجود لوگ بھی اس کا مشاہدہ کرلیتے تو سب کے سوجانے کے بعد حضرت ابوطالب(ع) آکر رسول(ص) خدا کو جگاتے اور آپ کی جگہ اپنے نور چشم حضرت علي(ع) کو سلاتے تھے_ (3)

اسی مناسبت سے انہوں نے اپنے بیٹے حضرت علي(ع) سے مخاطب ہوکر کچھ شعر کہے ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں ان کی طرف رجوع کریں_

خدیجہ(ع) کی دولت اور علی (ع) کی تلوار

معروف ہے کہ اسلام علی (ع) کی تلوار اور خدیجہ(ع) کی دولت سے پھیلا_ لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے کیامراد ہے؟ کیا یہ کہ حضرت خدیجہ(ع) لوگوں کو مسلمان ہونے کیلئے رشوت دیتی تھیں؟ کیا تاریخ میں اس کی کوئي مثال ملتی ہے؟

_1 البدایة و النہایة ج 3ص 84 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 256 _

3_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 256و ج 14ص 65نیز الغدیر ج 7ص 357_358از کتاب الحجة (ابن معد)، ابن کثیر نے اسے البدایة و النہایة ج 3ص 84میں نام کا ذکر کئے بغیر نقل کیا ہے نیز تیسیر المطالب ص 49 _

آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ اسلام کیلئے لوگوں سے روابط استوار کرتے اور ان کی حوصلہ افزائي کیلئے مالی مدد بھی فرماتے تھے _اس کی بہترین دلیل جنگ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم ہے_ (جس کا بعد میں تذکرہ ہوگا) اس کے علاوہ اسلامی قوانین کے اندر مؤلفة القلوب کے حصے سے کون بے خبرہے؟_

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ طرز عمل کا مطلب یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ لوگ قبول اسلام کیلئے رشوت لیتے تھے_ بلکہ اسلام تو بس یہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اسلامی ما حول سے آشنا اور مربوط رہیں _نیز ہر قسم کے تعصب یا نفسیاتي، سیاسی اور معاشرتی رکاوٹوں سے بالاتر ہو کر اس کی طرف نگاہ کریں_

بنابریں ان کو دیا جانے والا مال مذکورہ موہوم رکاوٹوں کو اکثر موقعوں پر ہٹانے اور انہیں اسلامی ما حول سے آشنا اور مربوط رکھنے، نیز اسلام کے اہداف وخصوصیات سے آشنا کرنے میں مدد دیتا تھا تاکہ نتیجتاً وہ اسلام کی حفاظت اور اس کے عظیم اہداف کے سامنے قلبی اور فکری طور پر سر تسلیم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خم   کریں_

چنانچہ ان میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے ان کو مال ودولت اور ہر قسم کی ان مراعات سے محروم کردیا ہے ، جن کو وہ فطری طور پر چاہتے تھے _بنابریں طبیعی بات ہے کہ وہ پوشیدہ طور پراپنے مفادات کے لئے مضر، اس گھٹن کی فضا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے _لیکن جب ان کی مالی اعانت کی جائے اور انہیں یہ سمجھایا جائے کہ اسلام مال ودولت کا دشمن نہیں، جیساکہ ارشاد ربانی ہے (قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق) یعنی اے رسول(ص) کہہ دیجئے، کس نے اللہ کی حلال کردہ زینتوں اور پاك روزیوں کو حرام قرار دیا ہے_ نتیجتاً وہ سمجھ جائیں گے کہ اسلام کا مقصد انسان کی انسانیت کو پروان چڑھانا، نیز مال، طاقت، حسن اور اقتدار وغیرہ کی بجائے انسانیت کو حقیقی معیار قرار دیناہے اور اسی پیمانے پر نظام زندگی کو استوار کرنا ہے تاکہ انسان دنیا و آخرت دونوں میں منزل سعادت تك پہنچ سکے_ حضرت خدیجہ کے اموال کے حوالے سے واضح ہے کہ یہ اموال لوگوں کو مسلمان بنانے کیلئے بطور رشوت نہیں دیئے جاتے تھے اور نہ ہی مؤلفة القلوب کیلئے تھے _حضرت خدیجہ(ع) کے مال سے تو بس ان مسلمانوں

کیلئے قوت لایموت کا بندوبست ہوتا تھا جو اپنے دین اور عقیدے کی راہ میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عظیم ترین مصائب ومشکلات جھیل رہے تھے_ اورجن کا مقابلہ کرنے کیلئے قریش ہر قسم کے غیر اخلاقی وغیر انسانی حربوں حتی کہ انہیں فقر وفاقے پر مجبور کرنے کے حربے سے کام لے رہے تھے _ یہ ہے وہ حقیقت جس کی بنا پر یہ مقولہ مشہور ہوگیا کہ اسلام حضرت خدیجہ(ع) کے مال اور حضرت علي(ع) کی تلوار سے کامیاب ہوا_

یہ واضح ہے کہ بنی ہاشم کے بائیکاٹ کے دوران حضرت خدیجہ کی دولت صرف بھوکونکو زندہ رکھنے والے اناج اور برہنہ کو لباس فراہم کرنے میں خرچ ہوئي _دیگر امور میں ان اموال سے چندان، استفادہ نہیں ہوا کیونکہ وہ غالباً خرید وفروش سے معذور تھے_

آخر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مکہ میں اموال کی جس قدر بھی کثرت ہوتی لیکن پھر بھی اس کے وسائل محدود تھے کیونکہ مکہ کوئي غیرمعمولی یابہت بڑا شہر نہ تھا _ البتہ بستی یا گاؤں کے مقابلے میں بڑا تھا، اسی لئے قرآن نے اسے ام القری (بستیوں کی ماں یعنی مرکزی بستي) کا نام دیا ہے _بنابریں اس قسم کے چھوٹے شہروں کے مالی وسائل بھی محدود ہی ہوتے ہیں_

مسلمانوں کے متعلق حکیم بن حزام کے جذبات

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کے مطابق حکیم بن حزام بھی مسلمانوں کیلئے شعب ابوطالب میں چھپ چھپاکر سامان خورد

ونوش بھیجا کرتا تھا (1) لیکن ہم اس بات کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے، کیونکہ حکیم بن حزام ان افراد میں سے تھا جسے شب ہجرت قریش نے رسول(ص) اللہ کو قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھ شامل کیا تھا (2) اور موقع کے انتظار میں انہوں نے تمام رات رسول(ص) اللہ کے دروازے پر گذاردی لیکن خدانے ان کی چال اپنے پر پلٹا دی _ مزید یہ کہ یہی حکیم بن حزام رسول(ص) اللہ کے عہد میں مدینہ پہنچنے والي

1_ رجوع کریں: سیرت ابن ہشام ج 1ص 379 نیز سیرت کی دیگر کتب کی طرف_

2_ بحار الانوارج 19 ص 31 و مجمع البیان ج 4 ص 537 _

تمام اشیائے خورد ونوش کی ذخیرہ اندوزی کیاکرتا تھا تاکہ بعد میں مہنگے داموں فروخت کرے(1)اور اسی کا شمار مؤلفہ القلوب افراد میں ہوتا ہے (2) _ ظاہر ہے اس قسم کی ذہنیت والا انسان اس قدر سخی نہیں ہوسکتا،خاص کران حالات میں جبکہ مسلمانوں کی مدد کا عمل قریش کی دشمنی مول لینے اور اپنی جان خطرے میں ڈال دینے کا باعث بھی ہو _ البتہ اس بات کا امکان ہے کہ مذکور عمل انجام دینے میں بھی اس کا مقصد منافع لینا اور دولت جمع

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرناہو یعنی ممکن ہے کہ اس نے مال کی محبت میں کھانے کی اشیاء کے عوض مسلمانوں سے منہ مانگی قیمت وصول کرنے کیلئے ایسا کیا ہو_ بالفاظ دیگر وہ مال کی محبت میں جان سے بے پروا ہو کر ہر مشکل میں آسانی سے کودنے کیلئے آمادہ ہوگیا ہو_ مزید یہکہ رسول(ص) اللہ نے اس کے اور بعض دوسرے لوگوں کے تحائف کو متعدد موقعوں پر قبول کرنے سے انکار فرمایا تھا کیونکہ وہ مشرك تھے (اس کابعد میں ذکر ہوگا)_ پس یہ کیونکر معقول ہے کہ پہلے اس کو قبول کرلیں اور بعد میں قبول نہ کریں؟مگر یہ دعوی کیا جائے کہ وہ رسول (ص) اللہ کو نہیں بلکہ شعب ابی طالب میں محصور بنی ہاشم کے بچوں اور ان کی عورتوں کو ہدیہدیتا تھا اور وہ تو قبول کر لیتے تھے لیکن رسول (ص) اللہ قبول نہیں فرماتے تھے_

ان ساری باتوں سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ابوالعاص بن ربیع کے بارے میں مذکوریہ قول بھی قابل قبول اور قابل اطمینان نہیں ہے ،کہ وہ بھی حکیم بن حزام کی طرح ان دنوں مسلمانوں کی مدد کرتا تھا_

ہم بعید نہیں جانتے کہ حکیم بن حزام کے حق میں مذکورہ فضیلت گھڑنے میں زبیریوں کاہاتھ ہو خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ زبیر نے امیرالمؤمنین علي(ع) کی بیعت میں لیت ولعل سے کام لیا تھا_ نیز وہ ایك متعصب عثمانی تھا_ (3) خانہ کعبہ میں ولادت امیرالمؤمنین اور کیفیت وحی کے بارے میں جھوٹی باتیں گھڑنے کے ذکر میں بھی ہم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

----

1_ دعائم الاسلام ج 2 ص 35 ، توحيد صدوق ص 389 ، وسائل ج 12 ص 316 ، كافى ج 5 ص 165، التهذيب طوسى ج 7 ص 160 ، من لا يحضره الفقيہ ج 3 ص 266 مطبوعہ جامعة المدرسين و الاستبصار ج 3 ص 15

2_ نسب قريش ص 231 _

3_ قاموس الرجال ج3ص 387 _

شق القمر

شق القمر كا واقعہ بعثت كے آٹھويں سال پيش آيا جبكہ مسلمان شعب ابوطالب ميں محصور تھے_(1)

بہت سارى روايات ميں مذكور ہے كہ قريش نے رسول(ص) اللہ سے معجزہ طلب كيا چنانچہ آپ(ص) نے خدا سے دعا كى تو چاند كے دو حصے ہوگئے، اور انہوں نے اس كا نظارہ كيا ،پھر دونوں حصے آپس ميں مل گئے_ يہ ديكھ كر قريش نے كہا كہ يہ ايك جادو ہے پس آيت اترى (اقتربت الساعة وانشق القمر وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر) يعنى قيامت كى گھڑى قريب آگئي اور چاند دو ٹكڑے ہوگيا_ يہ لوگ اگر اللہ كى كوئي نشانى ديكھيں تو منہ موڑ ليتے ہيں اور كہتے ہيں كہ يہ تو ايك سلسلہ وار جادو ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ايك روايت ميں ہے كہ كفار نے كہا :"ٹھہرو ديكھتے ہيں كہ مسافرين كيا خبر لاتے ہيں كيونكہ محمد(ص) سارے لوگوں پر جادو نہيں كرسكتا "_جب مسافرين آگئے تو كفارنے ان سے استفسار كيا جس پر انہوں نے جواب ديا: "ہاں ہم نے بھى يہ منظر ديكھا ہے "پس يہ آيت اترى (اقتربت الساعة وانشق القمر) (2)

سيد شريف سے شرح المواقف ميں اورابن سبكى سے شرح المختصر ميں نقل ہوا ہے كہ يہ حديث متواتر ہے اور اہلسنت كے ہاں اس كے متواتر ہونے ميں شك كى كوئي گنجائشے نہيں ہے_ (3)

رہا غيرسنيوں كے نزديك تو علامہ محقق السيد طباطبائي كہتے ہيں شق القمر كے واقعے كا شيعہ روايات ميں آئمہ اہلبيت(ع) سے بكثرت ذكر ہوا ہے_ شيعہ علماء اور محدثين كے نزديك يہ واقعہ مسلمہ ہے_ (4) ليكن بہرحال اس مسئلے كو ضروريّات دين ميں شامل كرنا ممكن نہيں، جيساكہ بعض علماء نے اس جانب اشارہ كيا ہے_ (5)

1_ تفسير الميزان ج 19ص 62و 64 _

2_ الدر المنثور ج 6ص 133از ابن جرير، ابن منذر، ابن مردويہ، دلائل ابونعيم اور دلائل بيہقى نيز مناقب آل ابوطالب ج 1ص 122 _

3_ تفسير الميزان ج 19ص 60_

4_ تفسير الميزان ج 19 ص 61 نيز رجوع ہو بحارالانوار ج 17 ص 348_359 باب المعجزات السماوية_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5_ رجوع کریں: فارسی کتاب ''همہ باید بدانند'' ص 75کی طرف_

ايك اعتراض اور اس کا جواب

علامہ طباطبائي کہتے ہيں يہاں ايك اعتراض ہوا ہے ،وہ يہ کہ لوگوں کے مطالبے پر رسول(ص) اللہ کی طرف سے معجزے کا اظہار اس آيت کے منافی ہے (وما منعنا ان نرسل بالايات الا ان كذب بہا الا ولون وآتينا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بہا وما نرسل بالايات الا تخويفا)(1) يعنی ہمارے لئے اپنی نشانياں دکھانے سے فقط يہ بات مانع ہے کہ پہلے والوں نے اس کی تکذيب كي_ ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی عطا کی جو ہماری قدرت کوروشن کرنے والی تھی ليکن ان لوگوں نے اس پر ظلم کيا اور ہم تو نشانيوں کو فقط ڈرانے کيلئے بھيجتے ہيں_

اس آيت کا مفہوم يا تو يہ ہے کہ ہم اس امت کی طرف معجزے بھيجتے ہی نہيں کيونکہ گذشتہ امتوں نے ان کی تکذيب کی اور چونکہ اس امت کے لوگوں کی طبيعت بھی ان کی طرح ہے لہذا وہ بھی ان معجزوں کی تکذيب کريں گے_ اس صورت ميں چونکہ معجزہ ان کيلئے بے فائدہ ہے اسلئے ہم معجزے نہيں دکھاتے_ يا مفہوم يہ ہوگاکہ ہم معجزے اسلئے نہيں بھيجتے کيونکہ جب ہم نے گذشتہ لوگوں کو معجزے دکھائے تو انہوں نے جھٹلايا نتيجتاً عذاب

الہی کا شکار ہوکر ہلاك ہوگئے، پس اگر ہم ان لوگوں کو بھی معجزہ دکھائیں تو یہ بھی اس کو جھٹلاکر عذاب کا شکار ہوں گے، لیکن ہم ان کو عذاب دینے میں جلدی کرنا نہیں چاہتے_ بہرحال مفہوم جو بھی ہو نتیجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں کیلئے جس طرح معجزے بھیجے جاتے تھے اس امت کیلئے نہیں بھیجے جائیں گے_

البتہ یہ فیصلہ ان معجزوں کے بارے میں ہے جو لوگوں کے مطالبے پر دکھائے جائیں نہ ان معجزوں کے بارے میں جن سے رسالت کی تائید ہوتی ہو مثال کے طور پر خود قرآن بھی ایك معجزہ ہے اور اس سے رسالت پیغمبر(ص) کی تائید ہوتی ہے_ نیز عصائے موسي(ع) یا ید موسي(ع) یا حضرت عیسی (ع) کے ہاتھوں مردوں کا زندہ ہونا وغیرہ _علاوہ بر ایں وہ معجزے جو خدا کی طرف سے بطور لطف نازل ہوئے وہ بھی اس سے مستثنی ہینجس طرح رسول(ص) اللہ سے ظاہر ہونے والے وہ معجزات جو لوگوں کی در خواست پر نہیندکھائے گئے_

1_ سورہ اسرائ، آیت 59_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کے بعد علامہ طباطبائي نے خود اس اعتراض کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ معجزہ شق القمر کی تکذیب کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر عذاب نازل ہوتا کیونکہ یہ معجزہ ان کی درخواست پر ظاہر ہوا ،لیکن خدا تمام اہل زمین کو(جن کی طرف رسول(ص) کو بھیجا گیاتھا) کیسے ہلاك کرسکتا تھا ؟جبکہ ان سب پر ابھی اتمام حجت نہیں ہوا تھا جسے وہ جھٹلاکر مستحق عذاب ہوتے بلکہ مکہ میں رہنے والے بعض افراد پر یہ حجت تمام ہوئي تھی کیونکہ یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل دکھایا گیا تھا_ نیز مکہ اور اس کے آس پاس رہنے والے تمام لوگوں کو ہلاك کرنا بھی مقصود خداوندی نہ تھا کیونکہ ان میں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود تھی چنانچہ ارشاد الہی ہے (ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموہم ان تطئوہم فتصیبکم منہم معرة بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذاباً الیماً) (1)
یعنی اگر با ایمان مرداور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے اور نادانستگی میں تمہارے ہاتھوں ان کی پامالی کا بھی خطرہ تھا ،اس طرح تمہیں لا علمی کی بنا پر نقصان پہنچتا (تو تمہیں روکا بھی نہ جاتا روکا اسلئے) تاکہ خدا جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اگر یہ لوگ الگ الگ ہوجاتے تو ہم کفار کو دردناك عذاب میں مبتلا کردیتے_حالانکہ اس وقت مشرکین مسلمانوں سے جدا نہیں ہوئے تھے_
نیز رسول(ص) اللہ کی موجودگی میں بھی ان کفار پر عذاب نازل نہیں ہوسکتا

تھا جیساکہ ارشاد باری ہے (وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم) (2) یعنی جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں تو خدا ان پر عذاب نازل نہ کرے گا_ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ خدا مسلمانوں کو چھوڑ کر فقط کافروں پر عذاب نازل کرتا جبکہ کفار کی ایك کثیر تعداد بعثت کے آٹھویں سال سے لے کر ہجرت کے آٹھویں سال تك مسلمان ہوچکی تھی اوربعد ازاں فتح مکہ کے وقت تو عام لوگ بھی مسلمان ہوگئے_

1_ سورہ فتح، آیت 25_

2_ سورہ انفال، آیت 33_

اس مسئلے میں اسلام کے نزدیك لوگوں کا بظاہر اسلام قبول کرلیناہی کافی ہے _اس کے علاوہ تمام اہل مکہ یا آس پاس کے لوگ اسلام سے عناد رکھنے والے یا جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے والے نہ تھے_ یہ صفت تو فقط قریش کے سردارونکی تھي، جو رسول(ص) اللہ کا مذاق اڑاتے اور مؤمنین پر تشدد کرتے تھے_

جن آیات میں رسول (ص) اللہ کو مسجدالحرام جانے سے روکنے اور انہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وہاں سے نکال باہر کرنے کے جرم میں کافروں کو رسول (ص) خدا کے مقابلے میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکنے (1) اور عذاب الہی کامز اچکھنے کی دھمکی دی گئي تھی تو ان آیات نے جنگ بدر میں حقیقت کا روپ دھارلیا اور بہت سے کفار واصل جہنم ہوئے_

پس قرآن کی مذکورہ آیت (وما منعنا ان نرسل بالآیات ...) سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تك رسول(ص) الله ان کے درمیان موجود ہوں خدا معجزے نہیں دکھاتا _رہا معجزہ دکھا کر عذاب کو مؤخر کرنا یہاں تك کہ پیغمبر(ص) ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو خدا کے مذکورہ کلام میں اس کا کوئي ذکر نہیں_ ادھر الله تعالی کا ارشاد ہے(وقالوا لن نؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ... قل سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولاً) (2) یعنی "کفار بولے ہم آپ(ص) پر اس وقت ایمان لائیں گے جب آپ(ص) زمین سے ہمارے لئے چشمے جاری کردیں ... کہہ دیجئے میں تو بس ایك بشرہوں جو رسول(ص) بنا کر بھیجا گیا ہے"اور یہ ارشاد اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ خدا معجزات کے ذریعے اپنے نبي(ص) کی حمایت ونصرت نہیں فرمائے گا یامعجزے کا اظہار بالکل نہ ہوگا ،وگرنہ تمام انبیاء بھی انسان ہی تھے_پس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر(ص) ایك بشر ہونے کے ناطے بذات خود اس امر پر قادر نہیں بلکہ ساری قدرت خدا کی ہے اور درحقیقت اسی کے حکم سے معجزات رونما ہوتے ہیں_ (3)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ (وما نرسل بالایات الا تخویفا) والی آیت کا مقصد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شاید یہ ہو کہ ہمارے نبي(ص) کی دعوت کی بنیاد ناقہ ثمود یا معجزات موسي(ع) کی طرح کے معجزوں پر استوار نہیں بلکہ آپ(ص) کی دعوت کی بنیاد

1_ سورہ بنی اسرائیل 76اور سورہ انفال 35_

2_ سورہ بنی اسرائیل 93 _

3_ تفسیر المیزان ج 19ص 60_64_

151

حضرت ابراہیم(ع) کی دعوت کی طرح بنیادی طور پر عقلی دلائل قائم کر کے اذہان کو مطمئن کرنے پر مبنی ہے_ لیکن واضح رہے کہ یہ بات اس امر کے منافی نہیں کہ بعض مقامات پر (جہاں عقلی براہین و دلائل کارگرنہ ہوں) معجزات کا اظہار کیاجائے_

شق القمر، مؤرخین اور عام لوگ

معجزہ شق القمر پر یہ اعتراض ہوا ہے کہ اگر حقیقتاً چاندکے دوٹکڑے ہوئے ہوتے تو تمام لوگ اسے دیکھ لیتے اور مغرب کی رصدگاہوں میں اس کا ریکارڈ ہوتا کیونکہ چاند کا دونیم ہونا عجیب ترین آسمانی معجزہ ہوتا_ بہرحال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس قسم کے معجزے کو سننے اور نقل نہ کرنے کی کوئي وجہ نہ تھي_ اس اعتراض کے درج ذیل جوابات دیئے گئے ہیں_

الف: ممکن ہے کہ لوگ اس واقعے سے غافل رہے ہوں کیونکہ اس بات کی کوئي دلیل نہیں کہ ہر آسمانی یا زمینی حادثے کا لوگوں کو ضرور علم ہونا چاہیئے یا ان کے ریکارڈ میں اس قسم کے واقعات کو موجود ہونا چاہئے اور نسل در نسل لوگوں کے پاس ان کا علم ہونا چاہیئے_ (1)

محقق توانا علامہ شیخ ناصر مکام شیرازی نے اس مسئلے کی مزیدوضاحت کی ہے ان کے بیان کی رو سے درج ذیل نکات قابل ملاحظہ ہیں_

1) چاند کا دونیم ہونا زمین کے اس نصف حصے کیلئے قابل دید تھا جہاں رات تھی نہ کہ دوسرے نصف حصے کیلئے جہاں دن تھا_

2) اس نصف حصے میں بھی جہاں رات ہوتی ہے اکثر لوگ اجرام فلکی میں رونما ہونے والے حادثات و واقعات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے خصوصاً آدھی رات کے بعد تو سب سو جاتے ہیں اور تقریباً کوئي بھی متوجہ نہیں ہوتا_

1_ تفسیر المیزان، ج 19 ص 64_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3)ممکن ہے اس وقت بعض مقامات پر بادل چھائے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے چاند کا دیکھنا ممکن نہ رہاہو_

4) آسمانی حادثات و واقعات لوگوں کی توجہ اس وقت جذب کرتے ہیں جب ان کے ساتھ کوئي آواز (مثلا گھن گرج وغیرہ) بھی سنائي دے یا غیر معمولی علامات(مثلا سورج گرہن کی صورت میں نسبتاً کافی دیر تك سورج کی روشنی کا مدہم پڑ جانا)بھی ہمراہ ہوں_

5) علاوہ براین پہلے زمانوں کے لوگ آسمانی حادثات پر اتنی توجہ نہیں دیتے تھے_

6) اس زمانے میں ذرایع ابلاغ نے اس قدر ترقی نہیں کی تھی کہ دنیا کے ایك حصے کی خبر فوراً دوسرے حصے میں پہنچ جاتی اور لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول ہوجاتي_

7) ہمارے ہاں موجود تاریخ بہت ہی ناقص ہے کیونکہ گذشتہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں میں کتنے ہی عظیم حادثات گذرے ہوں گے، زلزلے اور سیلاب آئے ہوں گے جن سے بہت سی اقوام کی تباہی ہوئي ہوگی لیکن آج تاریخ میں ان کا کوئي تذکرہ نہیں ملتا_ بطور مثال زرتشت جس کا ظہور ایك عظیم حکومت کے دامن میں ہوا اور جس نے تاریخ عالم میں مختلف اقوام وملل پر زبردست اثر چھوڑا ، ان کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں پیدا ہوا کہاں مرا اور کہاں دفن ہوا بلکہ بعض لوگوں کوتو اس بات میں بھی شك

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے كہ اس كا وجود حقيقى تھا يا افسانوي_ بنابرایں ظاہر ہے كہ اگر سارے لوگوں نے شق القمر كا مشاہدہ نہ كيا ہو يا تاريخ ميں يہ واقعہ واضح طور پر ثبت نہ ہو سكاہو تو اس ميں تعجب كى كوئي بات نہيں_ (1)

ب:عرب يا غيرعرب علاقوں ميں فلكياتى حالات كا جائزہ لينے كيلئے رصدگاہيں موجود نہ تھيں_ مشرق ومغرب ميں اگر رصدگاہيں موجود تھيں تو شايد روم اور يونان وغيرہ ميں تھيں اگرچہ ہمارے نزديك اس دور ميں رصدگاہ كى موجودگى بھى ثابت نہيں _اس كے علاوہ مغرب كى سرزمين جہاں ان امور پر توجہ دى جاتى تھي،اور مكہ كے درميان اختلاف افق كى بنا پر وقت كا بہت زيادہ فرق تھا بعض روايات كى بنا پر معجزے كے وقت چاند مكمل تھا اور طلوع كے وقت تھوڑى دير كيلئے شق ہونے كے بعد پھر جڑگيا _ظاہر ہے كے اس كے بعد جب

1_ فارسى كتاب ''ھمہ بايد بدانند'' ص 94_

مغرب ميں چاند طلوع ہوا ہوگا تو اس وقت اس كے دونوں حصے ملے ہوئے تھے_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چاند کاشق ہوکر جڑنا، سائنسی نقطہ نظر سے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سائنسی نقطہ نظر سے اجرام فلکی کاشق ہونا ممکن ہے؟ یہ اس وقت ممکن ہے جب دونوں حصوں کے درمیان جاذبیت برقرار نہ رہے اور جب کشش ہی نہ رہے تو دوبارہ جڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا_جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قدرت خداوندی سے یہ خارق العادہ کام محال نہیں ہیں اور علامہ ناصر مکارم شیرازی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ ماہرین فلکیات کے بقول اجرام فلکی میں خاص وجوہات کی بنا پر توڑپھوڑ کا عمل بہت زیادہ واقع ہوا ہے مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ:

1) سورج کے گرد تقریباً پانچ ہزار چھوٹے بڑے اجسام گردش کررہے ہیں_ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ اجسام کسی ایسے سیارے کے باقی ماندہ ٹکڑے ہیں جو مریخ اور مشتری کے مداروں کے درمیان موجود تھا _پھر نامعلوم وجوہات کی بناء پر دھماکے سے پھٹ کر تباہ ہوگیا اور مختلف حجم کے ٹکڑوں کی شکل میں سورج کے گرد مختلف مداروں میں بکھر گیا_

2) ماہرین کہتے ہیں کہ شہاب ثاقب حیرت انگیز رفتار سے سورج کے گرد گھومنے والے پتھر کے نسبتاًچھوٹے ٹکڑے ہیں _ کبھی کبھی وہ زمین کے نزدیك سے گزرتے ہیں تو زمین ان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے_ یوں جب وہ زمین کی فضاؤں سے رگڑکھاتے ہیں تو شعلوں میں تبدیل ہوکر نیست و نابود ہوجاتے ہیں _ ماہرین کے بقول یہ بھی کسی ایسے ستارے کے ٹکڑے ہیں جو دھماکے کے بعد ان ٹکڑوں کی شکل میں تقسم ہوگیا_

3)لاپلس (LAPLACE) كے نظريئے كے مطابق نظام شمسى بھى ايك ہى جسم تھا_ پھر كسى نامعلوم سبب كى بناء پر وہ پھٹ گيا اور موجودہ شكل اختيار كرلي_ بنابريں كسى زبردست علت كے نتيجے ميں چاند كے بھى دو ٹكڑے ہوسكتے ہيں اور وہ علت ہے خدا كى قدرت و طاقت_ كيونكہ جب نبى كريم(ص) نے خدا سے دعا

1_ تفسير الميزان ج 19ص 64،65_

كى تو اس نے قبول كرلي_

يہ دعوى تو كوئي بھى نہيں كرتا كہ چاند بغير كسى سبب كے شق ہوا _رہا اس كا دوبارہ جڑجانا تو اس سلسلے ميں ماہرين كہتے ہيں كہ ہر بڑے سيارے ميں كشش ہوتى ہے اسى لئے ہم مشاہدہ كرتے ہيں كہ سورج اپنے گرد گھومنے والے بہت سے ٹكڑوں كواپنى طرف جذب كر ليتا ہے ،جس پر يہ اجسام ٹكراؤ اور ر گڑ كے نتيجے ميں شعلے كى شكل اختيار كر كے تباہ ہوجاتے ہيں_ پس جب چاند كے دونوں حصے ايك دوسرے كے قريب ہوں اور وہ قوت جوان دونوں كى باہمى كشش كى راہ ميں حائل تھى اٹھ جائے تو يہ دونوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ٹكرے ايك دوسرے كو كيوں نہ اپنى طرف كھينچيں تاكہ پھر پہلے والى حالت پر واپس آجائيں؟ عقلى طور پر اس ميں كونسى ركاوٹ ہے؟ (1)
علامہ طباطبائي نے اس سوال (كہ بغير جاذبيت كے كيسے جڑ سكتے ہيں) كا مختصر الفاظ ميں يوں جواب ديا ہے كہ عقل كے نزديك يہ امر محال نہيں (بلكہ ممكن ہے)_ رہا يہ سوال كہ عام طور پر ايسا نہيں ہوا كرتا تو اس كا جواب يہ ہے كہ اگر يہ امر جدائي كے بعد دوبارہ جڑجانے سے مانع ہے تو پھر شروع ميں ہى اس كے دوٹكروں ميں بٹ جانے سے بھى مانع ہونا چاہئے_ ليكن جب شق ہونا ممكن ہوا تو دوبارہ ان كامل جانا بھى ممكن ہے_ نيز ہمارى بحث ہى غير معمولى امر يعنى (معجزے) كے رونما ہونے ميں ہے (2)_

شق القمر پر قرآنى آيت كى دلالت

بعض لوگ يہ احتمال ديتے ہيں كہ قرآنى آيت (اقتربت الساعة وانشق القمر) مستقبل كے بارے ميں گفتگو كر رہى ہے اور يہ بتا رہى ہے كہ چاند كا شق ہونا قيامت كى نشانيوں ميں سے ايك ہے ،جس طرح تكوير شمس (سورج كى شعاعوں كا زائل ہوجانا) اور انكدار نجوم (ستاروں كا ٹوٹ كر بكھرنا) بھى قيامت كى نشانيوں ميں سے ہے_

1_ ہمہ باید بدانند ص 84 تا 90_

2_ تفسیر المیزان ج 19ص 65 _

علامہ محقق شیخ ناصر مکارم شیرازی نے اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے:

الف:قول الہي: (وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر) سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر(ص) اسلام کے کچھ مخالفین خدا کی نشانیوں اور معجزات پر ایمان نہیں لائے _جب بھی کوئي معجزہ رونما ہوتا ہے تو ان کے عناد اور ہٹ دھرمی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اسے جادو قرار دیتے ہیں_ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شق القمر کے مسئلے میں بھی آپ(ص) کے ساتھ کافروں نے یہی روش اپنائي تھي_(جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ پہلے رونما ہوچکا ہے _مترجم)

ب:لفظ (انشق) فعل ماضی ہے ماضی کے الفاظ مستقبل پر دلالت نہیں کرتے مگر کو ئي قرینہ موجود ہو اور یہاں کوئي ایسا قرینہ موجود نہیں بلکہ قرینہ اس کے برعکس ہے _چنانچہ رازی کہتا ہے تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس لفظ سے یہی مراد ہے کہ چاند کا شق ہونا واقع ہوچکا ہے_ نیز معتبر روایات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں _(1)

اگرچہ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے عطاء حسن اور بلخی کو مستثنی قرار دیا ہے_ (2)اور طبرسی کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے _لہذا اس مسئلے میں بعض لوگوں کی مخالفت سے کوئي فرق نہیں پڑتا_ (3)

اگر کوئي یہ اعتراض کرے کہ قرآن میں جملہ (اقتربت الساعة) کے فوراً بعد (انشق القمر) کا جملہ مذکور ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کا زمانہ مشترك ہے (یعنی روز قیامت)_ تو اس کاجواب یہ ہے کہ قرآن کی بہت ساری آیات میں صریحاً کہا گیا ہے کہ قیامت قریب آگئي ہے پس غفلت کیسي؟ فرمایا ہے (اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلة معرضون) (4) یعنی لوگوں کیلئے حساب کی گھڑی آگئي ہے لیکن وہ غفلت کا شکار ہوکر کنارہ کشی اختیار کررہے ہیں_ یہاں پیغمبر اکرم(ص) سے

1_ تفسیر رازی ج 29ص 28_

2_ مجمع البیان ج 9ص 186و مناقب آل ابیطالب ج 1ص 122 _

3_ مجمع البیان ج 9ص 186 _

4_ سورہ الانبیائ، آیت_ 1

منقول ہے کہ آپ(ص) نے اپنی دوانگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:" میری بعثت اور قیامت کی مثال یوں ہے"_ (1) ظاہر ہے کہ یہ بات مجموعی دنیاوی زندگی کو مدنظر رکھ کر کہی گئي ہے جو بہت طولانی ہے_ جسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہاجا سکتا ہے کہ بعثت پیغمبر(ص) اور قیامت کا درمیانی عرصہ کچھ بھی نہیں _بنابریں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت نزديك آگئي ہے اور نبي(ص) کے ذریعے یہ معجزہ ظاہر ہوا لیکن یہ خودسرمشرکین ایمان نہیں لاتے اور اس کی تصدیق کرنے کی بجائے کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے_ (2)

لیکن ايك محقق کا کہنا ہے (ان یروا آیة) والی آیت جملہ شرطیہ ہے، اس میں مذکورہ امر کے واقع ہوجانے کا تذکرہ نہیں _نیز جملہ (انشق القمر) کی مثال اس آیت کی طرح ہے (آتی امر اللہ فلا تستعجلوہ) حکم الہی آیاہی چاہتا ہے لہذا جلد بازی نہ کرو _ یہاں ماضی کا جملہ ہے حالانکہ ابھی امر الہی واقع نہیں ہوا اسی لئے اس کے فوراً بعد فرمایا ہے کہ جلد بازی نہ کرو _یہی حال ہے قول الہی (وانشق القمر) کا کیونکہ اس کے بعد کہا گیا ہے (وان یروا ...)_ یہاں یہ کہنا مقصودہے کہ اگر ایسا امر واقع ہوا تو ان کی کیا حالت ہوگي_ رہا اجماع جس کا طبرسی نے وعوی کیا ہے تو وہ حجت نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اجماع اس آیت سے غلط استنباط کی بناء پر وجود میں آیا ہو_ یہاں ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر شق القمر کے واقع ہونے پر معتبر احادیث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گواہی نہ دے چکی ہوتیں تو پھر مذکورہ احتمال کی کسی حدتك گنجائشے تھي_

افسانے

لوگوں نے شق القمر کے واقعے سے بہت سارے افسانے اور بے بنیاد قصے گھڑ لئے، یہاں تك کہ لوگوں کے درمیان مشہور ہوگیا کہ چاند کا ایك ٹکڑا رسول(ص) خدا کی آستین سے ہوکر گزرگیا_

1_ مفتاح كنوز السنة ص 227کہ بخاري، مسلم، ابن ماجہ، طیاسي، احمد، ترمذی اور دارمی سے نقل کیا ہے_

2_ آیت کی دلالت سے متعلق ہماری مذکورہ معروضات کے سلسلے میں آپ رجوع کریں فارسی کتاب "ہمہ باید بدانند" ص 76_80_

علامہ ناصر مکارم شیرازی کہتے ہیں کہ احادیث وتفسیر کی کتابوں میں خواہ شیعوں کی ہوں یا سنیوں کي، اس قول کا نام ونشان بھی نہیں ملتا_ بعض روایات میں اس مسئلے کی جزئیات اور تفصیلات کا ذکر ہوا ہے لیکن ہم ان پر تحقیق کرنے میں کوئي بڑا فائدہ یا نتیجہ نہیں پاتے _بنابریں ہم زیادہ اہم اور مفید مسئلے کا رخ کرتے ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عہد نامے کی منسوخي

تقريبا تين سال بعد رسول(ص) خدا نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کو بتايا کہ ديمك نے مشرکين کے عہدنامے ميں ظلم اور قطع رحمی سے متعلق الفاظ کو کھاليا ہے اور سوائے اسماء الہی کے کوئي چيز باقی نہيں رہي_ ايك اور روايت کے مطابق ديمك نے اللہ کے تمام ناموں کو کھاليا ليکن ظلم وشر اور قطع رحمی سے متعلق حصّے کو چھوڑ ديا_ (1)

چنانچہ حضرت ابوطالب بنی ہاشم کے ہمراہ اس درے سے خارج ہوئے اور شہر مکہ لوٹ آئے_

يہ ديکھ کر مشرکين نے کہا کہ بھوك نے ان کو نکلنے پر مجبور کرديا ہے_ قريش نے کہا:" اے ابوطالب اب وقت آگيا ہے کہ اپنی قوم کے ساتھ مصالحت کرلو" _حضرت ابوطالب نے فرمايا:" ميں تمہارے پاس ايك اچھی تجويز ليکر آياہوں ،اپنا عہدنامہ منگواؤ شايد اس ميں ہمارے اور تمہارے درميان صلح کی کوئي راہ موجود ہو"_ قريش اسے لے آئے اور ديکھا کہ اس پر ان کی مہريں اب بھی موجود ہيں حضرت ابوطالب نے کہا:" کيا اس معاہدہ پر تمہيں کوئي اعتراض ہے؟" بولے نہيں_

ابوطالب(ع) نے کہا:" ميرے بھتيجے نے (جس نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہيں بولا) مجھے خبر دی ہے کہ خدا کے

1_ كبهى كہا جاتا ہے كہ معاہدے كى منسوخى تك قريش كا اپنى عداوت پر باقى رہنا اس بات كى دليل ہے كہ ديمك نے صرف الله كے نام كو مٹايا تها اور قطع رحمى كى مانند ديگر مواد كو باقى ركها تها ليكن اس كا يہ جواب ديا گيا ہے كہ ديمك كا خدا كے نام كو كها جانا بہت بعيد بات ہے شايد مشركين عہدنامے كے محو ہوچكنے كے باوجود بهى اس كے مضمون پر عمل كرتے رہے ہوں اور يہ بهى ممكن ہے كہ انہوں نے اسے دوبارہ لكها ہو_ اس پر يہ اشكال كيا گيا ہے كہ ديمك نے خدا كا نام اس كى حرمت باقى ركهنے كيلئے چاٹا ہو تاكہ اس ظالمانہ عہدنامے ميں اس كا پاك نام باقى نہ رہے_ اور يہ اظہار حق كيلئے مطلوب ايك مثبت معجزہ تها_ اس سے كسى قسم كى اہانت كا پہلو نہيں نكلتا_

حكم سے ديمك نے اس عہدنامے سے گناہ اور قطع رحمى سے مربوط الفاظ كو كها ليا ہے اور فقط الله كے ناموں كو باقى چهوڑا ہے_ اگر اس كى بات صحيح نكلے تو تمہيں ہمارے اوپر ظلم كرنے سے دست بردار ہونا چاہيئے اور اگر جهوٹ نكلے تو ہم اسے تمہارے حوالے كرديں گے تاكہ تم اسے قتل كرسكو"_

يہ سن كر لوگ پكار اٹهے:" اے ابوطالب بتحقيق آپ نے ہمارے ساتھ انصاف والى بات كي"_ اس كے بعد وہ عہدنامہ كولائے تو اسے ويساہى پايا جيسارسول(ص) خدا نے خبر دى تهي_ يہ ديكھ كر مسلمانوں نے تكبير كى آواز بلند كى اور كفار كے چہروں كارنگ فق ہوگيا_حضرت ابوطالب بولے:" ديكھ ليا كہ ہم ميں سے كون ساحر يا كاہن كہلانے كا حقدار ہے؟"

اس دن ان کے بہت سے افراد نے اسلام قبول کرلیا لیکن مشرکین پھر بھی قانع نہ ہوئے اور انہوں نے عہدنامے کے مضمون کے مطابق سابقہ روش جاری رکھي،یہاں تك كہ بعض مشرکین اس عہدنامے کو توڑنے کے درپے ہوئے ان لوگوں میں ان افراد کا ذکر ہوا ہے_ ہشام بن عمروبن ربیعہ، زہیر بن امیہ بن مغیرہ، مطعم بن عدي، ابوالبختری بن ہشام، زمعة بن اسود_ یہ سارے حضرات بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کوئي نہ کوئي قرابت رکھتے تھے_ ابوجہل نے ان کی مخالفت کي، لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی چنانچہ وہ عہدنامہ پھاڑ دیا گیا اور اس پر عمل درآمدختم ہوگیا _یوں بنی ہاشم شعب ابوطالب سے نکل آئے_(1)

ابوطالب عقلمندی اور ایمان کا پیکر

ہجرت سے قبل کے واقعات کا مطالعہ کرنے والا شخص دسیوں مقامات پر حضرت ابوطالب کی ہوشیاری وتجربہ کاری کا مشاہدہ کرتا ہے_

1_ اس بارے میں ملاحظہ ہو : السیرة النبویہ (ابن کثیر) ج2 ص 44 ، السیرة النبویہ (ابن ہشام) ج 2 ص 16 ، دلائل النبوة مطبوعہ دار الکتب ج 2 ص 312، الکامل فی التاریخ ج 2 ص 88 السیرة النبویہ (دحلان) ج1ص 137 و 138 مطبوعہ دار المعرفة ، تاریخ یعقوبی ج 2 ص 31 اور البدایة والنہایة ج3 ص 85 و 86_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بہترین مثال مذکورہ بالا واقعہ ہے_ ہم نے مشاہدہ کیاکہ حضرت ابوطالب نے کفار سے عہدنامہ لانے کا مطالبہ کیا اورساتھ ہی یہ اشارہ بھی کیا کہ شاید اس میں صلح کیلئے کوئي راہ نکل آئے_

ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ عہدنامہ سب لوگوں کے سامنے کھولاجائے تاکہ سب اسے دیکھ لیں اور آئندہ پیش آنے والے عظیم واقعے کیلئے آمادہ ہوسکیں _نیز ایك منطقی حل پیش کرنے کیلئے فضا ہموار ہوجائے تاکہ بعد میں قریش کیلئے اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا شاق نہ ہو، بالخصوص اس صورت میں جب وہ ان سے کوئي وعدہ لینے یا ان کو عرب معاشرے میں رائج اخلاقی اقدار کے مطابق قول و قرار، شرافت و نجابت اور احترام ذات وغیرہ کے پابند بنانے میں کامیاب ہوتے_ انہیں اس میں بڑی حدتك کامیابی ہوئي یہاں تك کہ لوگ پکار اٹھے "اے ابوطالب تو نے ہمارے ساتھ منصفانہ بات کی ہے_"

مذکورہ عبارات سے ایك اور حقیقت کی نشاندہی بھی ہوتی ہے جو بجائے خود اہمیت اور نتائج کی حامل ہے اور جو یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوطالب کو رسول(ص) اللہ کی سچائي، آپ(ص) کے مشن کی درستی اور آپ(ص) کے پیغام کی حقانیت پرکس قدر اعتماد تھا اور یہ کہ جب دوسرے لوگ حضور اکرم(ص) کو ساحر اور کاہن کہہ کر پکارتے تھے تو انہیں دکھ ہوتا تھا_ ان کی نظر میں یہ ایك کھلم کھلا بہتان تھا_ اسی لئے انہوں نے اس فرصت کو

غنیمت سمجھا تاکہ اس سے فائدہ اٹھاکر کفار کے خیالات و نظریات کو باطل قرار دیں چنانچہ انہوں نے کہا :" کیا تم دیکھتے نہیں ہوکہ ہم میں سے کون ساحر یا کاہن کہلانے کا زیادہ حقدار ہے؟ "اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد نامے والا معجزہ دیکھنے کے بعد مکہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا _

قبیلہ پرستی اور اس کے اثرات

گذشتہ صفحات میں ہم نے ملاحظہ کیاکہ قبیلہ پرستی نے ایك حدتك ان حادثات کی روك تھام میں مدد کی جن سے دعوت اسلامی کے مستقبل اور اس کی کامیابی پر برا اثر پڑ سکتا تھا_ مثال کے طور پر عہدنامے کو منسوخ کرنے والے افراد کی کوشش میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا، لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس جدوجہد میں ابولہب کہیں دکھائي نہیں دیتا نیز حضرت خدیجہ کے چچازاد حکیم بن حزام بھی نظر نہیں آتے جس کے بارے

میں روایات کا دعوی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کیلئے شعب ابوطالب میں کھانے کاسامان بھیجا کرتے تھے _ اس کے علاوہ ابوالعاص بن ربیع اموی کا بھی کوئي کردار دیکھنے میں نہیں آیا جس کے بارے میں وہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ رسول(ص) نے اس کے ساتھ قرابت کو سراہا (انشاء اللہ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ حضرت علی (ع) کی شادی والے افسانے میں اس کا مزید ذکر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوگا)_ ان كوششوں كی وجہ بالواسطہ طريقے سے حضرت علي(ع) كے مقام كو گھٹانا ہے جو ان كے نزديك فقط ملامت اور سرزنش كے حقدار ہيں_ وہ علي(ع) جو اپنی جان ہتھيلی پر ركھ كر شعب ابوطالب ميں شہر مكہ سے كھانے كا سامان پہنچاتے تھے اور اگر وہ كفار كے ہاتھ لگ جاتے تو وہ انہيں قتل كرديتے_ (جيساكہ پہلے ذكر ہوچكا)_

عہد نامے كی منسوخی كے بعد

رسول اكرم(ص) اپنے دين كی ترويج ميں بدستور مصروف رہے_ قريش بھی آپ(ص) كی راہ ميں روڑے اٹكاتے رہے_ نيز وہ ہر ممكنہ ذريعے سے كوشش كرتے تھے كہ لوگ آپ(ص) كے پاس نہ آئيں اور آپ(ص) كی باتيں نہ سنيں، ليكن رسول(ص) خدا نے صبروتحمل كا راستہ اپناتے ہوئے ہر قسم كی سستی يا كندی سے احتراز كيا، يوں قريش كسی نتيجے تك نہ پہنچ سكے_ اس سلسلے ميں بہت سے حادثات و واقعات پيش آئے، ان سب كو بيان كرنے كيلئے كافی وقت دركا رہے لہذا اس موضوع كو چھوڑكر دوسرے موضوعات كا رخ كئے بغير چارہ نہيں اگرچہ اس موضوع كو ناتمام چھوڑنا ہمارے اوپر گران ہے_

حبشہ سے ايك وفد كی آمد

نبی اكرم صلی اللہ عليہ وآلہ وسلم كی خدمت ميں مكہ كے باہر سے پہنچنے والا پہلا وفد حبشہ كے عيسائيوں كا تھا_ بقولے ان كا تعلق نجران سے تھا ابن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسحاق وغیرہ کے بقول یہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا _ان کی تعداد کے

بارے میں اور اقوال بھی ہیں_ اس وفد کی قیادت حضرت جعفر بن ابوطالب(ع) کر رہے تھے_ (1)

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد الحرام میں پایا_ انہوں نے آپ(ص) سے گفتگو کی اور سوالات کئے _اس وقت قریش کے کچھ حضرات کعبہ کے گرد محفل جمائے بیٹھے تھے_ پھر جب رسول(ص) اللہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے_ اس کے بعد جب یہ لوگ کھڑے ہوگئے تو ابوجہل نے انہیں روکا اور اپنا دین چھوڑنے پر انہیں خوب برا بھلا کہا لیکن انہوں نے جواباً کہا سلام علیکم ،ہم تمہاری نادانی کا جواب نادانی سے نہیں دیں گے_ ہمارے لئے ہمارا راستہ مبارك ہو اور تمہارے لئے تمہارا، ہم کسی امر کو اپنے لئے سودمند پائیں تو اس میں کوتاہی نہیں کرتے ،اس وقت آیت نازل ہوئي_ (الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون ... واذا سمعو اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لانبتغی الجاہلین) (2) یعنی جن لوگوں کو ہم نے اس سے قبل کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ فضول گوئي سنتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے اپنے اعمال_ پس تم پر ہمارا سلام کہ ہم جاہلوں کی صحبت پسند نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرتے_

یہ واقعہ واضح طور پر قریش کی ہٹ دھرمي، ان کے اہداف اور منصوبوں پر ایك کاری ضرب تھا خاص کر اس وجہ سے کہ وہ وفد حبشہ سے آیا تھا اور وہ بھی حضرت جعفر(ع) کی قیادت میں _اس کا مطلب یہ تھا کہ قریش کی دسترس سے خارج سرزمینوں میں بھی اسلام نے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا تھا_

نیز یہ واقعہ قریش کیلئے خطرے کی گھنٹی تھا تاکہ وہ پانی کے سر سے گزر جانے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوں لیکن کیسے اور کیونکر؟ جبکہ حضرت ابوطالب کی سرکردگی میں بنی ہاشم اور بنی مطلب حضرت محمد(ص) کی حفاظت و حمایت پر کمربستہ تھے _بنابریں ان کے پاس ایك ہی راستہ تھا اور وہ تھا مناسب وقت کا انتظار_

1_ فقہ السیرة ص 126میں بوطی نے یہی کہا ہے نیز مجمع البیان ج 7 ص 285 سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت جعفر(ع) فتح خیبر کے سال آخری بار وہاں سے لوٹے تو یہ لوگ بھی انکے ساتھ آئے_

2_ سورہ قصص، آیت 52 تا 55، حدیث کیلئے سیرہ ابن ہشام ج 2ص 32اور ان آیات کی تفسیر میں ابن کثیر، قرطبی اور نیشاپوری کی تفاسیر کی طرف رجوع کریں_ نیز البدایة و النہایة ج 3ص 82_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جناب ابوطالب(ع) کی پالیسیاں

شیخ الابطح ابوطالب کی ذات وہ ذات تھی جس نے اپنی زبان اور ہاتھ سے رسول(ص) خدا کی حمایت و نصرت اور آنحضرت(ص) کے بچپن سے لیکر اب تك آپ(ص) کی نگرانی کی تھي_ حضرت ابوطالب(ع) نے حضور(ص) کی حمایت و نصرت اور تبلیغ دین کے دائرے کو وسعت دینے کیلئے زبردست مصائب اور عظیم مشکلات کا مقابلہ کیا_ یہی حضرت ابوطالب تھے جو حضور(ص) کو اپنی تمام اولاد پر ترجیح دیتے تھے_ جب بُصری (شام) میں ایك یہودی بحیرا نے انہیں خبر دی کہ حضرت محمد(ص) کو یہودیوں سے خطرہ ہے تو وہ انہیں بنفس نفیس مکہ واپس لے آئے_یہ حضرت ابوطالب ہی تھے جو قریش کی عداوت مول لینے، بھوك اور فقر کو جھیلنے ،نیز معاشرتی بائیکاٹ کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہوئے_ انہوں نے شعب ابوطالب میں بچوں کو بھوك سے بلبلاتے دیکھا ،بلکہ درختوں کے پتے کھانے پر بھی مجبورہوئے_انہوں نے صاف صاف بتادیا تھا کہ وہ(ہر خشك و تر کو برباد کردینے والي) ایك تباہ کن جنگ کیلئے تو تیار ہیں لیکن حضرت محمد(ص) کو کفار کے حوالے کرنے یا آپ(ص) کو تبلیغ دین سے روکنے یا کم ازکم تبلیغ چھوڑنے کا مطالبہ تك کرنے کیلئے آمادہ نہیں _یہ حضرت ابوطالب(ع) ہی تھے جنہوں نے قریش کے فرعون اور ظالم

سرداروں سے ٹكرلي_

جب رسول(ص) اللہ كے سر پرقريش نے اونٹ كى اوجھڑى ڈالى تھى تو انہوں نے تلوار سونت لى اور حضرت حمزہ كو حكم ديا كہ اسے ہٹائيں پھر قريش كى طرف بڑھے انہوں نے جناب ابوطالب (ع) كے چہرے پرخطرے كى علامات ديكھيں_ پھر انہوں نے حمزہ كو حكم ديا كہ وہ اس گندگى كو ان كے چہروں اور داڑھيوں پر ايك ايك كر كے مل ديں چنانچہ حضرت حمزہ نے ايسا ہى كيا_(1)

ايك اور روايت كے مطابق حضرت ابوطالب نے اپنے افراد كو بلايا اور ان كو مسلح ہونے كا حكم ديا جب مشركين نے انہيں ديكھا تو وہاں سے كھسكنے كا ارادہ كيا_ انہوں نے ان سے كہا كعبہ كى قسم تم ميں سے جو بھى اٹھے گا تلوار سے اس كى خبر لوں گا _اس كے بعد نبى كريم(ص) كى بے ادبى كرنے والے كى ناك پر مار كر اسے

1_ الكافى مطبوعہ مكتبة الصدوق ج1 ص 449 ، منية الراغب ص 75 ، السيرة الحلبية ج1 ص 291 و 292 والسيرة النبويہ (دحلان، مطبوع حاشيہ سيرہ حلبيہ) ج1 ص 202 و 208 و 231 اور بحار الانوار ج 18 ص 209_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خون آلود کردیا _(یہ شخص ابن زبعری تھا)_نیز اوجھڑی کی گندگی اور خون کو ان سب کی داڑھیوں پر مل دیا_(1)

ادھر شعب ابوطالب میں بھی وہی تھے جو رسول(ص) خدا کی بنفس نفیس حفاظت کرتے تھے_ آپ(ص) کو ایك جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے اور اپنے نور چشم علي(ع) کو رسول(ص) اللہ کی جگہ سلاتے تھے تاکہ اگر کوئي حادثہ پیش آجائے تو حضور(ص) محفوظ رہیں،چاہے علی (ع) کو گزند پہنچے(2)_وہ پیغمبر(ص) خدا کا دفاع کرنے کیلئے قریش کے ساتھ کبھی نرمی اور کبھی سختی برتتے تھے نیز جذبات کو زندہ کرنے مصائب کو دور کرنے خداکے نام کو سربلند کرنے اس کے دین کو پھیلانے اور مسلمانوں کی حمایت کرنے کیلئے سیاسی اشعار بھی کہتے تھے_ ایك دفعہ انہوں نے رسول(ص) اللہ کو کہیں نہ پایا تو بنی ہاشم کو جمع کر کے مسلح کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے ہر ایك کو قریش کے ایك ایك سرغنہ کے پاس بھیجیں تاکہ اگر یہ ثابت ہو کہ حضرت محمد(ص) کو کچھ ہوا ہے تو یہ افراد ان کا کام تمام کردیں_(3)انہوں نے یہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت، اسلام کی حمایت اور دین کی سربلندی کیلئے کیا_

واضح ہے کہ حضرت ابوطالب(ع) کے جملہ کارناموں اور آپ کی عظیم قربانیوں کو بیان کرنے کیلئے طویل وقت اور مستقل کام کی ضرورت ہے _یہاں تو ہم اجمالی اشارے پرہی اکتفا کرتے ہیں لیکن یہ اعتراف کرتے ہیں،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ ہم ان کا حق ادا نہیں کرسکے_ اس اختصار کی غرض یہ ہے کہ سیرت نبویہ کے دیگر پہلوؤں پر بھی بحث کا موقع مل سکے_

1_ ملاحظہ ہو: الغدیر ج7 ص 388 و 359 و ج 8 ص 3 تا 4 اور ابوطالب مؤمن قریش ص 73 (دونوں کتابوں میں کئي منابع سے ماخوذ ہے) ثمرات الاوراق ص 285 و 286 ، نزهة المجالس ج 2 ص 122 ، الجامع لاحكام القرآن ج6 ص 405 و 406 اور تاریخ یعقوبی ج 2 ص 24 و 25_

2 _ المناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 64و 65 ،ا سنی المطالب ص 21 (اس نے علی (ع) کا نام ذکر نہیں کیا) اسی طرح سیرہ حلبیہ ج1 ص 342 اور ملاحظہ ہو: البدایہ والنہایہ ج 3 ص 84، السیرة النبویہ (ابن کثیر) ج 2 ص 44 ، دلائل النبوة (بیہقي) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 312 ، تاریخ الاسلام ج 2 ص 140 و 141 ، الغدیر ج7 ص 363 و 357 و ج8 ص 3 و 4 اور ابوطالب مؤمن قریش ص 194_

3 _ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 26 ، ابوطالب مؤمن قریش ص 171 ، منية الراغب ص 75 و 76 اور الغدیر ج 2 ص 49 و 350 و 351_

ابوطالب(ع) کی قربانیاں

مذکورہ بالا معروضات سے معلوم ہوا کہ شیخ الابطح حضرت ابوطالب (ع) آمادہ تھے کہ:

1) اپنی قوم کے درمیان حاصل مقام و مرتبے کو خیرباد کہہ کر اہل مکہ بلکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پوری دنیا کی دشمنی مول لیں، یہاں تك کہ انہوں نے اپنے حامیوں کے ہمراہ معاشرتی بائیکاٹ کو برداشت کیا لیکن کسی قسم کے دباؤ میں نہ آئے_

2) نہ صرف فقر وفاقے اور معاشی بائیکاٹ برداشت کرنے پر راضی ہوں بلکہ اپنے پاس موجود دولت اور ہر چیز راہ خدا میں پیش کردیں_

3)بوقت ضرورت ایك تباہ کن جنگ میں کود پڑیں جو بنی ہاشم اور ان کے دشمنوں کی بربادی پر منتج ہوسکتی تھي

4) انہوں نے سب سے چھوٹے نور چشم حضرت علي(ع) کو راہ خدا میں قربانی کیلئے پیش کیا، اور دوسرے بیٹے حضرت جعفر(ع) جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی کی جدائي کا صدمہ برداشت کرلیا_

5) حضرت ابوطالب(ع) اپنی زبان اور ہاتھ دونوں سے مصروف جہاد رہے اور ہر قسم کے مادی ومعنوی وسائل کو استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا _ہر قسم کی تکالیف و مشکلات سے بے پروا ہوکر حتی المقدور دین محمد(ص) کی حفاظت و حمایت میں مصروف رہے_

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوطالب نے جو کچھ کیا وہ ممکن ہے جذبات یا نسلی و خاندانی تعصب کا نتیجہ ہو یا بالفاظ دیگر آپ کی فطری محبت کا تقاضا ہو؟_ (1)

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ایك طرف حضرت ابوطالب(ع) کے ایمان پر قطعی دلائل خاص کر ان کے اشعار و غیرہ اور حضرت رسول (ص) اکرم اور دیگر ائمہ کی ان کے متعلق احادیث موجود ہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور دوسری طرف جس طرح حضرت محمد(ص) ان کے بھتیجے تھے اس طرح حضرت علي(ع) ان کے بیٹے تھے اگر رشتہ داری کا جذبہ کارفرما ہوتا تو وہ کیونکر بیٹے کو بھتیجے پر قربان کرتے؟ وہ بھی اپنی مرضی سے نیز اس کے انجام کے بارے میں غوروفکر اور تا مل و تدبر کے بعد؟ انہیں بھتیجے کی بجائے بیٹے کا قتل ہوجانا کیونکر منظور ہوا؟ کیا یہ معقول ہے

1_ تفسیر ابن کثیر ج 3ص 394 _

کہ اپنے بیٹے اور جگر گوشے کے مقابلے میں بھتیجے کی محبت فطری طور پر بیشتر ہو؟

اسی طرح اگر قومی یا خاندانی تعصب کارفرما ہوتا تو پھر ابولہب لعنة اللہ علیہ نے اس جذبے کے تحت وہ موقف کیوں اختیارنہیں کیا جو حضرت ابوطالب نے اختیار کیا اور حضرت ابوطالب کی طرح رسول(ص) اللہ کی حمایت کیوں نہیں کي؟ نیز اپنے بیٹے، اپنی حیثیت اور دیگر چیزوں کی قربانی کیوں نہیں پیش کي؟ بلکہ ہم نے تو اس کے برعکس دیکھا کہ ابولہب نبی کریم(ص) کا سخت ترین دشمن، آپ(ص) کی مخالفت میں پیش پیش اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ(ص) کو اذیت دینے میں سب سے آگے تھا_
رہے بنی ہاشم کے دیگر افراد تو اگرچہ وہ رسول(ص) اللہ کے ساتھ شعب ابوطالب میں داخل ہوئے لیکن رسول(ص) اللہ کیلئے انکی قربانیاں ابوطالب کی قربانیوں کا دسواں حصہ بھی نہ تھیں_ نیز ان کا یہ اقدام بھی حضرت ابوطالب کے اثر و نفوذ اور اصرار کا مرہون منت تھا_
یوں واضح ہوا کہ مرد مسلمان کا دینی جذبہ قومی یا خاندانی جذبات کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوتا ہے_ اسی لئے ہم تاریخ میں بعض مسلمانوں کو واضح طور پر یہ کہتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ راہ خدا میں اپنے آباء اور اولاد کو قتل کرنے کیلئے بھی تیار ہیں_ چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے رسول(ص) اللہ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابي) کو قتل کرنے کی اجازت مانگي(1) _ نیز جنگ صفین میں بھائي نے بھائي کو نہ چھوڑا جب تك کہ امیرالمؤمنین (ع) نے چھوڑنے کی اجازت نہ دي(2) _ان کے علاوہ بھی تاریخ اسلام میں متعدد مثالیں ملتی ہیں_
ان باتوں سے قطع نظر اس بات کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ اگر حضرت ابوطالب کا موقف دنیوی اغراض پر مبنی ہوتا تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی بجائے بھتیجے کو قربان کرتے _نیز بھتیجے کو اپنے خاندان پر قربان کرتے _نہ کہ خاندان کو ایك بھتیجے پر _کیونکہ دنیا کا معقول طریقہ یہی ہوتاہے جیساکہ خلیفہ مامون نے اپنے بھائي امین کو قتل کیا اور ام ہادی نے اپنے بیٹے کو زہر دیا _لیکن حضرت ابوطالب نے تو ہر چیز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو بھتیجے پر قربان کردیا اور یہ دنیوی مفادات کے حصول کا منطقی اور معقول طریقہ ہرگز نہیں ہوسکتا_

1_ تفسیر صافی ج5 ص 180 ، السیرة الحلبیہ ج2 ص 64 ، الدرالمنثور ج6 ،ص 24 از عبد بن حمید و ابن منذر اور الاصابہ ج2 ص 336_

2_ صفین (المنقري) ص 271 و 272_

اسی طرح اگر بات قبائلی تعصب کی ہوتی تو اس تعصب کا اثر قبیلے کے مفادات کے دائرے میں ہوتا_ لیکن اگر یہی تعصب اس قبیلے کی بربادی نیز اس کے مفادات یا مستقبل کو خطرات میں جھونکنے اور تباہ کرنے کا باعث بنتا تو پھر اس تعصب کی کوئي گنجائشے نہ ہوتی اور نہ عقلاء کے نزدیك اس کا کوئي نتیجہ ہوتا_

مختصر یہ کہ ہم حضرت ابوطالب(ع) کی مذکورہ پالیسیوں اور حکمت عملی کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ پالیسیاں عقیدے اور ایمان راسخ کی بنیادوں پر استوار تھیں جن کے باعث انسان کے اندر قربانی اور فداکاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے_

خدا كا سلام ہو آپپر اے ابوطالب(ع) اے عظيم انسانوں كے باپ اے حق اور دين كى راہ ميں قربانى پيش كرنے والے كاروان كے سالار خدا كى رحمتيں اور بركتيں آپ پر نازل ہوں_

عام الحزن

بعثت كے دسويں سال بطل جليل حضرت ابوطالب عليہ الصلاة والسلام كى رحلت ہوئي_ آپ كى وفات سے رسول(ص) الله اپنے اس مضبوط، وفادار اور باعظمت حامى سے محروم ہوگئے جو آپ(ص) كا، آپ(ص) كے دين كا اور آپ(ص) كے مشن كا ناصر و محافظ تھا (جيساكہ پہلے عرض كرچكے ہيں)_ اس حادثے كے مختصر عرصے بعد بقولے تين دن بعد اور ايك قول كے مطابق ايك ماہ(1) بعدام المؤمنين حضرت خديجہ (صلوات الله وسلامہ عليہا) نے بھى جنت كى راہ لي_ وہ مرتبے كے لحاظ سے رسول(ص) الله كى ازواج ميں سب سے افضل ہيں_

نيز آنحضرت(ص) كے ساتھ اخلاقى برتاؤ اور سيرت كے حوالے سے سب سے زيادہ باكمال تھيں_ رسول(ص) خدا كى ايك بيوي(حضرت عائشےہ) ان سے بہت حسد كرتى تھيں حالانكہ اس نے حضرت خديجہ(ع) كے ساتھ آنحضرت(ص) كے گھر ميں زندگى نہيں گزارى تھى كيونكہ آپ(ص) نے حضرت خديجہ كى رحلت كے بہت عرصہ بعد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ السيرة الحلبيہ ج1 ص 346 ، السيرة النبويہ (ابن كثير) ج 2 ص 132 ، البدايہ والنہايہ ج 3 ص 127 اورا لتنبيہ و الاشراف ص

_200

اس سے شادی کی تھي_(1)

دين اسلام کی راہ ميں حضرت ابوطالب(ع) اور حضرت خديجہ سلام اللہ عليہا کی عظيم خدمات کا اندازہ اس حقيقت سے ہوسکتا ہے کہ نبی کريم(ص) نے ان دونوں کی وفات کے سال کو عام الحزن کا نام ديا(2) يعنی غم واندوہ کا سال_ آپ(ص) نے ان دونوں سے جدائي کو پوری امت کيلئے مصيبت اور سانحہ قرار ديا_

چنانچہ فرمايا:" اس امت پر دو مصيبتيں باہم ٹوٹ پڑيں اور ميں فيصلہ نہيں کرسکتا ان ميں سے کونسی مصيبت ميرے لئے دوسری مصيبت کے مقابلے ميں زيادہ سخت تھي"(3)_ يہ بات آپ(ص) نے ان دونوں کی جدائي کے غم سے متا ثر ہوکر فرمائي_

محبت وعداوت، دونوں خداکی رضاکيلئے

واضح ہے کہ ان دونوں ہستيوں سے رسول(ص) کی محبت اور ان دونوں کی جدائي ميں آپ(ص) کا حزن وغم نہ ذاتی مفادات ومصالح کے پيش نظر تھا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور نہ ہی خاندانی محبت وجذبے کی بنا پر بلکہ آپ(ص) کی محبت فقط اور فقط رضائے الہی کیلئے تھي_ آپ(ص) کسی بھی شخص کو اتنی ہی اہمیت دیتے ،اس کی جدائي میں اتنے ہی غمگین ہوتے اور اس سے اسی قدر روحانی و جذباتی لگاؤ رکھتے جس قدر اس شخص کا رابطہ خدا سے ہوتا ،جس قدر وہ اللہ سے نزديك اور اس کی راہ میں فداکاری کے جذبے کا حامل ہوتا_

آپ(ص) حضرت ابوطالب(ع) اور حضرت خدیجہ(ع) کیلئے اس وجہ سے غمگین نہ ہوئے تھے کہ خدیجہ آپ(ص) کی زوجہ تھیں یا ابوطالب آپ(ص) کے چچا تھے وگرنہ ابولہب بھی تو آپ(ص) کا چچا تھا _بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ(ص) نے ان

1_ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج 3 ص 127 و 128 ، السیرة النبویہ(ابن کثیر) ج 2 ص 133 تا 135 ، صحیح بخاری ج 2 ص 202 ، عائشہ (عسکري) ص 46 اور اس کے بعد اور اس کے بعض منابع ہم نے آنے والی فصل '' بیعت عقبہ تك '' میں عائشہ کے حسن و جمال کے ذکر میں بیان کیا ہے_

2_ سیرت مغلطای ص 26، تاریخ الخمیس ج1 ص 301 ، المواہب اللدنیہ ج 1 ص 56 ، السیرة النبویہ (دحلان) ج 1 ص 139 ص 21 مطبوعہ دار المعرفہ اور اسنی المطالب ص 21_

3_تاریخ یعقوبی ج 2ص 35 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دونوں کی قوت ايماني، دين ميں پائيداری اور اسلام کی راہ ميں فداکاری کو محسوس کرليا تھا_ اور يہی تو اسلام کا بنيادی اصول ہے جس کی خدانے يوں نشاندہی کی ہے (لاتجد قوماً يومنون باللہ و اليوم الآخر يوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا آبائہم او ابنائہم او اخوانہم او عشيرتہم ...) (1) يعنی جولوگ اللہ اور روز قيامت پر ايمان رکھتے ہيں آپ ان کو خدا اور اس کے رسول(ص) کے مخالفين سے محبت کرتے ہوئے نہيں پائيں گے خواہ وہ ان کے باپ يا بيٹے يا بھائي يا رشتے دار ہی کيوں نہ ہوں_
کيا شرك سے زيادہ کوئي دشمنی اللہ اور رسول(ص) کے ساتھ ہوسکتی ہے؟
وہی شرك جس کے بارے ميں خدانے فرمايا ہے: (ان الشرك لظلم عظيم) يعنی شرك سب سے بڑا ظلم ہے_
نيز فرمايا ہے: (ان اللہ لايغفر ان يشرك بہ و يغفر ما دون ذلك) يعنی يہ کہ خدا شرك کے علاوہ ديگر گناہوں کو معاف کرديتا ہے_
خداکی رضا کيلئے محبت کرنے اور اس کی رضا کيلئے بغض رکھنے کے بارے ميں آيات و احاديث حد سے زيادہ ہيں اور ان کے ذکر کی گنجائشے نہيں_
اسی معيار کے پيش نظر خداوند تعالی نے حضرت نوح(ع) سے انکے بيٹے کے متعلق فرمايا: (انہ ليس من اہلك انہ عمل غيرصالح)(2) يعنی اس کا تيرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گھرانے سے كوئي تعلق نہيں ہے اسكا تو غيرصالح عمل ہے_ اسى طرح حضرت ابراہيم (ع) كا قول قرآن مجيد ميں ہے كہ (من تبعنى فانہ مني) (3) جو ميرى پيروى كرے گا وہ ميرے خاندان سے ہوگا_ نيز اسى بنا پر سلمان فارسى كا شمار اہلبيت پيغمبر(ص) ميں ہوا_ ابوفراس كہتا ہے:

كانت مودة سلمان لهم رحما
ولم تكن بين نوح و ابنہ رحم ...

يعنى اہلبيت پيغمبر(ص) سے محبت كے باعث سلمان ان كے گھرانے كا ايك فرد بن گيا جبكہ اس كے برعكس نوح(ع) اور ان كے بيٹے كے درميان قرابت نہيں رہي_

1_ سورہ مجادلہ، آيت 22 _

2_ سورہ ہود آيت 46_

3_ سورہ ابراہيم آيت 36_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

169

پانچویں فصل

ابوطالب (ع) مؤمن قریش

170

ایمان ابوطالب(ع)

آخر میں ایك ایسے موضوع پر اختصار کے ساتھ گفتگو کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جس پر مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا ہے_ اہلبیت رسول(ص) اور ان کے شیعہ حضرت ابوطالب(ع) کے مومن ہونے پر متفق الخیال ہیں_ (1) یہ بھی مروی ہے کہ وہ اوصیاء میں سے تھے (2)اور ان کا نور قیامت کے دن پیغمبر(ص) آئمہ(ع) اور حضرت فاطمہ(ع) زہرا کے نورکے سوا ہر نور پر غالب ہوگا(3)_ اگرچہ ہمیں ان احادیث کی صحت پر اطمینان حاصل نہیں لیکن رسول(ص) اللہ کی رسالت پر حضرت ابوطالب(ع) کا ایمان نیز خدا کے اوامر ونواہی کے آگے ان کا سر تسلیم خم رہنا روز روشن کی طرح واضح ہے_ اہلبیت معصومین(ع) سے منقول بہت ساری احادیث آپ کے ایمان پر دلالت کرتی ہیں_ علماء نے ان احادیث کو الگ کتابوں کی شکل میں جمع کیا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تازہ ترین کتابوں میں سے ایك جناب شیخ طبسی کی کتاب "منیة الراغب فی ایمان ابیطالب" ہے_ واضح ہے گھر والے دوسروں کے مقابلے میں گھر کے اسرار کو زیادہ جانتے ہیناورابن اثیر کہتے ہیں کہ نبي(ص) کے چچاؤں میں حضرت حمزہ، حضرت عباس اور (اہل بیت (ع) کے بقول)حضر ت ابوطالب (ع) کے سوا کسی نے اسلام قبول نہ کیا تھا_ (4)

1_ روضة الواعظین ص 138، اوائل المقالات ص 13، الطرائف از ابن طاؤس ص 298، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 165، بحارالانوار ج 35ص 138، الغدیر ج 7ص 384کتب مذکورہ سے، التبیان ج 2ص 398، الحجة از ابن معد ص 13اور مجمع البیان ج 2ص 287 _

2_ الغدیر ج 7 ص 389_

3_ الغدیر ج7 ص 387 کئي ایك منابع سے_

4_ بحارالانوار ج 3ص 139اور الغدیر ج 7 ص 369_

ان باتوں کے علاوہ بھی ان کے مومن ہونے پر بہت سارے دلائل موجود ہیں _ان کے ایمان کے اثبات میں شیعوں اور سنیوں دونوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئي ہیں _کچھ حضرات نے ان کتابوں کی تعداد تیس تك بتائي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_ان كتابوں ميں سے ايك استاد عبداللہ الخنيزى كى كتاب (ابوطالب مومن قريش) ہے_ اس كتاب كو لكھنے كے جرم ميں قريب تھا كہ وہ اپنى زندگى سے ہاتھ دھو بيٹھتے _كيونكہ سعودى عرب كے وہابي، اس كتاب كى تاليف كے جرم ميں ان كے پروانہ قتل كو عملى جامہ پہنانے كى تيارى ميں تھے ليكن خدانے اپنى رحمت سے انہيں نوازا _يوں وہ ان كے شرسے نجات پاگئے_

يہ ان متعددابحاث كے علاوہ ہيں جو مختلف چھوٹى بڑى كتابوں ميں بكھرى ہوئي ہيں_ يہاں ہم علامہ امينى كى كتاب الغدير كى جلد 7 اور 8ميں مذكور بيان كے تذكرے پر اكتفا كريں گے_

علامہ امينى رحمة اللہ عليہ نے اہل سنت كى ايك جماعت سے نقل كيا ہے كہ وہ بھى يہى عقيدہ ركھتے ہيں اور ان ميں سے كئي حضرات نے اس بات كے اثبات ميں كتابيں لكھى اور بحثيں كى ہيں_ مثال كے طور پر برزنجى نے اسنى المطالب (ص 6_ 10) ميں، الاجھوري، اسكافي، ابوالقاسم بلخى اور ابن وحشى نے شہاب الاخبار كى شرح ميں، تلمسانى نے حاشيہ شفاء ميں، شعراني، سبط ابن جوزي، قرطبي، سبكي، ابوطاہر اور سيوطى وغيرہ نے اس مسئلے پر بحث كى ہے_ بلكہ ابن وحشي، الاجہورى اور تلمسانى وغيرہ نے تو يہ فيصلہ ديا ہے كہ جو حضرت ابوطالب سے كينہ ركھے وہ كافر ہے اور جو ان كا ذكر برائي كے ساتھ كرے وہ بھى كافر ہے_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایمان ابوطالب(ع) پر دلائل

حضرت ابوطالب کو مومن ماننے والوں نے كئي ايك امور سے استدلال کیا ہے مثلا:

1) رسول(ص) اللہ اور آئمہ معصومین(ع) سے منقول وہ احادیث جو ایمان ابوطالب(ع) پر دلالت کرتی ہیں اور واضح ہے کہ اس قسم کے امور میں یہی ہستیاں تمام دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ باخبر ہیں _

1_ رجوع کریں: الغدیر ج 7ص 382اور 383اور دوسری کتب_

2)جیساکہ گذر چکا ہے کہ ان کی جانب سے رسول(ص) اللہ کی حمایت و نصرت اور عظیم مشکلات و مصائب میں ان کی استقامت، اپنی معاشرتی حیثیت و مقام کی قربانی یہاں تك کہ اپنے بیٹے کو بھی قربانی کیلئے پیش کرنا اور ايك ایسی جنگ کیلئے ان کی آمادگی جو ہر خشك و تر کو نابود کردے_ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ اگر وہ نعوذ باللہ کافر ہوتے تو کیونکر ان سب باتوں کو برداشت کرتے؟ کیا وجہ ہے کہ حضرت محمد(ص) کی حمایت میں حضرت ابوطالب(ع) کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ان کے بارے میں ہم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ابوطالب سے ملامت و توبیخ کا ایك لفظ بھی نہیں سن پاتے_ رہا یہ احتمال کہ حضرت ابوطالب مزید جاہ ومقام کی لالچ میں حضور(ص) کی حمایت کرتے تھے تو یہ احتمال ہی غلط ہے کیونکہ وہ نہایت عمر رسیدہ ہوچکے تھے چنانچہ جب ان کی وفات ہوئي تو ان کی عمر اسی سال سے کہیں زیادہ تھي_ ادھر حضرت ابوطالب(ع) قوم کے نزدیك اپنی اور حضرت محمد(ص) کی حیثیت سے بھی باخبر تھے انہیں یہ امید نہیں تھی کہ اس مقام کے حصول تك وہ زندہ رہیں گے جیساکہ گردوپیش کے حالات و قرائن سے وہ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے تھے_

3) سبط ابن جوزی نے حضرت ابوطالب کے ایمان پر یوں استدلال کیا ہے، (جیساکہ نقل ہوا ہے) اگر حضرت علي(ع) کے باپ کافر ہوتے تو معاویہ اور اس کے حامی نیز زبیری خاندان اور ان کے طرفدار اور علي(ع) کے باقی دشمن اس بات پر ان کی شماتت کرتے، حالانکہ علي(ع) ان لوگوں کو ان کے آباء اور ماؤں کے کافر ہونے نیز نسب کی پستی کا طعنہ دیتے تھے_ (1)

4) خود حضرت ابوطالب کے بہت سارے صریح کلمات اور بیانات ان کے ایمان کو ثابت کرتے ہیں_ یہاں ہم بطور نمونہ ان کے چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن کے بارے میں ابن ابی الحدید معتزلی نے یوں کہا ہے کہ مجموعی طور پریہ سارے اشعار تو اترکے ساتھ ثابت ہیں_ (2)

1_ رجوع کریں: ابوطالب مومن قریش ص 272_273 مطبوعہ سنہ 1398 ھ از تذکرة الخواص_

2_ شرح نہج البلاغہ ج 14ص 78اور بحار الانوار ج 35ص 165_

یہاں ہم ان کی صلب سے پیدا ہونے والے بارہ اماموں کی تعداد کے عین مطابق ان کے بارہ اشعار تبرکاً پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:

1_

ألم تعلموا انا وجدنا محمداً

نبیاً کموسی خط فی اول الکتب

کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم نے موسي(ع) کی طرح محمد(ص) کو بھی خدا کا نبی پایا ہے؟ یہ امر تمام کتابوں کی ابتداء میں مذکورہے_

2_

نبی اتاہ الوحی من عند ربہ

ومن قال لا یقرع بہا سن نادم

وہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئي ہے جو اس کا منکر ہو وہ ندامت کے دانت پیستارہ جائے گا_

3

یا شاہد اللہ عل فاشہد

إنى علی دین النب احمد

من ضل فی الحق فانی مہتد

اے شاہد خدا میرے بارے میں گواہ رہ کہ میں احمد مرسل کے دین پر ہوں، اگر کوئي حق کے بارے میں گمراہی کا شکار ہوا تو مجھے کیا میں تو ہدایت یافتہ ہوں_

4_

انت الرسول رسول اللہ نعلمہ

علیك نزل من ذی العزة الکتب

ہم آپ(ص) کو اللہ کا رسول(ص) سمجھتے ہیں صاحب عزت ہستی کی طرف سے آپ(ص) کے اوپر کتابیں نازل ہوئي ہیں_

5_

انت النبی محمد

قرم اغر مسود

آپ اللہ کے رسول(ص) محمد(ص) ہیں جو نورانی سید اور سردار ہیں_

6_

او تومنوا بکتاب منزل عجب

علی نبی کموسی او کذی النون

پیغمبر(ص) پر نازل ہونے والی اس عجیب کتاب پر ایمان لے آؤ ،کہ یہ پیغمبر(ص) موسی (ع) اور یونس (ع) کی مانند ہیں_

_7

وظْلم نبی جاء یدعوا الی الہدي

وا مر ا تی من عند ذی العرش قیم

174

جو نبی ہدایت کی طرف بلانے آیا تھا اس پر ظلم ہوا ، وہ صاحب عرش کی طرف سے آنے والی گراں بہا چیز کی طرف لوگوں کو بلانے آیا تھا_

_8

لقد اکرم اللہ النبی محمدا

فاکرم خلق اللہ فی الناس احمد

اللہ نے اپنے نبی محمد(ص) کو تعظیم سے نوازا لہذا سب سے زیادہ با عزت ہستی احمد(ص) ہیں_

_9

وخیر بنی ہاشم احمد

رسول(ص) الالہ علی فترة

بنی ہاشم میں سب سے افضل، احمد ہیں وہ زمانہ فترت (جاہلیت)(1) میں اللہ کے رسول(ص) ہیں_

_10

واللہ لااخذل النبی ولا

یخذلہ من بنی ذوحسب

اللہ کی قسم نہ میں نبی کو بے یار ومدد گار چھوڑوں گا اور نہ ہی میرے شریف ونجیب بیٹے آپ(ص) کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں_ _11

أتعلم ملك الحبش ان محمدا

نبیا کموسی والمسیح ابن مریم

اتی بالہدی مثل الذی اتیا بہ

فکل بامر اللہ یہدی ویعصم

وانکم تتلونہ فی کتابکم

بصدق حدیث لاحدیث الترجم

فلا تجعلوا اللہ نداً فا سلموا

فان طریق الحق لیس بمظلم

(نجاشی کو دعوت اسلام دیتے ہوئے :)اے بادشاہ حبشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ محمد رسول(ص) اللہ کی مثال حضرت موسي(ع) ور حضرت عيسي(ع) کی طرح ہے_

ان دونوں کی طرح وہ بھی ہدایت کا پیغام لیکر آئے _ وہ سب بحکم خدا ہدایت کرتے ہیں اور (ہمیں شر سے) بچاتے ہیں_

تم لوگ اپنی کتاب میں اس کے بارے میں پڑھتے ہو شك وابہام کے ساتھ نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بلکہ صدق دل کے ساتھ_
اللہ کے ساتھ کسی کو شریك قرار نہ دو اور مسلمان ہوجاؤ کیونکہ حق کا راستہ تاریك نہیں_

1_ دو نبیوں کی بعثت کے درمیانی زمانے کو فترت کہتے ہیں یہاں مراد عیسي(ع) کے بعد کا زمانہ ہے جسے زمانہ جاہلیت بھی کہا جاتا ہے_

175

_12

فصبراً ابایعلی علی دین احمد
وکن مظہراً للدین وفقت صابرا
وحط من اتی بالحق من عند ربہ
بصدق وعزم ولا تکن حمز کافرا
فقد سرنی ان قلت انك مومن
فکن لرسول اللہ فی اللہ ناصرا
وباد قریشا فی الذی قد اتیتہ
جہارا وقل ما کان احمد ساحرا

(اپنے بیٹے حمزہ سے مخاطب ہوکر :)اے ابویعلی (حمزہ) دین احمد پر ثابت قدم رہ اور اس کا اظہار کر خدا تجھے توفیق صبر عطا کرے گا_

اے حمزہ جو شخص اپنے رب کی جانب سے حق کے ساتھ آیا ہے اسکی حفاظت صدق دل اور عزم راسخ کے ساتھ کرو، کہیں کافر نہ ہوجانا_

اگر تم اپنے ایمان کا اقرار کرو تو یہ میرے لئے باعث مسرت ہوگا پس رضائے الہی کیلئے رسول(ص) اللہ کی مدد کر _

قریش کے سامنے اپنے عقیدے کا کھل کر اظہار کرو اور کہو کہ احمد جادو گر نہیں_

حضرت ابوطالب کے وہ اشعار جو ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں زیادہ ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ ان کے علاوہ دیگر باتوں کے تذکرے کا بھی موقع فراہم ہو جو اس موضوع کے حوالے سے کہی گئي ہیں یا کہی جاسکتی ہیں_

5)ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھی علی ابن یحیی بطریق رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے اگر نبوت کی طاقت اور پوشیدہ حقیقت کارفرما نہ ہوتی تو حضرت ابوطالب جیسے قریش کے صاحب عزت بزرگ اور سردار شخصیت اپنے اس بھتیجے کی تعریف وتمجید نہ کرتے جو نوجوان تھا، ان کی گودمیں پلا تھا ،ایك یتیم تھا جس کی انہوں نے پرورش کی تھی اوران کے بیٹے کی حیثیت رکھتا تھا اورا ن کی تعریف میں یوں رطب اللسان نہ ہوتے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وتلقوا ربیع الابطحین محمدا

علی ربوۃ فی را س عنقاء عیطل

وتا وی الیہ ھاشم ان ہاشما

عرانین کعب آخر بعد ا ول

176

اور تم لوگ دیکھو گے کہ سرزمین حجاز کی بہار (حضرت) محمد مصطفی (ص) بلند و بالا اونچی گردن والے اونٹ پر نہایت نمایاں طور سے بیٹھے ہوں گے اور ان کے ارد گردہر طرف ہاشمی جوان ہوں گے کیونکہ اول سے آخر تك بنی ہاشم (ع) کے تمام افراد نہایت عالی وقار سید و سردار ہیں_

اور یہ اشعار نہ کہتے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامی عصمة للارامل

یطیف بہ الھلاك من آل ھاشم

فھم عندہ فی نعمة و فواضل

درخشندہ چہرے والا جس کے رخ زیبا کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہگاہ اور بیواؤں کا والی و وارث ہے_ بنی ہاشم کے ستم رسیدہ افراد اسی کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ وہ ان کے لئے (درحقیقت اللہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی) ايك بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے_

كسی ما تحت اور تابع شخص كی تعريف ميں اس قسم كے اشعار نہيں كہے جاسكتے _اس طرح كی مدح سرائي تو بادشاہوں اور عظيم شخصيات كی ہوتی ہے _جب آپ اس حقيقت كا تصور كريں كہ يہ اشعار حضرت محمد(ص) كی شان ميں ايك صاحب عزت اور عظيم شخصيت يعنی ابوطالب(ع) نے كہے ہيں جبكہ حضرت محمد(ص) جوان تھے اور قريش كے شرسے بچنے كيلئے حضرت ابوطالب(ع) كی پناہ ميں تھے، حضرت ابوطالب نے ہی بچپن سے آپ كی پرورش كی تھی لڑكپن كا دور آيا تو اپنے كاندھوں پر اٹھاتے تھے اور جب جوان ہوئے تو اپنے ہمراہ ركھا آپ(ص) حضرت ابوطالب كے مال سے كھاتے پيتے تھے اوران كے گھر ميں رہتے تھے ، تب آپ كو نبوت كی حيثيت اورعظيم مقام ومرتبے كا ضروراندازہ ہوگا_ (1)

اس طرح كا مذكورہ بالا قصيدہ لاميہ (2) جس ميں انہوںنے يہ كہا تھا وابيض يستسقی الغمام بوجہہ ... (جو بہت طويل ہے) بنی ہاشم اپنے بچوں كو يہ قصيدہ ياد كراتے تھے (3) اس ميں بہت سے ايسے

1_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 63و ماذا فی التاريخ ج 3 ص 196_197 (از اول الذكر) _

2_ يعنی وہ قصيدہ جس كے آخر ميں لام كا تكرار ہوتا ہے_ (مترجم) _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ مقاتل الطالبيين ص 396 _

نكات نہاں ہیں جن سے ان كے ایمان كی صداقت كا اندازہ ہوتا ہے_ابن ہشام ،ابن كثیر اور دیگر حضرات نے اس كا تذكرہ كیا ہے_

6)ہم نے مشاہدہ كیا كہ جوحضرت ابوطالب(ع) بادشاہ حبشہ كو دعوت اسلام دے رہے ہیں_ وہی اپنے بیٹے حضرت جعفر كو بلاكر حكم دیتے ہیں كہ اپنے چچازاد بھائي كے ساتھ نماز كی صف میں شامل ہوجائے_ (1)انہوں نے اپنی زوجہ فاطمہ بنت اسد كو اسلام كی دعوت دی (2) اور حضرت حمزہ كو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے كی تلقین كی اور ان كے مسلمان ہونے پر خوشی كا اظہار كیا_ یہی حال اپنے نور چشم امیرالمؤمنین علي(ع) كے بارے میں بھی تھا اور مختلف موقعوں پر ان كے كلام اور ان كے طرزعمل كی تحقیق سے مزید نكات ہاتھ آتے ہیں_

7) حضرت ابوطاب (ع) نے اپنی وصیت میں یہ تصریح كردی تھی كہ " میں رسول (ص) اللہ كے معاملہ میں دشمنیوں كے ڈ رسے تقیہ اختیار كئے ہوئے تھا اور محمد (ص) كی تعلیمات كو میرا دل تو قبول كرتا تھا لیكن زبان سے انكار جاری ہوتا " (3) _ اور انہوں نے قریش كو رسول كریم (ص) كی دعوت اسلام پر لبیك كہنے اور فرمانبرداری كرنے كی بھی وصیت كی تھی كہ اسی میں ہی ان كی كامیابی اور سعادت ہے(4)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

8)نبی کریم(ص) بار بار خدا سے حضرت ابوطالب(ع) کیلئے طلب رحمت ومغفرت فرماتے تھے اوران کی وفات سے حضور(ص) بے تاب ہوئے_ (5) واضح ہے کہ کسی غیرمسلم کیلئے طلب رحمت نہیں ہوسکتي_ اسی لئے آپ(ص) نے سفانہ بنت حاتم طائي سے فرمایا: "اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کیلئے خدا سے طلب مغفرت کرتے"_ (6)

1_ رجوع کریں: الاوائل از ابی ہلال عسکری ج 1 ص 154، روضة الواعظین ص 140اور شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13ص 269 ، السیرة الحلبیہ ج1 ص 269 ، اسنی المطالب ص 17 ، الاصابہ ج4 ص 116 ، اسد الغابہ ج1 ص 287 اور الغدیر ج7 ص 357_

2_ شرح نہج البلاغہ معتزلی ج13ص 272_

3_ قابل تعجب بات تو یہ ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر کے کرتو توں پر پردہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں کہ ان کا دل برا نہیں تھا صرف زبان کے برے تھے اور اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے جبکہ حضرت ابوطالب کے معاملے میں ان کے تقیہ کے پیش نظر کئے ہوئے زبانی انکار کو بہانہ بناتے ہوئے انہیں کافر سمجھتے ہیں (از مترجم) _

4_ الروض الانف ج 2 ص 171 ، ثمرات الاوراق ص 94 ، تاریخ الخمیس ج 1 ص 300تا 301، سیرہ حلبیہ ج 1 ص 352، بحار ج 35ص 107 اور الغدیر ج 7 ص 366 مختلف منابع سے_

5_ تذکرة الخواص ص 8_

6_ السیرة الحلبیة ج 3ص 205 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہ لوگ زید بن عمرو ابن نفیل (عمر بن خطاب کے چچازاد بھائي) اس کے بیٹے سعید ابن زید، ورقہ بن نوفل، قس بن ساعدہ نیز ابوسفیان (جو ہمیشہ منافقین کیلئے جائے پناہ تھا، اور جنگ احد کے حالات میں ہم اس کے کچھ صریح بیانات اور اقدامات کا تذکرہ کریں گے) وغیرہ کے بارے میں کیونکرمسلمان ہونے کا فتوی دیتے ہیں؟ یہاں تك کہ یہ لوگ رسول(ص) خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ(ص) نے امیہ ابن صلت کے بارے میں فرمایا: "قریب تھا کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعے مسلمان ہوجاتا"_ (1)

شافعی ،صفوان بن امیہ کے بارے میں کہتے ہینکہ اس کے مسلمان ہونے میں گویا شك کی گنجائشے نہیں ہے کیونکہ جب اس نے جنگ حنین کے دن کسی کوکہتے سنا کہ قبیلہ ھوازن کو فتح حاصل ہوئي اور محمد(ص) قتل ہوگئے تو اس نے کہا تھا :"تیری زبان جل جائے واللہ قریش کا خدا میرے نزدیك ھوازن کے خدا سے زیادہ محبوب ہے"_

ملاحظہ کریں یہ لوگ ان سارے افراد کو کیونکر مسلمان مانتے ہیں جبکہ انہوں نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں اور اگر سمجھابھی تو قبول نہیں کیا یا یہ کہ ظاہراً مسلمان ہوئے لیکن دل کے اندر کفر کو چھپائے رکھا؟ اس کے بر عکس وہ اس ابوطالب کو کافر قرار دیتے ہیں جو کئي بار اپنے اقوال واعمال کے ذریعے خدا کی وحدانیت اور اس کے رسول(ص) کی نبوت و رسالت کا صریحاً اعلان کرتے رہے امویوں اور ان کے چیلوں کا کہناہے کہ اس شخص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے متعلق دلیلیں جتنی بھی زیادہ ہوجائیں پھر بھی اس شخص کو ہم مؤمن نہیں مانیں گے چاہے خود رسول اکرم(ص) ہی کیوں نہ کہیں _ پس زمانہ جاہلیت کے طاغوتوں اور سرکشوں کے نقش قدم پر چلنے والے اموی اور ان کے چیلے کتنے برے لوگ ہیں_

واضح ہے کہ کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا علم چار چیزوں سے ہوتا ہے_

(الف) اس کی عملی پالیسیوں سے اور یہ بھی واضح ہے کہ حضرت ابوطالب کی عملی پالیسیاں دین اسلام کے بارے میں ان کے اخلاص اور جذبہ فداکاری کی اس قدر واضح دلیل ہے کہ اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں_

(ب) شہادتین کے زبانی اقرار سے، اس حوالے سے حضرت ابوطالب(ع) کے ان متعدد اشعار کی طرف اشارہ کافی ہے جو انہوں نے متعدد موقعوں پر کہے_

1_ صحیح مسلم ج 7ص 48_49 نیز الاغانی مطبوعہ ساسی ج 3ص 190 اور التراتیب الاداریہ ج1 ص 213 _

(ج) اس شخص کے بارے میں نمونہ اسلام اور کارواں سالار حق یعنی نبی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اعظم(ص) کے موقف سے، چنانچہ حضرت ابوطالب کے بارے میں آپ(ص) کا محبت آمیز اور پسندیدہ موقف بھی مکمل طور پر ثابت ہے_

(د) اس کے قریبی ذرائع سے ، مثال کے طور پر اس کے گھر والوں اور اس کے ساتھ رہنے والوں کے توسط سے، اس سلسلے میں ہم پہلے عرض کرچکے کہ وہ (اہلبیت) حضرت ابوطالب کے مومن ہونے پر متفق الخیال ہیں_

بلکہ وہ لوگ جو حضرت ابوطالب علیہ السلام کو کافر قرار دیتے ہیں جب وہ ان کی عملی پالیسیوں کا انکار نہ کرسکے، اور نہ ان کے صریح بیانات کو رد کرسکے تو انہوں نے ایك مبہم جملے کے ذریعے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ دل سے مطیع اور فرمانبردار نہ تھے_ (1) یہ سب اوٹ پٹانگ اور خیالی باتیں ہیں جو حق وحقیقت پر بہتان باندھنے کہ سوا کچھ نہیں تاکہ یوں ان روایات کو صحیح قرار دے سکیں جو انہوں نے مغیرة بن شعبہ اور اس جیسے دوسرے دشمنان آل ابوطالب سے نقل کی ہیں_ آئندہ صفحات میں ان کی بے بنیاد دلیلوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کریں گے انشاء اللہ تعالي_

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے احسانات کا معمولی سا حق ادا کرنے کی غرض سے یہاں ہم ان کے ایمان کی بعض دلیلیں جو زیادہ تر غیر شیعہ مآخذ سے لی گئي ہیں بیان کرتے ہیں اور دیگر متعدد دلائل کا تذکرہ نہیں کرتے کیونکہ چند مثالوں سے زیادہ بیان کرنے کی گنجائشے نہیں_

پہلی دلیل: عباس نے کہا:" اے رسول(ص) خدا آپ(ص) ابوطالب کیلئے کس چیز کی آرزو کرتے ہیں؟" فرمایا:" میں ان کیلئے خدا سے تمام اچھی چیزوں کی آرزو کرتا ہوں"_ (2)

1_ سیرت دحلان ج 1ص 44_47 اور الاصابة ج 4ص 116_199 کی طرف رجوع کریں _

2_ الاذکیاء ص 128، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14ص 68، طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79اور بحار الانوار ج 35ص 151اور _159

دوسری دلیل: حضرت ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ (جو بوڑھا اور نابینا تھا) کو لے کر فتح مکہ کے دن رسول(ص) اللہ کی خدمت میں آئے تو رسول(ص) اللہ نے فرمایا:" اس بوڑھے کو اپنے گھر چھوڑ آتے تاکہ ہم اس کے پاس جاتے" _حضرت ابوبکر نے کہا:" میں نے چاہا کہ اللہ اسے اجر دے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بہ نسبت ابوطالب کے مسلمان ہونے پر زیادہ خوشی ہوئي تھی ،خدا کرے کہ اس سے آپ(ص) کی آنکھوں کو ٹھنڈك ملے"_ (1) اگرچہ علامہ امینی نے الغدیر میں اس بات سے اختلاف کیا ہے کہ رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوبکر سے مذکورہ جملے کہے ہوں_ انہوں نے

اس موضوع پر نہایت عمدہ بحث کی ہے اور ہم بھی اس مسئلے میں ان کے ہم خیال ہیں_

تیسری دلیل: ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں کہ متعدد سندوں کے ساتھ(جن میں سے بعض عباس بن عبدالمطلب کے ذریعے اور بعض حضرت ابوبکر ابن ابوقحافہ سے منقول ہیں) مروی ہے کہ حضرت ابوطالب نے اپنی موت سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول(ص) اللہ کا اقرار کیا_ (2)

چوتھی دلیل: نبی کریم(ص) نے ابوطالب علیہ السلام کیلئے طلب رحمت واستغفار اور دعا کی یہاں تك کہ جب آپ(ص) نے مدینہ والوں کیلئے بارش کی دعا کی اور بارش ہوئي تو آپ(ص) نے حضرت ابوطالب کو یاد کیا اور منبر پر بیٹھ کر ان کیلئے مغفرت طلب کی (3)آپ(ص) نے ان کے جنازے میں شرکت کی حالانکہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق مشرکین کے جنازے میں شرکت حرام ہے_ نیز یہی لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ

1_ مجمع الزوائد ج 6ص 174الطبرانی اور بزار سے نقل کیا ہے حیاة الصحابہ ج 2ص 344المجمع سے، الاصابة ج 4ص 116اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 69_

2_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 71، الغدیر ج 7 ص 329 البدایة و النہایة ج 3 ص 123 سے نقل کیا ہے، سیرت ابن ہشام ج 2 ص 87، الاصابة ج 4 ص 116، عیون الاثر ج 1 ص 131، المواہب اللدنیة ج 1 ص 71، السیرة الحلبیة ج 1 ص 372 و السیرة النبویة (از دحلان حاشیہ کے ساتھ) ج 1 ص 89، اسنی المطالب ص 20، دلائل النبوة (بیہقي)، تاریخ ابوالفداء ج 1ص 120 اور کشف الغمة (

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شعراني) ج 2 ص 144_

3_ مراجعہ ہو : عيون الانباء ص 705_

نے حضرت علی (ع) کو حکم دیا کہ وہ ابوطالب کو غسل و کفن دیں اور دفن کریں_ (1) ہاں ان کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ نماز جنازہ اس وقت تك فرض نہیں ہوئي تھي_ اسلئے کہتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ(س) کی وفات ہوئي تو حضرت نے ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں_

پانچویں دلیل: جب حضرت ابوطالب(ع) کی وفات ہوئي تو ان کے فرزند حضرت علی (ع) نے یہ مرثیہ کہا:

اباطالب عصمة المستجير

وغيث المحول ونور الظلم

لقد هد فقدك اہل الحفاظ

فصلی عليك ولی النعم

ولقاك ربك رضوانہ

فقدكنت للطہر من خيرعم (2)

اے ابوطالب اے پناہ ڈھونڈنے والوں کی جائے پناہ اے خشك زمینوں کیلئے باران رحمت اور تاریکیوں کو روشن کرنے والے نور تیری جدائي نے (اسلام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كي) حمايت كرنے والوں كو نڈھال كر كے ركھ ديا_ نعمتوں كے مالك (خدا) كی رحمتيں آپ(ع) پر نازل ہوں خدانے آپ كو اپنی خوشنودی سے ہمكنار كرديا_ آپ(ع) نبی پاك(ص) كے بہترين چچا تھے_

چھٹی دليل: اميرالمومنين علي(ع) نے معاويہ كوايك طويل خط لكھا جس ميں مذكور ہے كہ نہ اميہ، ہاشم كی مانند ہے، نہ حرب عبدالمطلب كے مساوی اور نہ ابوسفيان ابوطالب كے برابر، نہ آزاد شدہ غلام ہجرت كرنے

1_ رجوع كريں (ان تمام باتوں كے بارے ميں) تذكرة الخواص ص 8، شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 81، سيرت حلبی ج 1 ص 147، المصنف ج 6 ص 38 السيرة النبوية (دحلان) ج1 ص 87، تاريخ يعقوبی ج 2 ص 35و طبقات ابن سعد ج 1 ص 78، تاريخ بغداد (خطيب) ج3 ص 126 اور ج 13 ص 196، تاريخ ابن كثير ج 3 ص 125 و الطرائف (ابن طاؤس) ص 305 از حنبلی در نہاية الطلب نيز البحار ج 35 ص 151 و التعظيم و المنة ص 7 و لسان الميزان ج 1 ص 41، الاصابة ج 4 ص 116، الغدير ج 7 ص 372 و 374 و 375از مذكورہ كتب اور شرح شواہد مغنی (سيوطي) ص 136اعلام النبوة (ماوردي) ص 77 و بدائع الصنائع ج1 ص 283 و عمدة القاری ج 3 ص 435 و اسنی الطالب ص 15 و 21 و 35 و طلبة الطالب ص 43، دلائل النبوة (بيہقي) ا ور برزنجي، ابن خزيمہ، ابوداؤد اور ابن عساكر_

2_ تذكرة الخواص ص 9_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

والے کا ہم پلہ ہے اور نہ ہی خودساختہ نسب والا صحیح النسب انسان کے برابر_ (1)

اگر حضرت ابوطالب کافر ہوتے اور ابوسفیان مسلمان تو حضرت علي(ع) کسی کافر کو ایك مسلمان پر کیسے ترجیح دے سکتے تھے؟ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ابوسفیان وہ ہے جس نے کہا تھا کہ اسے معلوم نہیں جنت کیا ہے اور جہنم کیا ہے (اس کا ذکر جنگ احد کے حالات کے آخر میں ہوگا)_ یہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امیرالمؤمنین(ع) معاویہ کے مجہول النسب ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں_ بہرحال اس بحث کا مقام الگ ہے_

ساتویں دلیل: پیغمبر خدا سے منقول ہے کہ آپ نے(ص) فرمایا: "اذا کان یوم القیامة شفعت لابی وامی وعمی ابیطالب واخ لی کان فی الجاہلیة" (2) یعنی قیامت کے دن میں اپنے والدین، اپنے چچا ابوطالب اور اپنے اس بھائي کی شفاعت کروں گا جو ایام جاہلیت میں زندہ تھا_

آٹھویں دلیل: نیز آپ(ص) نے فرمایا کہ خدا نے آپ(ص) کو جبرئیل کی زبانی بتایا "حرمت النار علی صلب انزلك و بطن حملك وحجر کفلك اما الصلب فعبد اللہ و اما البطن فآمنہ و اما الحجر فعمہ یعنی اباطالب و فاطمہ بنت اسد" یعنی خدانے آتش کو حرام کیا ہے اس صلب پر جس نے تجھے اتارا اور اس بطن پر جس میں تو رہا اور اس دامن پر جس میں تونے پرورش پائي، (3) یہاں صلب سے مراد حضرت عبداللہ ہیں بطن سے مراد حضرت آمنہ ہیں اور دامن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یا گود سے مراد آپ(ص) کے چچا حضرت ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں_ یہی مضمون مختصر فرق کے ساتھ دیگر روایات میں بھی موجود ہے_

1_ وقعة صفین نصر بن مزاحم ص 471 ، الفتوح ابن اعثم ج 3 ص 260 ، نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ ج 3 ص 18، خط 17 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 15 ص 117 ، الامامة و السیاسة ج 1 ص 118، الغدیر ج 3 ص 254 ، مذکورہ کتب سے و از ربیع الابرار زمخشری باب 66 و مروج الذہب ج 2 ص 62 اور ملاحظہ ہو الفتوح ابن اعثم ج 3 ص 260 و مناقب خوارزمی حنفی ص 180_

2_ ذخائر العقبی ص 7 مکمل طور پر الفوائد رازی سے ، الدرج المنیفہ سیوطی ص 8 ، مسالك الحنفاء ص 14 از ابن النعیم و غیرہ اور مذکور ہے کہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے ، تفسیر قمی ج 1 ص 380 ، تفسیر برہان ج 2 ص 358 ، تاریخ یعقوبی ج 2 ص 35 اور تاریخ الخمیس ج 1 ص 232_

3_ اصول کافی ج 1 ص 371 ، بحار ج 35 ص 109 ، التعظیم و المنة سیوطی ص 27 اور ملاحظہ ہو ، روضة الواعظین ص 139 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 14 ص 67، الغدیر ج 7 ص 378 مذکورہ کتب سے و از کتاب الحجة (ابن معد) ص 8و تفسیر ابوالفتوح ج 4 ص 210

183

نویں دلیل: حضرت امام سجاد علیہ السلام سے ایمان ابوطالب(ع) کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:" تعجب کی بات ہے خدا نے اپنے رسول(ص) پر نازل کیا کہ کوئي مسلمان عورت کسی کافر کے حبالہ عقد میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

باقی نہ رہے اور فاطمہ بنت اسد اسلام کی اولین عورتوں میں سے ہیں وہ حضرت ابوطالب کی موت تك ان کے عقد میں رہیں؟"_ (1)

البتہ کافر عورتوں کے ساتھ ازدواجی رابطہ باقی رکھنے سے منع کرنے والی آیت کے مدینہ میں نزول سے مذکورہ روایت کو کوئي ٹھیس نہیں پہنچتی اور نہ وہ اس روایت کے بطلان کا باعث ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قرآنی آیت کے نزول سے قبل ہی آپ(ص) کی زبانی مذکورہ امر سے ممانعت ہوئي ہو_ رہا بعض مسلمانوں کا اس حکم پر (اس زمانے میں) عمل نہ کرنا تو ممکن ہے کہ بعض مخصوص حالات کے تحت وہ اس امر پر مجبور ہوئے ہوں_

دسویں دلیل: بعض لوگوں نے حضرت ابوطالب(ع) کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں خط کے ذریعے امام علی ابن موسی الرضا (ع) سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا (و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبل المومنین ...) (سورہ نساء آیت 115) یعنی جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہونے کے بعد بھی رسول(ص) کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چلے ..._ اس کے بعد فرمایا: "اگر تم حضرت ابوطالب کے ایمان کا اعتراف نہ کرو تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا"_(2)

گیارہویندلیل: جنگ جمل کے موقع پر جب جناب محمد بن حنیفہ نے اہل بصرہ کے ایك آدمی پر قابو پایا تو اسی کا کہناہے کہ جب میں نے اس پر قابو پالیا تو اس نے کہا : " میں ابوطالب کے دین پر ہوں " پس جب میں نے اس کی مراد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سمجھ لی تو اسے چھوڑ دیا (3)
بارہویندلیل: غزوہ بدر کے ذکر میں عنقریب آئے گا کہ حضرت رسول اکرم(ص) نے شہید بدر عبیدہ بن حارث سے اپنے چچا ابوطالب کے متعلق چھوٹے سے طعنے کو بھی برداشت نہیں کیا _ حتی کہ اس کا یہ کہنا بھی برداشت نہیں ہوا کہ ابوطالب نے جو یہ کہا ہے:

1،2_ شرح نہج البلاغۃ معتزلی ج 14 ص 68، الغدیر ج 7 ص 381 اور 394 نے کراجکی ص 85 سے اور کتاب الحجۃ (ابن معد) ص 24،16 سے و الدرجات الرفیعہ و البحار اور ضیاء العالمین سے نقل کیا ہے اور امام سجاد (ع) کی حدیث کے تواتر کا دعوی بھی کیا گیا ہے_

3_ طبقات ابن سعد ج5 ص 68 مطبوعہ لیدن_

کذبتم و بیت اللہ یبدی محمد
و لما نطاعن دونہ ونناضل
و نسلمہ حتی نصرع دونہ
و نذہل عن ابنائنا و الحلائل

خدا کی قسم کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم رسول خدا(ص) کا ساتھ چھوڑ دیں (بلکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہم تو ان کی حمایت میں) تم سے نیزوں اور تلواروں کے ذریعہ سے مقابلہ کریں گے _

تو ہم لوگ ا س سے کہیں بہتر ہیں _ پس جب نبی کریم (ص) اس جیسے طعنے پر بھی غضبناك ہوسکتے ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اپنے چچا کے متعلق مشرك کا حکم لگاکر خوش ہوں گے ؟ اور انہیں دوزخ کے ایك کنارے پر ٹھہرائیں گے جس کی آگ سے ان کا بھیجہ ابل رہا ہوگا؟ یہ بے انصافی کہاں تك رہے گي؟

یہاں ہم انہی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو حضرت ابوطالب کے ایمان کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں مزید تحقیق کے متلاشی متعلقہ کتب کی طرف رجوع کریں_

بے بنیاد دلائل

حضرت ابوطالب علیہ السلام کو نعوذ باللہ کافر سمجھنے والوں نے بے بنیاد دلائل اور روایات کا سہارا لیا ہے_ یہاں ہم ان میں سے چند ایك کی طرف جو زیادہ اہمیت کی حامل ہیں اشارہ کرتے ہیں_

1_ حدیث ضحضاح

ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ نبی کریم(ص) کے پاس آپ(ص) کے چچا ابوطالب(ع) کا ذکر ہوا تو آپ(ص) نے فرمایا: شاید ان کو میری شفاعت روز قیامت فائدہ دے اور آگ کے ایك ضحضاح (کنارے) میں رکھا جائے جہاں ان

کے ٹخنوں تك آگ پہنچے جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے_ ایك اور روایت کے مطابق حضرت عباس نے نبی اکرم(ص) سے عرض کیا آپ(ص) اپنے چچا سے بے نیاز نہ تھے واللہ وہ آپ(ص) کی حفاظت کرتے اور آپ(ص) کی خاطر غضبناك ہوتے تھے فرمایا:" وہ آگ کے ایك حوض میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے

185

سب سے نچلے حصے میں ہوتے"_ (1)

اس حوالے سے ہم درج ذیل عرائض پیش کرتے ہیں_

(الف) علامہ امینی نے الغدیر (ج 8 ص 23_24) میں اور خنیزی نے "ابوطالب مومن قریش" نامی کتاب میں اس روایت کی اسناد سے بحث کی ہے_ ان دونوں حضرات نے اس روایت کے کمزور اور بے بنیاد ہونے، نیز اس کے الفاظ وعبارات کے درمیان تضاد کو واضح طور پر ثابت کیا ہے_

(ب) جب پیغمبر(ص) ابوطالب(ع) کو فائدہ پہنچاتے ہوئے جہنم کے آخری حصے سے انہیں نکال کر گوشہ آتش تك لے آسکتے ہیں تو پھر تھوڑی سی مہربانی اور کرتے ہوئے ان کو اس کنارے سے ہی باہر کیوں نہیں نکال لاتے؟ اس کے علاوہ چونکہ اس وقت رسول(ص) اللہ زندہ تھے اور قیامت برپانہیں ہوئي تھی اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دنیا میں شفاعت ہوسکتی ہے؟

(ج) يہی لوگ روايت کرتے ہيں کہ رسول(ص) خدا نے ابوطالب(ع) کو موت کے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ، جاری کرنے کيلئے کہا تاکہ اس طرح بروز قيامت انہيں آپ کی شفاعت نصيب ہو ليکن ابوطالب نے ايسا نہيں کيا _يہ روايت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کلمہ کے بغير کسی قسم کی شفاعت نہيں ہوسكتي، (2) پھر کيونکر ابوطالب(ع) کی شفاعت ممکن ہوئي (اگرچہ ايك حد تك ہی سہي) حالانکہ ان لوگوں کے بقول انہوں نے کلمہ شہادت زبان پر جاری نہيں کيا جس کی وجہ سے شفاعت ممکن ہوسكتي_ نيز کيايہی لوگ روايت نہيں کرتے کہ مشرك کی شفاعت نہيں ہوسكتي؟ پھر کيونکر اس مشرك کی شفاعت

1_ صحيح بخاری مطبوعہ سن 1309 ج 2 ص 209 اور ج 4 ص 54، المصنف ج 6 ص 41، النسب الاشرف (بہ تحقيق محمودي) ج 2 ص 29_30، صحيح مسلم كتاب الايمان، طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79مسند احمد ج 1 ص 206 و 207 البداية و النہاية ج 3 ص 125، الغدير ج 8ص 23 کہ بعض مذکوره كتب اور عيون الاثر ج 1ص 132 سے نقل کيا ہے اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 66_

2_ الترغيب و الترهيب ج 4 ص 433 از احمد (دو صحيح سندوں کے ساتھ) از بزاز اور طبری (مختلف اسانيد کے ساتھ جن ميں سے ايك اچھی ہے) اور ابن حبان (اپنی صحيح ميں) نيز رجوع ہو الغدير ج 2 ص 25 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوئي اور وہ اس كے سبب جہنم كے آخرى طبقے سے نكال كر آتش كے كنارے ميں منتقل كئے گئے_(1)

(د) ابن ابى الحديد معتزلى نے مذہب اماميہ اور مذہب زيديہ سے نقل كرتے ہوئے كہا ہے كہ ان كا كہنا ہے حديث ضحضاح (كنارہ آتش والى حديث) كو تمام لوگ صرف ايك ہى فرد سے نقل كرتے ہيں اور وہ ہے مغيرہ بن شعبہ حالانكہ بنى ہاشم خصوصاً حضرت على (ع) سے اس كا بغض و عناد ہر خاص و عام كو معلوم ہے_ نيز اس كى داستان اور اس كا فاسق ہونا كسى سے مخفى نہيں_ (2)

ليكن ہم ديكھتے ہيں كہ وہ (غيرشيعہ حضرات) اس روايت كو مغيرہ كے علاوہ ديگر افراد سے بھى نقل كرتے ہيں جيساكہ بخارى وغيرہ نے نقل كيا ہے_ پس ممكن ہے كہ مغيرہ كے علاوہ ديگر افراد سے نقل كرنے كا عمل بعد كى پيداوار ہو كيونكہ يہ معقول نہيں كہ شيعہ حضرات ان پر بے جا طور پر مذكورہ اعتراض كريں جبكہ معتزلى نے شيعوں كے اعتراض كے آگے خاموشى اختيار كرلى ہے گويا اس نے بھى يہى احتمال ديا تھا جو ہم نے ديا ہے ، وگرنہ وہ اس اعتراض كا جواب دے سكتے تو ضرور ديتے_

(ہ) امام باقرعليہ السلام سے لوگوں كے اس قول (كہ ابوطالب(ع) آگ كے گوشے ميں ہيں) كے بارے ميں سوال ہوا تو انہوں نے فرمايا:" اگر ابوطالب(ع) كا ايمان ترازو كے ايك پلڑے ميں ڈالاجائے اور لوگوں كاايمان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دوسرے پلڑے میں تو بے شك ابوطالب(ع) كے ایمان كا پلڑا بھاری ہوگا"_ پھر فرمایا:" كیا تمہیں نہیں معلوم كہ امیرالمومنین علی (ع) اپنی زندگی میں حضرت عبداللہ ، ان كے بیٹے اور حضرت ابوطالب كی نیابت میں حج بجالانے كا حكم دیا كرتے تھے اور انہوں نے ان كی طرف سے حج بجالانے كی وصیت كي"_ (3)

1_ مستدرك الحاكم ج 2 ص 336اور تلخیص مستدرك (ذہبي) (ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے) المواہب اللدنیة ج 1 ص 71، الغدیر ج 8 ص 24 از مستدرك مواهب لدنیہ اور از كنز العمال ج 7 ص 128 سے نقل كیا ہے شرح المواہب (زرقاني) ج 1 ص 291 كشف الغمة (شعراني) ج 2 ص 124 اور تاریخ ابوالفداء ج 1 ص 120_

2_شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 70و بحار الانوار ج 35ص 112 _

3_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 68، الدرجات الرفیعة ص 49، بحار ج 35ص 112، الغدیر ج 8ص 380_390 (ان دونوں اور السید كی كتاب الحجة كے ص 18سے) از طریق شیخ الطائفة ازصدوق اور ضیاء العالمین (مصنف فتوني) _

187

(و) كوفہ كے مضافات (رحبہ) میں جب علی (ع) سے پوچھا گیا كہ كیا آپ (ع) كے والد عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے یا نہیں ؟ تو آپ (ع) نے اس آدمی سے فرمایا:" خاموش تیری زبان جلے_ حضرت محمد (ص) كو بر حق نبی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بناكر بھيجنے والى ذات كى قسم اگر ميرے والد روئے زمين كے تمام گناہگاروں كى بھى شفاعت كريں تو خدا ان سب كو معاف كردے_ واہ باپ تو جہنم كے عذاب ميں مبتلا ہو اور بيٹا ہو قسيم النار والجنة''؟ (جنت و دوزخ تقسيم كرنے والے بيٹے كى موجودگى ميں باپ دوزخ ميں جلے؟ معاذ الله)(1)

(ز) روايات ضحضاح ميں اختلاف و تناقض ملاحظہ فرمايئے ايك روايت تو يہ كہتى ہے كہ شايد ميرى شفاعت كام كرجائے اور قيامت كے دن دوزخ كے كنارے پر ٹھہرائے جائيں _ جبكہ دوسرى روايت يقين كے ساتھ كہتى ہے كہ وہ ابھى دوزخ كے كنارے پر موجود ہيں _ ملاحظہ فرمائيں_

2_ عقيل اور ارث ابوطالب(ع)

كہتے ہيں كہ حضرت ابوطالب كى وراثت عقيل نے پائي نہ كہ على (ع) اور جعفر (ع) نے اور اسكى وجہ يہ بتاتے ہيں كہ ابوطالب(ع) مشرك تھے اور يہ دونوں مسلمان تھے پس ان دونوں فريقوں كے دين مختلف ٹھہرے اور دو مختلف اديان كے پيروكار ايك دوسرے سے وراثت نہيں پاتے_ (2) ان كى يہ دليل بھى صحيح نہيں ہے اور اس كى وجوہات درج ذيل ہيں_

(الف) يہ كہاں سے ثابت ہوا كہ جعفر (ع) اور على (ع) نے وراثت نہيں پائي_

(ب) ان كا يہ كہنا كہ دو مختلف اديان كو ماننے والے ايك دوسرے سے وراثت نہيں پاسكتے درست ہے اور ہم بھى اس كى تائيد كرتے ہيں كيونكہ لفظ توارث باب تفاعل سے ہے _باب تفاعل كام كيلئے دو طرف كے ہونے پر دلالت كرتا

ہے اور ہم بھی مسلمانوں اور كافروں كے درميان توارث (دونوں طرف سے ايك دوسرے سے وراثت پانے) كے قائل نہيں_

1_ بحار الانوار ج 5 ص 3 110 اور كنز الفوائد ص80 مطبوعہ حجريہ_

2_ المصنف ج 6ص 15اور ج 10 ص 344 اور اس كى جلد ششم كے حاشيے ميں بخارى (ج 4 ص 293) سے مروى ہے نيز طبقات ابن سعد ج 1حصہ اول ص 79 _

لفظ توارث كا تقاضا يہ ہے كہ يہ عمل دو طرفہ ہو جس طرح تضارب (ايك دوسرے سے كو مارنا) جو بغير طرفين كے نہيں ہوسكتا_ بنابريں مكتب اہلبيت كا نظريہ ہى درست ہے يعنى يہ كہ مسلمان كافر سے وراثت پاسكتا ہے ليكن كافر مسلمان سے نہيں_ (1)

(ج) حضرت عمر سے منقول ہے كہ ہم مشركين سے وراثت پاتے ہيں ليكن وہ ہم سے نہيں_ (2) نيز بہت سے فقہاء نے فتوى ديا ہے كہ مرتد كى ميراث مسلمانوں كو ملتى ہے اور ہم ان سے وراثت پاتے ہيں ليكن وہ ہم سے نہيں_ (3)

(د) وہ لوگ خود ہى كہتے ہيں كہ حضرت ابوطالب كے وقت و فات تك ميراث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابھی فرض ہی نہیں ہوئي تھی اور معاملہ وصیت کے ساتھ چلتا تھا_ تو اس بناپر ہوسکتاہے کہ جناب ابوطالب (ع) نے عقیل کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس کے نام وصیت کی ہو(4)_

3_ وهم ينهون عنه، وينأون عنه

ابوطالب پر اعتراض کرنے والوں نے ذکر کیا ہے کہ آیت (وہم ینہون عنہ و يناون عنہ) ابوطالب(ع) کے بارے میں نازل ہوئي ہے حضرت ابوطالب پيغمبر(ص) کو ستانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے دوری اختیار کئے ہوئے تھے_ (5)جبکہ ہم کہتے ہیں کہ :

1_ خنیزی نے اس روایت کی سند پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ کافی ہیں لہذا اس کی سند پر ہم بحث نہیں کرنا چاہتے ... (6)

1_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 69 کی طرف رجوع کریں _

2_ المصنف (حافظ عبدالرزاق) ج 10 ص 339 اور ج 6 ص 106 _

3_ المصنف ج 6 ص 104_107 اور 105 اور ج 10 ص 338_341_

4_ مراجعہ ہو: اسنی المطالب ص 62_

5_ الاصابة ج 4 ص 115، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 127، طبقات ابن سعد ج 1 ص 78 حصہ اول بهجة المحافل ج 1 ص 116 انساب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الاشراف بہ تحقیق محمودی ج 2 ص 26، الغدیر ج8 ص3 میں مذکورہ افراد اور تفسیر خازن ج2 ص11 سے نیز تفسیر ابن جزی ج2 ص6، نیز طبری اور کشاف سے نقل کیا گیا ہے اور دلائل النبوية (بیہقي) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 340 و 341_

6_ کتاب ابوطالب مومن قریش ص 305_306_

2_ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت کسی لحاظ سے ابوطالب(ع) پر منطبق نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالی نے اس سے قبل ارشاد فرمایا ہے: (و ان یروا کل آیة لا یومنوا بھا حتی اذا جائوك یجادلونك یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین و ہم ینھون عنہ ...) (1) یعنی اور اگر وہ تمام تر معجزے دیکھ لیں تو بھی وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہانتك کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں گے تو تم سے بھی جھگڑا کریں گے اور وہ لوگ جو کافر ہوگئے کہیں گے، یہ نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں اور وہ اس سے روکتے ہیں ... اس آیت میں جمع کی ضمائر مثلاً" ھم" اور "ینھون و ینأون "کے فاعل کی ضمیر جمع انکی طرف لوٹ رہی ہے جن کا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا ہے اور وہ ایسے مشرك ہیں جو ہر آیت اور معجزے کو دیکھنے کے باوجود اس پر ایمان نہیں لاتے اور ان معجزات کے بارے میں رسول(ص) (ص) سے جھگڑا کرتے ہیں اور اپنے عناد کی وجہ سے اس معجزے کو گذشتہ لوگوں کا افسانہ قرار دیتے ہیں_ ان کی ہٹ دہرمی کی حد اتنی ہی نہیں بلکہ وہ اس سے بھی آگے قدم بڑھاتے ہوئے لوگوں کو نبی اکرم(ص) کی باتیں سننے سے

روکتے ہيں جس طرح کہ وہ خود بھی ان سے دور رہتے ہيں ... ان ميں سے کوئي بات بھی حضرت ابوطالب(ع) پر پوری نہيں اترتي، وہ ابوطالب (ع) جوہميشہ نبی اکرم(ص) کی اطاعت پر حوصلہ افزائي کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور زبان کے ساتھ نبي(ص) کی تائيد کرتے بلکہ ہم تو يہ ديکھتے ہيں کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس دين کے دائرے ميں آنے کی دعوت ديتے اور خود بھی اس دين پر ڈٹے رہے اور اس سلسلے ميں ہر مشکل کا خندہ پيشانی سے سامنا کيا ،جس طرح کہ ان کی بيوي، حمزہ(ع) ، جعفر(ع) ، حضرت علي(ع) اور بادشاہ حبشہ کی بھی يہی صورت حال تھي_ مفسرين نے بھی اس آيت سے عموم ہی سمجھا ہے اور اس سے سب کفار مراد لئے ہيں اور اس کا يہ معنی کيا ہے کہ وہ لوگ کفار کو روکتے تھے اور اتباع رسول(ص) سے منع کرتے تھے اور خود بھی اس سے دور رہتے تھے ...ابن عباس، حسن، ... قتادہ، ابی معاذ، ضحاك، ابن الحنفيہ، السدي، مجاہد الجبائي اور ابن جبير سے بھي

1_ سورہ انعام، آيت 25_26_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

يہی تفسیرتفسیر مروی ہے_ (1)

3_علامہ امینی فرماتے ہیں مذکورہ روایت کہتی ہے کہ سورہ انعام کی آیت (وہم ینہون عنہ و یناون عنہ) حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت نازل ہوئي_ دوسری روایت کہتی ہے کہ آیت (انك لا تهدی من اجبت ...) بھی ان کی وفات کے وقت نازل ہوئي جبکہ قرآن کی یہ آیت سورہ قصص کی ہے، جس کی تمام آیات ایك ساتھ نازل ہوئیں اور سورہ قصص پانچ سورتوں کے فاصلے کے ساتھ سورہ انعام سے قبل نازل ہوئي_ (2) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ابوطالب کی وفات کے کافی عرصے بعد نازل ہوئي_ بنابر ایں ان لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ آیت وفات ابوطالب(ع) کے وقت نازل ہوئي کیونکر معقول ہو سکتا ہے؟

4_ مشرك کیلئے طلب مغفرت سے منع کرنے والی آیت

بخاري، مسلم اور دیگر محدثین نے ابن مسیب سے اور اس نے اپنے باپ سے ایك روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول(ص) اللہ نے وفات ابوطالب(ع) کے وقت ان سے لا الہ الا اللہ کہنے کی خواہش کی تاکہ اس کے ذریعے آپ(ص) خدا کے نزدیك ان کی مغفرت کیلئے دلیل قائم کرسکیں اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ابوطالب(ع) سے کہا:" کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے منہ موڑنا چاہتے ہیں؟ "رسول(ص) اللہ ابوطالب(ع) کو کلمہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں مذکورہ بات دہراتے رہے یہاں تك

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ ابوطالب(ع) نے آخری جملہ یہ کہا (عبدالمطلب کے دین پر ہوں) اور لا الہ الا اللہ کہنے سے احتراز کیا_
یہ دیکھ کر رسول(ص) اللہ نے فرمایا : "خدا کی قسم جب تك خدا کی طرف سے ممانعت نہ ہو آپ کیلئے طلب

1_ رجوع کریں: مجمع البیان ج 7 ص 35، 36، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 127، الغدیر ج 8 ص 3 درالمنثور ج 3 ص 8_9، ان سب نے تمام یا بعض مطالب کو قرطبي، طبري، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ ، عبد بن حمید اور ابن مردویہ سے نقل کیا ہے_ قرطبی ج 6 ص 406 _

2_ الدر المنثور ج 2ص 3 ،تفسیر شوکانی ج 3، ص 91_92، تفسیر ابن کثیر ج 2ص 122اور الغدیر ج8 ص 5 نے نقل کیا ہے از افراد مذکور و از تفسیر قرطبی ج 6ص 386 و383 ،ان سب نے نقل کیا ہے از ابی عبید و ابن منذر و طبرانی و ابن مردویہ و نحاس ...

مغفرت کرتا رہوں گا"_ اس مناسبت سے یہ آیت اتری (ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لہم انہم اصحاب الجحیم) (1) یعنی پیغمبر(ص) اور مومنین کیلئے روا نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے مغفرت طلب کریں اگرچہ وہ ان کے قرابت دارہوں بعد اس کے کہ ان کا جہنمی ہونا واضح ہوجائے، نیز خدا نے ابوطالب(ع) کے بارے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں یہ آیت اتاری (انك لاتہدی من احببت ولكن الله یہدی من یشائ) (2) یعنی اے رسول آپ(ص) ہر اس شخص كی ہدایت نہیں كرسكتے جسے آپ چاہیں بلكہ خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے_

ہم نہ تو اس مقطوعہ روایت كی سندوں پر بحث كرنا چاہتے ہیں (3)اور نہ ابن مسیب جیسے لوگوں پر جن كی حضرت علی (ع) سے دشمنی واضح ہے اور بعض لوگوں نے تواس كی تصریح كی ہے_ (4) البتہ درج ذیل امور كی طرف اشارہ كریں گے_

1) وہ آیت جو (مشركین كیلئے) طلب استغفار سے منع كرتی ہے سورہ توبہ كی ہے اور اس بات میں شك كی گنجائشے نہیں كہ یہ سورت مدینہ میں رسول(ص) پر اترنے والی آخری سورتوں میں سے ایك ہے بلكہ بعض حضرات نے یہ دعوی كیا ہے كہ آخری سورہ یہی ہے_ (5) یہ بات غیرمعقول ہے كہ یہ آیت دس سال سے زیادہ عرصے تك تنہا پڑی رہی ہو پھر جب سورت توبہ نازل ہوئي تو اس میں شامل كر دی گئي ہو كیونكہ قرآنی آیات كسی سورہ كے ساتھ اس صورت میں ملحق ہوتی ہیں جبكہ وہ سورت اس سے قبل نازل ہوچكی ہو_اور یہ بات قرآن كی لمبی سورتوں سے متعلق ہے نہ كہ دیگر سورتوں سے جس كی تمام آیات ایك ساتھ اترتی تھیں_

1_ سورہ توبہ، آیت 113_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ سورہ قصص آیت 56روایت بخاری مطبوعہ 1309کی ج 3ص 111وغیرہ میں

3_ رجوع کریں: ابوطالب مومن قریش ص 313_340اور انساب الاشراف بہ تحقیق محمودی ج 2ص 25اور 26 نیز دلائل النبوۃ (بیہقي)

مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج2 ص 342 و 343_

4_ الغارات (ثقفي) ج 2ص 569

5_ الغدیر ج 8ص 10، ابوطالب مومن قریش ص 341از بخاري، کشاف، بیضاوي، تفسیر ابن کثیر، الاتقان، ابن ابی شیبہ، نسائي، ابن الضریس، ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ_

بنابریں رسول(ص) خدا اس قدر طویل عرصے تك ابوطالب(ع) کیلئے طلب مغفرت و رحمت کرتے رہے حالانکہ یہ عمل کافر سے محبت کا واضح ترین نمونہ ہے اور خدا نے سورہ توبہ کے نزول سے قبل ہی متعدد آیات میں کفار کی محبت سے منع کیا تھا جیساکہ اس آیت میں فرماتا ہے:(لا تجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آبائہم اَو ابنا ھم او اخوانھم اوعشیرتہم) (1) یعنی اے رسول(ص) آپ(ص) اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے مخالفین سے محبت کرتے ہوئے نہیں پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائي یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں_ نیز فرمایا ہے: (یایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) (2) یعنی اے مومنوا مومنین کے بجائے کافروں کو اپنا دوست اور حامی نہ سمجھو_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یا یہ فرمایا ہے: (الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندہم العزة) (3) یعنی جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا وہ عزت ان کے ہاں ڈھونڈتے ہیں؟

نیز فرمایا: (لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) (4) یعنی مومنین کو چاہیئے کہ وہ مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست اور ہمدرد نہ بنائیں_

انکے علاوہ اور بھی آیات موجود ہیں جن کے بارے میں تحقیق کی یہاں گنجائشے نہیں_

2)خدانے سورہ منافقین میں جو بنابر مشہور ہجرت کے چھٹے سال میں سورہ توبہ سے پہلے، نیز غزوہ بنی مصطلق سے قبل نازل ہوئي فرمایا ہے:(سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفرلہم لن یغفر اللہ لہم) یعنی کہ آپ ان کیلئے خواہ طلب مغفرت کریں یا نہ کریں(ایک ہی بات ہے) خدا ان کو کبھی نہیں

1_ سورہ مجادلہ 22نیز یہ سورہ توبہ سے سات سورتوں کے فاصلے پر پہلے نازل ہوئي (جیساکہ الاتقان ج 1ص 11تفسیر ابن کثیر ج4ص 329فتح القدیر ج 5ص 186اور الغدیر ج 8ص 10میں ان سے اور تفسیر آلوسی ج 28و 37سے منقول ہے) ابن ابی حاتم، طبراني، حاکم، بیہقي، ابونعیم وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ سورہ بدر یا احد میں نازل ہوئي_

2_ سورہ نساء آیت 144 _

3_ سورہ نساء آیت 139_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بخشے گا_

پس جب آپ(ص) کو یہ علم تھا کہ خدا کافروں کو ہرگز نہ بخشے گا خواہ آپ(ص) ان کیلئے استغفارکریں یا نہ کریں ، تو پھرآپ خواہ مخواہ کی زحمت کیوں کرتے؟ حالانکہ واضح سی بات ہے کہ یہ امر عقلاء کے نزديك معقول نہيں_

3)ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا(ص) نے صاف صاف فرمایا: "اللہم لاتجعل لفاجر او لفاسق عندی نعمة"(1) یعنی اے خدا کسی فاسق یا فاجر کیلئے میرے پاس کوئي نعمت اور احسان قرار نہ دے_

نیز آپ(ص) نے حکیم بن حزام کا تحفہ اس کے کافر ہونے کی بنا پر واپس کردیا تھا_ عبیداللہ کہتا ہے میرا خیال ہے آپ(ص) نے فرمایا تھا: "ہم مشرکین سے کوئي چیز قبول نہیں کرتے لیکن اگر تم چاہو توقیمت کی ادائیگی کے ساتھ قبول کریں گے"_ (2)

پیغمبر اکرم(ص) نے عامر بن طفیل کا تحفہ بھی قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ وہ اس وقت تك مسلمان نہیں ہوا تھا_اس کے علاوہ آپ(ص) نے ملاعب الاسنہ (بوڑھوں کا مذاق اڑانے والوں)کا ہدیہ بھی رد کردیا تھا_ آپ (ص) نے فرمایا میں کسی مشرك کا تحفہ قبول نہیں کرتا_ (3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عیاض مجاشعی سے منقول ہے کہ اس نے نبی اکرم(ص) کے پاس کوئي تحفہ بھیجا لیکن آپ(ص) نے اسے لینے سے

1_ رجوع کریں ابوطالب مومن قریش (خنيزي)

2_ مستدرك الحاكم ج 3ص 484اور تلخيص مستدرك (ذہبي) اس صفحے کے حاشيہ پر_ ان دونوں نے اس روايت کو صحيح گردانا ہے_ نيز كنز العمال ج6ص 57و 59از احمد، طبرانی الحاكم اور سعيد بن منصور ، حيات صحابہ ج2 ص 258 و 259 ، 260 از كنزالعمال و از مجمع الزوائد ج8 ص 278 اور التراتيب الاداريہ ج2 ص 86_ يہاں پر ملاحظہ ہو کہ آپ(ص) نے وقت ہجرت جناب ابوبكر سے بھی صرف قيمت دے كر اونٹ لئے تھے_

3_ كنز العمال ج 3ص 170طبع اول از ابن عساكر طبع ثانی ج 6ص 57از طبراني، المصنف (عبدالرزاق) ج 1ص 446و 447 اورحاشيہ ميں مغازی اور ابن عقبہ سے منقول ہے اور مجمع البيان ج1 ص 353_

انکار کیا اور فرمایا مجھے کافروں کے عطیات سے منع کیا گیا ہے_ (1) آنحضرت(ص) کے اس عمل کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کفار کے تحائف کا قبول کرنا آپ(ص) کے دل میں ان کیلئے محبت واحترام کا گوشہ پیدا کرنے کا باعث نہ ہو_

4)صحیح سند کے ساتھ حضرت علي(ع) سے مروی ہے (جیساکہ علامہ امینی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے ذكر كيا ہے)كہ انہو ں نے سنا ايك شخص اپنے والدين كيلئے طلب مغفرت كررہا ہے جبكہ وہ دونوں مشرك تھے، حضرت علي(ع) نے يہ بات پيغمبر(ص) خدا كو سنائي تو مذكورہ آيت اتري_ (2) ايك روايت كى رو سے مسلمانوں نے كہا كيا ہم اپنے آباء كيلئے طلب مغفرت نہ كريں؟ اس كے جواب ميں مذكورہ آيت نازل ہوئي_ (3) ايك اور روايت كے مطابق جب پيغمبر(ص) خدانے اللہ سے اپنى والدہ كيلئے طلب مغفرت كى اجازت چاہى تو خدانے آپ(ص) كو اجازت نہ دى اور يہ آيت اترى پھر آپ(ص) نے ان كى قبر پر جانے كى اجازت مانگى تو اس كى اجازت مل گئي_ (4)

1_ كنز العمال ج 6ص 57و 59ابوداؤد اور ترمذى سے، احمد او ر طيالسى اور بيہقى نے اسے صحيح قرار ديا ہے_ نيز رجوع كريں كنزالعمال ج 6ص 57 و 59ميں عمران بن حصين سے مروى روايت كى طرف نيز المنصف (عبد الرزاق) ج 10ص 447اور اس كے حاشيے ميں ج 2ص 389اس نے ابوداؤد احمد اور ترمذى سے روايت كى ہے او ر ملاحظہ ہو الوسائل ج12 ص 216 از كافى اور المعجم الصغير ج1 ص 9_

2_ الغدير ج 8ص 12نيز ديگر مآخذ از طيالسي، ابن ابى شيبہ، احمد، ترمذي، نسائي، ابويعلي، ابن جرير، ابن منذر، ابن ابى حاتم، ابوشيخ، ابن مردويہ، حاكم (جس نے اسے صحيح قرار ديا ہے)، بيہقى (در شعب الايمان)، ضياء (المختارة ميں)، الاتقان، اسباب النزول، تفسير ابن كثير، كشاف، اعيان الشيعة، اسنى المطالب ص 18 (دحلان)، ابوطالب مومن قريش، شيخ الابطح اور مسند احمد ج 1ص 130_131_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ مجمع البیان ج 5 ص 76 از حسن، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 393، ابوطالب مومن قریش ص 348 از مجمع البیان اور تفسیرابن کثیر سے اور الاعیان ج 39 ص 158 و 159میں ابن عباس اور حسن سے، کشاف، ج 2 ص 246_

4_ تفسیر طبری ج 11ص 31و الدر المنثور ج 3 ص 283 و ارشاد الساری ج 7 ص 282 اور 158 از صحیح مسلم، تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 394، مسند احمد، سنن ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقي، ابن ابی حاتم، طبراني، ابن مردویہ، کشاف ج 2 ص 49 اور ابوطالب مومن قریش ص 349 _

یہاں اگرچہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اس آخری روایت کا صحیح ہونا بہت بعید ہے کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق آپ(ص) کی والدہ مومنہ تھیں جیساکہ ہم حضور(ص) کے آباء کے ایمان کے بارے میں ذکر کرچکے ہیں لیکن اس سے قطع نظر یہ روایت گزشتہ روایات کے منافی ہے_ شاید راویوں نے اپنی صوابدید کے مطابق عمداً یا سہواً اس آیت کو حضرت آمنہ پر منطبق کیا ہے لیکن صحیح روایت امیرالمؤمنین علي(ع) سے مروی مذکورہ بالا روایت ہی ہے وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول(ص) اللہ اپنی زندگی کے آخری ایام تك اپنی والدہ کیلئے استغفار کرنا بھول جاتے؟ یہ ان باتوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر گزرچکا ہے_

5)(انك لا تہدی من اجبت) والی آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ احد کے دن اتری جب رسول(ص) اللہ کا دندان مبارك شہید ہوا اور چہرہ مبارك پر زخم آیا_ اس وقت آپ(ص) نے فرمایا تھا خدایا میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نادان ہیں پس خدانے یہ آیت نازل کی (انك لا تہدی من احببت ...)(1)
یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئي ہے کیونکہ رسول(ص) اللہ کی خواہش تھی کہ وہ مسلمان ہوجائے کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے_ (2)

6)جب رسول(ص) اللہ چاہتے تھے کہ حضرت ابوطالب ایمان لے آئیں تو یقیناً یہی بات خدا بھی چاہتا تھا کیونکہ رسول(ص) کسی ایسے امر کو پسند نہیں فرماتے جو خدا کو ناپسند ہو_ رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ آپ(ص) کو ایك وحشی کا قبول اسلام پسند نہ تھا لیکن وہ ایمان لے آیا تو یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ امر خدا اور پیغمبر(ص) کے درمیان اختلاف اور تضاد کی علامت ہے یعنی یہ کہ ان دونوں میں توافق نہ ہو_ لیکن اگر توافق موجود ہو تو پھر یہ کیسے

1_ ابوطالب مومن قریش 368 از اعیان الشیعة ج 39 ص 259، الحجة ص 39 اس روایت کے بعض مآخذ کا ذکر جنگ احد کے بیان میں ہوگا نیز ملاحظہ ہو: التراتیب الاداریہ ج1 ص 198 از استیعاب_

2_ ابوطالب مؤمن قریش ص 369از شیخ الابطح ص 69_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ممكن ہے کہ اللہ اور رسول(ص) اللہ ايك شخص کے ايمان کو ناپسند کريں؟ (1)

7) " انك لا تهدى من احببيت ..." والى آيت جناب ابوطالب (ع) کے ايمان سے مانع نہيں ہے کيونکہ جس طرح روايات دلالت کرتى ہيں خدا نے جناب ابوطالب (ع) کا مؤمن ہوناپسند کيا ہے اور يہ آيت رسول اکرم(ص) کويہ بتانا چاہتى ہے کہ صرف آپ (ص) کى محبت ہى کسى شخص کے ہدايت يافتہ ہونے کے لئے کافى نہيں ہے بلکہ اس کے علاوہ خدا کى مرضى بھى ساتھ ہونى چاہيئے_

آخر ميں يہ بھى عرض کرتے چليں کہ گذشتہ معروضات کى رو سے جناب عبدالمطلب نہ کافر تھے نہ مشرك بلکہ وہ مؤمن اور دين حنيف کے پيروکار تھے بلکہ مسعودى نے تو اپنى ايك کتاب ميں صاف کہہ ديا ہے کہ وہ اسلام پر مرے_ (2) پس حضرت ابوطالب کا يہ کہنا کہ ميں عبدالمطلب کے دين پر ہوں ان کے کفر پر دلالت نہيں کرتا_ اگر بالفرض انہوں نے ايسا کہا بھى ہو تو پھر اس کى وجہ لازماً يہى ہوسکتى ہے کہ وہ قريش کو اس وقت کى بعض مصلحتوں کى بناپر بے خبر رکھنا چاہتے تھے_

باقيماندہ دلائل

يہ تھے ابوطالب(ع) کو نعوذ باللہ کافر سمجھنے والوں کے اہم دلائل ليکن ہم نے ديکھا کہ يہ دلائل صحيح اور عالمانہ تحقيق کے آگے نہيں ٹھہرسکتے_ ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دلائل کے علاوہ بعض روایات باقی ہیں جن سے ممکن ہے کہ مذکورہ مطلب (کفر ابوطالب) پر استدلال کیا جائے حالانکہ ان روایات میں کوئي ایسا نکتہ نہیں جو اس بات کو ثابت کرسکے_ ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق:

1_ رجوع کریں حاشیہ کتاب انساب الاشراف جلد 2 کے صفحہ 28پر_

2_ الروض الانف ج 2ص 170_171_

1) رسول(ص) اللہ نے وسوسے سے رہائي کے بارے میں ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تمہیں چاہ یے کہ وسوسے سے نجات کیلئے وہ جملہ پڑھو جس کے پڑھنے کا میں نے اپنے چچا کو حکم دیا تو انہوں نے نہیں پڑھا یعني: لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کی شہادت (1)_ عمر سے مروی ہے کہ وہ کلمہ تقوی جس کی تاکید رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوطالب کو ان کی موت کے وقت کی کلمہ شہادت ہے ... (2)

لیکن واضح رہے کہ بعض لوگ رسول(ص) اللہ سے اس بارے میں سوال کرتے تھے ا ور اسے اپنی زبان پر جاری بھی کرتے تھے لیکن اس کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

باوجود وسوسے کا شکار تھے_ مگر یہ کہ اس سے آپ (ص) کی مراد شہادتین کا تکرار اور کثرت تلفظ لیا جائے_ جیساکہ یہ روایت ایك معتبر سندکے ساتھ بھی مروی ہے اور اس میں آیا ہے کہ سعد اور عثمان کے درمیان اختلاف ہوا_ حضرت عمرنے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور کہا کہ حضرت یونس(ع) کی دعا یہ تھی (لا الہ الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین) لیکن اس نے ابوطالب(ع) کا ذکر نہیں کیا_(3)

2)جب ابوقحافہ نے مسلمان ہونے کیلئے بیعت کا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابوبکر روئے، رسول(ص) اللہ نے پوچھا :"کیوں روتے ہو؟" بولے:" اس خیال سے روتا ہوں کہ کاش اس کے بدلے آپ(ص) کے چچا کا ہاتھ ہوتا جو بیعت کر کے مسلمان ہوتا اور یوں اللہ آپ(ص) کی آنکھوں کو ٹھنڈك بخشتا تو مجھے زیادہ خوشی ہوتي"_ (4) لیکن یہی روایت قبل ازیں مختلف مآخذ سے ایك اور انداز سے بیان ہوچکی ہے جس سے ابوطالب(ع) کے

1_ حیاۃ الصحابۃ ج 2 ص 540 و 541 و کنز العمال ج 1 ص 259_261 از ابی یعلی و البوصیری (زواید میں) اور طبقات ابن سعد ج 2 ص 312 سے_

2_ مجمع الزواید ج 1 ص 15 و کنز العمال ج 1 ص 262 و 63 از ابی یعلی و ابن خزیمہ و ابن حبان و بیہقی وغیرہ جن کی تعداد زیادہ ہے_

3_ مجمع الزوائد ج 7 ص 68 از احمد (اس سند کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن محمد بن سعد کے جو ثقہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے) اور حياۃ الصحابۃ ميں احمد، ترمذی اور الكنز ج 1 ص 298 ميں ابی يعلی اور طبرانی سے_ طبرانی نے اسے صحيح قرار ديا ہے_

4_ الاصابۃ ج 4ص 116اور الحاكم (جس نے اس روايت كو صحيح قرار ديا ہے، بخاری و مسلم كے معيار كے مطابق) از عمر بن شبہ، ابويعلي، ابوبشر سمويہ (در فوائد) و نصب الرايۃ ج 6 ص 281 و 282 (بعض مآخذ سے جن كا ذكر حاشيہ ميں ہوا ہے) المصنف ج 6 ص 39 اور اس كے حاشيہ ميں نقل ہوا ہے از ابن ابی شيبہ ج 4 ص 142 اور 95، ابوداؤد ص 458 اور مسند احمد ج 1 ص 131 _

ايمان كی تائيد ہوتی ہے_ لہذا اس كا اعادہ نہيں كرتے_ بلكہ يہ بھی منقول ہے كہ جب ابوقحافہ مسلمان ہوا تو حضرت ابوبكر كو اس كے قبول اسلام كا پتہ ہی نہ چلا يہاں تك كہ رسول(ص) اللہ نے ان كو خوشخبری دي_ (1) بنابر اين حضرت ابوبكر نے مذكورہ بات اس وقت جب ان كے باپ نے بيعت كيلئے ہاتھ بڑھاياكيسے كہي؟

3)ايك روايت ميں مذكور ہے جب حضرت ابوطالب(ع) كی وفات ہوئي تو حضرت علي(ع) رسول(ص) اللہ كے پاس آئے اور عرض كيا كہ آپ(ص) كا بوڑھا اور گمراہ چچا چل بسا_

ايك اور روايت كے مطابق حضرت علي(ع) نے ابوطالب(ع) كے غسل و كفن كے بارے ميں رسول(ص) اللہ كا حكم ماننے سے انكار كرديا چنانچہ رسول (ص) اللہ نے آپ كو حكم ديا يہ كام كسی اور كے ذمے ڈال ديں_(2) جبكہ امام احمد نے بھی اپنی مسند ميں اس روايت كو نقل كيا ہے ليكن اس ميں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لکھا ہے آپ کا بوڑھا چچا وفات پاچکا ہے اس میں گمراہ کا لفظ نہیں آیا_ (3)یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ (ص) نے (نعوذ باللہ) ایك مشرك کو غسل دینے کا حکم کیسے دیا ؟ اوریہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر رسول(ص) اللہ نے عقیل اور طالب کو جو مشرك تھے غسل دینے کا حکم دینے کی بجائے علي(ع) کو کیوں حکم دیا؟ پھر یہ بات رسول(ص) کے غمگین ہونے، ابوطالب(ع) کیلئے طلب مغفرت و رحمت کرنے، ان کے جنازے کو کندھا دینے اور جنازے کے ساتھ چلنے سے کیسے ہماہنگ ہوسکتی ہے؟ جبکہ یہی لوگ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر(ص) مشرك کے جنازے کے ساتھ چلنے کو جائز نہیں سمجھتے؟ (4)

1_ المحاسن والمساوی جلد 1 صفحہ 57_

2_ المصنف ج 6ص 39 نیز ملاحظہ ہو: کنز العمال ج17 ص 32 و 33 ، نصب الرایہ ج2 ص 281 و 282 اور اسی کے حاشیہ میں مختلف منابع سے مذکور احادیث_

3_ مسند الامام احمد ج1 ص 129 اور 35 1و انساب الاشراف بہ تحقیق المحمودی ج 2 ص 24 اس میں مذکور ہے کہ آپ نے انکو بذات خود حکم دیا تو انہوں نے انہیں دفن کردیا_

4_ اس بحث کی ابتدا میں بعض مآخذ کا ذکر ہوچکا اور یہ بھی کہ مشرك کے جنازے میں شرکت جائز نہیں ہے_ رجوع کریں سنن بیہقی وغیرہ جیسی کتب احادیث کی طرف_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کے علاوہ کیا یہ درست ہوسکتاہے کہ حضرت علي(ع) نے رسول(ص) کا حکم ماننے سے انکار کیا ہو یہاں تك کہ رسول(ص) اللہ ان سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کام کسی اور کے ذمے لگادو؟ کیا حضرت علي(ع) اس قسم کی باغیانہ ذہنیت رکھتے تھے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا_ اس کے علاوہ یہ لوگ متعدد مآخذ سے منقول اس حقیقت کے بارے میں کیا جواب دیں گے جن کے مطابق حضرت علي(ع) نے خود بہ نفس نفیس ابوطالب(ع) کو غسل دیا، دفن کیا اور ان کو غسل دینے کے بعد غسل مس میت کیا جو کسی بھی مسلمان میت کو چھونے پر واجب ہوتا ہے؟(1) پس جب یہ واضح ہوگیا کہ ابوطالب سچے مسلمان تھے تو پھر مدینی جیسے افراد کی یا وہ گوئي پرجو نہ عقل کے مطابق ہے نہ شرع کے، کان دھرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ لوگ چاپلوسی اور نیکی کے دکھا وے کے ذریعے کوئي نتیجہ حاصل نہیں کرسکتے جیسا کہ مدینی کہتا ہے کہ میری آرزو تھی کہ ابوطالب(ع) مسلمان ہوتے یوں رسول(ص) اللہ کو خوشی حاصل ہوتی اگرچہ اس کے بدلے مجھے کافر ہونا پڑتا_ (2)

ابوطالب(ع) نے اپنا ایمان کیوں چھپایا؟

اگر ہم دعوت اسلامی کے تدریجی سفر اورابوطالب(ع) کے طرز عمل کا

مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ پہلے پہل ہوبہو مومن آل فرعون کی طرح اپنا ایمان چھپاتے تھے_ ان کی روش یہ رہی کہ کبھی اس کو ظاہر کرتے اور کبھی مخفی رکھتے یہاں تك کہ بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسے زیادہ ظاہر کرنا شروع کیا_ امام صادق(ع) سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالب(ع) کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جنہوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرك کا دکھاوا کیا پس خدانے ان کو دگنا اجر عنایت کیا_ (3)

1_ تاريخ الخميس ج 1 30

2_ عيون الاخبار ج 1ص 263 (ابن قتيبہ) _

3_ امالی صدوق ص 551، شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14 ص 70، اصول كافی ج 1 ص 373، روضة الواعظين ص 139، بحار الانوار ج 35 ص 111، الغدير ج 7 ص 385_390 از مآخذ مذكور، الحجة (ابن معد) ص 17اور 115، تفسير ابی الفتوح ج 4 ص 212، الدرجات الرفيعة اور ضياء العالمين_

شعبی نے ذکر سندکے بغیر امیرالمؤمنین حضرت علي(ع) سے نقل کیا ہے کہ واللہ ابوطالب بن عبدالمطلب بن عبد مناف مسلمان اور مومن تھے اور اس

خوف سے اپنا ایمان چھپاتے تھے کہ قریش بنی ہاشم کے خلاف اعلان جنگ نہ کریں_ ابن عباس سے بھی اسی طرح کی بات مروی ہے_ (1) اسکی تائید میں اور بھی متعدد احادیث موجود ہینجنکے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں_ (2) لیکن ایك اور روایت کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے جو شاید حقیقت سے قریب تر ہو_ اسے شریف نسابہ علوی (معروف بہ موضح) نے اپنی اسناد کے ساتھ یوں بیان کیا ہے جب ابوطالب(ع) کی وفات ہوئي تو اس وقت مُردوں پر نماز نہیں پڑھی جاتی تھی پس نبي(ص) نے ان کی اور حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی _بس اتنا ہوا کہ حضرت ابوطالب کا جنازہ گزرا جبکہ حضرت علي(ع) ، جعفر(ع) اور حمزہ(ع) بیٹھے ہوئے تھے_ (3) تب وہ کھڑے ہوگئے اور جنازے کی مشایعت کی پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا کي_ پس بعض لوگوں نے کہا ہم اپنے مشرك مردوں اور رشتہ داروں کیلئے دعا کرتے ہیں_ (لوگوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوطالب کی حالت شرك میں وفات ہوئي اسلئے کہ وہ ایمان کو چھپاتے تھے) چنانچہ خدا نے اس آیت میں حضرت ابوطالب کو شرك سے منزہ ،نیز اپنے نبي(ص) اور مذکورہ تین ہستیوں کو خطاسے بری قرار دیا ہے (ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین و لوکانوا اولی قربي) یعنی نبی اور مومنین کیلئے روانہیں کہ وہ مشرکین کیلئے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دارہی کیوں نہ ہوں_

پس جو بھی حضرت ابوطالب کو نعوذ باللہ کافر سمجھے تو گویا اس نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نبي(ص) کو خطا کار ٹھہرایا حالانکہ خدانے آپ(ص) کے اقوال و افعال کو خطاسے منزہ قرار دیا ہے_ (4)

_1 امالی صدوق ص 550، الغدیر ج 8 ص 388 از کتاب الحجة ص 24، 94، 115 _

_2 رجوع کریں الغدیر ج 7 ص 388_390 از الفصول و المختارة ص 80، اکمال الدین ص 103 اور کتاب الحجة (ابن معد) از ابوالفرج اصفہاني_

3 حضرت جعفر حبشہ گئے ہوئے تھے پس یا تو وہ مختصر مدت کیلئے وہاں سے لوٹنے کے بعد پھر واپس ہوئے تھے یا راوی نے اپنی طرف سے عمداً یا سہواً ایسی بات لکھ دی ہے

4 الغدیر ج 7ص 399 از کتاب الحجة (ابن معد) ص 168

ایمان ابوطالب (ع) کو چھپانے کی ضرورت کیا تھي؟

ہم جرا ت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوطالب(ع) کا اپنے ایمان کو مخفی رکھنا اسلام کی ایك شدید ضرورت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دعوت اسلامی کو ایك ایسے بااثر فرد کی ضرورت تھی جو اس دعوت کیپشت پناہی اور اس کے علمبردار کی محافظت کرتا بشرطیکہ وہخود غیر جانبدار ہوتا تاکہ اس کی بات میں وزن ہو _یوں اسلامی دعوت اپنی حرکت و کارکردگی کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

غير مؤثر بنانے والے ايك بہت بڑے دباؤ كا سامنا كئے بغير اپنى راہ پر چل نكلتي_

ابن كثير وغيرہ نے كہا ہے اگر ابوطالب(ع) مسلمان ہوجاتے (ہم تو يہ كہتے ہيں كہ وہ مسلمان تھے ليكن اس حقيقت كو چھپاتے تھے) تو مشركين قريش كے پاس ان كى كوئي حيثيت نہ رہتى اور نہ ان كى بات ميں وزن ہوتا _نيز نہ ان پر آپ كى ہيبت باقى رہتى اور نہ وہ ان كا احترام ملحوظ ركھتے بلكہ ان كے خلاف ان ميں جسارت پيدا ہوتى اور اپنے دست و زبان سے ان كى مخالفت كرتے_ (1)

ابوطالب (ع) پر تہمت كيوں؟

شايد حضرت ابوطالب كا واحد جرم يہ ہو كہ وہ اميرالمومنين حضرت على (ع) كے والد تھے_ درحقيقت اس قسم كى ناروا تہمتوں كا اصلى ہدف حضرت ابوطالب(ع) نہيں بلكہ ان كے بيٹے حضرت علي(ع) ہيں جواموبوں، زبيريوں اور دشمنان اسلام كى آنكھوں كا كانٹا تھے _ان لوگوں كى ہميشہ يہ كوشش رہى ہے كہ حضرت على (ع) سے مربوط ہر كام ميں عيب نكاليں يہاں تك كہ نوبت ان كے بھائي جعفر اور ان كے والد ابوطالب(ع) تك بھى جا پہنچى _بلكہ ہم تو ديكھتے ہيں كہ ان كے حق ميں مختلف فرقوں كے نزديك صحيح سند كے ساتھ ثابت كوئي فضيلت ايسى نہيں جس كى نظير خلفاء ثلاثہ كيلئے بھى بيان نہ كى گئي ہو (البتہ ضعيف اسناد كے ساتھ) تمام تعريفيں اس خدا كيلئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہيں اور برہان كامل بھى اس كى ہى ہے_

ہم يقين كے ساتھ كہتے ہيں كہ اگر ابوسفيان يا حضرت على (ع) كے ديگر دشمنوں كے آباء و اجداد ميں سے كسي

1_ البداية و النہاية ج 3 ص 41 نيز رجوع كريں السيرة النبوية (دحلان) ج 1 ص 46_

202

ايك نے بھى ابوطالب(ع) جيسى خدمات كا دسواں حصہ انجام ديا ہوتا تو اس كى خوب تعريفيں ہوتيں اور اسے زبردست خراج تحسين پيش كياجاتا _اس كى شان ميں احاديث كے ڈھير لگ جاتے_ نيز دنيوى و اخروى لحاظ سے اس كى كرامتوں اور شفاعتوں كا زبردست چرچاہوتا بلكہ ہر زمانے اور ہر مقام پر ان چيزوں ميں مسلسل اضافہ ہى ہوتا رہتا_

عجيب بات تو يہ ہے كہ معاويہ كا باپ ابوسفيان جس نے حضرت عثمان (كے خليفہ بننے كے بعد ان)كى محفل ميں يہ كہا: " يہ حكومت تيم اور عدى سے ہوتے ہوئے اب تم تك آئي ہے اسے اپنے درميان گيند كى طرح لڑھكا تے رہو اور بنى اميہ كو اس حكومت كے ستون بناؤ ، كيونكہ يہ تو صرف حكومت كا كھيل ہے_ قسم ہے اس كى جس كى ابوسفيان قسم كھاتا ہے نہ جنت كى كوئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حقیقت ہے نہ جہنم كي"(1) وہ تو ان کی نظر میں مؤمن متقی عادل اور معصوم ٹھہرا لیکن حضرت ابوطالب (بہ الفاظ دیگر حضرت علي(ع) کے والد) کافر و مشرك ٹھہرے اور جہنم کے ایك حوض میں ان کا ٹھکانہ ہو جس کی آگ ان کے ٹخنوں تك پہنچے اور جس کی حرارت سے ان کا دماغ کھولنے لگے_ (نعوذ باللہ من ذلك) آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ابولہب اور پیغمبر(ص) کی نصرت؟

مذکورہ بالا معروضات کے بعداس بات کی طرف اشارہ ضروری ہے جس کا بعض لوگ اس مقام پر ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ابوطالب(ع) کی وفات کے بعد ابولہب نے پیغمبر(ص) کی مدد کرنے کیلئے اپنی آمادگی کا اعلان کیا _ قریش نے از راہ حیلہ ابولہب سے کہا کہ پیغمبر(ص) کہتا ہے کہ تمہارا باپ عبدالمطلب جہنمی ہے_ ابولہب نے پیغمبر(ص) سے سوال کیا تو آپ(ص) نے اسے جو جواب دیا وہ ان لوگوں کے قول کے مطابق تھا پس ابولہب نے آپ(ص) کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا پھر زندگی بھر آپ(ص) کی دشمنی اختیار كي_ (2)

1_ النزاع و التخاصم ص 20 عجیب بات یہ بھی ہے کہ معاویہ جس کے باپ کے نظریات او پر مذکور ہوچکے ہیں اور بیٹا یزید جو یہ کہتا ہو کہ "لعبت ہاشم بالملك فلا خبر جاء و لا وحی نزل" بنی ہاشم نے حکومت کا کھیل کھیلا وگرنہ حقیقت میں نہ تو کوئي خبر آئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے نبوت كى اور نہ ہى كوئي وحى اترى ہے _ يہ سب كے سب اور ان كے ماننے والے تو پكے مسلمان ليكن ابوطالب اورانہيں مسلمان ماننے والے ... ؟ از مترجم _

2_ بطور مثال رجوع كريں : البداية والنہاية ج3 ص 43 از ابن جوزى اور تاريخ الخميس ج1 ص 302_

ہميں يقين ہے كہ يہ واقعہ جھوٹا ہے اور اس كى وجوہات درج ذيل ہيں_

پہلى وجہ: يہ ہے كہ ابولہب كو پيغمبر(ص) كے ساتھ دس سالہ دشمنى كے دوران كيونكر علم نہ ہوا كہ پيغمبر(ص) اور اسلام كا نقطہ نظر حالت شرك ميں مرنے والے ہر شخص كے بارے ميں يہى ہے كہ وہ جہنمى ہوتا ہے؟ پھر وہ اتنى مد ت تك كس بنا پر پيغمبر(ص) كا مقابلہ كرتا رہا؟ نيز اس نے حضرت ابوطالب(ع) كى زندگى ميں حضوراكرم(ص) سے كيوں دشمنى كى اور ان كى وفات كے بعد آپ(ص) كى حمايت اور نصرت پر كيوں اتر آيا؟ وہ بتائيں كہ ابوطالب(ع) نے ابولہب كى روش كيوں نہيں اپنائي اورابولہب نے حضرت ابوطالب(ع) كى روش كيوں اختيار نہيں كي؟

دوسرى وجہ: ہم پہلے ہى بيان كرچكے كہ عبدالمطلب مشرك نہيں تھے بلكہ سچے مؤمن تھے_

يہ روايت كيوں گھڑى گئي؟

اس روايت كو جعل كرنے كى وجہ شايد يہ تأثر دينا ہو كہ حضرت ابوطالب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی حمایت خاندانی جذبے، نسلی تعصب یا بھتیجے کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر تھي_ لیکن یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس سے قبل ابولہب کا خاندانی تعصب اور جذبہ کہاں تھا؟ یا بھتیجے کے ساتھ اس کی فطری محبت کہاں گئي ہوئي تھي؟ خاص کر اس وقت جب قریش نے بنی ہاشم کا شعب ابوطالب میں محاصرہ کررکھا تھا اور وہ بھوك کی وجہ سے قریب المرگ ہوگئے تھے؟ نیز اس کے بعد بھی اس کا قومی اور خاندانی جذبہ کہاں چلاگیا؟ ابولہب ہی تھا جو آنحضرت(ص) کو ستانے اور لوگوں کو آپ(ص) سے دور رکھنے کیلئے جگہ جگہ آپ(ص) کا تعاقب کرتا تھا _حضرت ابوطالب(ع) کی قربانیوں کے ذکر میں ہم نے اس بارے میں بعض عرائض پیش کئے تھے، لہذا ان کا اعادہ مناسب نہیں_

چوتھا باب

ہجرت طائف تك

پہلی فصل : ہجرت طائف
دوسری فصل : بیعت عقبہ تك کے حالات
تیسری فصل : بیعت عقبہ

205

پہلی فصل

ہجرت طائف

206

نئي جد وجہد کی ضرورت

حضرت ابوطالب(ع) کی وفات کے باعث پیغمبر اکرم(ص) ايك ایسے طاقتور مددگار سے محروم ہوگئے جس نے اپنے ہاتھ، اپنی زبان، اپنے اشعار، اپنی اولاد، اپنے رشتہ داروں اور تمام وسائل کے ساتھ آنحضرت(ع) کی اور آپ(ص) کے آسمانی مشن کی حمایت کي_ اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے اپنی حیثیت، دولت اور معاشرتی روابط کو بھی داؤ پر لگا دیا (جیساکہ بیان کیا چکا ہے)_

قریش کا یہ خیال تھا کہ پیغمبر(ص) کا عزم و عمل اپنے حامی وناصر کی موت کے بعد کمزور پڑجائے گا_ چنانچہ ابوطالب(ع) کی وفات کے بعد قریش نے آپ(ص) کو مختلف قسم کی اذیتیں پہنچائیں_ وہ آپ(ص) کے اس عظیم المرتبت چچا کی زندگی میں اس قسم کی اذیتیں پہنچانے سے عاجز تھے_ لیکن اب ان کو موقع ملاکہ وہ اپنے اندرونی کینے کا اظہار کریں اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دل کی بھڑاس نکالیں، اس شخص کے خلاف جسے وہ اپنے لئے مشکلات اور مسائل کی بنیاد سمجھتے تھے_

حضور اکرم(ص) نے بھی یہی محسوس کیا کہ اسلام کو زبردست دباؤکا سامنا ہے جو اس دین کی ترویج اور لوگوں کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہا ہے_ کیونکہ مسلمان دیکھتے تھے کہ قبول اسلام کا نتیجہ ایذا رسانی وتعذیب یا اہانت وتحقیر کے سوا کچھ نہیں نکل رہا_ بلکہ اب تك جو کچھ ہاتھ آچکا تھا اور جس امر کے حصول کیلئے خطرات ومشکلات کامقابلہ کرتے ہوئے زبردست جدوجہد کی گئي تھی وہ بھی ایسے خطرات کی نذر ہوسکتا تھا جن کا کامیاب مقابلہ شاید آپ(ص) کے بس کی بات نہ ہوتي_ ان حالات کے پیش نظر ایك نئي جدوجہد کی ضرورت تھی جو دعوت اسلامی کیلئے مہمیز ثابت ہوتی نیز اس کو مزید جاندار کرنے اور متوقع خطرات کا مقابلہ کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ طاقتور بناتي_

پس جب آنحضرت(ص) کامکہ میں بیٹھے رہنا دعوت اسلامی کیلئے جمود کا باعث ٹھہرا اگرچہ اس دعوت کے وجودکیلئے باعث خطر نہ بھی ہوتا تو واضح ہے کہ آپ(ص) فطری طور پر ایك ایسی جگہ تلاش کرتے جہاں آپ(ص) قریش کی ایذا رسانیوں اور سازشوں سے دوررہتے ہوئے آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں اور دعوت الی اللہ کا سلسلہ جاری رکھ سکتے اور وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مسلمان جو قريش كے ہاتھوں قسم قسم كى اذيتوں اور تكاليف ميں مبتلا تھے سكون كاسانس لے سكتے، قبل اس كے كہ وہ مايوسى كا شكار ہو جاتے يا پے درپے مشكلات اور دباؤكے باعث ہتھيار ڈال ديتے_ ان وجوہات اوران كے علاوہ ديگر اسباب كى بنا پر آنحضرت(ع) نے طائف كى طرف ہجرت فرمائي_

ہجرت طائف

جب خدانے اپنے رسول(ص) كو مكہ سے نكلنے كى اجازت دى (كيونكہ آپ(ص) كا حامى ومددگار ابوطالب(ع) اس دنيا سے جاچكا تھا) تو آپ(ص) طائف كى طرف نكل پڑے_ آپ(ص) كے ساتھ (مختلف اقوال كى رو سے) حضرت امام علي(ع) (1) يا زيد بن حارثہ يا دونوں تھے (2) يہ واقعہ بعثت كے دسويں سال كا ہے جبكہ ماہ شوال كے چند دن ابھى باقى تھے_ آپ(ص) طائف ميں دس دن رہے_ ايك قول كى بناپر ايك ماہ رہے_ آپ(ص) نے وہاں كے سركردہ لوگوں ميں سے ہر ايك كے ساتھ ملاقات كر كے گفتگو فرمائي ليكن كسى نے آپ(ص) كو مثبت جواب نہ ديا_ انہيں اپنى نوجوان نسل كے بارے ميں آپ(ص) سے خطرہ محسوس ہوا _چنانچہ انہوں نے آپ(ص) كو وہاں سے نكل جانے كيلئے كہا_ ادھر اوباشوں كو آپ(ص) كے خلاف اكسايا جو آپ(ص) كے راستے ميں دوقطارياں بناكر بيٹھے اور آپ(ص) پر پتھربرسانے لگے_ حضرت علي(ع) آپ(ص) كا دفاع كررہے تھے يہاں تك

کہ حضرت علي(ع) یازید بن حارثہ کا سر زخمی ہوگیا_

1_ سیرة المصطفی ص 221_222اور شرح نہج البلاغة معتزلی ج 14ص 97از شیعہ_

2_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 4ص 127از مدائنی اور سیرت مصطفی ص 221_222_

کہتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ نے ربیعہ کے بیٹوں(عتبہ، اور شیبہ) کے باغ میں پناہ لی اور اس باغ کے ایك کونے میں بیٹھ گئے_ ربیعہ کے بیٹوں نے جب آپ(ص) کو تکلیف میں مبتلا دیکھا تو ان کے جذبات بیدار ہوئے_ انہوں نے اپنے غلام "عداس" کو جو نینوا کا باشندہ اور نصرانی تھا، انگوروں کے ساتھ آپ(ص) کی خدمت میں بھیجا_ اس نے انگور آپ(ص) کے سامنے رکھے_ آپ(ص) نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہا_ عداس کویہ دیکھ کر (کہ اس علاقے میں کوئي خدا کا نام لیوا بھی موجود ہے) تعجب ہوا پھر رسول(ص) اللہ اور اس کے درمیان گفتگو ہوئي جس میں عداس مسلمان ہوا_ ربیعہ کے ایك بیٹے نے دوسرے سے کہا تیرے غلام کو اس نے تیرا مخالف بنادیا_

اس کے بعد پیغمبر(ص) اسلام مکہ لوٹے اور آپ(ص) کے دشمن آپ(ص) کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نت نئي اذيتيں دينے کے درپے ہوگئے ليکن آنحضرت(ص) ہر قسم کی متوقع مشکلات کا مقابلہ کرنے کےلئے عزم صميم کے ساتھ آمادہ تھے _چنانچہ آپ(ص) نے اپنے ساتھی حضرت علي(ع) يا حضرت زيد سے فرمايا بتحقيق اللہ ان (مشکلات) سے نکلنے اور نجات حاصل کرنے کی کوئي سبيل نکالے گا_ بے شك وہ اپنے دين کا ناصر اور اپنے رسول(ص) کو فتح عطاکرنے والا ہے_

اس کے بعد آپ(ص) نے اخنس بن شريق سے کہا کہ وہ آپ(ص) کو مکہ ميں داخل ہونے کيلئے اپنی امان ميں لے، ليکن اس نے يہ کہہ کر انکار کرديا کہ وہ قريش کاحليف ہے اور کوئي حليف (اپنے دوسرے حليف کے مخالفين کو) پناہ نہيں دے سکتا_ (1)

اس کے بعد آپ(ص) نے سہيل بن عمرو سے امان مانگی ليکن اس نے بھی اس بہانے انکار کيا کہ اس کا تعلق بنی عامر سے ہے اور وہ بنی کعب کے مخالفين کو پناہ نہيں دے سکتا_ آخر کار آپ(ص) مطعم بن عدی کی پناہ ميں داخل مکہ ہوئے_ مطعم اور اس کے افراد آپ(ص) کی حمايت کيلئے مسلح ہوگئے_ ادھر قريش نے اس کی امان قبول کرلي_

1_ ہجرت ابوبکر اور ابن دغنہ کی پناہ ميں ان کی مکہ ميں واپسی کا واقعہ ذکر کرتے وقت اس کے حوالہ جات گزر چکے ہيں_

کہتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے مکہ پہنچنے کے پہلے ہی دن اس کی امان سے نکلنے کا فیصلہ کیا لیکن کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ(ص) اس کی امان میں کچھ مدت تك باقی رہے_

یہ ہے مختصر طور پر وہ واقعہ جسے مورخین نے ہجرت طائف اور وہاں سے واپسی کے متعلق بیان کیا ہے_

مزید ہجرتیں

یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت(ص) اپنے چچا حضرت ابوطالب کی رحلت کے بعد حضرت علی (ع) کو لیکر بنی صعصعہ کے ہاں چلے گئے لیکن انہوں نے مثبت جواب نہ دیا_ یوں آپ(ص) دس دن مکہ سے باہر رہے_ اس کے علاوہ آپ(ص) نے حضرت علی (ع) اور حضرت ابوبکر کے ساتھ بنی شیبان کے ہاں بھی ہجرت اختیار کي_ اس دفعہ حضور(ص) تیرہ دن مکہ سے باہر رہے لیکن وہاں سے بھی کسی قسم کی مدد حاصل نہ کرسکے_ (1)

یہاں ہم توقف کرتے ہیں تاکہ مذکورہ بالا باتوں سے مربوط بعض ایسے نکات کی وضاحت کریں جو ہماری دانست میں ایك حدتك اہمیت کے حامل ہیں_ یہ نکات درج ذیل ہیں:

1_ عداس کا قصہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رہا عداس کا مذکورہ کردار اور پیغمبر(ص) کا اس کے لائے ہوئے انگور کو تناول فرمانا تو یہ بات ہمارے نزديك مشكوك ہے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(الف) پہلے بیان ہوچکا ہے کہ نبی کریم(ص) کسی مشرك کے تحفے کو قبول نہیں کرتے تھے_ آپ(ص) کو منظور نہ تھا کہ مشرك كا آپ(ص) کے اوپر كوئي احسان ہو جس کے بدلے میں وہ آپ کے احسان کا مستحق بنے_ پھر آپ(ص) نے کیونکر ربیعہ کے مشرك بیٹوں کا ہدیہ قبول فرمایا؟ اور کیسے راضی ہوئے کہ ان کا احسان اٹھائیں؟صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے عداس کا ہدیہ قبول فرمایا تھا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ اسے ان لوگوں نے بھیجا ہے _

1_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 4ص 126 _

(ب) مذکورہ روایت صاف کہتی ہے کہ عداس مسلمان ہوا حالانکہ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ پیغمبر(ص) طائف سے غمگین ومحزون واپس آئے اور کسی مرد یا عورت نے آپ(ص) کی دعوت قبول نہ کی (2) مگر یہ کہا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جائے کہ ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ کسی آزاد شخص نے آپ(ص) کی آواز پر لبيك نہیں کہا یا یہ کہ طائف والوں میں سے کسی نے آپ(ص) کی بات نہیں ماني_ رہا عداس، تو وہ نینوا کا با شندہ تھا_

(ج) رسول (ص) اللہ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے تقریبا دس سال گزرگئے تھے_ اس دعوت کی شہرت مکہ سے نکل کر دیگر شہروں اور سرزمینوں میں بھی پہنچ چکی تھي_ یوں آپ(ص) اور آپ(ص) کا پیغام زبان زد خاص وعام ہوچکے تھے_ پھر عداس کو طائف میں خدا کا نام سن کر تعجب کیسے ہوا جبکہ رسول(ص) اللہ کو طائف آئے ہوئے دس دن یا ایك ماہ کا عرصہ بھی گزرچکا تھا؟ آپ(ص) لوگوں کو بغیر کسی سستی یاتھکاوٹ کے مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے تھے_ کیا یہ معقول ہے کہ اس پورے عرصے میں عداس نے آپ(ص) یا آپ(ص) کی دعوت کا تذکرہ ہی نہ سنا ہو، نہ طائف میں آپ(ص) کی موجودگی کے دوران اور نہ ہی اس پورے علاقے میں آپ(ص) کی تبلیغ شروع ہونے کے بعد سے اب تك؟

وحی کی ابتداء سے مربوط روایت کی بحث کے دوران ہم نے عداس کے بارے میں تھوڑی گفتگو کی تھي، لہذا دوبارہ بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں_

2_کسی کی پناہ میں آپ(ص) کا داخل مکہ ہونا:

کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو نے رسول(ص) اللہ کو دخول

مكہ كيلئے پناہ دينے سے انكار كيا_ اخنس نے يہ بہانہ كيا كہ وہ قريش كا حليف ہے اور حليف اپنے ہم عہد كے كسى مخالف كو پناہ نہيں دے سكتے (2) پھر آپ(ص) مطعم بن عدى كى پناہ ميں داخل مكہ ہوئے_ ہمارے نزديك يہ بات بھى مشكوك ہے كيونكہ:

1_ رجوع كريں: طبقات ابن سعد ج 1قسم اول ص 142_

2_ حبشہ كى طرف حضرت ابوبكر كى ہجرت كے باب ميں اس كے حوالہ جات ملاحظہ كريں_

(الف) ہم پہلے عرض كرچكے ہيں كہ رسول(ص) الله كو يہ بات گوارا نہ تھى كہ كسى مشرك كا آپ(ص) پر كوئي حق ہو جس كيلئے آپ(ص) كو اس كا شكر گزار ہونا پڑے_

(ب) وہ پيغمبر(ص) جواپنى زندگى كے پچاس سال عربوں كے درميان گزار چكے تھے اس پورى مدت ميں يہ كيسے نہ جان سكے كہ كوئي حليف (دوسرے حليف كے مخالف) كسى كو پناہ نہيں دے سكتا اور يہ كہ بنى عامر بنى كعب كے كسى مخالف كو پناہ نہيں دے سكتے تھے_

(ج) كيا يہ عمل يعنى مشركين كى پناہ لينا ظالموں اور كافروں كى طرف ميلان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نہیں؟ جبکہ خدا فرماتا ہے: (ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم) یعنی اپنے دین کے پیروکاروں کے علاوہ کسی کو نہ مانو_

نیز فرماتا ہے: (ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار) (1) یعنی ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو وگرنہ آگ کا مزہ چکھنا پڑے گا_

(د) ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ عثمان بن مظعون ولید بن مغیرہ کی امان سے نکل گیا تاکہ اپنے دیگر بھائیوں کی دلجوئي کرسکے توکیا رسول(ص) اللہ اس لحاظ سے عثمان بن مظعون کے برابر بھی نہ تھے؟ اور کیا آپ(ص) میں ان اذیتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہ تھا جو قریش آپ(ص) کو پہنچانے والے تھے؟ یہ تو سچ مچ ایك عجیب بات ہے_

نیز جب آپ(ص) نے اس کی امان کو رد کردیا تو قریش کی ایذا رسانیوں کا خوف کہاں گیا؟خاص کر اس صورت میں کہ آپ(ص) تو پہلے ہی دن ان کی پناہ سے نکل گئے تھے_

اگر کوئي یہ کہے کہ آپ(ص) کو قتل ہوجانے کا خطرہ تھا اسلئے ان لوگوں سے پناہ طلب کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ(ص) کو معلوم تھا کہ قریش ایسا نہیں کرسکتے اور ایسا کرنا ان حالات میں خود ان کے مفادات کے برخلاف تھا خصوصاًاس صورت میں کہ یہ کام اعلانیہ طور پر انجام پاتا_

ان ساری باتوں کے علاوہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر بنی ہاشم اس وقت کہاں گئے تھے؟ وہ اپنے سید

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ سورہ ہود، آيت 113_

وسردار کی حمایت کیلئے کیوں کھڑے نہ ہوئے کہ رسول(ص) اللہ کو دوسروں سے مدد لینی پڑي؟ آخر خدا اور رسول(ص) کے شیر (حضرت حمزہ) کہاں تھے_ جس نے ابوجہل کی خبر لی تھی (جیساکہ ذکر ہوچکا ہے)؟

3_ جنوں کے ایك گروہ کا قبول اسلام

مورخین کہتے ہیں کہ جب آپ(ص) طائف سے مکہ واپس آرہے تھے تو بعض جنوں سے آپ(ص) کی ملاقات ہوئي_ آپ(ص) نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ ایمان لے آئے پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہیں اسلام کی بشارت دی اور عذاب الہی سے ڈرایا_ پس خدا نے اس واقعے کا ذکر قرآن میں یوں کیا: (قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد ...)_

لیکن بظاہر جنونکے قبول اسلام کا واقعہ بعثت کے ابتدائي دنوں کا ہے کیونکہ روایت کہتی ہے کہ جب نبی کریم(ص) کی بعثت ہوئي تو جنوں کیلئے آسمانوں سے خبریں چرانے کا راستہ بند ہوگیاکیونکہ اب ان کو آسمانی شہابوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا_ تب انہوں نے سوچا کہ اس کی وجہ زمین میں واقع

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہونے والا كوئي غير معمولى واقعہ ہوگا_ پس وہ زمين كى طرف لوٹے اور تحقيق كى تو معلوم ہوا كہ نبي(ص) كى بعثت ہوچكى ہے_ تب انہوں نے قرآن كو سنا اور ايمان لے آئے پس يہ آيت اتري_ (1)
ايك اور روايت ميں ہے كہ ابليس نے اپنے لشكر كو بغرض تحقيق بھيجا جو آپ(ص) كى بعثت كى خبر ليكر اس كى طرف پلٹے_ (2)

1_ رجوع كريں: در المنثور ج 6 ص 270_275 بخاري، مسلم، عبد بن حميد، احمد، ترمذي، نسائي، حاكم، ابن منذر، طبراني، ابن مردويہ، ابونعيم، بيہقى اور ديگران سے اور تاريخ الخميس ج 1 ص 303_304 اور كہا گيا ہے كہ سورہ احقاف كى آيات طائف سے واپس آتے ہوئے اسى مناسبت سے نازل ہوئيں ليكن درالمنثور ج 6 ص 45 مسلم، احمد، ترمذى اور عبد بن حميد و ديگران كے حوالے سے اسے رد كيا گيا ہے _

2_ تاريخ الخميس ج 1ص 304 _

213

ابن كثير كا عقيدہ بھى ہمارے اس قول كے مطابق ہے كہ يہ واقعہ بعثت كے ابتدائي دنوں كا ہے_ (1) اس بات كى ايك دليل يہ بھى ہے كہ بعض روايات كے مطابق جس رات جنوں نے اسلام قبول كيا ابن مسعود آنحضرت(ص) كے ساتھ تھے (2) جبكہ ابن مسعود مہاجرين حبشہ ميں سے ايك ہيں، بنابريں يہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

واقعہ لازمی طور پر ہجرت حبشہ سے قبل کا ہونا چاہي ے یعنی بعثت کے پانچویں سال سے پہلے کا_

4_ طائف اور آس پاس والوں سے روابط

طائف والوں کا اہل مکہ اور آس پاس والوں سے اقتصادی رابطہ تھا کیونکہ اہل طائف مکہ اور دیگر علاقوں کو پھل برآمد کرتے تھے_ بنابر این وہ اپنے مستقبل کو اقتصادی اور معاشرتی طور پر دوسروں کے ساتھ منسلك دیکھتے تھے_ اس بات کے پیش نظر طائف والوں کو ان لوگوں کے ساتھ نزدیکی تعلقات اور روابط استوار رکھنے اور ان کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرنے کی ضرورت تھی تاکہ ان کو آس پاس والوں خاص کراہل مکہ (جو ان کی برآمدات کی سب سے بڑی منڈی تھا) کی طرف سے معاشرتی دباؤ یااقتصای بائیکاٹ کاسامنا نہ کرنا پڑے (جیساکہ بنی ہاشم کو سامنا کرنا پڑا)_

محقق روحانی نے اس نکتے کا اضافہ کیا ہے کہ مکہ والوں کے ہاں ایك بُت تھا جسے عزی کہتے تھے_ اس بت کے مخصوص خادم تھے_ اہل عرب اس بت کی زیارت کرتے تھے، (3) بنابریں اہل مکہ کو عربوں کے درمیان ایك قسم کی دینی مرکزیت حاصل تھي، جس کی وہ سختی سے حفاظت کرتے تھے_

یہاں سے ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ اہل طائف نے نبی کریم(ص) کے ساتھ

سختی کیوں برتی اور آپ(ص) کو جلد سے جلد نکال دینے کے در پے کیوں ہوئے؟

1_ تاریخ الخمیس ج 1ص 303مواھب اللدنیة سے _

2_ تاریخ الخمیس ج 1ص 304 _

3_ الاصنام (کلبي)ص16 ، حاشیہ سیرہ حلبیہ پر السیرة النبویہ و حلان ج 3 ص 11 اور تاریخ الخمیس ج 2 ص 135_

5_ اسلام دین فطرت

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ طائف والوں کو پیغمبر(ص) کی دعوت سے اپنی نوجوان نسل کیلئے خطرہ محسوس ہوا_ باوجود اس کے کہ رسول(ص) اللہ ان کے درمیان نہایت مختصر وقت کیلئے ٹھہرے تھے_ یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اسلام صاف ستھرے اذہان کو آسانی اور سہولت کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے_ نیز یہ کہ اسلام فطرت سلیم (جو منحرف نظریات و عقائد سے آلودہ نہ ہوئي ہو نیز ذاتی مفادات اور نسلی تعصبات وغیرہ سے متا ثر نہ ہوئي ہو) کے ساتھ سازگار اور ہم آہنگ ہے_ اسلام صاف اذہان کو آسانی سے متا ثر کیوں نہ کرے جبکہ اس کی بنیادیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

واضح عقلی دلائل وبراہین پر استوار ہیں_وہ فطرت کے ساتھ سازگار ہے_ نیززندہ ضمیروں کا ترجمان ہے_ یہی وجہ تھی کہ طائف والے آپ(ص) کی باتوں کو رد کرنے یا ان پر بحث کرنے سے عاجز تھے_ اس کے بدلے انہوں نے آپ(ص) کو وہاں سے نکل جانے کیلئے کہا_ انہوں نے کوشش کی کہ آپ(ص) کی حقیقت ان لوگوں کے سامنے مسخ کی جائے، جنہوں نے آپ(ص) کی بات سنی تھي_ اس مقصد کیلئے انہوں نے آپ(ص) کے خلاف غیر منطقی ہتھکنڈے استعمال کئے جن کی پہلی امتیازی علامت توہین اور ایذا رسانی تھی اور دوسری علامت توہین آمیز تمسخر یا استہزاء تھا_

6_ کیا یہ ایك ناکام سفر تھا؟

کبھی یہ سوال کیاجاسکتا ہے کہ اس بے ثمر ہجرت کا فوری اور وقتی فائدہ کیا تھا؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ لازمی بات ہے کہ اس حادثے نے ان لوگوں کے اذہان پر (جن سے آپ(ص) نے ملاقات اور بات کي) کسی نہ کسی قسم کے مثبت اثرات چھوڑے اور بعد میں ان کے مطلوبہ نتائج سامنے آئے_ اس ہجرت نے واضح طور پر مستقبل میں جب اسلام کابول بالاہوا اور اہل طائف کو اپنے ہمسایوں بالخصوص قریش سے معاشرتی و اقتصادی دباؤ کا خطرہ نہ رہا تو بنی ثقیف کے قبول اسلام کی راہ ہموار کي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ قریش نبی کریم(ص) کے بارے میں افواہیں پھیلاتے تھے کہ (نعوذ باالله) آپ(ص) مجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر وغیرہ ہیں لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے براہ راست ملتے اور لوگ بچشم خود حقیقت حال کا مشاہدہ کرتے، نیز آپ(ص) کی شخصیت اور صفات کا نزدیك سے مشاہدہ کرتے تو ہر قسم کے پروپیگنڈوں اور جھوٹی افواہوں کا اثر ختم ہوجاتا تھا_ یوں آپ(ص) اور آپکے مشن پر ایمان لے آنانہایت آسان اور سہل ہوجاتا تھا نیز اس میں مزید قوت، گہرائي اور مضبوطی پیدا ہوتی تھي_

216

دوسری فصل

بیعت عقبہ تك کے حالات

217

قحط

پھر بھوك کا سخت بحران آیا_ یہ نبی کریم(ص) کی بد دعا کا اثر تھا_ بات یہاں تك پہنچی کہ لوگ علھز (خشك خون) (1) اور حیوانوں کی کھالیں کھانے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پر مجبورہوئے نیز ہڈیوں کو جلاکر کھانے لگے_ مرے ہوئے کتے، مردار اور قبروں سے مردوں کو نکال کر کھا گئے_ عورتوں نے اپنے بچے کھائے_ لوگوں کی حالت یہ تھی کہ انہیں اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح کی دھند لاہٹ نظر آتی تھی چنانچہ لوگ اپنی ہی مشکلات میں پھنس کر رہ گئے_ یوں نبی کریم(ص) کو فرصت ملی (اگرچہ مختصر مدت کیلئے ہی سہي) کہ آپ(ص) اپنے دین اور مشن کی راہ میں لوگوں کو دعوت دینے اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر جدوجہد کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں_ بعثت کا گیارہواں سال آیا تو ابوسفیان نے آنحضرت(ص) کے پاس آکر عرض کیا:" اے محمد(ص) تم خود صلہ رحمی کا پیغام لیکر آئے تھے_ ادھر تمہاری قوم بھوك سے مر رہی ہے پس اللہ سے ان کیلئے دعا کرو"_ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی اور خدا نے انہیں قحط سے نجات دی چنانچہ فرمایا_ (انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون) (2) یعنی ہم تھوڑی دیر کیلئے عذاب کو ہٹالیتے ہیں لیکن تم پھر اپنی سابقہ روش پر لوٹ جاؤگے_ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان کا پیغمبر(ص) کی طرف رجوع کرنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مشرکین آپ(ص) کے پیغام کی حقانیت و صداقت سے آگاہ تھے لیکن ہٹ دھرمي، تکبر،

1_ علھز: خشك خون جسے اونٹ کے بالوں کے ساتھ کوٹ کر قحط کے ایام میں کھا لیتے تھے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ سورہ دخان آیت 15رجوع کریں: البدء و التاریخ ج 4ص 157، تفسیر البرہان نے مناقب ابن شہر آشوب ج 4ص 160 سے _

جاہ طلبی اور اپنی خودساختہ، و ظالمانہ امتیازی حیثیت کو بچانے کی خاطر اس کا انکار کرتے تھے_

دوسری طرف ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ آنحضرت(ص) ابوسفیان کی درخواست کو قبول کرتے ہیں لیکن اس کی وجہ ابوسفیان کی بیان کردہ صلہ رحمی نہ تھی کیونکہ درحقیقت اسلام ہی تمام انسانوں کے درمیان باہمی رشتے اور صلے کی بنیاد ہے اور اسی بنا پر ان کے درمیان بھائي چارہ قائم ہوتا ہے_ آپ(ص) نے ابوسفیان کی درخواست اس لئے قبول کی تاکہ اس کو اپنے مشن کی حقانیت کی ایك اور دلیل دکھادیں_ نیز اس پر اور اس کے دیگر ہم خیال افراد پر اتمام حجت کریں تاکہ ہلاك ہونے والے دلیل کے ساتھ ہلاك ہوں اور زندہ رہنے والے بھی دلیل کے ساتھ زندہ رہیں_

اس کے ساتھ رسول اکرم(ص) ان لوگوں کو جو (علم وحقیقت کی کوئي) روشنی سے دور زندگی گزار رہے تھے اور بڑے بڑے دنیوی مفادات کے چکر میں پھنسے ہوئے نہ تھے ایك اورموقع دینا چاہتے تھے تاکہ وہ دشمنوں کی پیدا کردہ فضا سے آزاد ہو کر یکسوئي کے ساتھ غوروفکر کریں_

نبی کریم (ص) کی طرف سے قبائل کو دعوت اسلام

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نبی کریم(ص) حج کے ایام میں فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے مختلف قبیلوں کو ایك ایك کر کے اسلام قبول کرنے نیز اس کی تبلیغ و ترویج اور حفاظت و حمایت کرنے کی دعوت دیتے تھے بلکہ جب آپ(ص) کو کسی بھی مشہور یا صاحب شرف آدمی کی آمدکی خبر ملتی تو آپ(ص) اس سے ملتے اور اسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن آپ(ص) کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ(ص) کا پیچھا کرتا_ آپ(ص) کی باتوں کو ٹوکتا اور لوگوں سے کہتا کہ وہ آپ کی بات قبول کریں نہ اطاعت کریں_ علاوہ ازیں وہ آپ(ص) پرمجنون، ساحر، کاہن، اور شاعر وغیرہ ہونے کی تہمت بھی لگاتا تھا_ لوگ غالباً قریش کے اثر ونفوذ اور طاقت کے خوف سے یا مکہ میں اپنے اقتصادی مفادات کی حفاظت کے پیش نظر(خصوصاً حج کے ایام اور بازار عکاظ میں)قریش کی باتوں پر کان دھرتے تھے_

219

ادھر آنحضرت(ص) کو ناکام بنانے کیلئے ابولہب کی ذاتی کوششوں نے بھی انتہائي منفی اثرات دکھائے کیونکہ وہ آپ(ص) کا چچا تھا اور دوسروں سے زیادہ آپ(ص) کے بارے میں با خبر تھا_

آخر کار پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوششیں رنگ لائیں کیونکہ جب آپ(ص) کی دعوت کے ظہور اور پھیلاؤ نیز قریش کے مقابلے میں آپ کی پے درپے کامیابیوں بالخصوص فتح مکہ کے نتیجے میں قریش کی شان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وشوکت ختم ہوگئي_ ان کا کمال زوال میں بدلنے لگا اور ان کے اثر ونفوذ کو زبردست دھچکا لگا تو مختلف علاقوں سے عرب وفود یکے بعد دیگرے مدینہ پہنچنے لگے تاکہ وہ اپنی دوستی اور حمایت کا اعلان کریں_ ہاں یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ قریش کی دشمنی کے خطرے سے آسودہ خاطر ہوچکے تھے نیز قریش کے بے جادعووں اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کا اثرزائل ہوچکا تھا_اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے ایام حج میں آپ(ص) سے ملاقات کی تھی اور آپ(ص) نے ان کے سامنے اپنا دین پیش کیا تھا تو انہوں نے آپ(ص) کو نزديك سے پہچانا، آپ(ص) کے اندر عقل کی برتری دیکھی اور آپ(ص) کی روش کو معقول اور درست پایا_

ايك اور نکتہ جس کی طرف اشارہ ضروری ہے یہ ہے کہ رسول(ص) اللہ کی جدوجہد اور آپ(ص) کا قبائل کے سامنے اسلام کو پیش کرنا نیز اس کی راہ میں متعدد بار ہجرت فرمانا اس طرزفکر کے منافی ہے کہ دین کی دعوت دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور کسی قسم کی جدوجہد نہ کرے_ بلکہ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے پاس جائیں اور اپنی ضروریات و احتیاجات کے بارے میں اس سے سوال کریں_

بنی عامر بن صعصعہ اور نبی کریم(ص) کی حمایت

یہاں ہم ايك اہم قصے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں_ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول(ص) اللہ مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے_

واقعہ کچھ یوں ہے کہ رسول(ص) اللہ بنی عامر کے پاس آئے اور ان کواللہ کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا_ بنی عامر کے ايك شخص نے(جس کا نام بیحرہ بن فراس تھا)ان لوگوں سے کہا:" اللہ

220

کی قسم اگر قریش اس جوان کو میرے حوالے کرتے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو ہڑپ کرجاتا"_ پھر آپ(ص) سے کہا:" اگر ہم تمہاری بیعت کریں پھر خدا تمہیناپنے دشمنوں پر غالب کردے تو کیا تمہارے بعد حکومت ہماری ہوگي؟"

آپ(ص) نے فرمایا :"حکومت خدا کی ہے جسے وہ چاہے عطا کرتا ہے"_ بیحرہ نے کہا:" تو کیا ہم تمہارے واسطے ویسے ہی اپنی گردنوں کو عربوں (کے حملوں) کانشانہ قرار دیں؟ پھر جب خدا تم کو غالب کردے تو حکومت دوسروں کو مل جائے؟ ہمیں تمہارے دین کی کوئي ضرورت نہیں"_ یوں انہوں نے آپ(ص) کی دعوت کو ماننے سے انکار کیا_ جب لوگ واپس چلے گئے تو بنی عامر اپنے ايك بزرگ کے پاس آئے _اس نے ان سے پوچھا کہ ایام حج میں ان کے ساتھ کیا پیش آیا؟ وہ بولے: "ہمارے پاس قریش کا ايك جوان آیا یعنی بنی عبدالمطلب کا ايك فرد جو اپنے آپ(ص) کو نبی سمجھتا ہے آیا اور ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کی حمایت کریں اس کا ساتھ دیں اور اسے مکہ سے نکال کر اپنے علاقے میں لے آئیں"_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

يہ سن کر اس بزرگ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام ليا اور کہا:" اے عامر کے بيٹوکيا اس کی تلافی ہوسکتی ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ ميں فلاں کی جان ہے اسماعيل کی اولاد ميں سے کسی نے نبوت کا جھوٹادعوی نہيں کيا، اس کا دعوی سچا ہے_ بتاؤ اس وقت تمہاری عقل کہاں چلی گئي تھي؟"(1)

اس قسم کا واقعہ رسول(ص) اللہ اور بنی کندہ کے درميان بھی پيش آيا جيساکہ ابونعيم نے دلائل النبوہ ميں ذکر کيا ہے_ (2)

يہاں ہم درج ذيل امور کی طرف اشارہ کرتے چليں:

1_ رجوع کريں: سيرت ابن ہشام ج 2 ص 66، الثقات ابن حبان ج 1 ص 89_91، بہجة المحافل ج 1 ص 128، حياة محمد از ہيکل ص 152، سيرة النبوية (دحلان) ج 1 ص 147، السيرة الحلبية ہ ج 2 ص 3، الروض الانف ج 1 ص 180، البداية و النہاية ج 3 ص 139_140 اور دلائل النبوة ابونعيم سے ص 100 نيز حياة الصحابہ ج1 ص 78 ، 79_

2_ البداية و النہاية ج 3 ص 140 _

1_ حکومت فقط خداکي

(الف) رسول(ص) اللہ نے ان لوگوں کے مطالبے پر ان کے ساتھ ايسا کوئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وعدہ نہيں كيا كہ آپ(ص) كے بعد حكومت ان كوملے گى بلكہ آپ(ص) نے تو يہ جواب ديا كہ حكومت كا فيصلہ خداكے اختيار ميں ہے جسے چا ہے عطا كرے_ بالفاظ ديگر يہ بات ممكن نہ تھى كہ آپ(ص) ايسا وعدہ فرماتے جو آپ(ص) كے بس سے باہر ہوتا_ آپ(ص) كى يہ روش عصر حاضر كے سياستدانوں كى روش كے بالكل برعكس ہے جو خوبصورت وعدوں كے ڈھير لگانے سے نہيں كتراتے_ پھر جب وہ اپنے مقاصد كو پاليتے ہيں اور اقتدار كى كرسى پر قبضہ جماليتے ہيں تو سارے وعدے بھول جاتے ہيں_ ليكن رسول(ص) اللہ نے باوجود اس كے كہ آپ(ص) كو مددگاروں كى شديد ضرورت تھى بالخصوص ايسے بڑے قبيلے جو تعداد اور وسائل كے لحاظ سے آپ(ص) كا دفاع اور مدد كرنے كے قابل تھے، اگرچہ يہ وعدہ آپ(ص) كيلئے نہايت سودمند ہوتا ليكن اس كے باوجود آپ(ص) نے ايسا وعدہ كرنے سے انكار فرمايا جس كا پورا كرنا آپ(ص) كے بس سے باہر تھا_

(ب) ان لوگوں كے جواب ميں آپ(ص) كے اس ارشاد سے كہ حكومت اللہ كے اختيار ميں ہے جسے چاہے عطا كرتا ہے ، اہلبيت پيغمبر(ص) اور شيعيان اہلبيت(ص) كے اس عقيدے كى تائيد ہوتى ہے كہ خلافت ايسا منصب نہيں ہے جس كااختيار لوگوں كے ہاتھ ميں ہو بلكہ يہ ايك آسمانى منصب ہے جس كا اختيار فقط خداكے پاس ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا كرتا ہے_

2_ ہدف كى بلندى اور تنگ نظري

بدیہی بات ہے کہ اس قبیلے کی طرف سے مذکورہ طریقے پر مدد کی پیشکش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد رضائے الہی کیلئے آپ(ص) کی مدد کرنا نہ تھا اور نہ ان کا یہ موقف ایمان راسخ اور پختہ عقیدے کی بنیادوں پر استوار تھا_ نیز ان میں ثواب آخرت کا شوق تھا نہ ہی عقاب الہی کا خوف_

222

ان کے اس موقف کا بنیادی ہدف تنگ نظری پر مبنی سودا بازی تھا _وہ پیغمبر(ص) کی مدد کے ذریعے عرب پر فیصلہ کی طاقت اور عزت و حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے_
بنابریں واضح ہے کہ بعد میں جب وہ یہ دیکھ لیتے کہ ان کے مفادات کی حد ختم ہوچکی اور ان کے سارے مقاصد حاصل ہوچکے یا یہ کہ ان کی دنیاوی سودا بازی ناکام ہوئي ہے تو پھر ان کی حمایت بھی ختم ہوجاتی بلکہ عین ممکن تھا کہ جب وہ اپنے مفادات اور خودساختہ امتیازی حیثیت کی راہ میں حضور اکرم(ص) کو رکاوٹ پاتے تو پھرآپ(ص) کے ہی خلاف ہوجاتے_
ان باتوں کی روشنی میں واضح ہوا کہ اس قسم کا طرزفکر رکھنے والے افراد پر اعتماد کرنا اعتمادکرنے والے کو بلا اور عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث نہ سہی تو کم ازکم کسی سراب کو حقیقت سمجھنے کی مانند ضرور ہے_

3_ دین وسیاست

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بعض محققين نے ايك نكتے كى نشاندہى كى ہے اور وہ يہ كہ بنى عامر بن صعصعہ سے تعلق ركھنے والے مذكورہ فرد (بيحرہ بن فراس) كو جب رسول(ص) اللہ كى دعوت كے بارے ميں بتايا گيا نيز ان كے ساتھ گزرنے والے واقعے سے آگاہ كياگيا تو وہ سمجھ گيا كہ يہ دين صرف عبادت گاہوں ميں گھس كر ترك دنيا كرنے يانماز و دعا اور ورد و اذكار پر اكتفا كرنے كا دين نہيں بلكہ يہ ايك ايسا دين ہے جو تدبير و سياست اور حكومت كو بھى شامل كئے ہوئے ہے_ اسى لئے اس نے كہا اگر يہ جوان (يعنى حضرت محمد(ص)) اپنے جامع مشن كے ساتھ ميرے اختيار ميں ہوتا تو ميں اس كے ذريعے پورے عرب كو ہڑپ كرجاتا_

اس شخص سے قبل انصار كے رئيس اسعد بن زرارہ نے بھى اس نكتے كا ادراك كرليا تھا_ جب وہ مكہ آيا اور رسول(ص) اللہ نے اس كے سامنے اسلام كو پيش كيا تو اس نے سمجھ ليا كہ آپ اور آپ(ص) كا دين ان كے معاشرتى مسائل كى اصلاح نيز ان كے اور قبيلہ اوس كے درميان موجود سنگين اختلافات كو حل كرنے كى صلاحيت ركھتا ہے اور اس بنا پر ہجرت ہوئي _(1)

1_ ملاحظہ ہو: بحارالانوار ج19 ص 9 و اعلام الورى ص 57 از قمي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس حقیقت کوتو خود ان لوگوں نے بھی سمجھ لیا تھا جنہوں نے اسلام کیلئے یہ شرط رکھی تھی کہ حکومت آپ(ص) کے بعد ان کومل جائے لیکن آپ(ص) نے انہیں رد کردیا تھا_

ایك طرف سے اسلام اور دعوت قرآنی کے بارے میں ان لوگوں کی فکر تھی جو انصار کے قبول اسلام اور پھر ہجرت اور ان کی بیعت (بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ) نیز بیعت کرنے والوں کیلئے ضامنوں اورنقیبوں کے انتخاب کا سبب بنی اور دوسری طرف دین و سیاست کو جدا سمجھنے والوں کی سوچ ہے اور ان دونوں میں کس قدرفاصلہ ہے_ یہ بات یقینا استعماری طاقتوں کی پیدا کردہ ہے اور باہر سے در آمد شدہ مسیحی طرزفکر کا شاخسانہ ہے_

4_ قبائل کو دعوت اسلام دینے کے نتائج

گذشتہ باتوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ :

(الف) رسول(ص) اللہ کا لوگوں سے ملکر بہ نفس نفیس گفتگو فرمانااس بات کا موجب تھا کہ لوگوں کے اذہان میں آپ(ص) کی شخصیت اور آپ(ص) کے دین کی حقیقی تصویر اتر جائے_ نیز ان بے بنیاد اور خود غرضی پر مشتمل دعووں اور افواہوں کی تردید ہوجائے جو قریش اور ان کے مددگار پھیلاتے تھے_ مثال کے طورپر آپ(ص) کو شاعر، کاہن، ساحر، اور مجنون وغیرہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہنا_

(ب) بنی عامر کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول(ص) اللہ کا قبائل کو دعوت اسلام دینا دین کی ترویج اور دور در از علاقوں تك اس کی شہرت کے پھیلنے کا باعث بنا کیونکہ فطری بات تھی کہ جب لوگ اپنے وطن واپس لوٹتے تو ان امور کے بارے میں گفتگو کرتے جن کو انہوں نے اس سفرکے دوران سنا اور دیکھا تھا_ پھران دنوں مکہ میں اس نئے دین کے ظہور کی خبر سے زیادہ سنسنی خیز خبر کوئي اور نہ تھي_

حضرت سودہ اور عائشہ سے رسول اکرم(ص) کی شادي

کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبر(ص) نے بعثت کے دس سال بعد زمعہ کی بیٹی سودہ کے ساتھ شادی کی نیز حضرت

224

ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ سے بھی نکاح فرمایا_

ہم تاریخ اسلام میں سودہ کا کوئي اہم کردار نہیں دیکھتے، نہ رسول(ص) اللہ کی زندگی میں نہ اس کے بعد، اور ان لوگوں کی ساری توجہ حضرت عائشہ پر ہی مرکوز رہی ہے یہاں تك کہ انہوں نے ماہ شوال میں عقد کرنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ رسول (ص) اللہ نے حضرت عائشہ کے ساتھ شوال میں عقد کیا تھا (1) جبکہ خود رسول اکرم (ص) نے باقی عورتوں کے

ساتھ شوال کے علاوہ دیگر مہینوں میں عقد کیا تھا_ بہرحال یہاں ہم حضرت عائشه کی شادی سے مربوط تمام اقوال و نظریات پر روشنی نہیں ڈال سکتے کیونکہ فرصت کی کمی کے باعث یہ کام دشوار بلکہ نہایت مشکل ہے_ بنابریں ہم فقط دونکتوں کا ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو آنحضرت(ص) اور حضرت عائشه کی شادی سے متعلق ہیں_ البتہ حضرت عائشه سے متعلق کچھ اورپہلوؤں سے آگے چل کر بحث ہوگي_ ان دونوں نکتوں میں سے ايك حضرت عائشه کی عمر کا مسئلہ ہے اور دوسرا ان کے حسن و جمال اور پیغمبراکرم(ص) کے نزديك ان کی قدر و منزلت کا

_

1_ نکاح کے وقت حضرت عائشه کی عمر

کہتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ نے عائشه سے چھ یا سات سال کی عمر میں نکاح فرمایا_ پھر ہجرت مدینہ کے بعد 9سال کی عمر میں وہ آپ(ص) کے گھر منتقل ہوئیں_ یہی بات خود حضرت عائشه سے بھی مروی ہے_ (2) لیکن ہم درج ذیل دلائل کی رو سے کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں بلکہ حضرت عائشه کی عمر اس سے کہیں زیاہ تھي_

1_ نزهة المجالس ج 2ص 137 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 39، الاصابة ج 4 ص 359، تاريخ طبری ج 2 ص 413، تہذيب التہذيب ج 12، اسد الغابة ج 5 اور دوسری کتب بطور مثال شرح نہج البلاغة معتزلی ج 9 ص 190 ليکن ص 191 پر خود اپنے کو رد کيا ہے اور کہا ہے وہ سنہ 57ہجری ميں فوت ہوئيں اور ان کی عمر64سال ہے_ اس کا مطلب ہے ہجرت کے وقت ان کی عمر فقط سات سال تھي_

(الف) ابن اسحاق نے حضرت عائشه کو ان لوگوں ميں شمار کيا ہے جنہوں نے بعثت کے ابتدائي دور ميں اسلام قبول کيا وہ کہتے ہيں کہ اس وقت حضرت عائشه چھوٹی تھيں اور اس نے فقط اٹھارہ افراد کے بعد اسلام قبول کيا_ (1)

بنابريں اگر ہم بعثت کے وقت حضرت عائشه کی عمر سات سال بھی قرار ديں تو نکاح کے وقت ان کی عمر سترہ سال اور ہجرت کے وقت بيس سال ہوگي_

(ب) حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ عليہاکے بارے ميں پيغمبراکرم(ص) نے فرمايا ہے وہ عالمين کی تمام عورتوں کی سردار ہيں_ نيز آپ(ص) سے يہ قول بھی منسوب ہے کہ عورتوں ميں سے کوئي کامل نہيں ہوئي سوائے عمران کی بيٹی مريم اور فرعون کی بيوی آسيہ کے اور عائشه کی فضيلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثريد کو تمام کھانوں پر فضيلت حاصل ہے_

ان دونوں اقوال کے درميان تناقض کو دور کرنے کے سلسلے ميں طحاوی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہتا ہے ممکن ہے کہ دوسری حدیث فاطمہ کے بلوغ اور اس مرتبے کی اہلیّت پیدا ہونے سے قبل کی ہو جسے رسول(ص) اللہ نے ان کیلئے بیان کیا_ کچھ آگے چل کر کہتا ہے کہ ہر وہ فضیلت جو دوسری عورتوں کیلئے بیان ہوئي ہو اور فاطمہ کے حق میں اس کے ثابت ہونے کا احتمال ہو وہ ممکن ہے اس وقت بیان ہوئي ہو جب وہ چھوٹی تھیں اور اس کے بعد وہ بالغ ہوئیں_ (2)

اس سے کچھ قبل طحاوی نے قاطعانہ طور پر کہا تھاکہ وفات کے وقت حضرت فاطمہ کی عمر 25سال تھي_ (3)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ولادت بعثت سے دو سال قبل ہوئي جبکہ فرض یہ ہے کہ جب حضرت عائشه حد بلوغت کو پہنچیں تو اس وقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا چھوٹی بچی تھیں_(دوسرے لفظوں میں حضرت عائشه کي

1_ سیرت ابن ہشام ج 1 ص 271، تہذیب الاسماء و اللغات ج 2 ص 351و 329ابن ابی خیثمہ سے اس کی تاریخ میں ابن اسحاق سے اور البدء و التاریخ ج 4 ص 146 _

2_ مشکل الآثارج ج 1ص 52 _

3_ مشکل الآثارج 1 ص 47_بعض علماء نے عائشه کی فضیلت سے متعلق اس حدیث کو عائشه کے ساتھ آنحضرت(ص) کا مزاح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے جملے تفضیل اور بیان فضیلت کے ساتھ سازگار نہیں ہیں _ خاص کر جب ہم اس بات کو بھی خاطر نشین کرلیں کہ آپ (ص) کھانے پینے کے معاملے میں اتنے اہتمام کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی آپ (ص) لذت سے بھر پور کھانوں کے خواہش

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مند تھے کہ تفضیل جیسے حساس مسئلہ پر ایسی مثال پیش کریں_

پیدائشے بھی بعثت سے کئي سال قبل ہوئي یوں حضرت عائشہ وقت ہجرت کم از کم پندرہ سال کی ہوں گي_ مترجم)

(ج) ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشےہ58ہجری میں چل بسیں_(بعض لوگوں کے خیال میں 57ہجری میں ان کی وفات ہوئي)تقریبا 70سال کی عمرمیں_ (1)

ادھر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات ہجرت سے تین یا چار یا پانچ سال قبل ہوئي_اور ادھر حضرت عائشہ سے مروی ہے جب رسول(ص) اللہ نے مجھ سے شادی کی تو میں نو سال کی تھي_(2) ہماری گذشتہ معروضات اور اس بات کے پیش نظر کہ لفظ سبع (سات) اور تسع (نو) کے درمیان اکثر اشتباہ ہوتا ہے کیونکہ پہلے زمانے میں الفاظ کے نقطے نہیں ہوتے تھے اور مذکورہ عدد بھی اسی وجہ سے مشکوك ہے نیز عام طور پر عورتیں اپنی عمر کم بتانے کی خواہاں ہوتی ہیں شاید یہی روایت حقیقت سے نزدیك ترہو_

بہرحال ابن قتیبہ کا کلام اور اس کے بعد والے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی پیدائشے یا بعثت کے سال ہوئي یا اس سے قبل البتہ ہماری معروضات کی روشنی میں دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خلاصہ یہ کہ جب ہم مذکورہ امور کو مدنظر رکھتے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے حضرت عائشہ سے بعثت کے دسویں سال نکاح فرمایا تو ان کی عمر چھ سال سے کہیں زیادہ تھی یعنی 13سے لیکر 17سال کے درمیان تھي_

جعلی احادیث کا ایك لطیف نمونہ

اس مقام پر دروغ گوئي کی عجیب و غریب مثال ابوہریرہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم(ص) مدینہ میں داخل ہوئے اور یہیں بس گئے تو آپ نے لوگوں سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے لئے نکاح کا بندوبست کرو_ جبرئیل جنت کا ایك کپڑا لیکر اترے جس پر ایك ایسی خوبصورت تصویر نقش تھی جس سے زیادہ خوبصورت شکل کسی نے نہ دیکھی تھي_ جبرئیل نے آپ(ص) کو خدا کی طرف سے یہ حکم سنایا کہ اس تصویر کے

----

1 المعارف ابن قتیبہ ص 59 مطبوعہ 1390ھ

2 رجوع کریں حدیث الافك صفحہ 93

مطابق شادی کریں_ پس نبي(ص) نے فرمایا :"اے جبرئیل میں کیونکر اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جیسی صورت رکھنے والی سے شادی کرسکتا ہوں؟"_ جبرئیل نے کہا کہ خدا نے آپ (ص) کو یہ پیغام دیا ہے کہ ابوبکر کی بیٹی سے شادی کریں "_ پس رسول(ص) اللہ حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا:" اے ابوبکر خدا نے مجھے تیرا داماد بننے کا حکم دیا ہے"_ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنی تین بیٹیاں آپ(ص) کے سامنے پیش کیں_ آپ(ص) نے فرمایا:" خدا نے مجھے اس لڑکی یعنی عائشہ سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے" _چنانچہ رسول(ص) اللہ نے ان سے شادی کي_ (1)

اس روایت کی سندپر جو اعتراضات ہیں ان سے قطع نظر ہم یہ عرض کرتے چلیں کہ:

(الف) ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ پیغمبر(ص) اسلام کیونکر ایسا کام کرتے جسے احترام ذات کے قائل صاحبان عقل انجام نہیں دیتے اور لوگوں سے کہتے کہ اے لوگو میری شادی کرادو_ آپ(ص) (معاذ اللہ)چھوٹے بچے تو نہیں تھے جو شرم و حیا اور عقل و شعور سے عاری ہوں_ عجیب نکتہ تو یہ ہے کہ (روایت کی رو سے) لوگوں نے آپ(ص) کی خواہش کو سنی ان سنی کر کے آپ(ص) کے ساتھ نا انصافی کی یہاں تك کہ جبرئیل نے آکر آپ(ص) کی مشکل حل کردي_

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حضرت عائشہ کاحسن و جمال اس قدرزیادہ تھاکہ اس سے بہتر صورت کسی نے نہ دیکھی ہو؟_ انشاء اللہ آنے والے معروضات، طالبان حق و ہدایت کیلئے کافی اور قانع کنندہ ثابت ہونگے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(ج) نبی کریم(ص) نے ہجرت مدینہ سے تین سال قبل مکہ میں حضرت عائشه سے شادی کی تھی اس سلسلے میں مورخین کا اجماع محتاج بیان نہیں_ (د) حضرت ابوبکر کی تین بیٹیا ں جن کو انہوں نے رسول(ص) کے سامنے پیش کیا تھا معلوم نہیں کونسی تھیں_ کیونکہ اسماء تو زبیر کی بیوی تھی جب وہ مدینہ آئي تو حاملہ تھی جس سے عبداللہ پیدا ہوا_ حضرت عائشه نے رسول(ص) اللہ سے مکہ میں شادی کی اور ام کلثوم تو حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں_ان تینوں کے علاوہ تو ان

1_ تاریخ بغداد خطیب ج 2 ص 194 میزان الاعتدال ذہبی ج 3 ص 44 ... خطیب اور ذہبی نے اس حدیث کی تکذیب کی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن حسن، الغدیر ج 5 ص 321_

کی کوئي بیٹی تھی ہی نہیں_(1)

ان باتوں کے علاوہ حضرت ابوبکرکو صدیق کا لقب انکے چاہنے والوں نے رسول(ص) اللہ کی وفات کے بعد دیا تھا جس کی طرف ہم غار کے واقعے میں انشاء اللہ اشارہ کریں گے_

حضرت عائشه کا جمال اور انکی قدر ومنزلت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(اہل سنت کے تاریخی منابع کے مطابق)

حضرت عائشه کے حسن وجمال اور پيغمبر(ص) کے نزديك ان کی قدر ومنزلت اور محبوبيت کے بارے ميں جو کچھ کہا گيا ہے وہ کاملاً نہيں توکم از کم غالباً خود حضرت عائشه سے مروی ہے ياان کے بھانجے عروہ سے_ ہميں تو يقين ہے کہ يہ باتيں سرے سے ہی غلط ہيں_ يہاں ہم اپنی کتاب حديث الافك (جو چھپ چکی ہے) ميں مذکور نکات کو بعض اضافوں کے ساتھ پيش کرتے ہيں اور عرض کرتے ہيں کہ:

(الف) حضرت عائشه کے حسن و جمال اور رسول(ص) الله کے پاس ان کی قدر و منزلت اور محبوبيت کی بات غالباً خودحضرت عائشه سے منقول ہے جيساکہ روايات ميں تحقيق کرنے سے پتہ چلتا ہے توکيا يہ خوبياں صرف عائشه يا ان کے بھانجے کو ہی معلوم تھيں کوئي اور ان سے واقف نہ تھا ؟ _

(ب) جنگ جمل کے بعد ابن عباس جب حضرت عائشه سے روبرو ہوئے تو انہوں نے اس حقيقت کی نشاندہی کی کہ نہ تو وہ پيغمبر(ص) کی بيويوں ميں سے سب سے خوبصورت تھيں اور نہ خاندانی شرافت و نجابت کے لحاظ سے ممتاز تھيں (1) نيز (جيساکہ آگے جلد ذکر ہوگا) حضرت عمر نے حضرت عائشه کے بجائے صرف زينب کے حسن کی تعريف کی ہے_

(ج) "علی فکري" کہتا ہے ابن بکار کی يہ روايت ہے کہ ضحاك بن ابوسفيان کلابی ايك بدصورت آدمی تھا جب اس نے پيغمبر(ص) کی بيعت کی تو عرض کيا:" ميری دو بيوياں ہيں جو اس حميرا سے زيادہ خوبصورت

1_ نسب قریش مصعب زبیری ص 275_278_

2_ الفتوح ابن اعثم ج 2 ص 337 مطبوعہ ہند_

ہیں (حمیرا سے مراد حضرت عائشه ہے اور یہ واقعہ آیت حجاب کے نزول سے قبل کا ہے) کیا میں ان دونوں میں سے ایك سے دستبردار نہ ہو جاؤں تاکہ آپ(ص) اس سے شادی کرلیں؟"_ اس وقت حضرت عائشه بیٹھی سن رہی تھیں، بولیں :"اس کا حسن زیادہ ہے یا تمہارا؟" بولا:" میرا حسن اور مرتبہ اس سے زیادہ ہے"_جناب رسول(ص) اللہ حضرت عائشه کے اس سوال پر ہنس پڑے (کیونکہ وہ شخص نہایت بدصورت تھا)_ (1)

(د) اہل سنت کی کتابوں میں ہے کہ عباد بن عوام نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا: " حضرت عائشه کیسی تھیں ؟ "اس نے کہا : "وہ کالی تھیں" یحیی نے کہا : " ہم نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت عائشه کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا : " ہاں" پوچھا : " کیسی تھیں ؟ " کہا : " کالی تھیں" (2) پس یہ جو کہاجاتاہے کہ وہ گلابی رنگت کی تھیں اور پھر رسول (ص) کریم کے جملہ" یا حمیرا" کو بطور ثبوت پیش کیا جاتاہے یہ سب مشکوك ہوجائے گا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور شاید رسول (ص) اکرم کا حضرت عائشه کو حمیرا کہنا ملائمت اور دلجوئي کے لئے ہو یا اس بناپر ہو کہ چونکہ عربوں کی مثال ہے "شر النساء الحمیرا ء المحیاض" (3) سب سے بری عورت زیادہ، ماہواری کا خون دیکھنے والی عورت ہے _ اسی لئے عائشه کے لئے جناب رسول (ص) خدا مذاق میں یہ لفظ استعمال فرماتے ہوں_

(ھ) جو شخص ازواج پیغمبر (ص) کی سیرت کا مطالعہ کرے تو وہ جان لیتا ہے کہ حضرت عائشه ہی پیغمبر(ص) کی تمام ازواج اور لونڈیوں سے حسد کرتی تھیں اور اس بات کا بھی یقین حاصل کرلیتا ہے کہ اگر پیغمبر(ص) کی ساری بیویاں نہ سہی تو کم از کم ان کی اکثریت پیغمبر(ص) کے نزدیك حضرت عائشه سے زیادہ قدر و منزلت رکھتی تھیں_ اگرچہ ہم یہ دعوی نہ بھی کریں کہ وہ حسن و جمال میں بھی حضرت عائشه سے آگے تھیں_ کیونکہ فطری بات ہے بدصورت آدمی خوبصور ت آدمی سے حسد کرتا ہے_ رہا خوبرو آدمی تو اسے بدشکل شخص سےحسد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے_

اسی طرح یہ بھی انسانی طبیعت کے خلاف ہے کہ وہ خوبرو شخص کے مقابلے میں بدصورت کی طرف زیادہ مائل ہو_ چنانچہ واقعہ افك میں حضرت عائشه کی ماں کایہ قول نقل ہوا ہے"اللہ کی قسم ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ المسیر المھذب ج 2 ص 8_9

2_ الضعفاء الكبیر عقیلی ج2 ص 155_

3_ علامہ زمخشری کی ربیع الابرار ج4 ص 280 و روض الاخیار ص 130_

خوبصورت عورت اپنے شوہر کے نزدیك محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں لیکن وہ اس کے خلاف باتیں نہ بنائیں"_

اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ حضرت عائشه ہی پیغمبر(ص) کے پاس قدر و منزلت رکھتی تھیں اور آپ(ص) دوسروں سے زیادہ ان کو چاہتے تھے تو پھر دوسری بیویوں سے نفرت کرنے اور حسد کرنے کی کیا وجہ تھي؟ حسد تو ہمیشہ اس چیز کے بارے میں ہوتا ہے جس سے خود حاسد محروم ہو_ حاسد چاہتا ہے کہ محسود اس چیز سے محروم ہوجائے اور وہ خود اسے حاصل کرلے_

ذیل میں ہم پیغمبر(ص) کی دیگر ازواج کے خلاف حضرت عائشه کے حسد کے بعض نمونے پیش کریں گے_

1_ حضرت خدیجہ علیہا السلام

حضرت عائشه سے مروی ہے کہ میں نے کسی عورت سے اتنی نفرت نہیں کی جس قدر خدیجہ سے کی ہے_ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ میں نے اس کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ساتھ زندگی گزاری ہو بلکہ یہ تھی کہ رسول(ص) اللہ انہیں زیادہ یاد کرتے تھے_ اگر آپ(ص) کوئي گوسفندبھی ذبح کرتے تو اسے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بطور ہدیہ بھیجتے تھے_ (1)یہ قول مختلف عبارات میں مختلف اسناد کے ساتھ مذکور ہے_

ایك دن رسول(ص) (ص) اللہ نے حضرت خدیجہ کاذکر کیا تو ام المومنین عائشه نے ناك بھوں چڑھاتے ہوئے کہا:" وہ تو بس ایك بوڑھی عورت تھی جس سے بہتر عورت خدا نے آپ(ص) کو عطاکی ہے"_ مسلم کے الفاظ یہ ہیں "جس کا آپ(ص) ذکر کرتے ہیں وہ تو قریش کی بوڑھیوں میں سے ایك بڑھیا تھي_ جس کے لبوں کے گوشے سرخ تھے اور اسے مرے ہوئے عرصہ ہوگیا ہے _ خدا نے آپ کو اس سے بہتر عطا کی ہے"_ یہ سن کر

1_ صحیح بخاری ج 9 ص 292 اور ج 5 ص 48 اور ج 7 ص 47 اور ج 8 ص 10 صحیح مسلم ج 7 ص 34_135 اسد الغابة ج 5 ص 438، المصنف ج 7 ص 493، الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 4 ص 286 صفة الصفوة ج 2 ص 8، بخاری و مسلم سے، تاریخ الاسلام ذہبی ج 2 ص 153البدایة و النہایة ج 3 ص 128_

رسول(ص) اللہ غضبناك ہوئے یہاں تك کہ آپ(ص) کے سرکے اگلے بال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کھڑے ہوگئے_ پھر فرمایا :"خدا کی قسم ایسانہیں، اللہ نے مجھے اس سے بہتر عطا نہینفرمایا ..."_ (1)

عسقلانی اور قسطلانی کا کہنا ہے کہ حضرت عائشه پیغمبراکرم(ص) کی بیویوں سے حسد کرتی تھیں لیکن حضرت خدیجہ سے ان کا حسد زیادہ تھا_ (2)

مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ تو حضرت خدیجہ کی زندگی کے بعد حضرت عائشه کی حالت ہے_ پتہ نہیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو کیا حال ہوتا؟ نیز جب ام المومنین کے حسد نے مُردوں کوبھی نہ چھوڑا تو زندوں کے ساتھ ان کا رویہ کیسا رہا ہوگا؟

2_ زینب بنت جحش

حضرت عائشه نے اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر(ص) کی ازواج میں سے زینب ہی فخرمیں اس کا مقابلہ کرتی تھي_نیز اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے زینب سے شادی کا ارادہ کیا تو دور و نزدیك کے لوگوں نے اس کی خبرلی کیونکہ اس کے حسن و جمال کی خبر ان تك پہنچی تھي_ (3)

مغافیر کے مشہور واقعے میں حضرت زینب کے ساتھ حضرت عائشه اور حضرت حفصہ کی کہانی مشہور ہے_یہاں تك کہ کہتے ہیں کہ یہی واقعہ آیہ تحریم (4) کے نزول کا باعث بنا ہے_ اگرچہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آیہ تحریم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کسی اور مناسبت سے نازل ہوئي تھي_

1_ صحیح مسلم ج 7 ص 134 لیکن اس نے آپ(ص) کا جواب ذکر نہیں کیا، اسد الغابة ج 5 ص 438 نیز ص 557 و 558 ،الاصابة ج 4 ص 283 استیعاب ج 4 ص 286، صفة الصفوة ج 2 ص 8مسند احمد ج 6 ص 117بخاری ج 2 ص 202 مطبوعہ 1309 ہجری ، البداية و النہاية ج 3 ص 128 نیز اسعاف الراغبین در حاشیہ نور الابصار ص 96_

2_ فتح الباری ج 7 ص 102، ارشاد الساری ج 6 ص 166 و ج 8 ص 113 _

3_ الاصابة ج 4 ص 314 و طبقات ابن اسد ج 8 ص 72 و در المنثور ج 5 ص 202 ابن سعد و حاکم سے_

4_ طبقات ابن سعد ج 8ص 76 نیز حیاة الصحابہ ج2 ص 761 از بخاری و مسلم_

حضر ت عمر ابن خطاب نے بھی زینب بنت جحش کے جمال کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا " نہ تمہیں عائشه والا مرتبہ حاصل ہے اور نہ زینب والاحسن_" (1) یعنی اگر حضرت عائشه کے پاس حسن ہوتا تو اسے حضرت زینب پر ضرور مقدم کیا جا تا البتہ ہمیں پہلے جملے مینبھی شك ہے اور ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمر کی ام المومنین کے ساتھ ایك سیاست تھی یا راویوں نے اپنی خواہشات کے تحت اس کا اضافہ کیا ہے(2)_ اس کی وجہ پہلے بیان شدہ حقائق ہیں اورآئندہ بھی اس بارے میں گفتگو ہوگي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول(ص) اللہ حضرت زینب کو بہت پسند فرماتے تھے_ آپ (ص) اکثر اس کانام لیاکرتے تھے_ (3)

3_ ام سلمہ رحمہا اللہ

حضرت ام سلمہ سب سے زیادہ با جمال تھیں_ (4)

امام باقر(ع) سے مروی ہے کہ (ام سلمہ) پیغمبر(ص) کی ازواج میں سب سے زیادہ خوبصورت تھیں_ کہتے ہیں کہ حضرت عائشه اور حضرت حفصہ کے بارے میں مغافیر کا واقعہ ام سلمہ کی وجہ سے پیش آیا_ (5) خود حضرت عائشه کا بھی اعتراف ہے کہ ام سلمہ اور زینب پیغمبر اکرم(ص) کو حضرت عائشه کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھیں_ (6)

حضرت عائشه کہتی ہیں:" جب رسول(ص) اللہ نے حضرت ام سلمہ سے شادی کی تومیں اس کے حسن کے بارے میں ملنے والی خبروں کے باعث سخت محزون ہوئي اور میری پریشانی میں اضافہ ہوا یہاں تك کہ جب

1_ طبقات ابن سعد ج 8ص 137_138_

2_ طبقات ابن سعد ج 8ص 73و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 347 _

3_ المواهب اللدنية ج 1ص 205و تہذیب الاسماء و اللغات ج 2ص 362 _

4_ طبقات ابن سعد ج 8ص 122در المنثور ج 6ص 239 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5_ طبقات ابن سعد ج 8ص 81 _

6_ الاصابہ ج4 ص 459 اور طبقات ابن سعد ج8 ص 66_

میں نے اسے دیکھا تو جیسے سنا تھا اس سے کئي گنا زیادہ حسین پایا"_ (1) ابن حجر نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ غیرمعمولی حسن اور عقل رکھتی تھیں_ (2)

4_ صفیہ بنت حیی بن اخطب

ام سنان اسلمیہ کہتی ہیں:" وہ حسین ترین عورتوں میں سے تھیں"_ (3) جب وہ مدینہ آئیں تو مدینہ کی عورتیں ان کا حسن و جمال دیکھنے کیلئے آئیں_ حضرت عائشه بھی نقاب اوڑھے ان کے ہمراہ تھیں_ جب رسول(ص) اللہ نے پوچھا:" اے عائشه اسے کیسا پایا "تو وہ بولیں:" ایك یہودیہ پایا"_ یہ سن کر رسول(ص) اللہ نے عائشه کو اس امر سے منع فرمایا_ (4) جب وہ قید ہوئي تھیں تو لوگ ان کی تعریف کرنے اور کہنے لگے:" ہم نے ایسی عورت کو قید میں دیکھا جس کی مانند کسی کو نہیں دیکھا تھا_" (5) جب حضرت صفیہ نے رسول(ص) اللہ کی خدمت میں کھانے کا ایك ظرف بھیجا (اس وقت آپ حضرت عائشه کے ہاں تھے) تو حضرت عائشه لرزنے لگی یہاں تك کہ ان کے اوپر کپکپی طاری ہوگئي پھر انہوں نے اس برتن کو ٹھوکر ماری اور دور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پھینك ديا_ (6)

رسول خدا(ص) نے ان كے متعلق تاكيد كے ساتھ فرمايا كہ يہ عائشه اور حفصہ سے بہت بہتر ہے (7)

5_ جويريہ بنت حارث

حضرت عائشه كہتى ہيں كہ وہ ايك پر كشش اور خوبصورت عورت تھيں جس شخص كى نظر اس پر پڑتى تو اس كا دل

1_ الاصابة ج 4ص 459_

2_ الاصابة ج 4ص 347 و 463 اور طبقات ابن سعد ج8 ص87 _

3_ الاصابة ج 4ص 347 اور طبقات ابن سعد ج 8ص 90 _

4_ و طبقات ابن سعد ج 8ص 88 _

5_ مسند احمد ص 277 ج 6 بخارى باب الغيرة ، باب النكاح كے ذيل ميں ليكن اس ميں حضرت عائشه كا نام نہيں ليا گيا_

6_ اسد الغابہ ج5 ص 491_

7_ الاصابہ ج4 ص 265 ، الاستيعاب حاشيہ الاصابہ ج4 ص 259 نيز صفة الصفوة ج2 ص50_

موہ ليتى تھيں_ وہ لكھنے ميں رسول(ص) الله كى مدد كيلئے آپ(ص) كى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خدمت میں آتی تھیں، حضرت عائشه کہتی ہیں :"خدا کی قسم جونہی میں نے اسے دیکھا نفرت کا احساس ہوا اور اپنے دل میں کہا، اس کی جو خصوصیت میں نے دیکھی ہے رسول(ص) اللہ بھی دیکھیں گے_ پھر جب وہ رسول(ص) (ص) اللہ کے پاس پہنچی ... " (1)

6_ ماریہ قبطیہ

حضرت عائشه کا کہنا ہے :"میں نے ماریہ قبطیہ سے زیادہ کسی کے ساتھ حسد نہیں کیا تھا کیونکہ وہ خوبصورت اورگھونگھر یالے بالوں والی تھي_ چنانچہ رسول(ص) اللہ کو وہ پسند آگئي_ جب وہ پہلی مرتبہ آئي تو رسول(ص) اللہ نے اس کو حارثہ بن نعمان کے گھر رکھا_ یوں وہ ہماری ہمسایہ بن گئي_ آپ(ص) شب و روز اس کے پاس رہتے تھے یہاں تك کہ ہم اس کے پیچھے پڑگئے اور وہ خوفزدہ ہوگئي اس کے بعد آپ(ص) نے اسے عالیہ کے ہاں بھیج دیا آنحضرت(ص) اس کے پاس وہاں جایا کرتے تھے_ یہ بات ہمارے اوپر اور زیادہ سخت گزري"_ (2)

امام باقر(ع) سے منقول ہے کہ حضور اکرم(ص) نے ماریہ کو چھپا دیا تھا_ یہ بات رسول(ص) کی ازواج پر گراں گزری اور ان سے حسد کرنے لگیں البتہ حضرت عائشه کی طرح نہیں"_ (3)

رسول(ص) اللہ حضرت ماریہ کو پسند فرماتے تھے_وہ گھونگھر یالے بالوں والی (4) سفید، حسین اور نیك سیرت خاتون تھیں_ (5)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انصار کے درمیان ابراہیم کو دودھ پلانے کے بارے میں کھینچا تانی ہوئي، وہ چاہتے تھے کہ حضرت ماریہ نبي(ص) کی خدمت کیلئے دیگر کاموں سے فارغ البال رہے کیونکہ وہ ماریہ کے بارے میں نبي(ص) کی دلچسپی سے

1_ الاصابة ج 4 ص 405طبقات ابن سعد ج 8 ص 153بدایہ و نہایہ ج 3 ص 303_304 و وفاء الوفاء سمہودی ج 3 ص 826 _

2_ طبقات ابن سعد ج 1قسم 1 ص 86 سیرت حلبیہ ج 3 ص 309 _

3_ طبقات ابن سعد ج 1حصہ 1 ص 86 اور الاصابة ج 4 ص 405 _

4_ تہذیب الاسماء و اللغات ج 2 ص 355 و طبقات ابن سعد ج 1 حصہ 1 ص 86 اور البدایة و النہایة ج 3 ص 303 _

5_ ذخائر العقبی ص 54 ، الاستیعاب حاشیہ الاصابہ ج1 ص 42 اور طبقات ابن سعد ج8 ص 153_

سے آگاہ تھے_ (1)

ماریہ سے حضرت عائشه کے حسد میں اضافے کی ایك وجہ شاید ماریہ کا ابراہیم کو جنم دینا ہو_ یہاں تك کہ انہوں نے جسارت کرتے ہوئے رسول(ص) اللہ اور ابراہیم کے درمیان شباہت کی نفی کی اس کے باوجود کہ آپ(ص) نے اس مسئلے میں بہت تاکید اور اصرار کیا تھا(2)_ بات یہاں تك بڑھی کہ آیہ تحریم کے نزول کی نوبت آئي جیساکہ سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے_

7_ سودہ بنت زمعہ

حضرت عائشه کہتی تھیں عورتوں میں فقط سودہ بنت زمعہ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ میں چاہتی ہوں، کاش اسکی کھال کے اندرمیں ہوتي، اسکی خامی بس یہ ہے کہ وہ حاسد ہے_ (3)

نیز اس کرتوت کا بھی مطالعہ فرمائیں جو حضرت حفصہ نے حضرت سودہ کے ساتھ کیا تھا اور جس پر حضرت عائشه اور حفصہ دونوں حضرت سودہ پر ہنستیں اور مذاق اڑاتیں (4)

8_ اسماء بنت نعمان

حضرت اسماء اپنے زمانے کی خوبصورت ترین اور جوان ترین عورت تھي_ پیغمبر(ص) کی بیویاں اسماء سے حسد کرتی تھیں_ انہوں نے اسماء کے خلاف سازش کي_ سازش حضرت عائشه اور حفصہ نے ملکر کی یہاں تك کہ اس نے رسول(ص) الله سے کہا کہ آپ(ص) سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں پھر پیغمبر اکرم(ص) نے اسے طلاق دے دي_(5)

1_ طبقات ابن سعد ج1 ص 88 ، الدرالمنثور ج6 ص 240 از ابن مردویہ ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 305 قاموس الرجال ج 11 ص 305

قاموس الرجال ج 11 ص 305 از بلاذري، السیرة الحلبیہ ج3 ص 309 ، مستدرك حاكم ج4 ص 39 ، تلخیص مستدرك (اسی کے حاشیہ پر) بیہقی نیز تاریخ یعقوبی ج2 ص 87 مطبوعہ صادر_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 37 البداية و النہاية ج 8 ص 70_

3_ حياة الصحابہ ج2 ص 560 اور مجمع الزوائد ج4 ص 316_

4_ طبقات ابن سعد ج 8 ص 104 تاريخ اسلام ذہبی ج 2 ص 415_416 سازش كرنے والی كا نام نہيں آيا_

5_ طبقات ابن سعد ج8 ص 106 اور تاريخ الاسلام ذہبی ج2 ص 416_

9_ مليكہ بنت كعب

وہ اپنے غير معمولی حسن و جمال كی بنا پر معروف تھيں_ حضرت عائشہ نے اس كے پاس آكر كہا:" تجھے اپنے باپ كے قاتل سے شادی كر كے شرم نہيں آئي؟"_اس نے خدا كے ہاں رسول(ص) اللہ سے پناہ مانگي_ چنانچہ آپ(ص) نے اسے بھی طلاق دے دي_ (1)

10_ ام شريك

اس خاتون نے اپنے نفس كو رسول(ص) اللہ كيلئے وقف كيا تھا اور آپ(ص) نے اسے قبول فرمايا تھا تب حضرت عائشہ نے كہا:" جو عورت اپنے نفس كو كسی مرد كيلئے وقف كر دے اس ميں كوئي بھلائي نہيں"_ ام شريك نے كہا:" پھر ميں وہی عورت ہوں"_ پس خدا نے اسے مومنہ كے نام سے ياد كيا اور فرمايا: (وامرا ة مومنة ان وھبت نفسھا للنبي) يعنی اگر كوئي مومنہ عورت

اپنی جان کو نبی کیلئے وقف کردے_ جب یہ آیت اتری تو حضرت عائشه نے رسول(ص) الله سے کہا:" خدا آپ(ص) کی خواہش کو جلد پورا کرے گا"_ (2)

11_ شراف بنت خلیفہ

رسول(ص) الله نے بنی کلاب سے ایك عورت کی خواستگاری فرمائي اور حضرت عائشه کو بھیجا تاکہ اسے دیکھے چنانچہ وہ گئیں اور واپس آگئیں_ رسول(ص) الله نے پوچھا:" اسے کیسا پایا؟"_حضرت عائشه بولیں:" کوئي کام کی چیز نہیں پائي"_ آپ(ص) نے فرمایا :" بتحقیقتونے اسے کام کی عورت پایا ہے_ تو نے اس کے چہرے پر خال دیکھا ہے جس سے تیرے بدن کے سارے بال کھڑے ہوگئے (یعنی تیرے اوسان خطا ہوگئے)"_ پس وہ بولیں:" اے رسول(ص) الله آپ سے کوئي چیز پوشیدہ نہیں رہتي"_ (3)

1_ طبقات ابن سعد ج 8ص 112 _

2_ طبقات ابن سعد ج8 ص 115_

3_ طبقات ابن سعد ج 8ص 115 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

12_ حفصہ بن عمر

بلکہ عائشہ تو اپنی سہیلی حفصہ سے بھی حسد کرتی تھی _ اور کہا جاتاہے کہ واقعہ مغافیر ان دونوں کے درمیان پیش آیا تھا(1)_

نتیجہ

یہ تھا رسول(ص) خدا کی دیگر ازواج کے ساتھ حضرت عائشہ کا رویہ _ مذکورہ مشکلات کا قابل ملاحظہ حصہ بظاہر ان ازواج کے حسن و جمال کے باعث حضرت عائشہ کاحسد تھا (جیساکہ بیان ہو چکا ہے) حضرت عائشہ کی پیداکردہ مشکلات اور ان کے تجاوزات کادسواں حصہ بھی رسول(ص) اللہ کی کسی اور زوجہ کے بارے میں دیکھنے میں نہیں آتا سوائے ایك یا دو روایتوں کے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہیں_

رسول(ص) اللہ کی بیویوں میں سے فقط حضرت عائشہ نے (بغض و حسد اور مشکلات کا) جو طوفان مچا رکھا تھا وہ اس بات کا غماز ہے کہ اس کے پیچھے ایك خاص وجہ کارفرما تھی اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ ان ازواج کے مقابلے میں احساس کمتری یا احساس محرومیت کا شکار تھي، کم ازکم حسن و جمال کے معاملے میں_

ان حقائق کے پیش نظر عروہ اور حضرت عائشہ وغیرہ سے مذکور ان تمام دعوں اور روایات کا اعتبار ساقط ہوجاتا ہے جن سے رسول(ص) خدا کے

نزديك عائشه كے مقام و مرتبے كا اظہار ہوتا ہے اور اگر ساقط نہ بھى ہوں تو كم از كم يہ دعوے اور روايات مشكوك ضرور ہوجاتى ہيں_ رہى واقعہ افك والى بات تو وہ بھى باطل ہے_ ہم نے اس مسئلے كے بارے ميں ايك الگ كتاب لكھ كر تفصيلى بحث كى ہے_ يہ كتاب كچھ ہى مدت پہلے چھپ چكى ہے_

يہاں پر يہ آخرى نكتہ بھى بيان كرتے چليں كہ (اہل سنت كى كتابوں ميں)حضرت عائشه سے ايسى بہت سى احاديث نقل ہوئي ہيں جن ميں (ان كے بقول) رسول اكرم(ص) كے حضرت عائشه كے ساتھ بوس و كنار، حالت حيض ميں (نعوذ باللہ) آپ (ص) كى اس كے ساتھ ہم بسترى اور دونوں كے ايك ہى برتن ميں غسل

1_ ملاحظہ ہو: حياة الصحابہ ج2 ص 762 از بخارى ، مسلم و تفسير ابن كثير ج4 ص 387 نيز از جمع الفوائد ج1 ص 229 و از طبقات ابن سعد ج8 ص 85_

238

كرنے كا ذكر ہے_ اور ديگر ايسى احاديث بھى مذكور ہيں جن ميں(معاذ اللہ) جنسيات، دل ربائي اور لطف اندوزى كا رنگ پايا جاتا ہے _ جبكہ (اہل سنت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے منابع میں) حضرت عائشه کے علاوہ دیگرازواج پیغمبر (ص) سے اس قسم کی حادیث بہت ہی کم دیکھنے کو ملیں گے _ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ (ص) اور حضرت عائشه کے درمیان تعلقات زیادہ مضبوط نہیں تھے_ کیونکہ اس کی نہ تو ذہني، ثقافتی اور عملی سطح اتنی تھی جو آپ (ص) اور عائشه کے درمیان پل کا کام کرتی اور جس کے ذریعہ وہ آپ (ص) کے ساتھ اپنے تعلقات کو خاص اور مضبوط بناسکتی اور نہ ہی اس کے اغراض ،اہداف اور مقاصد، آپ(ص) کے اغراض ، اہداف اور مقاصد سے میل کھاتے تھے_

اور اس کے بعد

ان عرائض کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رسول(ص) کا حضرت عائشه کی جسارتوں، زیادتیوں نیز آپ(ص) کے بھائي حضرت علي(ع) اور آپ(ص) کی دیگر ازواج کے حوالے سے اس کی ایذا رسانیوں کو سہنے کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نظرنہیں آتی کہ آپ(ص) حضرت عائشه کے بارے میں کوئي اٹل فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے کیونکہ سیاسی حالات کا تقاضا تھا کہ آپ ان تمام تلخیوں پر صبر سے کام لیتے_ رسول(ص) خدا کا اپنی ازواج کے ساتھ برتاؤ اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر تھا گھریلو یا ازدواجی ماحول کے تقاضوں کے مطابق نہیں_ اس امر کی تائید حضرت عمر کی اس بات سے ہوتی ہے جوانہوں نے اپنی بیٹی حفصہ سے کہي_ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت عائشه اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت حفصہ نے پیغمبر(ص) خدا کے خلاف ایکا کرلیا تھا_ اور آنحضرت نے (جواباً) اپنی تمام بیویوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھي_ حضرت عمر نے حفصہ سے کہا تھا:" اللہ کی قسم تجھے معلوم ہے کہ رسول(ص) خدا تجھے نہیں چاہتے_ اگر میں نہ ہوتا تو رسول(ص) اللہ تجھے طلاق دے دیتے"_(1)

یہاں اس حقیقت کا ذکر ضروری ہے کہ اس دور میں کوئي فرد ایسا نہ تھا جو حقیقت کا اظہار کرنے کی طاقت رکھتا ہو کیونکہ (دور خلفا میں) سرکاری مشینری نے حضرت عائشه کی رکاب تھام رکھی تھی اور ان کی قدر و منزلت کو بڑھانے میں مصروف تھی کیونکہ سرکاری مشینری حضرت عائشه سے زبردست فائدے حاصل کررہی تھي_

1_ صحیح مسلم ج 4 ص 189،اس کی مزید وضاحت آپ(ص) کی کثرت ازواج کے سبب کی گفتگو میں آئیگی جو واقعہ احد سے پہلے کی بحث ہے_

ان کے مقام کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے اور ان کیلئے تمغوں (خودساختہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کارناموں) کا ڈھیر لگانے کے پیچھے ایك سوچی سمجھی اور با قاعدہ سازش کارفرماتھي_ اور حضرت عائشہ بھی رسول (ص) کریم سے اپنی زوجیت اور ام المؤمنین کے لقب سے حد سے زیادہ فائدہ اٹھارہی تھیں_ اسی طرح وقت کی حکومتوں کی ضروریات سے بھی نامحدود فوائد حاصل کررہی تھیں_ یہ تمام باتیں، ہمارے لئے اس راز سے پردہ اٹھاتی ہیں کہ کیوں حضرت عائشہ لوگوں کے درمیان (اپنے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ رسول (ص) خدا نے اس کے کنوارے پن کی بناپر اس سے شادی کی ہے) اپنے آپ کو رسول (ص) خدا کی دیگر ازواج کی نسبت آپ (ص) کے زیادہ قریب اور با اثر مشہور کرتی تھیں_

مدینے میں دخول اسلام

مورخین کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ مدینے میں سب سے پہلے اسلام کب داخل ہوا؟ پہلا مسلمان کون تھا؟ اور کیسے اسلام وہاں پہنچا؟ لیکن ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مدینہ میں اسلام کا ورود کئي مرحلوں پر مشتمل ہے_ سب سے پہلے اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد القیس مسلمان ہوئے_ یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمان شعب ابیطالب میں محصورتھے _اس کے بعد پانچ یا آٹھ یا چھ افراد مسلمان ہوئے_ پھر عقبہ کی پہلی بیعت ہوئي اور بعدازاں عقبہ کی دوسری بیعت_ مغلطای وغیرہ کے بیانات سے بھی اسی بات کا اظہار ہوتا ہے_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ اسعد بن زرارہ خزرجی اور ذکوان بن عبد القیس خزرجی ايك دفعہ حج کے ایام میں مکہ آئے اس وقت قریش نے بنی ہاشم کا شعب ابیطالب میں محاصرہ کر رکھا تھا_ ان کے آنے کا مقصد قبیلہ اوس کے خلاف عقبہ بن ربیعہ کو اپنا حلیف بنانا تھا لیکن عقبہ نے انکار کیا اور کہا: "ہمارے اور تمہارے گھروں کے درمیان بہت فاصلہ ہے اور ہم ایسی مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں کہ کسی اور کام کی طرف توجہ ہی نہیں دے سکتے"_ جب اس مشکل کے بارے میں سوال ہوا تو عقبہ نے رسول(ص) اللہ کے قیام کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ(ص)

1_ سیرة مغلطای ص 29 _

نے ان کے جوانوں کو خراب اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے_ پھر عقبہ نے اسے حضور(ص) کے ساتھ رابطہ سے یہ کہہ کر منع کیا کہ آپ(ص) ساحر ہیں اور اپنے کلام سے اس کو مسحور کردیں گے_ پھر اسے یہ بھی حکم دیا کہ وہ طواف کے دوران اپنے کانوں میں روئي ڈال لے تاکہ رسول(ص) خدا کی بات سنائي نہ دے _اس وقت نبی کریم(ص) بنی ہاشم کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایك گروہ كے ساتھ حجر اسماعیل میں بیٹھے ہوئے تھے_ یہ لوگ ایام حج میں خانہ كعبہ كی زیارت كیلئے شعب ابیطالب سے خارج ہوئے تھے_ اسعد طواف كیلئے آیا اور اس نے رسول(ص) خدا كو حجر اسماعیل كے پاس تشریف فرما دیكھا_ اس نے سوچا مجھ سے زیادہ جاہل كون ہوگا؟ یہ كیسے ہوسكتا ہے كہ مكہ میں رونما ہونے والے اس واقعے سے آگاہ ہوئے بغیر میں اپنی قوم كے پاس واپس جاؤں اور ان كو اس سلسلے میں كچھ نہ بتاسكوں؟ چنانچہ اس نے روئي اپنے كانوں سے نكال كردور پھینك دي_ پھر رسول اكرم(ص) كے پاس آیا آپ(ص) كو سلام كیا اور آپ(ص) كے ساتھ گفتگو كي_ رسول(ص) اللہ نے اسے دعوت اسلام دی اور وہ مسلمان ہوگیا_ اس كے بعد ذكوان نے بھی اسلام قبول كرلیا_

ایك اور روایت كہتی ہے كہ جب اسعد بن زرارہ نے ذكوان كے ساتھ نبی كریم(ص) سے ملاقات كی تو آپ سے عرض كي:" اے اللہ كے رسول(ص) میرے والدین آپ پر فدا ہوں، میں یثرب كا باشندہ ہوں اورقبیلہ خزرج سے میرا تعلق ہے_ اوسی بھائیوں كے ساتھ ہمارے تعلقات منقطع ہیں_ شاید خدا آپ(ص) كے طفیل ہمارے تعلقات كو بحال كردے، میں آپ(ص) كو سب سے زیادہ صاحب شرف پاتا ہوں_ میرے ساتھ میری قوم كا ایك فرد موجود ہے_ اگر وہ اس دین میں داخل ہوا تو مجھے امید ہے كہ خدا آپ (ص) كے ذریعے ہماری مشكل كو حل كردے گا_ اللہ كی قسماے اللہ كے رسول(ص) ہم یہودیوں كی زبانی آپ(ص) كے بارے میں سنتے آئے تھے وہ ہمیں آپ(ص) كے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ظہور کی خوشخبری دیتے اور آپ(ص) کی صفات و علامات بتاتے تھے_ مجھے امید ہے کہ آپ(ص) کا دار ہجرت ہمارے ہاں ہوگا_یہودیوں نے ہمیں اس سے آگاہ کیا ہے_ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں آپ(ص) کے پاس پہنچایا_ اللہ کی قسم میں تو اسلئے آیا تھا کہ قریش کو اپنا حلیف بنالوں لیکن اللہ نے اس سے بہتر چیز عطا كي"_

اس کے بعد ذکوان آیا_ اسعد نے اس سے کہا :"یہ اللہ کا وہ رسول(ص) ہے جس کے بارے میں یہودی ہمیں خوشخبری دیتے تھے اور اس کی صفات و علامات بیان کرتے تھے، آؤ مسلمان ہوجاؤ"_ یہ سن کر ذکوان بھی

مسلمان ہوا ... (1)

نبوت کے گیارہویں سال نبی کریم(ص) ایام حج ہی میں قبائل کو دعوت اسلام دینے اور ان سے مدد طلب کرنے کیلئے نکلے_ پس عقبہ (ايك گھاٹي) میں قبیلہ خزرج کے ايك گروہ سے آپ(ص) کی ملاقات ہوئي_ آپ(ص) نے ان کو دعوت اسلام دی اور قرآن پڑھ کر سنایا_یوں وہ مسلمان ہوئے اور ان کی تعداد چھ تھي،جو یہ افراد ہیں: اسعد بن زرارہ، جابر بن عبداللہ، عوف بن حارث، رافع بن مالك اور عامر کے دوبیٹے عقبہ و قطبہ_ايك قول کی بنا پر وہ آٹھ تھے_ان کی تعداد اس کے علاوہ بھی بتائي گئي ہے (نیز ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے اور مذکورہ افراد کی جگہ دیگر افراد کا نام بیان ہوا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_بہرحال اس بات کی تحقیق کی یہاں گنجائشے نہیں)_
خلاصہ یہ کہ یہ حضرات اپنی قوم و قبیلے کے پاس مدینہ لوٹ گئے، انہیں رسول(ص) خدا کے بارے میں بتایا اور اسلام کی دعوت دي_اس کے بعد بعثت کے بارہویں سال یعنی ہجرت سے صرف ایك سال پہلے عقبہ کی دوسری بیعت ہوئي(2)_
اس گفتگو کو جاری رکھنے سے پہلے درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کرتے چلیں:

1_ اہل کتاب کی پیشگوئیاں

گزشتہ معروضات سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ یہودیوں کی زبانی یہ سنتے آئے تھے کہ عنقریب پیغمبر(ص) کا ظہور ہونے والا ہے_یہ بات اس نئے دین کو قبول کرنے کیلئے ان میں نفسیاتی طور پر آمادگی پیدا ہونے کا باعث بني_

2_ اوس وخزرج کے اختلافات

اوس وخزرج کے درمیان خونریز جنگیں ہوئي تھیں آخری جنگ، جنگ بعاث تھی جس میں اوس کو فتح ہوئي تھی اس وقت پیغمبر(ص) اور بنی ہاشم شعب ابیطالب میں محصور تھے_ یوں اوس وخزرج کی دشمنی نہایت زوروں

1_ بحار ج 19ص 9و اعلام الورى ص 57على بن ابراہيم سے _

2_ بحار ج 19 ص 9 اور اعلام الورى ص 57 از على بن ابراہيم_

پرتھي_ كہتے ہيں كہ وہ دن رات ہتھياربند رہتے تھے_ (1) بالفاظ ديگر وہ اپنے محدود مالى وسائل كے ساتھ شديد ترين حالات ميں ممكنہ حد تك نبرد آزماتھے_

فطرى بات ہے كہ وہ اس بحرانى حالت سے نكلنے كيلئے فرصت كى تلاش ميں تھے اور قطع شدہ روابط كى بحالى كے منتظر تھے جيساكہ اسعد بن زرارہ نے (چند سطر قبل) اس كى تصوير كشى كي_ يہ وہى اسعد ہے جو قبيلہ اوس كے خلاف عتبہ بن ربيعہ كو حليف بنانے كيلئے آيا تھا_ بنابريں اہل مدينہ ظلم وانحراف كا مزہ چكھ چكے تھے اور كسى نجات دہندہ كے متلاشى تھے_ چنانچہ انہوں نے پيغمبر(ص) اسلام كوہى اپنا حقيقى نجات دہندہ پايا جوان كے پاس اسلام كى آسان شريعت لے كرآيا تھا_ چنانچہ انہوں نے رسول(ص) الله سے كہا:" ہم اپنى قوم كے پاس جاكر ان كو آپ(ص) كے ساتھ ہونے والى گفتگو سنائيں گے_ آپ(ص) كى طرف ہمارے مائل ہونے كى وجہ يہ ہے كہ ہم اپنى قوم كو باہمى دشمنى كى حالت ميں چھوڑ آئے ہيں_ ہم عربوں كے كسى زندہ گروہ كے درميان اس قدر دشمنى نہيں ديكھتے جس قدر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان کے درمیان پاتے ہیں_ ہم ان کے پاس وہ باتیں لے کر لوٹیں گے جو ہم نے آپ(ص) سے سنی ہیں_ شاید خدا ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے اور آپ(ص) کے طفیل ان کے درمیان صلح اور باہمی الفت پیدا ہوجائے"_ (2)

3_ اسلام کی سہل و آسان تعلیمات

اسلام کی تعلیمات صاف ستھری ،فطرت کے ساتھ سازگار،ہر قسم کی پیچیدگی و ابہام سے پاك اور سہل وآسان ہیں_ ان تعلیمات کی حقانیت کو جاننے کیلئے گہرے غوروفکر یا اس کے اہداف کو سمجھنے کیلئے جان جوکھوں میں ڈالنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کے نتائج سے باخبر ہونے کیلئے کہانت اورغیب گوئي کی حاجت ہے_

1_ بحار ج 19 ص 8 ، 9 ، 10 نیز اعلام الوری ص 55_

2_ الثقات ابن حبان ج 1ص 90_91_

اس لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اہل مدینہ اسلام کے اہداف اور اصولوں کا تذکرہ سنتے ہی ایمان لے آئے ہیں_ جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مدینہ والوں کو اس قسم کے حالات کا سامنا نہ تھا جن کا اہل مکہ کو سامنا تھا تو مذکورہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حقیقت زیادہ واضح ہوتی ہے_ (کیونکہ مکہ والے اسلام کو اپنے ذاتی مفادات، خودساختہ وظالمانہ امتیازات نیز اپنی خواہشات اور انحرافی روش کیلئے خطرہ تصور کرتے تھے جیساکہ ہم نے کئي مرتبہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے)_

مدینہ والوں نے یہودیوں کی پیش گوئیوں کے علاوہ شروع ہی سے یہ دیکھ لیا تھا کہ اسلامی تعلیمات ہی ان کی نجات و ہدایت اور موت کی بجائے زندگی عطا کرنے کی ضامن ہیں _نیز یہی تعلیمات ہی فطرت اور عقل سلیم کے موافق ہیں، خواہ عقائد اور قوانین کے لحاظ سے ہوں یا معاشرتی اور سیاسی لائحہ عمل کے حوالے سے _چنانچہ انہوں نے آنحضرت(ص) سے آپ کی دعوت کے بارے میں سوال کیاتو آپ(ص) نے فرمایا: "میری دعوت یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کوئي معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول(ص) ہوں_ میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ کسی کو خدا کا شریك قرار نہ دو، والدین کے ساتھ احسان کرواور تنگدستی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو_ ہم ہی تم کو اور ان کو روزی دیتے ہیں، بدکاری کے قریب نہ جاؤ_ نہ علانیة اور نہ چھپ کر_ کسی کو ناحق قتل نہ کرو مگر یہ کہ تمہیں اس کا حق حاصل ہو_ یہ وہ نصیحتیں ہیں جواللہ نے تمہارے لئے کی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو اور یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ یہاں تك کہ وہ جوان ہوجائیں مگر اس طریقہ سے جو سب سے بہتر ہو_ناپ تول میں انصاف سے کام لو، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے_ جب تم کوئي بات کہو تو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انصاف کو مدنظر رکھو اگرچہ وہ تمہارے رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہواور عہد الہی کو پورا کرو_ یہ خدا کی نصیحتیں ہیں تمہارے لئے تاکہ انہیں یاد رکھو"_ (1)

انہی خصوصیات کی بناپر وہ اسلام کے گرویدہ اور اس دین کی راہ میں قریش اور عربوں کے خلاف برسر پیکار ہوگئے_

1_ سورہ ّانعام، آیت 151_152_

4_ اہل مدینہ اور اہل مکہ

بت پرستی (مدینہ والوں)کادین ، ان کی اندرونی مشکلات اور اختلافات کو حل کرنے سے عاجز رہا یہاں تك کہ ان مشکلات کی مدت کو بھی کم نہ کرسکا_ نہ ہی بت پرستی کے سبب اہل مدینہ کو معاشرتی یا اقتصادی یا دیگر حوالوں سے امتیازی حیثیت مل سکي_ اسی لئے بت پرستی کی بنیادیں ضعیف اور کمزورپڑتی گئیں_ عقل سلیم اورفطرت کے ساتھ اس کی مخالفت نے اس ضعف اور کمزوری میں مزید اضافہ کیا_ پھر خدا کی طرف بلانے والے نبي(ص) کا زمانہ ظہور قریب ہونے کے بارے میں یہودیوں کی پیش گوئیوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے مذکورہ کمزوریوں کو اور زیادہ کردیا_

یہ مشرکین مکہ کی حالت کے بالکل برعکس تھا وہ بت پرستی کے ذریعے سماجی اورسیاسی طور پر فائدہ حاصل کر رہے تھے_ انہوں نے اپنے آپ کو اس سرزمین کے دیگر قبائل اور جماعتوں کے اجتماع کا مرکز بنالیا تھا_ مکہ والوں نے اپنے لئے ناجائز مراعات اور امتیازات کی بنیادوں کو مستحکم کرلیا تھا_ وہ حق اور انسانیت کی خدمت کے نام پر ان ناجائز مراعات سے دست بردار ہونے کیلئے آمادہ نہ تھے بلکہ وہ تو اپنے ذاتی مفادات، انحرافی اعمال اور ناجائز مراعات کے اوپر انسانیت اور حق کو قربان کر رہے تھے_

علاوہ ازیں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئےس کا ہم اسلام کی کامیابی اور ترویج کے اسباب کے بیان میں ذکر کرچکے ہیں _یہاں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پیغمبر(ص) کی عظیم شخصیت، آپ(ص) کے بلند اخلاق، قریش اورعرب کے بہترین گھرانے سے آپ(ص) کے تعلق (نیز بعض لوگوں کے نظریئے ے مطابق آپ کی والدہ، آمنہ بنت وہب کے واسطے سے بنی نجار اور خزرجیوں سے قریبی رشتہ داري) (1) وغیرہ نے اہل مدینہ کے اسلام قبول کرنے، آپ(ص) کی دعوت پر لبیك کہنے اور اسلام کی راہ میں قربانی دینے میں اہم کردار ادا کیا_

1_ البتہ یہ ایسا دعوی ہے جس کی کوئي دلیل نہیں کیونکہ صرف رشتہ داری مذکورہ باتوں کا باعث نہیں بن سکتي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

245

تیسری فصل

بیعت عقبہ

246

عقبہ کی پہلی بیعت

کہتے ہیں کہ جب مسلمان ہونے والے یہ حضرات مدینہ پہنچے تو انہوں نے اہل مدینہ کے پاس رسول(ص) اللہ کا ذکر کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دي_ یہ بات ان کے درمیان پھیلی اور نوبت یہاں تك پہنچی کہ انصار کے ہر گھر میں رسول(ص) اللہ کا ذکر ہونے لگا_

جب دوسرا سال یعنی بعثت کا بارہواں سال ہوا تو بارہ آدمی مکہ آئے جن میں سے دو کا تعلق قبیلہ اوس سے اور باقیوں کا خزرج سے تھا_ انہوں نے عقبہ کے مقام پر رسول(ص) اللہ سے ملاقات کی اور عورتوں والی بیعت کي(یعنی

وہ بیعت جس میں جنگ کا تذکرہ نہ ہو)_بالفاظ دیگر انہوں نے اس بات کی بیعت کی کہ وہ کسی کو خدا کا شريك قرار نہیں دیں گے، چوری اور زنانہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل کرنے سے احتراز کریں گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے سے کوئي بہتان گھڑکے نہ لائیں گے، کسی نيك کام میں نافرمانی نہیں کریں گے_ اگر وہ اس عہد کو پورا کریں گے تو ان کی جزا جنت ہوگی اور اگر عہدشکنی کریں تو ان کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہوگا تاکہ اگر وہ چا ہے تو ان کو مبتلائے عذاب کرے اور اگر چا ہے تو بخش دے_ جب وہ مدینہ لوٹے تو آنحضرت(ص) نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجا تاکہ وہ انہیں قرآن اوراسلام کی تعلیم دے اور ان میں دین سے آشنائي پیدا کرے_ لوگ مصعب کو مقری کے نام سے یاد کرتے تھے_حضور(ص) نے ابن ام مکتوم کو بھی مدینہ بھیجا (1) جیساکہ نقل ہوا ہے_ حضرت مصعب نے مدینہ میں پہلی بار

1_ سیرت نبویہ دحلان ج 1ص 151_152ا ور السیرة الحلبیة ہ ج 2 ص 9 اس میں ہے کہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابن ام مکتوم بدر کے کچھ عرصہ بعد مدینہ آیا، ابن قتیبہ کے کلام میں وہ بدر کے 2 سال بعد مدینہ ہجرت کرکے آیا_ اس کے بعد حلبی نے ان اقوال کو جمع کرنے کی غرض سے یہ احتمال دیا ہے کہ وہ پہلے اہل مدینہ کو پڑھاتا تھا پھر مکہ واپس آگیا اور اس آمدورفت کے بعد وہ بدر کے بعد دوبارہ ہجرت کرگیا یہ ایك قابل قبول احتمال ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نماز جمعہ قائم کي_

حضرت مصعب اور ان کے دیگر مسلمان ساتھی تبلیغ اسلام میں کامیاب رہے اور حضرت سعد بن معاذ مسلمان ہوگئے جو اپنے قبیلے بنی عمیر بن عبدالاشہل کے قبول اسلام کا باعث تھے_ چنانچہ وہ مصعب کے ہاتھوں قبول اسلام کے بعد اپنی قوم کے پاس گئے اور ان سے کہا: "اے بنی عبدالاشہل تم اپنے درمیان میری حیثیت کو کیسے پاتے ہو"؟

وہ بولے:" تم ہمارے سردار ہو، تمہاری رائے ہم سے بہتر ہے، تم اورتمہارا حکم ہماری بہ نسبت زیادہ با برکت ہے"_

یہ سن کر سعدنے کہا: "پھر جب تك تم لوگ اللہ اور رسول(ص) (ص) پر ایمان نہ لے آؤ ، مینتمہارے مردوں اور عورتوں کے ساتھ گفتگو حرام سمجھوں گا"_

راوی کہتا ہے قسم ہے اللہ کي، بنی عبد الاشہل کے کسی گھرمیں نہ کوئي مرد ایسا رہا نہ عورت جو شام ہونے سے پہلے ہی مسلمان نہ ہوگیا ہو(1)_وہ سب ایك ہی دن میں مسلمان ہوئے(سوائے عمرو بن ثابت کے جنہوں نے جنگ احد تك اسلام قبول نہ کیا،اس کے بعد مسلمان ہوئے_ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہونے کے فوراً بعدکوئي سجدہ کرنے (نماز پڑھنے) سے پہلے شہید ہوگئے مصعب بن عمیر لوگوں کو بدستور اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تك کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انصار کے مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کرلیا سوائے قبیلہ اوس کے بعض لوگوں کے، جواپنے ایك سردار کی متابعت میں مسلمان نہیں ہوئے تھے_ یہ سردار ہجرت رسول(ص) کے بعدمسلمان ہوا_(2)
یہ تھا مورخین کا بیان، لیکن ہم چند جگہوں پر اظہار نظر کرنا چاہتے ہیں_

1_ ان تمام باتوں کے لئے ملاحظہ ہو: سیرہ ابن ہشام ج2 ص 79 ، 80 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 14 ، تاریخ الامم و الملوك (طبري) ج2 ص 90 اور السیرة النبویہ (ابن کثیر) ج2 ص 184_

2_ السیرہ النبویہ (ابن کثیر) ج2 ص 184 ، تاریخ الامم والملوك ج2 ص90 ، سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 79 ، 80 نیز سیرہ حلبیہ ج2 حاشیہ ص 14_

سعد بن معاذ کی اپنی قوم کو دعوت

خدا کی طرف دعوت دینے کا حکم فقط انبیاء اور اوصیاء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ حکم ہر مکلف کو(اس کی طاقت اور استطاعت کے مطابق) شامل ہے_ یہ ان امور میں سے ہے جن کا عقل سلیم حکم دیتی ہے اور ہر مکلف پر ان کو لازم قرار دیتی ہے_ یہ کام شرعی اجازت کا بھی محتاج نہیں_ کیونکہ عقل سلیم اس بات کا بآسانی ادراك کرتی ہے کہ واجبات کا ترك کرنا، برائیوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کا مرتکب ہونا نیز افکار و اعتقادات اور کردار کا انحراف، موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے عظیم نقصان کا باعث ہیں _اسی لئے صحیح طرزفکر اختیار کرنے، برائیوں سے اجتناب کرنے اور نیك کاموں کو انجام دینے کی دعوت دینے کا حکم دیتی ہے_

خدا کی طرف دعوت دینے کیلئے حضرت سعد کی بے چینی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے_ چنانچہ بات یہاں تك پہنچتی ہے کہ سعد اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی گمراہی پر برقرار رہیں تو وہ ان کے ساتھ ہر قسم کا رابطہ منقطع کردیں گے _

اس موقف کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس دور میں ایك عرب شخص کی تقدیر اور خوش بختی کس حد تك قبیلے کے ساتھ مربوط تھی نیز فرد اور قبیلے کے درمیان کس قدر ربط تھا_

قرآن بھی عقل و فطرت کے اسی حکم کی تائید کرتا ہے_ اسی لئے قرآن دینی فہم و بصیرت رکھنے والے ہر فرد پر لازم قرار دیتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف دعوت دے_ ارشاد الہی ہے (قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني) (1) یعنی کہہ دیجئے میرا راستہ تو یہ ہے_ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں_ میں خود بھی عقل وبصیرت کے ساتھ اپنا راستہ دیکھ رہاہوں اور میرے ساتھی بھي_

اس بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ جو لوگ حق کو پہچان لیتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہیں اور ایمان کی مٹھاس کو چکھ لیتے ہیں وہ بے اختیار کوشش کرتے میں کہ دوسرے لوگ بھی حق کی طرف آئیں، اس پر ایمان لے آئیں، اس سے استفادہ کریں اور اس کی شیرینی کو چکھ کر لطف اندوز ہوں_

1_ سورہ یوسف، آیت 108_

اسی لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنہیں اپنے شیعوں کی فکر تھي_ (وہی شیعہ جو امت اسلامی کے برگزیدہ بندے ہیں اوراموی اور اس کے بعد عباسی حکومتوں کے دور میں مختلف قسم کے مظالم و مصائب کا شکار رہے) اس بات پر بے چینی کا اظہار فرما رہے ہیں کے شیعہ ان حالات کی نزاکت اور خطرات کو مدنظر نہیں رکھتے آپ مسئلہ امامت کے اظہار کیلئے ان کی بے چینی دیکھ رہے تھے_ یہ بے چینی ایمان کی مٹھاس اور تبلیغ کلمہ حق کی ضرورت سے ان کی آشنائي کا نتیجہ تھي_ امام سجاد(ع) فرماتے ہیں، میں ترجیح دیتا ہوں کہ شیعوں کے درمیان موجود دو خصلتوں کو محو کرنے کے بدلے میرے بازو کا گوشت کاٹ لیاجائے _وہ دو خصلتیں یہ ہیں، جلدبازی اور راز داری کی کمي_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیعت

اس بیعت کا متن واضح طور پر اسلامی معاشرے کی بنیادی باتوں اور اہم اصولوں کو شامل ہے _یہ بیعت نظریاتی وعملی دونوں پہلوؤں کی حامل ہے _رسول(ص) خدا نے باہمی روابط سے متعلق معینہ ذمہ داریاں ان پر ڈالیں_ ان ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے ان سے عہدوپیمان لیا تاکہ وہ اس کی مخالفت کو زبان کے احترام وتقدس کے منافی سمجھیں_ یہ عہدوپیمان بیعت کے نام سے عمل میں آیا جو ان کی طرف سے مذکورہ اصولوں پر کاربند رہنے کا مقدس وعدہ اور عہدوپیمان تھا_

لیکن آپ(ص) نے اس عہد کو توڑنے، بد عہدی کرنے اور دھوکہ دینے والے کیلئے کوئي سخت سزا معین نہیں کی کیونکہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے_ آپ(ص) نے یہ بات ان میں سے ہر ایك کے ضمیر پر چھوڑ دي_ ساتھ ساتھ ان کو نظریاتی اصولوں کی رسی سے بھی باندھ دیا_ نیز خطا کی صورت میں توبہ و اصلاح کی گنجائشے بھی رکھی تاکہ اگر کوئي شخص خلاف ورزی کرے تو اصلاح سے ناامید نہ ہوجائے بلکہ اس کی امیدباقی رہے_ آپ(ص) نے اس کا انجام خدا کے سپرد کردیا تاکہ وہ جسے چا ہے سزا دے اور جسے چا ہے بخش دے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ سفینة البحار ج 1 ص 733 اور بحار ج 75 ص 69و 72 خصال سے ج 1 ص 24 کافی ج 2 ص 221 _

نماز جمعہ

اس سے قبل بیان ہوچکا ہے کہ مصعب بن عمیر نے ہجرت سے قبل مدینے میں مسلمانوں کیلئے نماز جمعہ قائم کي(1) بسااوقات یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورہ جمعہ ہجرت کے بعد نازل ہوئي_ پس مصعب نے جمعہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے نماز جمعہ کیونکر پڑھائي؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ "جمّع" (جس کا استعمال مصعب والی روایت میں ہوا تھا) سے مراد شاید یہ ہو کہ: اس نے نماز جماعت پڑھائي_ لیکن اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ اس لفظ (جمع) سے مراد یہ ہے کہ اس نے نماز جمعہ پڑھائي تو اس کے باوجود سورہ جمعہ میں خدا کا یہ ارشاد (یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله) (2) یعنی اے مومنو جب جمعہ کے دن نماز کیلئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، جمعہ قائم کرنے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ قائم شدہ نماز جمعہ کی طرف تیزی سے بڑھنے کا حکم دیتا ہے_ بنابریں ممکن ہے نماز جمعہ، سورہ جمعہ کے نزول سے قبل مکہ میں حضور(ص) کی زبانی واجب ہوئي ہو لیکن وہاں اس کا قیام ممکن نہ ہوا ہو_ یا یہ کہ خفیہ طور پر نماز ہوتی رہی ہو لیکن اس کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خبر ہم تك نہ پہنچی ہو_

اس بات کی تائید اس ارشاد الہی سے ہوتی ہے (واذا را وا تجارة او لهوا انفضوا اليها و تركوك قائما قل ما عند الله خير من اللهو ومن التجارة) (3) یعنی جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس طرف لپك گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا_ ان سے کہو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے_ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نماز جمعہ اس سے قبل واجب ہوچکی تھی اور یہ کہ ان لوگوں کا رویہ پیغمبر(ص) اسلام کے ساتھ کیسا تھا_

1_ ملاحظہ ہو سیرہ حلبیہ ج 2 ص 9 و تعلیقہ مغنی (مطبوعہ حاشیہ سنن دارقطنی) ج2 ص 5 از طبراني، کتاب " الکبیر " و "الاوسط" میں_

2_ سورہ جمعہ، آیت 9_

3_سورہ جمعہ، آیت 11_

اس دعوت کی تائید دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن عباس سے منقول ہے_ وہ کہتے ہیں نبي(ص) نے ہجرت سے پہلے جمعہ کی اجازت دی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لیکن آپ(ص) مکہ میں جمعہ قائم نہ کرسکے پس آپ (ص) نے مصعب بن عمیر کو یوں خط لکھا: اما بعد جس دن یہودی لوگ بلند آواز سے زبور پڑھتے ہیں اس دن تم اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرلو، جمعہ کے دن زوال کے وقت جب دن ڈھلنا شروع ہوجائے تو دو رکعت نماز، تقرب الہی کی نیت سے پڑھو_ابن عباس نے کہا مصعب وہ پہلا شخص تھا جس نے نماز جمعہ قائم کی یہاں تك کہ نبی کریم(ص) مدینہ آئے اور آپ(ص) نے بھی زوال کے بعد نماز جمعہ پڑھی اور اسے آشکار کیا_ (1)

کچھ روایات کی رو سے سب سے پہلے نماز جمعہ قائم کرنے والا اسعد بن زرارہ ہے_ (2)

عقبہ کی دوسری بیعت

مصعب بن عمیر مدینہ سے مکہ لوٹے اور رسول(ص) اللہ کی خدمت میں اپنی جدوجہد کے نتائج پیش کئے چنانچہ آنحضرت(ص) کو اس امر سے زبردست مسرت ہوئي_ (3)

بعثت کے تیرہویں سال حج کے ایام میں اہل مدینہ کاایك بہت بڑا گروہ حج کیلئے آیا جن کی تعداد پانچ سو بھی بتائي جاتی ہے_ (4) ان میں مشرکین بھی تھے اور ایسے مسلمان بھی جو مشرك زائرین سے اپنا ایمان چھپا کر آئے تھے_

ان میں سے بعض مسلمانوں نے رسول(ص) اللہ سے ملاقات کي_ آپ(ص)

نے ایام تشریق کی درمیانی رات عقبہ کے مقام پر (عام لوگوں کے سوجانے کے بعد) ان سے ملاقات کا وعدہ فرمایا_ آپ(ص) نے ان کو حکم دیا

1_ در المنثور ج 6 ص 218دار قطن سے و سیرہ حلبیہ ج 2 ص 12_

2_ در المنثور ج 6 ص 218 ابوداود ، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقي، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر سے ، وفاء الوفا ج1 ص 236 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 59 و ص 9 اور سنن دارقطنی ج 2 ص 5 ، 6 اور سنن دار قطنی پر مغنی کا حاشیہ ص 5 (جو سنن کے ساتھ ہی مطبوع ہے)_

3_ بحار ج 19ص 12میں ہے کہ معصب نے نبی اکرم(ص) کے پاس رپورٹ لکھ بھیجی اعلام الوری ص 59 میں بھی اسی طرح ہے_

4_ طبقات ابن سعد ج 1 حصہ اوّل1 ص 149 _

252

کہ وہ سونے والوں کو نہ جگائیں اور غیرحاضر افراد کا انتظار نہ کریں_یہاں سے ہمیں بیعت کیلئے اس خاص وقت کے انتخاب کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے کیونکہ اگر ان کا راز فاش بھی ہوجاتا تو چونکہ وہ حج کرچکے تھے اور شہر سے باہر نکل چکے تھے لہذا (قریش کیلئے) ان پر مؤثر طریقے سے دباؤ ڈالنے کی گنجائشے نہیں تھي_ نیز حضور(ص) کے اس حکم کہ نہ تو وہ سوئے ہوئے لوگوں کو جگائیں اور نہ غیر حاضر افراد کا

انتظار کریں کی علت بھی معلوم ہوجاتی ہے_ اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے لوگ ان کی غیرمعمولی حرکات کا مشاہدہ نہ کریں اور ان کا راز فاش نہ ہوجائے_

چنانچہ اس رات وہ لوگ اپنے کاروانوں کے ہمراہ سوگئے جب رات کا تہائي حصہ گزرچکا تو یکے بعد دیگرے چھپ چھپاکر اپنی وعدہ گاہ کی طرف سرکنے لگے_ یوں کسی کو بھی ان کے چلے جانے کا احساس نہ ہو سکا_ یہاں تك کہ وہ درے میں گھاٹی کے پاس جمع ہوگئے_ ان میں ستریاتہتر مرد تھے اور دو عورتیں تھیں_

اس مقام پر رسول(ص) اللہ سے ان کی ملاقات اس گھر میں ہوئي جس میں آپ تشریف فرماتھے_ یعنی حضرت عبدالمطلب کے گھرمیں_ آپ(ص) کے ساتھ حضرت حمزہ(ع) ، حضرت علي(ع) اورآپ(ص) کے چچا عباس تھے_(1)

مدینہ سے آئے ہوئے ان لوگوں نے اس بات پر آپ(ص) کی بیعت کی کہ وہ آپ(ص) اور آپ(ص) کے گھرانے کی حفاظت اسی طرح کریں گے جس طرح وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں_ نیز یہ کہ وہ ان کو پناہ دیں گے اوران کی مدد کریں گے _سستی کی حالت ہویاچستی کي، ہر صورت میں آپ(ص) کی بات پر لبیك کہیں گے اور اطاعت کریں گے_ خوشحالی و تنگدستی دونوں صورتوں میں مال خرچ کریں گے_ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے ، خدا کیلئے بات کریں گے اور اس سلسلے میں کسی کی ملامت سے نہ گھبرائینگے_ (ان باتوں کے نتیجے میں)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عجم ان کا فرمانبردار ہوگا اور وہ حکمرانی کیا کریں گے _

1_ اعلام الوری ص 59، تفسیر قمی ج 1 ص 273، بحار ج 19 ص 12_13 و 47، قصص الانبیاء سے، سیرت حلبیہ ج 2 ص 16سیرت نبویہ دحلان ج 1 ص 152_

مالك نے عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا : " ہم نے ان باتوں پر رسول(ص) اللہ کی بیعت کی کہ ہم آپ(ص) کی بات مانیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ حالات سخت ہوں یا سازگار، خواہ طبیعت میں سستی ہو یا چستی نیز یہ کہ امر (حکومت) میں اس کے اہل سے جھگڑا نہ کریں گے_ ہر جگہ حق کی بات پر (یا حق کے ساتھ) قیام کریں گے اور خدا کے معاملے میں کسی کی ملامت سے نہ گھبرائیں گے"_ (1) سیوطی کہتا ہیں کہ لفظ امر سے اس کی مراد حکومت و سلطنت ہے_ (2)

عباس ابن نضلہ نے خصوصاً رسول(ص) اللہ کے قول "عجم تمہارے زیرنگیں ہوں گے اور تم بادشاہی کیا کروگے" سے مسئلے کی نزاکت کو سمجھا_ اور یہ جان لیا کہ وہ مکہ یا جزیرۃ العرب کے مشرکین سے نہیں بلکہ پوری دنیا کے ساتھ ٹکرلینے کا اقدام کر رہے ہیں_ چنانچہ اس نے چاہا کہ وہ ان لوگوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے مزید اطمینان حاصل کرے اور بیعت کرنے والوں کی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اقدام کریں اور کسی دن یہ نہ کہیں کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ بات یہاں تك پہنچے گی تو ہم بیعت نہ کرتے_ اس لئے اس نے کہا: " اے اوس اور خزرج والو کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اس اقدام کا مطلب کیا ہے؟ یہ تو عرب و عجم اور دنیا کے تمام حکمرانوں کے ساتھ اعلان جنگ ہے_ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تم پر مصیبت ٹوٹ پڑے تو آپ(ص) کی مد د سے دست بردار ہوجاؤگے تو پھر انہیں دھوکہ نہ دو_ کیونکہ اپنی قوم کی مخالفت کے باوجود رسول(ص) اللہ کو عزت و تحفظ حاصل ہے"_

یہ سن کر جابر کے باپ عبداللہ بن حزام، اسعد بن زرارہ اور ابوالھیثم بن تیہان نے کہا :"تم کہاں سے بات کرنے والے آگئے؟" پھر کہا:" اے اللہ کے رسول(ص) ہمارا خون اور ہماری جانیں آپ (ص) کے لئے حاضر ہیں_ آپ(ص) اپنے اور اپنے رب کے حق میں جو بھی شرط رکھنا چاہیں رکھیں"(3)_

1_ الموطاء تنویر الحوالك کے طبع کے ساتھ ج 2 ص 4 ، سیر اعلام النبلاء ج2 ص 7 ، مسند احمد ج5 ص 314 و 316 ، سنن نسائي ج7 ص 138 ، 139 ، صحیح بخاری ج4 ص 156، البدایہ والنہایہ ج3 ص 164 ، سیرہ نبویہ ابن ہشام ج2 ص 97 ، دلائل النبوۃ (بیہقي) ج2 ص 452 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج 2 ص 204 او رصحیح مسلم ج 6 ص 16 و 17 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ تنوير الحوالك ج 2 ص 4 _

3_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج19 ص 12 و 13 از اعلام الورى ، دلائل النبوه (بيہقي)ج2 ص 450 مطبوعہ دار الكتب العلميہ ، تاريخ الخميس ج1 ص 318 ، سيره نبويہ ابن ہشام ج2 ص 88 ، البدايہ والنہايہ ج3 ص 162 ، سيره نبويہ ابن كثير ج2 ص 201 نيز سيره حلبيہ ج 2 ص 17_

يہ بھى كہاجاتا ہے كہ اسعد بن زراره نے بيعت عقبہ كے وقت كہا:" اے رسول(ص) خدا ہر دعوت لوگوں كيلئے سخت اور دشوار تھي_ آپ(ص) نے ہميں دعوت دى كہ ہم اپنے دين كو چھوڑ كر آپ(ص) كا دين اپنائيں يہ ايك سخت مرحلہ تھا_ ليكن ہم نے اس مسئلے ميں آپ(ص) كى بات مان لي_ آپ(ص) نے ہم كو دعوت دى كہ ہم اپنى باہمى حمايتوں اور قرابتوں كو (خواه وه قريبى ہوں يا دور كي) قطع كرديں يہ بھى ايك سخت مرحلہ تھا_ ليكن ہم نے آپ(ص) كى بات پر لبيك كہا_ نيز ان حالات ميں جبكہ ہم عزت و حفاظت كے ساتھ زندگى گزار رہے تھے آپ(ص) نے ہميں دعوت دى كہ ہم ايك ايسے اجنبى كى قيادت كو تسليم كريں جسے اس كى قوم نے تنہا چھوڑ ديا تھا اور اس كے چچاؤں نے اسے دشمنوں كے رحم و كرم پر چھوڑ ديا تھا_ يہ بھى ايك كٹھن مرحلہ تھا ليكن ہم نے آپ(ص) كى بات تسليم كرلى ..."_ (1)
علاوه ازيں يہ بھى كہا گيا ہے كہ عباس بن عبد المطلب بيعت عقبہ كے وقت موجود تھے كيونكہ وه چاہتے تھے كہ اپنے بھتيجے كے حق ميں مزيد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اطمینان اور ضمانت حاصل کرلیں چنانچہ عباس نے کہا:" اے خزرج والو ہمارے نزديك محمد(ص) کا جو مقام ہے وہ تمہیں معلوم ہے_ ہم نے اسے اپنی قوم سے جو ہمارے ہم مذہب ہیں محفوظ رکھا ہے_ بنابریں وہ اپنی قوم کے درمیان معزز ہے اور اپنے شہر میں خوب محفوظ ہے لیکن وہ صرف تمہارے پاس پناہ لینا اور صرف تم سے ملحق ہونا چاہتا ہے_ اگر تمہارا ارادہ یہ ہے، کہ جس مقصد کیلئے ان کو دعوت دے رہے ہو اس میں اپنے قول پر عمل کروگے اور مخالفین کے مقابلے میں ان کی حفاظت کروگے تو پھر اس ذمہ داری کو اٹھاؤ_ لیکن اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ انہیں وہاں لے جانے کے بعد دشمن کے حوالے کر کے الگ ہوجاؤگے تو ابھی سے ان کو چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ یہاں اپنی قوم اور شہر میں بہرحال محفوظ و معزز ہیں"_ ایك اور روایت کے مطابق عباس نے ان سے کہا:" محمد(ص) نے تمہارے سوا دوسروں کی بات کو ٹھکرایا ہے پس اگر تم صبر و استقلال، قوت، جنگی مہارت اور پورے عرب جو ایك ہی کمان سے تمہارے خلاف تیر

1_ حیاة الصحابةج 1 ص 88 دلائل النبوة ابونعیم ص 105سے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چلائیں گے یعنی متحد ہوکر تم سے لڑیں گے، ان کے ساتھ تنہا ٹکر لینے کی قدرت رکھتے ہو تو خوب سوچ لو اور آپس میں مشورہ کرو"_ انہوں نے اس کا جو جواب دیا اس کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں_ پھر نبی کریم(ص) نے ان سے فرمایا کہ وہ بارہ نقیب چن کر دیں جو کفیل، ضامن اور اپنی قوم کی ضمانت دیں چنانچہ انہوں نے نو نقیب قبیلہ خزرج سے اور تین قبیلہ اوس سے چنے_ یوں یہ حضرات اپنی قوم کے ضامن اور نقیب قرار پائے_

ادھر قریش کو اس اجتماع کا پتہ چلا چنانچہ وہ مشتعل ہوئے اور مسلح ہوکر پہنچ گئے_

رسول(ص) اللہ نے ان کی آوازسن کر انصار کو وہاں سے چلے جانے کیلئے کہاتو انہوں نے کہا :"اے اللہ کے رسول(ص) اگر آپ(ص) ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنی تلواروں کے ساتھ ان کی خبر لیں تو ایسا ہی کریں گے"_ فرمایا: " مجھے اس بات کا حکم نہیں ہوا اور خدا نے مجھے ان کے ساتھ جنگ کی اجازت نہیں دي"_ وہ بولے:" اے رسول(ص) خدا پھر کیا آپ(ص) ہمارے ساتھ چلیں گے؟ "فرمایا:" امر الہی کا انتظار کرو"_ قریش والے سب کے سب مسلح ہوکر آگئے ادھر حضرت حمزہ تلوار لیکر نکلے انکے ساتھ حضرت علي(ع) تھے_ جب مشرکین کی نظر حضرت حمزہ(ع) پر پڑی تو بولے : " یہانکس لئے جمع ہوئے ہو"؟ حضرت حمزہ نے رسول خدا (ص) مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کے پیش

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نظراز راہ تقیہ فرمایا:" ہم کہاں جمع ہوئے، یہاں توکوئي نہیں_ خدا کی قسم جو کوئي اس گھاٹی سے گزرے گا تلوار سے اس کی خبرلوں گا"_ یہ دیکھ کر وہ لوٹ گئے اور صبح کے وقت عبداللہ بن ابی کے پاس جاکر کہا:" ہمیں خبر ملی ہے کہ تمہاری قوم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کیلئے محمد(ص) کی بیعت کی ہے_ خدا کی قسم کسی عرب قبیلے کے ساتھ جنگ ہمارے لئے اس قدر ناپسند نہیں جس قدر تمہارے ساتھہے"_ عبداللہ نے قسم کھائي کہ انہوں نے ایسا کوئي اقدام نہیں کیا نہ وہ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اسے اپنے اقدام سے مطلع کیا ہے_ قریش نے اس کی تصدیق کي_ یوں انصار وہاں سے چلے گئے اور رسول(ص) اللہ مکہ لوٹ آئے_

256

لیکن بعد میں قریش والوں کو اس واقعے کی صحت کا یقین حاصل ہوگیا_ چنانچہ وہ انصار کی تلاش میں نکلے نتیجتاً وہ سعد بن عبادہ اور منذر بن عمیر تك پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، منذرنے تو ان کو بے بس کر دیا لیکن سعد کو انہوں نے پکڑ کر سزا دی اس بات کی خبر جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کوملی چنانچہ ان دونوں نے آکر اسے چھڑایا کیونکہ وہ ان دونوں کے مال تجارت کی حفاظت کرتا تھا اور اسے لوگوں کی دست درازی سے محفوظ رکھتا تھا_(1)

اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے سے پہلے ہم بعض نکات کی وضاحت کرنا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چاہتے ہيں_ سب سے پہلے جس نكتے كى وضاحت كريں گے وہ يہ ہے:

بيعت عقبہ ميں عباس كا كردار

بعض روايات كى رو سے رسول(ص) خدا كے چچا عباس بيعت عقبہ ميں حضور(ص) كے ساتھ تھے_ اور ان كے علاوہ كوئي آپ(ص) كے ساتھ نہ تھا_ ان لوگوں كا كہنا ہے كہ عباس اگرچہ اس وقت مشرك تھے ليكن وہ اپنے بھتيجے كو درپيش مسئلے ميں حاضررہ كر آپ(ص) كے كام كوپكا كرنا چاہتے تھے ہم اس سلسلے ميں ابن عباس سے منسوب قول نقل كرچكے ہيں_ ليكن ہمارى نظر ميں يہ مسئلہ مشكوك ہے كيونكہ:

(الف) عباس سے منسوب كلام ميں واضح طور پر نبى كريم(ص) كى مدد سے ہاتھ كھينچنے كى ترغيب دى گئي ہے_ عباس كے مذكورہ كلام سے رسول(ص) الله كى تقويت نہيں ہوتى جيساكہ ان لوگوں كا دعوى ہے خاص كر عباس كا يہ كہنا اگر پورے عرب (جو ايك ہى كمان سے تمہارى طرف تير اندازى كريں گے) سے اكيلے ٹكر لينے كى طاقت ركھتے ہو ...اس بات كو واضح كرتا ہے_

1_ ان تمام واقعات كے سلسلے ميں جس تاريخى يا حديثى كتاب كا چاہيں مطالعہ فرماسكتے ہيں ، بطور مثال : بحار الانوار ج 19 ص 12 و 13، اعلام الورى ص 57 ، تفسير قمى ج1 ص 272، 273 ، تاريخ الخميس ج1 318 ، 319 دلائل النبوة (بيهقي) مطبوعہ دار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

الکتب العلمیہ ج2 ص 450 ، البدایہ والنہایہ ج 3 ص 158 ، سیرہ نبویہ ابن کثیر ج2 ص 193 تا 210 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 17 اور اس سے ماقبل و ما بعد نیز سیرہ نبویہ ابن ہشام ج2 ص 88 اور ماقبل و ما بعد و دیگر کتب_

(ب) عباس کے کلام میں خلاف حقیقت نکات موجودہیں خصوصاً ان کا یہ کہنا کہ محمد(ص) نے تمہارے سوا دوسروں کی بات کو ٹھکرایا ہے کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ انصار کے علاوہ دیگر سب لوگوں نے گویا بنی کریم(ص) کی موافقت کی تھی اور آپ(ص) کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے لیکن آپ(ص) نے ان کی حمایت کو ٹھکرا دیا تھا حالانکہ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے_ البتہ صرف بنی شیبان بن ثعلبہ عربوں کے مقابلے میں آپ(ص) کی حمایت پر راضی ہوئے تھے لیکن ایرانیوں کے مقابلے میں نہیں_ ظاہر ہے کہ "الناس کلہم" سے مراد فقط بنی شیبان نہیں ہوسکتے_ رہا یہ احتمال کہ شاید اس سے مراد آپ(ص) کے رشتہ دارہوں تو جیساکہ ملاحظہ ہوا کہ یہ بات مذکورہ تعبیر "الناس کلہم" (یعنی سارے لوگ) کے ساتھ سازگار نہیں_ اگر کوئي یہ احتمال دے کہ شاید عباس کی عبارت "ابی محمدٌ الناس" (محمد(ص) نے سارے لوگوں کی بات ٹھکرادی)کی بجائے "ابی محمداً الناس" (لوگوں نے محمد(ص) کی بات نہ ماني) تھي_ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس احتمال کی صحت پر کوئي دلیل نہیں کیونکہ ہمارے سامنے موجود الفاظ اس کے برعکس ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(ج) اس وقت تك مدينے كى طرف ہجرت كى بات ہى نہيں چلى تھى اور رسول(ص) الله كو مسلمانوں كے دارہجرت كى نشاندہى نہ كى گئي تھى اور نہ آپ(ص) نے اپنے ارادے كے بارے ميں انہيں كچھ بتايا تھا_ پھر عباس كو كيسے پتہ چلا كہ نبى كريم(ص) مدينہ كى طرف ہجرت كرنے والے ہيں؟ كيا اس سلسلے ميں عباس پر كوئي وحى اترى تھي؟ اس كى وجہ ہمارى سمجھ ميں تو نہيں آتي_ ہاں ہم خود عباس كى زبانى ان كا يہ قول پڑھتے ہيں" محمد(ص) نے تو بس تمہارے پاس پناہ لينے اور تم سے ملحق ہونے كا ارادہ كيا ہے"_ پھركہتے ہيں "اگر تم يہ سمجھتے ہو كہ اپنے پاس لے جانے كے بعد اس كو دشمن كے حوالے كر كے خود الگ ہوجاؤ گے تو پھر ابھى سے اس كا ساتھ نہ دو..."

(د) عباس نے جو كچھ كہا وہ تو فقط ايك مسلمان اور پكا مومن ہى كہہ سكتا ہے اور عباس تو ابھى تك مسلمان بھى نہيں ہوئے تھے بلكہ وہ جنگ بدر تك كفر پر باقى رہے اور بدر ميں رسول(ص) الله كے ساتھ جنگ كرنے آئے البتہ مجبورى كے تحت_ پھر وہ مسلمان ہوئے جس كا آئندہ ذكر ہوگا بلكہ آگے چل كر عرض كريں گے كہ وہ فتح مكہ تك مسلمان نہيں ہوئے تھے _

يہاں ہم اس احتمال كو ترجيح ديتے يں كہ جس شخص نے رسول(ص) الله كے حق ميں بيعت كى گرہ مضبوط كرنے كيلئے بات كى تھى وہ عباس بن نضلہ انصارى تھا (1) نہ كہ عباس بن عبدالمطلب_ اس لئے كہ ہم ملاحظہ كرتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہیں کہ ان دونوں سے منسوب اور منقول جملوں مینبہت حد تك قدر شباہت موجود ہے_

پس شاید راوی کو عباس بن عبدالمطلب اور عباس بن نضلہ کے درمیان ناموں کی شباہت کے باعث اشتباہ ہوا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بنی عباس نے مخصوص مفادات کے پیش نظراپنے جدامجد کیلئے ایك بڑی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو وغیرہ وغیرہ_

حضرت ابوبکر عقبہ میں

بعض خلاف مشہور روایات کے مطابق حضرت ابوبکر عقبہ میں موجود تھے اور عباس نے ان کو درے کے دھانے پر رکھا تھا_

ہم اس قول کے بطلان کو ثابت کرنے کیلئے زیادہ گفتگو نہیں کریں گے کیونکہ دیگر روایات صاف صاف کہتی ہیں کہ وہاں سوائے ان افراد کے جن کا ہم نے ذکر کیا یعنی حضرت حمزہ، حضرت علي(ع) اور عباس، کے علاوہ اور کوئي موجود نہ تھا حالانکہ خود مؤخر الذکر کی موجودگی بھی مشکوك ہے اور یہ کہ جب قریش کو اس اجتماع کاعلم ہوا تو طیش میں آئے پھر جب وہ مسلح ہوکر پہنچے تو حضرت حمزہ اور حضرت علي(ع) درے کے دھانے تك آئے تھے_ گذشتہ بیانات کی روشنی میں یہ واقعہ اس اجتماع کے آخری لمحات میں پیش آیا_

حضرت حمزہ اور حضرت علی (ع) عقبہ میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیعت عقبہ کے موقع پر حضرت حمزہ اور حضرت علي(ع) کی موجودگی کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے اس کی تائید عبدالمطلب کے گھر میں ہی اس اجتماع کے انعقاد سے ہوتی ہے_ خصوصاً وہاں تو ان دونوں کی ضرورت بھی تھی تاکہ وہ قریش اور اس کی خود پسندی اور جبر وتعدی کے مقابلے میں اس حیرت انگیز اور مردانہ کارکردگي

1_ الاصابة ج 2 ص 271، بحار ج 19، السيرة الحلبية ج 2 ص 17، السيرة النبوية دحلان ج 1 ص 153 _

کا مظاہرہ کرتے_ قریش کو درے میں داخل ہونے سے روکتے اور اس اجتماع کے شرکاء کو وہاں سے کھسك جانے کا موقع دیتے_ (1) چنانچہ جب قریش اس کے بعد درے میں داخل ہوئے تو وہاں کسی کو نہ پایا_ نتیجتاً وہ عبداللہ بن ابی کے پاس شکایت لے گئے لیکن اس نے انکار کیا_ پس اگر ان دونوں کی وہ کارکردگی نہ ہوتی تو حالات کوئي اور شکل اختیار کرلیتے اور مسلمان ایك نہایت خطرناك مصیبت میں پھنس جاتے_

عجیب بات یہ ہے کہ ہم بعض ایسی روایات بھی دیکھتے ہیں جن میں حضرت علي(ع) نیز اللہ اور رسول(ص) کے شیر یعنی حمزہ(ع) کی موجودگی کا

تذکرہ نہیں ہے جبکہ یہی روایات قریش کے اکٹھے ہونے اور ان کے مشتعل ہونے کا تذکرہ کرتی ہیں لیکن درے کی طرف قریش کی یورش اور حضرت حمزہ(ع) و حضرت علي(ع) کی طرف سے مدافعت کے بارے میں خاموش ہیں_ یہ روایات قریش کی طرف سے عبداللہ بن ابی سے ملاقات، مسلمانوں کے تعاقب اور سعد بن عبادہ کی گرفتاری نیز مذکورہ واقعے کے آخر تك نقل کرنے پرہی اکتفا کرتی ہیں_

یہ لوگ اس حقیقت کو بھول گئے ہیں کہ وہ قریش جنہیں شرکاء اجتماع کے جانے کے بعدجب اس اجتماع کا علم ہوا تھا تو انہوں نے مشتعل ہوکر عبداللہ بن ابی سے ملاقات کی اور اس نے انکار کیا پھر جب حاجیوں کے جانے کے بعد قریش کو اس واقعے کا یقین ہوگیا تو انہوں نے مسلمانوں کا پیچھا کر کے ان کو پالیا اورسعد بن عبادہ کو اذیتیں دیں تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس جائے اجتماع پر دھاوا بولنے اور انصار کو نبی کریم(ص) کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑنے سے چشم پوشی کرتے ،کیونکہ اس اقدام سے قریش کو اپنی عذر خواہی کیلئے ایك اچھا بہانہ مل سکتا تھا_ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قریش یہاں توخاموشی اختیار کرلیں لیکن وہاں غیظ و غضب اورسخت گیری کا مظاہرہ کریں_

بہرحال ہم اس ٹولے کے ہاتھوں معمولی دنیوی مفادات کی خاطر حق اور دین کے خلاف اس قسم کی بہت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ بعض حضرات يہ احتمال ديتے ہيں كہ سارے قريش نہيں بلكہ ان كے معدودے سر پھروں نے گھاٹی ميں گھسنے كی كوشش كی تھی اور حضرت حمزہ(ع) و حضرت علي(ع) نے ان كا راستہ روكا تھا ليكن ہم يہ كہتے ہيں كہ كيا فرق پڑتا ہے كہ سارے قريشی جمع ہوئے ہوں ليكن حضرت حمزہ(ع) اور حضرت علي(ع) نے مسلمانوں كے چلے جانے تك ان كا راستہ روكے ركھا ہو_

ساری خيانتوں كا مشاہدہ كرنے كے عادی ہوگئے ہيں_ يہ ضرب المثل كس قدر سچی ہے كہ "لامر ما جدع قصير انفہ" (قصير نامی شخص نے كسی كام كے واسطے اپنی ہی ناك كاٹ دی يہ اس بات كی طرف اشارہ ہے كہ بعض لوگ حصول غرض كی خاطر ہرقسم كا وسيلہ استعمال كرتے ہيں)_

ممكن ہے كوئي يہ سوال كرے كہ فقط دو افراد كا قريش كے مقابلے ميں كھڑے ہوكر ان كو پيچھے ہٹا دينا كيسے ممكن ہے؟ جبكہ ان كا غيظ و غضب نقطہ عروج پر تھا_

اس كا جواب يہ ہے كہ قريش كی سازش كا جواب دينے كيلئے ايك شخص بھی كافی تھا_ وہ اس طرح كہ ايك يا دو آدمی درے كے دھانے پر كھڑے ہوجاتے (جہاں سے فقط چند افراد يا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں كا گزرنا ہی ممكن تھا) يوں پہلی ٹولی كو پسپا كر كے باقيوں كو بھی پيچھے ہٹايا جاسكتا تھا چنانچہ عمرو بن عبدود (جو حضرت علي(ع) كے ہاتھوں قتل ہوا) كے بارے ميں كہا جاتا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھا کہ وہ ہزار شہسواروں کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی تھا_ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے درے کے دھانے پر کھڑے ہوکر ہزار سواروں کو اس میں داخل ہونے سے روکا تھا کیونکہ جگہ کی تنگی کے باعث ہزار آدمی ایك ساتھ داخل نہیں ہوسکتے تھے_

ملاقات کو خفیہ رکھنے کی وجہ

اس ملاقات کو خفیہ رکھنے پر خاص توجہ دی گئي یہاں تك کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ کاروانوں میں سوئے ہوئے تھے ان کو بھی کوئي بھنك نہ پڑسکی اور انہیں اپنے ساتھیوں کی عدم موجودگی کا احساس بھی نہ ہوا_ یہی حال اس اجتماع کے وقت، مقام اور طریقہ کار کا بھی تھا_ حالانکہ یہ ایك نسبتاً بڑا اجتماع تھا اور یہ باتیں ان مسلمانوں کی آگاہي، بیداری اور حسن تدبیر کی عمدہ مثال اور مضبوط دلیل ہیں_

علاوہ برایں یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ جب مسلمان ظالم اور جابر طاقتوں کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو اس وقت مخفیانہ طرز عمل اپنانا شکست اور پسپائي نہیں_یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ (جس کے معتقد شیعہ اور اہلبیت معصومین(ص) ہیں اور جس کا قرآن نے حکم دیا ہے نیز جو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فطرت اور عقل سلیم کا بھی تقاضا ہے) ہی حالات کے مقابلے میں آگاہانہ اور لچك دار روش اپنا نے کا صحیح طریقہ کارہے_ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اہل باطل مادی طور پرطاقتورہوں اور اہل حق اپنا دفاع کرنے پر قادر نہ ہوں_

بیعت کی شرائط

یہاں ہم اس بات کا مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ نے انہیں اسلام کی تبلیغ اور حفاظت کی راہ میں آئندہ پیش آنے والی مشکلات اور سختیوں کے بارے میں خبردار کیا تاکہ وہ لوگ شروع سے ہی آگاہ رہیں اور بغیر کسی ابہام یا شك کے آگاہی و بیداری کے ساتھ اقدام کریں تاکہ کل ان کیلئے اس قسم کے بہانے کی کوئي گنجائشے نہ رہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کے حالات اس قدر سنگین صورت اختیار کرجائیں گے_
حضور اکرم(ص) لوگوں کے وہم و گمان سے مکمل طور پر اس بات کونکال باہر کرنا چاہتے تھے کہ آپ(ص) نے خدا نخواستہ ان کے ساتھ کوئي دھوکہ کیا ہو_ نیز آنحضرت(ص) ان میں سے ہر ایك کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ آپ(ص) سبز باغ دکھا کر کسی کو بھی پھنسانے کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی خوبصورت خوابوں اور امیدوں کی خیالی دنیا میں بسانا چاہتے ہیں کیونکہ آپ(ص) کے نزدیك وسیلہ ہدف کا ہی ایك حصہ تھااگرچہ آپ(ص) ان کی مدد کے سخت محتاج تھے بلکہ آپ(ص) نے تو اپنی دعوت کے پورے عرصے

میں ان لوگوں کے سوا کسی قوم کو اپنا حامی نہیں پایا تھا_

نقیبوں کی کیا ضرورت تھي؟

وعدے اور عہد کی پابندی عربوں کی طبیعت میں شامل تھی ہر قبیلہ اپنے کسی فرد یا حلیف کے عہد وپیمان کو پورا کرنے کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا تھا_

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے ایمان لانے اور آپ(ص) کی حمایت کرنے پر بیعت لی (جیساکہ بیان ہوچکا ہے) تو آپ نے ایك محدود پیمانے پر ان کو (اس بیعت کا) پابند بنانے کا ارادہ فرمایا

262

تاکہ مستقبل میں کچھ ایسے ذمہ دار افراد موجود ہوں جن سے آپ(ص) اس عہد و پیمان کو پورا کرنے کا مطالبہ کرسکیں_ ان وعدوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری انہی نقیبوں پر آتی تھی اور انہی سے مذکورہ مطالبہ کیا جاسکتا تھا_ کیونکہ یہی لوگ اپنی اور اپنی قوم کی مرضی سے ان کے ضامن بنے تھے_

لیکن اگر رسول(ص) خدا ان امور کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے تو ممکن تھا کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں اور وعدوں سے جان چھڑاتا اور نتائج کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر اپنے آپ کو ان سے بری سمجھتا اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہ خیال کرتا کہ انفرادی حیثیت سے اس پر کوئي ذمہ داری عائد نہیں ہوتي_ لیکن جب بعض افراد ضامن بن گئے (جن کا تعلق مختلف قبائل سے تھا) تو ذمہ داریوں کا دائرہ بھی معین اور مشخص ہوگیا اور یہ بات ممکن ہوگئي کہ ضرورت کے موقع پر بالخصوص جنگ یا دفاع کی صورت میں ان سے عہد کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاسکے_

یوں اس مسئلے کو لوگوں کی انفرادی خواہشات بلکہ اس سے بھی اہم مسئلہ یعنی اجتماعی مسائل میں افراتفری اور بے نظمی سے نجات مل گئي_ یوں انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرے کو بنانے اور منظم کرنے کا مرحلہ شروع ہوا_

مشرکین کا ردعمل

ہم یہاں مشاہدہ کرتے ہیں کہ مشرکین نے عقبہ کی دوسری بیعت کے مسئلے کو زبردست اہمیت دي_ یہاں تك کہ انہوں نے مدینہ والوں کو داخلی کمزوری اور اوس اور خزرج کے درمیان خانہ جنگیوں کے باعث پیدا شدہ خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں جنگ کی دھمکی دي_

جی ہاں قریش نے ان کو جنگ کی دھمکی دی حالانکہ اس قسم کی جنگ ان کیلئے زبردست اقتصادی نقصانات کا باعث بنتی کیونکہ شام (جو قریش کیلئے بہترین تجارتی منڈی تھا) کی طرف ان کے تجارتی قافلے مدینہ کے راستے سے گزرتے تھے_ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشرکین کو اس بیعت سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زبردست خطرہ لاحق ہوگیا تھا جس

کے باعث وہ دعوت اسلامی کو قبول کرنے اور اس کی حمایت کرنے والوں کے ساتھ اپنے دوستانہ روابط کو بھی قربان کرنے پر مجبور ہوچکے تھے اگرچہ وہ اہل مدینہ ہی کیوں نہ ہوں جن کے ساتھ جنگ سے وہ زبردست کتراتے تھے_ چنانچہ عبداللہ بن ابی سے اس سلسلے میں ان کی گفتگو کا ذکر پہلے ہوچکا ہے_ یہاں سے اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ مکہ ہیں رہنے والے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں کس طرح پس رہے تھے_

خلافت کے اہل افراد کی مخالفت

جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ رسول(ص) اللہ نے بیعت کے متن میں اہل مدینہ کیلئے جو شرائط رکھی تھیں ان میں سے ایك یہ تھی کہ مدینہ والے مسئلہ خلافت میں اس کے اہل سے نزاع نہیں کریں گے_ بیعت کے متن میں اس شرط کا رکھنا فتح و شکست کے نقطہ نظر سے اسلام کیلئے تقدیر ساز تھا اور اس شرط کو نبھانے سے انکار کی صورت میں پوری بیعت سے نکل جانے کا خطرہ تھا چنانچہ بنی عامر کے مسئلے میں یہی ہوا تھا (جیساکہ پہلے ذکر ہوچکا ہے)_ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ رسول(ص) اللہ کی نظر میں(جن کا نظریہ اسلام کے حقیقی نظریات کاترجمان

تھا)، نہایت اہمیت کا حامل تھا اور آپ(ص) اس بارے میں کسی قسم کی رو رعایت کیلئے ہرگز آمادہ نہ تھے اگرچہ عظیم ترین خطرات سے دوچار ہی کیوں نہ ہوں_ بالفاظ دیگر مسئلہ خلافت آپ(ص) کے اختیار میں نہ تھا بلکہ خدا کے اختیار میں تھا تاکہ جسے مناسب سمجھتا خلافت سے سرفراز کرتا_ یہ وہ امر تھا جس کو پہنچائے بغیر تبلیغ رسالت بے معنی ہوکررہ جاتي_ اس کے علاوہ ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کرسکتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ ابتدا سے ہی ایك خاص اور معینہ ہدف کیلئے راستہ ہموار کررہے تھے وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ(ص) ایك طرف سے تو لوگوں کو حکومت و خلافت کے مستحق معینہ افراد سے نزاع نہ کرنے کا حکم دیں لیکن دوسری طرف سے اس مخصوص خلیفہ کی نشاندہی بھول جائیں_ یہاں اس واقعے کی کڑی کوپہلے ذکر شدہ دعوت ذوالعشیرہ، (جب حضور(ص) نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈراتے وقت مذکورہ شخص کی نشاندہی کی تھي) کے واقعے سے ملانااور پھر اس واقعے کو پیغمبر(ص)

کی ان پالیسیوں، بیانات اور اشارات خصوصاً غدیر کے واقعہ کے ساتھ جوڑنا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر بعد میں ہوگا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابھی تك جنگ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا

ایك اور نکتہ کی طرف بھی توجہ ضرور رہے وہ یہ کہ رسول(ص) اللہ نے عقبہ میں جمع ہونے والوں کو تلواروں کے ساتھ قریش کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس اقدام کا مطلب اس دین اور اس کے مومن طرف داروں کا خاتمہ تھا_ خصوصاً ان کی قلت اور ایام حج کے پیش نظر جب لوگ ہر طرف سے مکہ میں جمع ہوئے تھے اور وہ سب قریش کے طریقہ و مسلك و مزاج پرتھے نیز دیني، نظریاتی اور فکری نقطہ نظر سے قریش کے تابع تھے_ یہاں تك کہ ان کے مفادات بھی قریش سے وابستہ تھے_ ان حالات میں انصار کیلئے اپنے دشمنوں پر خود ان کے علاقے میں فتح حاصل کرنے کا کوئي راستہ نہ تھا_

قریش کی نظر میں مدینہ کی بڑی اہمیت تھی خاص کر اس لحاظ سے کہ مدینہ شام کی طرف جانے والے قریش کے تجارتی قافلوں کی اہم گزرگاہ تھي_ اسی وجہ سے انہوں نے سعد بن عبادہ کو رہا کیا تھا لیکن یہی قریش انصارکے اس موقف پر خاموش نہ رہ سکتے تھے یوں قریش کے سامنے سوائے اس کے کوئي چارہ نہ رہتا کہ تمام حاجیوں حتی مدینہ کے مشرکین کی موجودگی میں انصار پرفیصلہ کن اور مہلك وار کرتے کیونکہ جنگ کرنے کی صورت میں انصار متجاوز محسوب ہوتے اور قریش کیلئے اپنی صوابدید کے مطابق مناسب کیفیت اور کمیت کے ساتھ اس تجاوز کا مقابلہ کرنا ضروری ہوتا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

265

پانچواں باب

مکہ سے مدینہ تك

پہلی فصل : ہجرت مدینہ کا آغاز

دوسری فصل : ہجرت رسول(ص)

تیسری فصل : قبا کی جانب

چوتھی فصل : مدینہ تك

266

پہلی فصل

ہجرت مدینہ کا آغاز

267

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے _

آئمہ معصومین(ع) سے منقول ہے کہ "حب الوطن من الایمان" (1) یعنی وطن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی محبت ایمان کا حصہ ہے_ پہلی نظر میں اس جملے کا کوئي درست اور قابل قبول مفہوم بنتا نظر نہیں آتا کیونکہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وطن کی محبت کیونکر ایمان کا حصہ قرارپائے؟ کیا اس خاك کو جس پر انسان کی ولادت ہوئي اور جس کی فضاؤں میں اس نے زندگی گزاری ہے صرف خاك ہونے کے ناطے اس قدر اہمیت اور احترام حاصل ہے کہ اس کی محبت ایمان کا حصہ قرار پائے؟ خواہ جغرافیائي طور پر اس کی حالت کتنی ہی بدتر کیوں نہ ہو؟ کیا اس محبت کے فقدان کی صورت میں انسان کا ایمان ناقص اور مطلوبہ اثرات سے عاری ہوگا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمیں یہ نکتہ ملحوظ خاطر رکھناہوگا کہ اسلام کی نظر میں اہمیت کی حامل اس محبت سے مراد ایسی اندھی محبت نہیں ہوسکتی جس کا کوئي مقصد یا فائدہ نہ ہو یا اسلام کی مخالف سمت میں ہو بلکہ اس سے مراد ایسی محبت ہے جو اسلام کے عظیم اہداف سے ہم آہنگ ہو_ نیز حقیقی ایمان اور دینی بنیادوں پر استوار ہو_ اس قسم کی محبت ہی ایمان کا حصہ ہوسکتی ہے_

علاوہ براین وطن (جس کی محبت کو ایمان قرار دیا جارہا ہے) سے مراد وہ جگہ بھی نہیں جہاں انسان کی پیدائشے واقع ہو بلکہ اس سے مراد وہ عظیم اسلامی وطن ہے جس کی حفاظت دین اور انسانیت کی حفاظت شمار ہوتی ہو کیونکہ یہ دین کی تقویت اور اعلاء کلمة اللہ کا باعث ہے_ نیز یہی وطن اسلام کی طاقت کا مرکز ہے کیونکہ وہ امن و سکون کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آماجگاہ، نیز فکری و روحانی اور مادي

1_ سفينة البحار ج 2 ص 668_

تربیت گاہ ہے اور پھر یہیں سے بہتر اور مثالی مراحل کی طرف انتقال کا عمل شروع ہوتا ہے لیکن اس وطن سے دوری اور استقلال اورسکون کے فقدان کی صورت میں (تعميري) قوتیں ضائع ہوجاتی ہیں کیونکہ وہاں انسان کو اپنی حقیقت اور اپنے مستقبل کے بارے میں غوروفکر کی فرصت ہی نہیں ملتی اور اگر اس کا موقع مل بھی جائے تو مرکزیت جو منظم اور ٹھوس پیشرفت نیز استحکام اور عمل پیہم کا موقع فراہم کرتی ہے، کے فقدان کے باعث وہ اپنے فیصلوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا_ خلاصہ یہ کہ وطن، دین اور حق کے دفاع نیز برگزیدہ وبلند اہداف تکے پہنچنے کا وسیلہ ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں_ بنابریں اصل چیز دین اور انسان ہیں _رہا وطن اوردیگر چیزیں توان کو دین وانسانیت کی خدمت کا وسیلہ سمجھنا چاہیئے_

پس جو شخص اسلام کی حفاظت یا اس سے محبت کے پیش نظر اپنے وطن

کی محافظت یا اس سے محبت کرتا ہے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا جاسکتا ہے_

لیکن اگر وطن شرك وکفر وانحراف اور انحطاط انسانیت کی سر زمین ہو تو اس قسم کے وطن کی حفاظت یا اس سے محبت درحقیقت شرك کی تقویت اور حفاظت ہوگي_ اور اس محبت کا تعلق کفر وشرك سے ہوگا نہ کہ ایمان اور اسلام سے_

اس لئے قرآن اور اسلام نے ان لوگوں کو جو بلاد شرك میں رہتے ہوں (اوران کا وہاں رہنا دین وایمان کی کمزوری کا باعث ہو) حکم دیا کہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے بلاد ایمان واسلام کی طرف چلے جائیں جہاں وہ اپنے دین نیز تخلیقی صلاحتیوں سے مالا مال عظیم انسانیت کی خاطرخواہ اور مؤثر حفاظت کرسکیں_ ارشاد الہی ہے (ان الذین توفاهم الملائکة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتهاجروا فیها فا ولئك ما واهم جهنم وسائت مصیرا) (1)

1_ سورہ نساء آیت 97 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یعنی فرشتے جن لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اوران سے پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے، وہ کہیں گے ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے_ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی تاکہ تم اس میں ہجرت کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے_ بلکہ اگرکسی انسان کا وطن جہاں وہ پیداہوا ہو دین حق کے مقابلے پر اور نور الہی کو بجھانے کی کوشش میں ہو تو اس کو برباد کرنا ہر ایك کے اوپر لازم ہے_ یہاں تك کہ خود اس شخص پر بھي، جس کی وہاں ولادت ہوئي ہو اور زندگی گزری ہو_ (1)

بنابریں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ اور اصحاب کی مکہ سے مدینہ کو ہجرت فطرت انساني، عقل سلیم اور صحیح طرزفکر کے تقاضوں کے عین مطابق تھي_ کیونکہ صحیح فکر کے سامنے اچھے اور بلند اہداف ہوتے ہیں نیز اس کی نظر میں ہر چیز کی قدر وقیمت اتنی ہی ہوتی ہے جس قدر ان اہداف کے ساتھ سازگار اور ان تك رسائي میں مددگار ثابت ہو_ آیئےب ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ کی طرف ہجرت کن حالات میں، کن اسباب کی بناپر، اور کس طرح ہوئي؟

ہجرت مدینہ کے اسباب

مکہ سے مدینہ ہجرت کے اسباب بیان کرتے ہوئے ہم درج ذیل نکات کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں:

1_ مکہ دعوت اسلامی کیلئے مناسب جگہ نہ تھي_ رسول(ص) خدا کیلئے مکے میں کامیابی کی جتنی گنجائشے تھی وہ حاصل ہو چکی تھی اور اب اس بات کی امید نہیں تھی کہ مزید لوگ کم ازکم مستقبل قریب میں، اس نئے دین کو اپنائیں گے_

1_ علامہ محقق شیخ علی احمدی کا خیال ہے کہ معصومین کے قول ''حب الوطن من الایمان'' کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے وطن سے محبت ہو وہ اس وطن کو انحرافات سے نجات دینے، اس کی مشکلات کو دور کرنے اور وہاں کے معاشرے کو حق و ایمان اور اسلام کی طرف رہنمائي کرنے کیلئے کوشاں ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ ایمان کا تقاضا ہے_

جب تك لوگوں کے قبول اسلام کے باعث اس کی تقویت و اعانت کی امید تھی مصائب ومشکلات کو برداشت کرنے کی معقول وجہ موجود تھي_لیکن اب مکہ اپنا سب کچھ دے چکا تھا_ مومن جوانوں اور مستضعفین کی کافی تعداد اسلام قبول کرچکی تھي_ لہذا اب مکہ میں وہی لوگ رہ گئے تھے جو اطاعت خدا کیلئے سد راہ تھے_ اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے تھے اور اس کے پھیلاؤ کو روك رہے تھے_ ان حالات میں مزید وہاں ٹھہرنا نہ صرف بے دلیل ہوتا بلکہ اسلامی

دعوت کے ساتھ خیانت اور اس کے خلاف جنگ میں مدد اور اس کی شکست کا باعث ہوتا_ خاص کر ان حالات میں جبکہ قریش راہ خدا سے لوگوں کو روکنے اور نور الہی کو بجھانے کیلئے اپنی قوتوں کو مجتمع کر رہے تھے حالانکہ خدا کو بس یہ منظور تھا کہ وہ اپنے نور کو کامل کرے اگرچہ مشرکین کو یہ بات نا پسند ہو_

جی ہاں اب یہ بات ناگزیر ہوگئي تھی کہ ایك نئے مرکز کی طرف منتقل ہواجائے، جہاں سکون واطمینان کے ساتھ مشرکین کے دباؤ اور ان کے زیر تسلط اور زیر اثر علاقوں سے دور رہ کر زبانی اور عملی طور پر آزادی کے ساتھ تبلیغ دین کرنے کی ضمانت فراہم ہو_

ادھر ہم مشاہدہ کرچکے ہیں کہ مشرکین رسول(ص) اللہ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے_ وہ مسلمانوں کو دھمکیاں دیتے بلکہ اس نئے دین میں داخل ہونے والے ہر شخص کو سزائیں دیتے اور جن لوگوں کے مسلمان ہونے کا خطرہ ہوتا انہیں ڈراتے تھے_

2_اسلام اور اس کے داعی اور نمائندہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کسی محدود کامیابی پر اکتفا کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ اسلام پوری انسانیت کا دین تھا، ارشاد الہی ہے (وما ارسلناك الا کافة للناس) (1) ہم نے آپ(ص) کو تمام انسانوں کیلئے (بشیر ونذیر بناکر) بھیجا ہے _

واضح ہے کہ اب تك جو کامیابیاں نصیب ہو چکی تھیں وہ اسلام کی تعلیمات کو عملًا نافذ کرنے اور اس کے سارے اہداف کو حاصل کرنے کیلئے ناکافی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھیں خصوصاً لوگوں کے معاشرتی واجتماعی مسائل وغیرہ کے حل

1_ سورہ سبا آیت 28 _

سے متعلق پہلوؤں کے نقطہ نظرسے کہ (قانون اور نظام کی موجودگی میں)جن کو نافذ کرنے کیلئے طاقت اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے_ ادھر بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب رسول(ص) اللہ کی ذات کو تو دشمنوں کے شرسے بچانے کی ضمانت دے سکتے تھے لیکن وہ آپ(ص) کے اصحاب اور اس نئے آسمانی دین میں داخل ہونے والوں کی حفاظت کے ضامن نہیں بن سکتے تھے ،خاص کراس صورت میں کہ رسول(ص) اللہ بوقت ضرورت اسلامی تعلیمات کے فروغ کو ان پر ضروری قرار دینے کی کوشش فرماتے_ کیونکہ اس صورت میں تو وہ آپ(ص) کی معمولی سی حمایت بھی نہ کرپاتے_

حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات کے بعد تو حالات نے خودرسول(ص) اللہ کے خلاف بھی خوفناك شکل اختیار کرلی تھی جیساکہ ہم ملاحظہ کرچکے اورآئندہ بھی ملاحظہ کریں گے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے مسلمان سالہاسال سے آزار اور مظالم کو سہتے چلے آرہے تھے یہاں تك کہ کچھ مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے پیش نظر مکہ سے بھاگ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے ... جو مسلمان مکہ میں باقی رہے قریش ان کو گمراہ کرنے کیلئے ظلم و زبردستی اور دھوکہ و فریب کے مختلف حربے استعمال کرتے رہے اور یہ مسلمان ان کا سامنا کرتے رہے_

اللہ اور رسول(ص) کے شیر (حمزہ(ع)) نیز بعض دوسرے معدود مسلمانوں (جنہیں اپنے قبیلوں کی حمایت حاصل تھي)(1) کے علاوہ باقی مسلمان غالباًغریب اور بے چارے لوگ تھے جن کیلئے سختیوں پر صبر وتحمل کے علاوہ کوئي چارہ نہ تھا _اگر یہ لوگ آلام و مشکلات کا یونہی سامنا کرتے رہتے اور امیدکی کوئي کرن بھی نظر نہ آتی تو پھر خواہ ان کا ایمان کتنا ہی قوی کیوں نہ ہوتا، فطری بات تھی کہ ان حالات میں وہ مایوسی کا شکار ہوجاتے، اس قسم کی زندگی سے اکتا جاتے اور زودگزر خواہشات ان پر غلبہ پا لیتینیوں وہ خود بھی ہلاك ہوجاتے اور

1_ حتی کہ یہ لوگ بھی نفسیاتی اور روحانی کرب و آزار نیز تلخ اجتماعی منافرت سے محفوظ نہ تھے بسا اوقات یہ حالت بعض مسلمانوں کیلئے (شعور و آگاہی اور تیزبینی میں دوسروں سے ممتاز ہونے کی وجہ سے) جسمانی ایذا رسانی سے بھی سخت بات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھي_

دوسروں كو بھی ہلاك كرتے، كيونكہ مصائب و مشكلات كے ساتھ پوری زندگی گزارنا ان كے بس كی بات نہ تھی چنانچہ ہم مشاہدہ كرتے ہيں كہ جب جنگ احد ميں يہ افواہ پھيلی كہ رسول(ص) خدا شہيد ہوچكے ہيں تو بعض لوگ دوبارہ مشرك ہوجانے كی سوچنے لگے اور مشركين كے ساتھ صلح كا راستہ، ڈھونڈنے لگے_ اس بارے ميں قرآن كی يہ آيت اتری جس كی تلاوت قيامت تك ہوتی رہے گي_

(وما محمد الا رسول قدخلت من قبلہ الرسل ا فان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب منكم على عقبيہ فلن يضراللہ شيئا، وسيجزى اللہ الشاكرين) يعنی محمد(ص) تو بس اللہ كے رسول(ص) ہيں ان سے پہلے بھی متعدد رسول(ص) گزرچكے ہيں توكيا اگران كی موت واقع ہو يا قتل ہوجائيں تو تم الٹے پاؤں پھرجاؤگے؟ ياد ركھوتم ميں سے جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے وہ اللہ كا كچھ نقصان نہ كرے گا_البتہ اللہ اپنے شكر گزار بندوں كو جزائے خير دے گا_ (1)

4_قريش آخر كار اس نتيجے پر پہنچے كہ رسول(ص) اللہ كو قتل كرنے كی ايك ايسی راہ موجود ہے جس ميں بنی ہاشم كے سامنے ان پر كوئي واضح ذمہ داری عائدنہيں ہوگی بالفاظ ديگر بنی ہاشم پيغمبر(ص) كے خون كا مطالبہ نہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرسکیں گے کیونکہ ان کے منصوبے کے مطابق آپ(ص) کو دس آدمی ملکر قتل کرتے جن کا تعلق مختلف قبائل سے ہوتا_ یوں آپ(ص) کاخون بہت سے قبائل کے درمیان تقسیم ہوجاتا کیونکہ بنی ہاشم ان سب کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے_ اگر بنی ہاشم ان سب سے لڑتے تو خود مصیبت میں پھنس جاتے_ لیکن اگر دیہ (یا خون بہا) قبول کرلیتے تو یہ قریش کیلئے اور بھی اچھا ہوتا_ پس جب رسول(ص) اللہ قتل ہوجاتے تو آپ(ص) کے پیروکاروں کو ختم کرنا بہت آسان ہوجاتا اور قریش کو کوئي خاص پریشانی پیش نہ آتی بلکہ اگر مسلمانوں کو یونہی چھوڑ دیتے تب بھی وہ خود بخود ختم ہوجاتے_ یہ تھا قریش کا خیال اور منصوبہ، یاد رہے کہ نبی اکرم(ص) پر اگرچہ خدا کا لطف و کرم تھا اور اس کی توجہ آپ(ص) پرتھی لیکن بدیہی بات ہے کہ اگر قریش اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے تو خواہ ان کو

1_ سورہ آل عمران آیت 144 _

کامیابی ہوتی یا ناکامی نتیجتاً بنی ہاشم اور قریش کے روابط نہایت کشیدہ ہوجاتے اور رسول(ص) اللہ کے مکہ میں رہنے کی صورت میں حالات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بدترہوجاتے_ ادھر خدا کا قانون یہ رہا ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے جبری طور پر نہیں روکتا_ ہاں جب دین اور انسانیت کی حفاظت کیلئے نبی کی حفاظت ضروری ہو تو اس صورت میں اللہ کی عنایات نبی کے شامل حال ہوتی ہیں اور دشمن اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے عاجز رہتے ہیں_

خلاصہ یہ کہ ان حالات میں رسول(ص) اللہ اور آپ(ص) کے اصحاب کیلئے مکہ سے نکل کر کسی ایسے پرامن مقام کی طرف جانا ضروری ہوگیا تھا جہاں وہ زیادہ بہتراور جامع صورت میں اپنی دعوت کو پھیلانے اور اپنے مشن کو لوگوں تك پہنچانے کی جدوجہد کرسکتے_

مدینہ کے انتخاب کی وجہ

رہا یہ سوال کہ رسول(ص) خدانے دوسرے مقامات مثلاً حبشہ وغیرہ کو چھوڑ کر مدینہ کو کس بنا پر اپنی ہجرت اور اپنی دعوت کا مرکز منتخب کیا؟ اس سوال کے جواب میں کئي ایك اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے _یہاں ان میں سے درج ذیل کا تذکرہ کرتے ہیں:

1_مکے کو لوگوں کے ہاں ایك خاص روحانی مقام حاصل تھا _بنابریں مکے پر تسلط حاصل ہوئے بغیر، نیز بت پرستوں کے اثر ونفوذ کوختم کر کے اس کی جگہ اسلام کی قوت کو جاگزین کئے بغیر آپ(ص) کی دعوت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی اور آپ(ص) کی تمام کوششیں رائیگاں جاتیں_ کیونکہ آپ(ص)

کی دعوت کو مکے کی اسی قدر ضرورت تھی جس قدر مکے کو اس دعوت کي_

اسلئے مکے سے قریب ہی ایسے مقام کا انتخاب ضروری تھا جہاں سے بوقت ضرورت مکے پر اقتصادی وسیاسی بلکہ فوجی دباؤ بھی ڈالاجاسکتا ہو کیونکہ آپ(ص) کو مکے پر تسلط حاصل کرنے کی ضرورت تھي_

274

ادھرمدینہ ہی وہ مناسب جگہ تھی جہاں اس مطلوبہ دباؤ کے سارے لوازمات موجود تھے_ مدینہ اہل مکہ کو اقتصادی بحران میں مبتلا کرسکتا تھا_کیونکہ مدینہ مکہ کے تجارتی قافلوں کی گزرگاہ تھا، اور قریش کا گزارہ بھی بنیادی طور پرتجارت پرہی تھا_

چنانچہ پہلے بیان ہوچکا کہ مشرکین قریش نے بیعت عقبہ کے وقت عبداللہ بن ابی سے کہا تھا "ہماری ناپسندیدہ ترین جنگ جو چھڑ سکتی ہے وہ تم لوگوں سے ہی ہے"_

نیز اس بات کا بھی تذکرہ ہوچکا ہے کہ جب قریش نے بیعت عقبہ کے بعد سعد بن عبادہ کو پکڑکر سزادی تو حارث بن حرب اور جبیر ابن مطعم نے آکر نجات دي_ کیونکہ وہ ان کے مال تجارت کی حفاظت کرتا تھا_ واضح ہے کہ جب اکیلے حضرت ابوذر کے ہاتھوں قریش کی جو شامت آئي سوآئي تو پھر اہل مدینہ کی طرف سے مستقبل میں ان کی جو شامت آتی وہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زیادہ شدید اور دور رس اثرات کی حامل ہوتي_
2_ان بیانات کی روشنی میں ہم پر واضح ہوا کہ مدینے کی طرف ہجرت کئے بغیر کوئي چارہ کار نہ تھا کیونکہ اگر طائف کی طرف ہجرت کی جاتی تو کوئي فائدہ نہ ہوتا چنانچہ ہم دیکھ چکے کہ جب آنحضرت(ص) نے وہاں ہجرت کی تواہل طائف نے منفی جواب دیا_ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل طائف کے خیال میں مکہ والے ان پر اقتصادی دباؤ ڈال سکتے تھے اور مکہ والوں کو ان کی اتنی ضرورت نہیں تھی جس قدر انہیں اہل مکہ کي_ نیز آئندہ (کم از کم مستقبل قریب میں) ان کیلئے سوائے اس کے کوئي چارہ نہ تھا کہ وہ سیاسی طور پر اہل مکہ کی متابعت کرتے اور ان کے زیر تسلط رہتے_ رہے عرب کے دیگر قبائل تو آنحضرت(ص) آزما چکے تھے کہ وہ لوگ آپ(ص) کی دعوت قبول کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کیلئے آمادہ نہ تھے_ آپ(ص) نے انہیں اگرنقصان دہ نہیں پایا تھا تو کم از کم اس نتیجے پر ضرور پہنچے تھے کہ وہ آپ(ص) کے کسی کام نہیں آسکتے_
ادھر یمن، فارس، روم اور شام کے علاقوں پر نظر کریں تو وہ ان دو بڑی سلطنتوں کے آگے سر تسلیم خم تھے جن سے پیغمبر(ص) اسلام کو سوائے مشکلات اور عظیم خطرات کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا_
ہم نے اس کتاب کے باب اول کے اواخر میں اسلام کی اشاعت اور کامیابی کے اسباب کا ذکر کرتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوئے اس سلسلے میں کچھ بحث کی تھي_ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ جب رسول(ص) اللہ نے کسری کو اسلام کی دعوت دینے کیلئے اپنا ایلچی بھیجا تھا تو اس نے آنحضرت(ص) اور آپ(ص) کی رسالت کے خلاف ایك خطرناك کاروائي کرنے کی کوشش کی تھي_ رہی حبشہ کی بات توواضح ہے کہ حبشہ ایسا ملك نہیں تھا جو اقتصادي، سیاسی اور عسکری نقطہ نظر سے (بلکہ فکری وسماجی حوالے سے بھي) ایك عالمگیر اور جامع انقلاب کی قیادت کرسکتا_

لہذا صرف اور صرف مدینہ ہی باقی رہ جاتا تھا_ چنانچہ ہجرت کیلئے اسی سر زمین کا انتخاب ہوا_

3_مذکورہ اسباب کے علاوہ مدینہ زرعی نقطہ نظر سے مکے کی نسبت زیادہ خود کفیل تھا_ بالفاظ دیگر اگر ان کو کسی قسم کے تجارتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا (اگرچہ مکہ والے ایسا نہیں کرسکتے تھے) تو وہ اغیار کی خواہشات کے آگے سر تسلیم خم کئے بغیر اس دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا گزارہ کر سکتے تھے اگرچہ بمشکل ہی سہي_

زرعی پہلو کے علاوہ دیگر پہلوؤں سے بھی مدینے کو ترجیح حاصل تھي_ نیز پیغمبر(ص) اسلام کی دعوت کیلئے وسیع فعالیت اور ہمہ گیر جد وجہد کی ضرورت تھی کیونکہ یہ عالمی سطح پر ایك جامع انقلاب کی قیادت کرنے والی تھي_ علاوہ بریں اس دعوت کو داخلی طور پر اقتصادی استحکام کی

ضرورت تھی تاکہ اس کی بدولت اس دعوت کے علمبرداروں کو اپنے دین کی اشاعت اور اپنے مشن کے پھیلاؤ کی جدوجہد کا موقع میسر ہوسکتا_

4_چونکہ حج اسلام کے اہم ترین احکام میں سے ایك تھا بنابریں جب تك مکے پر بت پرستوں کا تسلط رہتا حج کی افادیت جاتی رہتي_ نیز عرب قبائل کے درمیان قریش کا وسیع اثر ونفوذ باقی رہتااوران قبائل کے دلوں میں مشرکین مکہ کو ایك قسم کا تقدس بھی حاصل رہتا_ بنابریں مکے کوان کے ہاتھوں سے چھڑانا ضروری تھا تاکہ لوگوں کے نزدیك ان کو جو روحانی مقام حاصل تھا اس کاخاتمہ ہوجاتا اور اس نئے دین کیلئے لوگوں کے دلوں کے دروازے پوری طرح کھل جاتے اورمسلمان کسی رکاوٹ کے بغیر مکمل آزادی کے ساتھ اس عظیم دینی فریضے کو ادا کرسکتے_

اس بات کی دلیل طبرانی وغیرہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم(ص) نے ذی الجوشن ضبابی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اس وقت تك اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا جب تك وہ اپنی آنکھوں سے کعبے پر آپ(ص) کا

غلبہ نہ دیکھ لے_ ایك اور روایت میں مرقوم ہے کہ اس نے آنحضرت(ص) سے کہا:"میں نے دیکھا کہ آپ کی قوم نے آپ(ص) کو جھٹلایا اور نکال باہر کیا نیز آپ(ص) کے ساتھ مقابلہ کیا_ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ(ص) کیا کرتے ہیں_ اگر آپ(ص) کو ان پر فتح حاصل ہوئي تو میں مسلمان ہوجاؤں گا اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ(ص) کی اطاعت کروں گا، لیکن اگر انہیں آپ(ص) پرغلبہ حاصل ہوا تو پھر آپ(ص) کی اطاعت نہیں کرونگا"_ (1)

علاوہ ازیں مکہ سے قریب ترین اور مناسب جگہ مدینہ تھي_ مدینہ اقتصادی طاقت کے ساتھ ساتھ اچھی خاصی افرادی قوت کابھی حامل تھا_ اورمکے والوں کے خلاف اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دینے پر قادر تھا_ مکے کے قریبی علاقوں میں سے مدینے کے علاوہ کوئي بھی علاقہ ان خصوصیات کا حامل نہ تھا_

5_گذشتہ معروضات کے علاوہ مدینہ والے اصل میں یمن کے تارکین وطن تھے اور یمن قدیم زمانے کی ابتدائي تہذیب وتمدن کاکچھ حد تك حامل رہا تھا_ بنابریں وہ عرب نہیں تھے کہ ان کے دل قساوت سے لبریز ہوتے_ نیز قریش کی طرح اس علاقے میں ان کیلئے اقتدار یابڑے مفادات کا مسئلہ بھی در پیش نہ تھا_ نہ ہی وہ کسی خاص قسم کے نفسیاتی ماحول میں زندگی گزارتے تھے جس طرح قریش والے عدنانیوں کے درمیان اپنی خاندانی حیثیت، مکہ کی سرداری اور بیت اللہ کے متولی ہونے کے باعث ایك خاص قسم کے نفسیاتی ماحول میں رہ رہے تھے_

ان باتوں کے ساتھ ساتھ عدنانیوں اور قحطانیوں کے درمیان واضح اختلاف کا مسئلہ بھی تھا_ قحطان رسول(ص) اللہ کو دشمنوں کے حوالے کرنے کیلئے (دینی یا نظریاتی جذبات سے قطع نظر) آمادہ نہیں ہوسکتے تھے_ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر(ص) اسلام کی وفات کے بعد بھی اس اختلاف کے آثار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دیکھنے میں آتے ہیں اسی بنا پر حضرت عمرنے بیت المال کی تقسیم میں عدنانیوں کو قحطانیوں پر ترجیح دي_ اس بات نے امویوں کیلئے اس روش سے استفادہ کرنے نیز یمنیوں اور قیسیوں کے درمیان فتنوں کی آگ بھڑکانے کا راستہ ہموار کیا_

1_ مجمع الزوائد ج 2 ص 68 یہاں یوں مذکور ہے، اسے عبداللہ بن احمد اور اس کے والد نے نقل کیا ہے لیکن اس کا متن ذکر نہیں کیا_ طبرانی سے بھی اسے نقل کیا ہے_ (ان دونوں کے راوی بخاری کے راوی ہیں) نیز ابوداؤد نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے_

جبکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر میں اولاد اسماعیل کو اولاد اسحاق پر کوئي ترجیح حاصل نہ تھي_ (بہرحال یہ اس بحث کا مقام نہیں)_

6_ پھراہل مدینہ نے انحراف وگمراہی کا مزہ نہایت اچھی طرح سے چکھا تھا_ جنگوں نے ان کو تباہ وبرباد کر ڈالا تھا_ وہ مستقل طور پر خوف ودہشت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے_ یہاں تك کہ وہ شب وروز مسلح رہتے تھے اور اپنے بدن سے اسلحوں کوجدا نہ کرتے تھے (جس کا ذکر ہو چکا ہے)_ یہ بھی بیان ہوچکا کہ خزرج والے قریش کو اپنا حلیف بنانے کیلئے مکہ بھی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گئے تھے لیکن قریش نے ان کی بات نہ ماني_ اہل مدینہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتے تھے کہ وہ اس گھٹن کی فضا سے نکلیں_ یہاں تك کہ اسعد بن زرارہ نے اس امر پر اپنے غم وافسوس کا اظہار کیا _چنانچہ جب رسول(ص) اللہ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے یوں عرض کیا:" ہمارا تعلق یثرب کے قبیلہ خزرج سے ہے_ ہمارے اور اوسی بھائیوں کے درمیان تعلقات منقطع ہیں_اگر اللہ آپ(ص) کے ذریعے ان تعلقات کو بحال کردیتا ہے تو کیا ہی اچھی بات ہے_ آپ(ص) سے زیادہ صاحب عزت اور کوئي نہیں "_ (ان باتوں کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے) _

اس کے علاوہ مدینے میں اسلام کے پہنچنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت اور اعانت ضروری تھی تاکہ اس دین کی حمایت اور اعلاء کلمہ حق کا سلسلہ جاری رکھ سکتے_

7_آخری نکتہ یہ کہ رسول(ص) اللہ کے ظہور کا زمانہ قریب ہونے کے بارے میں یہودیوں کی پیش گوئیوں کے باعث سارے لوگ اس دین کو قبول کرنے کیلئے آمادہ تھے_ لیکن ان کو مناسب فرصت اور حوصلہ افزائي کی ضرورت تھي_ان حالات میں رسول(ص) خدا انہیں کیسے نظر انداز کرسکتے تھے_ اور ان کیلئے قبول اسلام کا موقع فراہم کرنے سے کیسے چشم پوشی کرسکتے تھے جبکہ اہل یثرب بیعت عقبہ کر کے خود ہی رسول (ص) خدا کو مدینہ آنے کی دعوت دے رہے تھے_

یہ تھے وہ نکات جن کی طرف فرصت کی کمی کے سبب صرف اشارہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرناہی ہم نے کافی سمجھا_

مہاجرین کے درمیان بھائي چارے کا قیام

چونکہ ہجرت کی وجہ سے مسلمانوں کو بظاہر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کیلئے اعلی سطح پر ایك دوسرے کی مدد اور تعاون کی ضرورت تھی بنابریں ہجرت کی تیاری کے طورپر مواخات (بھائي چارے) کا اقدام عمل میں آیا، جس کا مقصد انسانی روابط کو مصلحتوں اور مفادات کی سطح سے بلند کر کے ایك ایسے برادرانہ رابطے کی شکل دینا تھا جو خدا پر ایمان کی بنیادوں پر استوار ہو_
تاکہ اس کی بدولت مسلمانوں کے باہمی تعلقات حقیقت سے قریب تر، منظم تر اور نفسیاتی رجحانات سے دورتر ہوں جو بساوقات مدد کرنے والے یا مدد لینے والے کے ذہن میں ایسے خیالات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں جن سے روابط میں (کم از کم نفسیاتی طور پر) پیچیدگی پیدا ہوتی ہے_
بہرحال رسول(ص) اللہ نے مہاجرین کے در میان حق اور ہمدری کی بنیادوں پر بھائي چارہ قائم کیا_آپ(ص) نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے در میان، حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے د ر میان، حضرت زبیر اور حضرت

ابن مسعود کے درمیان حضرت عبادة بن حارث اور حضرت بلال کے درمیان، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت سالم (غلام ابوحذیفہ) کے درمیان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ کے درمیان اور حضرت علي(ع) اور اپنے درمیان بھائي چارہ قائم کیا اور حضرت علي(ع) سے فرمایا: "اے علی (ع) کیا تم نہیں چاہتے کہ میںتمہارا بھائي قرار پاؤں؟" عرض کیا :"کیوں نہیں اے اللہ کے رسول(ص) میں تو راضی ہوں"_ فرمایا:" پس تم میرے بھائي ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھي"_ (1) (اس دوران عثمان کے حبشہ میں ہونے سے کوئي فرق نہیں پڑتا جیساکہ ہجرت کے بعد والے مواخات کی بحث میں اس کا تذکرہ ہوگا انشاء اللہ) _
ہم انشاء اللہ جلدہی بتائیں گے کہ رسول(ص) اللہ نے ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان

1_ سیرت حلبیہ ج 2 ص 20 نیز دحلان کی سیرت نبویہ ج 1 ص 155 از استیعاب نیز تاریخ الخمیس ج 1 ص 353، مستدرک الحاکم ج 3 ص 14 اور تلخیص مستدرک ذہبي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھائي چارہ قائم کيا تھا_ وہاں ہم حديث مواخات کے بعض مآخذ کابھی ذکر کريں گے نيز ابن تيميہ وغيرہ کی طرف سے حديث مواخات کے انکار اور اس کے جواب کا بھی تذکرہ کريں گے_ اس کے علاوہ حديث مواخات پر اپنی صوا بديد کے مطابق مناسب تبصرہ بھی کريں گے انشاء اللہ _

مدينہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا آغاز

کہتے ہيں کہ عقبہ کی دوسری بيعت رسول(ص) اللہ کی مدينہ کی طرف ہجرت سے تين ماہ پہلے ہوئي تھي_ نيز يہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے عقبہ کی پہلی بيعت مدينہ والوں سے لی تو چونکہ آپ(ص) کے اصحاب مشرکين کی ايذاء رسانيوں کے باعث مکہ ميں ٹھہرنے اور ان کے مظالم کو برداشت کرنے پر قادر نہ تھے_ بنابريں آپ(ص) نے ا نہيں مدينہ جانے کی اجازت دي_
ليکن خود رسول اکرم(ص) مکے ميں ہی حکم خدا کے منتظر رہے_ يوں مسلمان مختلف ٹوليوں کی شکل ميں خارج ہوئے_ يہاں تك کہ خدانے اپنے نبي(ص) کو بھی ہجرت کی اجازت دی (جيساکہ بعد ميں ذکر ہوگا)_

بے مثال نمونہ:

يہاں اس حقيقت کو ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ حقيقی مسلمانوں نے اپنے وطن(جس ميں ان کی پرورش ہوئي اور زندگی گزری)اور دنيا کے تمام مال ومتاع (جو انہيں حاصل ہوا) نيز اپنے معاشرتی و خاندانی رشتوں کو انہوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نے کس طرح قربان کردیا اور دین کے بدلے تمام لوگوں (یہاں تك کہ اپنے باپ بھائیوں اور بیٹوں) کے ساتھ دشمنی مول لي_ یوں وہ اپنے ہدف، اپنے دین اور اپنے عقیدے کی راہ میں وطن سے نکلے اور ایسے مستقبل کی طرف بڑھے جس کے بارے میں ان کو علم تھا کہ وہ خطرات اور حادثات سے بھر پور ہوگا_ یہ بے مثال اور حیرت انگیز نمونہ ہمیں ہجرت میں دکھائي دیتا ہے_ خواہ ہجرت مدینہ ہو یا ہجرت حبشہ_

280

عمر ابن خطاب کی ہجرت

ایك چیز جس کی طرف یہاں ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے وہ حضرت عمر ابن خطاب کے قبول اسلام کی کیفیت سے متعلق کہی گئي بات ہے_ چنانچہ بعض لوگ حضرت علی (ع) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:"جہاں تك میں جانتا ہوں تمام مہاجرین نے چھپ کر ہجرت کی سوائے عمر بن خطاب کے_ کیونکہ جب حضرت عمر نے ہجرت کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائي_ اور کمان دوش پر ڈالی اپنے ہاتھوں میں چند تیر اٹھائے ایك نوك دار ڈنڈا بھی ساتھ لیا_ کعبہ کی طرف چل پڑے قریش کی ایك جماعت کعبہ کے احاطے میں بیٹھی تھی پھرحضرت عمر نے کعبہ کا سات بارطواف کیااور مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھی_اس کے بعد ایك ایك کر کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لوگوں کے آگے کھڑے ہوگئے اور کہا_ خدا بگاڑدے ان چہروں کو_ خدا ان ناکوں کو خاك میں ملا دے _ (یعنی ان کو ذلیل وخوار کرے گا) پس جویہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کے سوگ میں روئے یا اس کا فرزند یتیم ہوجائے_ یا اس کی بیوی بیوہ ہوجائے_ تو اس وادی کے اس پار میرے سامنے آئے"_ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ " کوئي بھی عمر کے پیچھے نہیں گیا اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا"_ (1)

ہمیں یقین حاصل ہے کہ یہ بات درست نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عمر اس قسم کی شجاعت کے مالك نہ تھے _ اس کی دلیل درج ذیل امور ہیں:

1_حضرت عمر کے قبول اسلام کے متعلق بخاری وغیرہ سے نقل کیا جاچکا ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ڈرکے مارے اپنے گھر میں چھپے رہے_ یہاں تك کہ عاص بن وائل آیا اور انہیں امان دی _اس کے بعد حضرت عمر اپنے گھر سے نکلے_

2_جنگوں میں حضرت عمر کا عام طور پر جوبزدلانہ رویہ رہا اس کے پیش نظر اس قسم کی باتوں کی تصدیق کرنے کی جرا ت ہم میں پیدا نہیں ہوسکتي_ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر رسول (ص) کریم اور مسلمانوں کو بزدلی پر

1_ منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد ج 4 ص 387 از ابن عساکر، السیرة الحلبیة ج 2 ص 21_ 2 اور نور الابصار ص 15 میں بھی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے نیز کنز العمال ج14 ص 221 و 222 از ابن عساکر_

اکسانے والی ایسی گھٹیا بات کی جسے سن کر نبی کریم (ص) کے چہرہ اقدس سے غصہ کے آثار ظاہر ہوئے_ جنگ احد میں وہ بھاگ گئے، حنین میں بھی بھاگ گئے حالانکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرہ در پیش ہے_ لیکن انہوں نے کوئي توجہ نہ کی اور فقط اپنی جان بچانے کی سوچي_ادھر خیبر میں ان کا فرار تو اور بھی باعث تعجب ہے کیونکہ وہاں ان کے ساتھ ان کا بچاؤ کرنے والے بھی تھے_ رہا غزوہ خندق تو وہاں وہ عمرو بن عبدود کے مقابلے پرنکلنے کی جرا ت ہی نہ کرسکے_ادھر جنگ احدمیں جب نبی اکرم(ص) نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا_ کون ہے جو اس تلوار کو لے اوراس کا حق ادا کرے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے وہ تلوار مانگی لیکن آپ(ص) نے ان دونوں کو نہ دی بلکہ اسے ابودجانہ کے حوالے فرمایا_ ان کے علاوہ اور بھی مثالیں ملتی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائشے نہیں ہے _ان میں سے بعض واقعات کی طرف ہم آئندہ صفحات میں اشارہ کریں گے انشاء اللہ تعالي_ عجیب بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان تینوں نے کسی ایك شخص کو بھی (میدان جنگ میں) قتل نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے (دو بدو) جنگ کی ہے ، اور اس بارے میں مذکور واقعات کو ہم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ثابت کر چکے ہیں کہ وہ صحیح نہیں ہیں_ اسی طرح انہوں نے راہ خدا میں کوئي بھی زخم نہیں کھا یا حتی کہ ان کی انگلیوں سے بھی خون کے قطرے تك نہیں ٹپکے جبکہ رسول (ص) خدا کے بزرگ صحابہ نے راہ خدا میں مصیبتیں بھی اٹھائیں اور شہید بھی ہوئے_ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنونمیں تو بہادر بنتے تھے لیکنبوقت جنگ ہرگز بہادر نہیں تھے_

3_ہم قبل ازیں اشارہ کرچکے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال وہ رسول(ص) اللہ کا پیغام لے کر مکہ والوں کے پاس جانے کی ہمت نہ کرسکے اور بہانہ یہ بنایا کہ اگراس کو ایذاء دی گئي تو بنی عدی اس کی مدد نہیں کریں گے_ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص مذکورہ کارکردگی اوربہادری کا حامل رہا ہو اسے بنی عدی یا کسی اور کی ضرورت ہی کیاتھي؟

4_فتح مکہ کے دوران ابوسفیان اور عباس مسلمانوں کے جھنڈوں کا جائزہ لے رہے تھے انہوں نے

حضرت عمر کو گزرتے دیکھا جبکہ ان کے ساتھ لوگوں کی ایك جماعت تھی اس وقت ابوسفیان نے عباس سے کہا: " اے ابوالفضل یہ کون ہے جو بات کر رہا ہے؟ "عباس نے جواب دیا :"یہ عمر بن خطاب ہے"_ابوسفیان بولا : "واللہ بنی عدی کو ذلت وپستی اور قلت عدد کے بعد عزت مل گئي"_ عباس بولا :"اے ابوسفیان اللہ جس کسی کا مقام جس طریقے سے چا ہے بلند کردیتا ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور عمر بھی ان لوگوں میں سے ایك ہے جس کا مقام اسلام کی بدولت بلند ہوا ہے"_ (1)

5_یہ لوگ اسی بات پر متفق ہیں کہ رسول(ص) اللہ سارے لوگوں سے زیادہ شجاع تھے_ بلکہ (جلدہی ذکر ہوگا کہ) ان میں سے بعض حضرات نے اس بات کا دعوی کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے زیادہ شجاع تھے(جبکہ بعدمیں ہم یہ دیکھیں گے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے) ہجرت کے واقعے میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ غار میں چھپ گئے اور حضرت ابوبکر ڈرکے مارے روتے رہے حالانکہ وہ نبی اکرم(ص) کے ساتھ تھے جن کی حفاظت اور حمایت کی ذمہ داری خدانے لے رکھی تھي_اور اس بات کے ثبوت میں بہت سے معجزات بھی دیکھنے میں آئے ہیں_ خدانے بھی قرآن میں حضرت ابوبکر کے حزن وغم کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت ابوبکر کے چاہنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ رسول (ص) کریم کے بعد سب سے زیادہ بہادر شخص تھے_ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ دو تو ڈریں لیکن حضرت عمر نہ ڈریں؟

پھر حضرت عمر نے رسول(ص) کا دفاع کرتے ہوئے آپ(ص) کو مکہ سے مدینہ کیوں نہیں پہنچایا؟

نیز حضرت عمرنے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ رسول(ص) خدا اس قدرمشکلات اور مصیبتیں جھیلتے رہیں یہاں تك کہ بعد میں آپ(ص) خود ہی مشکلات کے گرداب سے نکلنے میں کامیاب ہوئے بلکہ حضرت عمر میں اتنی شجاعت اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

طاقت تھی تو پھر نبي(ص) کو ہجرت کی ضرورت ہی کیوں پڑي؟ اس سورما کو چاہیئےتھا کہ وہ آپ(ص) کی حمایت وحفاظت کرتا اور قریش کی ایذاء رسانیوں سے آپ(ص) کو محفوظ رکھتا_
ان باتوں کے علاوہ ہم نہیں سمجھ سکے کہ تاریخ نے حضرت حمزہ کے بارے میں اس قسم کے مردانہ اقدام کا

1_ مغازی الواقدی ج 2 ص 821 و از کنز العمال ج 5 ص 295 از ابن عساکر اور واقدي_

ذکر کیوں نہیں کیا جبکہ حضرت حمزہ(ع) اللہ اور رسول(ص) کے شیر تھے_
انہوں نے ہی ابوجہل کا سر پھوڑا تھا اور مسلمانوں کو ان کے قبول اسلام سے سرفرازی حاصل ہوئي تھي_
نیز کیا وجہ تھی کہ حضرت عمر نے رسول(ص) اللہ اوربنی ہاشم کو شعب ابیطالب میں چھوڑے رکھا یہاں تك کہ وہ بھوك سے قریب المرگ ہوگئے تھے اور کوئي شخص ان تك کھانے کا سامان پہنچانے کی جرا ت نہ کرتا تھا جبکہ مذکورہ لوگوں کے نزدیك حضرت عمر شعب ابوطالب کے محاصرے سے قبل مسلمان ہوچکے تھے(اگرچہ ہم قبل ازین قطعی طور پر یہ ثابت کرچکے

ہیں کہ حضرت عمر ہجرت سے کچھ ہی مدت پہلے مسلمان ہوئے تھے)_ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات ابھرتے ہیں جن کا کوئي معقول اور قابل قبول جواب ان لوگوں کے پاس موجود نہیں_

حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ دھمکی امیرالمومنین علي(ع) نے اس وقت دی تھی جب وہ ہجرت کر رہے تھے اورضجنان کے مقام پر ان کی سات مشرکین سے مڈبھیڑ ہوگئي تھي_ اس قصے کا تفصیلی ذکر رسول اکرم(ص) کی ہجرت کے بعد امیرالمومنین علی (ع) کی ہجرت کے بیان میں ہوگا_ لیکن حضرت علی (ع) کے دشمن ان کی یہ فضیلت برداشت نہ کرسکے خاص کراس حقیقت کے بعد کہ وہ اپنی یہ شجاعت شب ہجرت بستر رسول(ص) پر سوکر ثابت کرچکے تھے_
وہ حضرت علی (ع) کے بستر رسول(ص) پر سونے کا انکار تو نہیں کرسکے اس لئے اپنی عادت کے مطابق انہوں نے آپ (ع) کی دوسری فضیلت پرڈاکہ ڈال کر کسی اورکی طرف اس کی نسبت دے دي_ غار والے واقعے میں حضرت ابوبکرکی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا (جیساکہ بعد میں ذکر ہوگا)_ بلکہ وہ تو سوائے اس کے کسی بات پر راضی نہ ہوئے کہ حضرت عمر کی فضیلت خود حضرت علي(ع) کی زبانی بیان کی جائے جیساکہ ہمیں اس قسم کے موقعوں پر ان کے اس وطیرہ کا باربار مشاہدہ کرنے کی عادت

ہوچکی ہے_ کیونکہ یہ طریقہ دلوں پر زیادہ اثر

کرتا ہے_ شکوك وشبہات سے دورتراورزیادہ قابل قبول ہوتا ہے_ لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے (نقذف بالحق على الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاھق) (1)یعنی ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں یوں باطل ذلیل ہوکر نابود ہوجاتا ہے_ چنانچہ ایساہی ہوا_

ہجرت مدینہ کا راز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور یہ امر خود آپ(ص) کی ہجرت کا مقدمہ تھا_ آپ(ص) نے ان سے فرمایا :"خداوند عالم نے تمہارے لئے غم خوار بھائیوں اور امن وسکون سے رہنے کیلئے گھروں کا بندو بست کیا ہے"_ پس مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی _کچھ چھپ چھپا کرچلے گئے اور کچھ اعلانیہ_ انہوں نے اس مقصد کیلئے اپنے وطن، اپنے تعلقات اور بہت سوں نے مال و دولت اور معاشرتی حیثیت کی قربانی دي_ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے دین اور عقیدے کی راہ میں انجام دیا_

بالفاظ دیگر دین اور نظریے کی حیثیت ہر چیز سے زیادہ اہم اور بالاتر ہے_ پس وطن، مال اور جاہ و مقام وغیرہ کی اس وقت کوئي قیمت نہیں رہتی جب

دین کو خطرہ لاحق ہو کیونکہ دین حق کی حفاظت میں ہی وطن، مال اور دیگر چیزوں کی حفاظت کاراز پوشیدہ ہے_اگر دین حق محفوظ نہ رہے تو ہر چیز اگر ایك مصیبت یا بہت سے موقعوں پر انسان کیلئے خطرناك نہیں تو کم از کم زوال پذیر ضرور ہوجاتی ہے_

قریش اور ہجرت

ہجرت حبشہ کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے ہجرت اور اس کے مقابلے میں قریش کی پالیسی سے متعلق تھوڑی سی گفتگو کی تھي_ چنانچہ یہاں اس کا اعادہ نہیں کرتے_یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قریش نے ہجرت

1_ سورہ انبیاء آیت 18_

حبشہ کی اس قدرسخت مخالفت کی تھی یہاں تك کہ مسلمانوں کوارض حبشہ سے واپس لانے کی کوشش کی تو پھر ہجرت مدینہ کے مقابلے میں ان کا موقف کیا ہوگا ؟جبکہ انہیں مسلمانونکی اس ہجرت میں اپنے مفادات، اپنے وجوداوراپنے مستقبل کیلئے زبردست خطرات نظر آرہے تھے_ چنانچہ قریش نے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کوشش كي_ اگر کوئي مسلمان ان کے ہاتھ لگتا تو وہ اس کو قید کرتے اسے اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش اور اس کے خلاف ظلم وتشددکے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے_ لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوسكي_ دوسری طرف قریش اکثر مسلمانوں کا صفایاکرنے سے بھی اپنے آپ کو عاجز پاتے تھے کیونکہ اکثر مہاجرین کا تعلق مکی قبائل سے تھا اور ان میں سے کسی کا بھی قتل خود قریش کے درمیان خانہ جنگی کا باعث بن جاتا اور اس بات میں شك کی گنجائشے نہیں کہ یہ کام کسی صورت میں بھی قریش کے مفادمیں نہ تھا_

ہمارے ان عرائض کی تائید ابوسلمہ کے واقعے سے ہوتی ہے چنانچہ جب وہ اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ وہاں سے نکلا تو بنی مغیرہ کے بعض مردوں نے اس کا رخ کیا اور اس کی بیوی کو چھین لیا کیونکہ اس کی بیوی کا تعلق ان کے قبیلے سے تھا_ اس بات کے نتیجے میں ابوسلمہ کا قبیلہ بنی عبدالاسد جوش میں آگیا اور انہوں نے سلمہ (ابوسلمہ کے بیٹے) کو اس کی ماں سے چھین لیا_ یہ واقعہ تاریخ اور رجال کی کتابوں میں معروف ہے_(1)

قریش اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ اس بڑی ہجرت کے بعد خود رسول اکرم(ص) بھی اس لئے ہجرت کرجائیں گے تاکہ وہاں زیادہ وسیع اور گہری بنیادوں پر مکمل آزادی کے ساتھ قیادت و رہبری اور ہدایت کا عمل انجام دے سکیں اور مدینہ والے بھی تمام تر وسائل کے ساتھ آپ(ص) کی حمایت کریں گے_ بنابر ایں انہیں سوائے اس بات کے کسی اور چیز کی فکر نہ تھی کہ ہر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ممکنہ طریقے اور حیلے سے اس عمل کا راستہ روکا جائے_

1_ البدایة ج 3 ص 169، السیرة النبویہ ابن ہشام ج 2 ص 112 اور السیرة النبویة ابن کثیر ج 2 ص 215 ، 216_

دوسری فصل

رسول اکرم(ص) کی ہجرت

سازش:

قریش کے رؤسا"دار الندوة" میں جمع ہوئے_ اس اجتماع میں بنی عبد الشمس، بنی نوفل، بنی عبدالدار، بنی جمح، بنی سہیم، بنی اسد، اور بنی مخزوم وغیرہ کے رؤسا موجود تھے_انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کی مجلس میں کوئي تہامی شامل نہ ہو کیونکہ تہامیوں کی ہمدردیاں حضرت محمدصلی اللہ علیہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں_ (1)

انہوں نے اس بات کو بھی مدنظر رکھا کہ ان کے درمیان ہاشمیوں یا ان سے مربوط افراد کا کوئي جاسوس موجود نہ ہو_ (2)

روایات کے مطابق ابلیس بھی نجدی شیخ کی صورت میں ان کے درمیان موجود تھا(3)_ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد(ص) کے ساتھ کیا سلوك کیا جائے_ بعض شرکاء نے آپ(ص) کو لوہے میں جکڑ کر قید کرنے کا مشورہ دیا لیکن ان کو یہ خطرہ نظر آیا کہ کہیں آپ(ص) کے مددگار آپ کو چھڑا نہ لیں_ پھر یہ تجویز پیش ہوئي کہ آپ(ص) کو وطن سے نکال کر کسی اور علاقے میں بھیج دیا جائے لیکن اس میں یہ خامی دیکھی کہ اس سے تو آپ(ص) کو اپنے دین کی اشاعت میں مدد مل سکتی ہے_ آخر کار ابوجہل یا شیطان کی تجویز کے مطابق یہ فیصلہ ہوا کہ ہر قبیلے سے ایك مضبوط اور باہمت جوان چن لیا جائے جو اپنی قوم میں شریف النسب، صحیح النسب اور ممتاز ہو_ ان میں سے ہر ایك کوایك ایك شمشیر آبدار تھمائي جائے تاکہ وہ اپنی تلواریں لیکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوں اور مل کر آپ(ص) کو قتل کریں_ اس طرح آپ(ص) قتل ہوجائیں گے اور آپ(ص) کے خون کی ذمہ داری سارے قبائل میں تقسیم ہوجائے گی _ کیونکہ بنی عبد مناف ان سب قبائل کا مقابلہ نہیں کرسکتے نتیجتاً وہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں گے جو تمام قبائل مل کر انہیں دیں گے اور یوں معاملہ صاف ہوجائے گا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

----

1،2_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 321 اور سیرت حلبی ج 2 ص 25 نیز رجوع کریں نور الابصار ص 15_

3_ تاریخ الامم والملوك ج 2 ص 68 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 175 نیز تاریخ الخمیس ج1 ص 321 و 322_

واضح ہے کہ ان دس افراد کیلئے جو شرائط رکھی گئیں تھیں ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئي قبیلہ دوسرے قبیلے کو اس امرمیں تنہا نہ چھوڑے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ امر قریش پر ضرب لگانے کیلئے بنی ہاشم کی قوت میں اضافے کا باعث بن سکتا تھا خواہ وہ ضربت کتنی ہی محدود پیمانے پر کیوں نہ ہوتي_

اس کے علاوہ یہ شرائط اس بات کا باعث بنتیں کہ اس جرم کے ارتکاب کیلئے آمادہ ہونے والے زیادہ اطمینان اور شجاعت کے ساتھ اس خطرناك مہم کو انجام دیتے جس میں شك وتردید اور بزدلی کی کوئي گنجائشے باقی نہ رہتي_

بہرحال خدانے وحی کے ذریعے اپنے نبي(ص) کو اس سازش سے باخبر کیا اور یہ آیت نازل فرمائي: (واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون و یمکر اللہ واللہ خیرالماکرین) (1) یعنی جب کافروں نے آپ(ص) کے خلاف سازش کی تاکہ وہ آپ(ص) کو قید کریں یا قتل کریں یا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نکال باہر کرینتو وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے_ خدائي مکر کسی دوسرے کی چال کو پوشیدہ طریقہ سے ناکام بنانے والی تدبیر کا نام ہے_

علی (ع) کی نیند اور نبی (ص) کی ہجرت:

مورخین کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو قریش نے منتخب کیا تھا وہ رسول(ص) اللہ کے دروازے پر جمع ہوئے یعنی بعض روایات کی بنا پر عبد المطلب کے دروازے پر جمع ہوئے (2) اور گھات لگا کر بیٹھ گئے اور آپکے سونے کا انتظار کرنے لگے وہ افراد یہ تھے: حکم ابن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، زمعة بن اسود، ابولہب، ابوجہل، ابوالغیطلہ، طعمہ بن عدي، ابی ابن خلف، خالد بن ولید، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام، اور حجاج کے بیٹے نبیہ و منبہ_ (3)

_1 سورہ انفال آیت 30 _

_2 بحار ج 19 ص 73 از الخرائج والجرائح ...

3_ ان کے ناموں کا ذکر السيرة الحلبية ج 2 و بحارالانوار ج 19 ص 72 و 31 اور مجمع البیان وغیرہ میں کہیں مکمل طور پر اور کہیں جزوی طور پر ہوا ہے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یوں قریش نے اپنے ان پندرہ قبائل میں سے دس یا پندرہ افراد بلکہ اس سے بیشتر کا انتخاب کیا (بنابر اختلاف اقوال) تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوایك ساتھ وار کر کے قتل کر دیں_ ایك ضعیف قول کی بنا پر ان کی تعداد سوتھی (1) لیکن ہماری نظر میں یہ روایت حقیقت سے دور ہے کیونکہ دیگر روایات کی مخالف ہے_

خلاصہ یہ کہ وہ جمع ہوگئے اور اللہ نے اپنے نبي(ص) کو ان کے مکر سے آگاہ فرمایا_

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمؤمنین حضرت علی (ع) کو قریش کے منصوبے سے آگاہ فرمانے کے بعد حکم دیا کہ وہ رات کو آپ(ص) کے بستر پر سو جائیں_ حضرت علي(ع) نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول(ص) کیا میرے وہاں سونے سے آپ(ص) کی جان بچ جائے گي"_ فرمایا ہاں_ یہ سن کر حضرت علي(ع) خوشی سے مسکرائے اور زمین پر سجدہ ریز ہوگئے تاکہ اللہ کا شکرادا کریں_ یوں وہ رسول(ص) اللہ کے بستر پر سوگئے اور آپ(ص) کی حضرمی چادر اوڑھ لي_ اس کے بعد رسول(ص) اللہ رات کے پہلے حصے میں خارج ہوئے جبکہ قریش کے افراد گھر کے اردگرد گھات لگائے آپ(ص) کے منتظر بیٹھے تھے_ آنحضرت(ص) یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے (وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لایبصرون) (2) یعنی ہم نے ایك دیوار ان کے آگے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کھڑی کردی ہے اور ایك دیوار ان کے پیچھے ہم نے انہیں ڈھانك دیا ہے اب انہیں کچھ نہیں سوجھتا_

آپ(ص) کے دست مبارك میں ایك مشت مٹی تھي_ آپ(ص) نے وہ مٹی ان کے سروں پر پھینك دي_ اور ان کے درمیان سے گزرگئے_ اور انہیں احساس تك نہ ہوا پھر آپ(ص) نے غار ثور کی راہ لي_

ادھر امیرالمؤمنین(ع) سوئے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر آئے اور کہا :"اے اللہ کے رسول"_ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ سونے والے اللہ کے نبي(ص) ہیں حضرت علی (ع) نے ان سے فرمایا :"رسول(ص) اللہ چاہ میمونہ کی طرف

1_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 280 اور نور الابصار ص 15

2_ سورہ ی س آیت 9 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 80_81

چلے گئے ہیں پس ان کی خدمت میں پہنچ جاؤ"_ چنانچہ حضرت ابوبکر چلے گئے اور حضرت(ص) کے ساتھ غار میں داخل ہوئے _(1)

کہتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت علي(ع) کو پتھر مارنے شروع کئے جس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

طرح وہ رسول(ص) اللہ کو مارتے تھے_ آپ(ص) درد سے تڑپتے اور پیچ وتاب کھاتے رہے_ آپ نے اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا اورصبح تك اس سے باہر نہ نکالا_ پھر مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے_ جب حضرت علي(ع) نے ان کو تلوار سونتے اپنی طرف آتے

1_ آخری جملوں کیلئے رجوع کریں مناقب خوارزمی حنفی ص 73 و مستدرك الحاكم ج 3 ص 133 و تلخیص مستدرك (ذہبي) حاشیہ کے ساتھ ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے، مسند احمد ج 1 ص 321 و تذكرة الخواص (سبط ابن جوزي) ص 34، شواہدالتنزيل ج 1 ص 99_101،100، تاریخ طبری ج 2 ص 100، تفسير برہان ج 1 ص 207 ابن صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمۃ ص 30، و نسائي کی خصائص اميرالمومنين مطبوعہ نجف ص 63 و السيرة الحلبية ج 2 ص 35 مجمع الزوائد ج 9 _ص 120 از احمد (اس کے سارے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے ایك راوی کے جو ثقہ ہے و از طبرانی درکبیر و اوسط_ بحار ج 19 ص 78_93 از طبری و احمد، عیاشی اور کفاية الطالب، فضائل الخمسة ج 1 ص 231، ذخائر العقبی ص 87 اور کفاية الطالب ص 243 اس کتاب میں مذکور ہے کہ ابن عساکر نے اسے اربعین طوال میں ذکر کیا ہے_

نیز رجوع کریں : الامام علی بن ابیطالب در تاریخ ابن عساکر بہ تحقیق المحمودی ج 1 ص 186 و 190 محمودی نے اسے اپنے حاشیے میں احمد بن حنبل کی کتاب الفضائل (حدیث نمبر 291) نیز غاية المرام (ص 66) سے طبرانی ج 3 (ورق نمبر 168 ب) کے واسطے سے نقل کیا ہے علاوہ بریں کفاية الطالب کے حاشیے میں رياض النضرة ج 2 ص 203 سے نقل ہوا ہے_ رہے آخری جملے تو وہ احادیث و تاریخ کی مختلف کتب میں موجود ہیں_

بحار ج 19 ص 61 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 81 میں مذکور ہے کہ رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوبکر اور ہند بن ہالہ کو حکم دیا کہ وہ غار کے راستے میں ایك معینہ مقام پر آپ(ص) کا انتظار کریں_ اور بحار ج 19 ص 73 میں الخرائج و الجرائح سے منقول ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضور روانہ ہوئے جبکہ وہ آپ(ص) کو نہیں دیکھ رہے تھے_ پھر حضرت ابوبکر کو دیکھا جو رات کے وقت آپ(ص) کی تلاش میں نکلے تھے_ وہ قریش کے منصوبے سے آگاہ ہوچکے تھے چنانچہ حضور(ص) حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ غار کی طرف لے گئے_ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کرلیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے نبی کریم(ص) کو ان کے منصوبے سے کیوں آگاہ نہیں کیا؟ مگر یہ کہ کہا جائے وہ آپ(ص) کو اطلاع دینے آئے تھے_ اس سے بھی اہم سوال یہ کہ قریش نے حضرت ابوبکر کو اپنے منصوبے سے کیونکر آگاہ کیا جبکہ وہ رسول(ص) اللہ کے ساتھ معمولی سے روابط رکھنے والے سے بھی اس کو چھپانے کی زبردست کوشش کرتے تھے جبکہ دیار بکری وغیرہ کا صریح بیان اس سے قبل گزر چکا ہے_

دیکھا جبکہ خالد بن ولید آگے آگے تھا تو حضرت علي(ع) اس پرجھپٹ پڑے اور اس کے ہاتھ پر مارا خالد بچھڑے کی طرح اوپر نیچے چھلانگیں لگانے اور اونٹ کی طرح بلبلانے لگا_
آپ(ع) نے اس کی تلوار چھین لی اورمشرکین پر حملہ آور ہوئے_ مشرکین چوپایوں کی طرح خوفزدہ ہو کر گھرسے باہر بھاگ نکلے_ پھر انہوں نے غورسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت علي(ع) ہیں_ وہ بولے" کیا تم علی (ع) ہو؟"_ انہوں نے فرمایا:" ہاں میں علی (ع) ہوں" مشرکین نے کہا: "ہمیں تم سے کوئي غرض نہ تھي_ یہ بتاؤ کہ تمہارا ساتھی کہاں گیا؟" فرمایا :"مجھے کوئي خبر نہیں"_ (1)

قریش پیغمبر(ص) کی تلاش میں

قریش نے آپ(ص) کے پیچھے اپنے جاسوس چھوڑ دیئےور وہ آپ(ص) کے تعاقب مینسخت جان اور تا بعدار سواریوں پر سوار ہوکر نکل کھڑے ہوئے_ وہ آپ(ص) کے قدموں کے نشانات دیکھتے گئے_ یہاں تك کہ کھوجی (جو قدموں کے نشانات معلوم کرنے کا ماہر ہوتا ہے) اس جگہ پہنچا جہاں ابوبکر آپ(ص) سے ملحق ہوئے تھے_ اس نے مشرکین کو بتایا کہ وہ جس شخص کو تلاش کر رہے ہیں یہاں سے ایك اور شخص بھی اس کے ساتھ ہوگیا ہے_ بہرحال وہ قدموں کے نشانات دیکھتے گئے یہاں تك کہ غار کے دھانے پر پہنچ گئے لیکن اللہ نے انہیں لوٹا دیا کیونکہ مکڑی نے غار کے دھانے پر جالا بن لیا تھا_ اور ایك جنگلی کبوترنے غار کے اندر داخل ہونے کے راستے میں ہی انڈے دے دیئے تھے اور اسی طرح کی دوسری باتیں جو تاریخ میں مذکورہیں_ چنانچہ ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیاکہ یہ غار متروکہ ہے اور اس میں کوئي داخل نہیں ہوا وگرنہ مکڑی کا جالاکٹ جاتا اور انڈے ٹوٹ جاتے، اور جنگلی کبوتر بھی غار کے دھانے پر بسیرا نہ کرتا(2)_ ادھر امیرالمؤمنین(ع) نے رات تك انتظار فرمایااور پھر رات کی تاریکی میں ہند ابن ابی ہالہ کو ساتھ لیکر چلے گئے یہاں تك کہ رسول(ص) اللہ کے پاس غار میں داخل ہوگئے_ پھر رسول(ص) خدا نے ہند کو حکم دیا کہ وہ آپ(ص) اور

1_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 82_83_

2_ تاریخ الخمیس ج1 ص 328 ، سیره حلبیہ ج2 ص 37 اور البدایہ والنہایہ ج3 ص 181 و 182_

292

آپ(ص) کے ساتھی کیلئے دو اونٹ خرید کرلائے_

اس وقت حضرت ابوبکر نے کہا :"اے اللہ کے رسول(ص) میں نے اپنے اور آپ(ص) کیلئے دو سواریوں کا بندوبست کر رکھا ہے آپ انہیں ساتھ لیکر یثرب کا سفر کیجئے"_

آپ(ص) نے فرمایا:" قیمت اداکئے بغیرمجھے ان دونوں کی ضرورت ہے نہ ان میں سے ایك کي"_

ابوبکر نے عرض کیا :"پس آپ قیمت دیکر ان کو لیجئے"_

آپ کے حکم سے حضرت علي(ع) نے حضرت ابوبکر کو قیمت ادا کردي(1)_

اس کے بعد رسول(ص) اللہ نے حضرت علي(ع) کو آپ(ص) کی ذمہ داریاں نبھانے اور آپ(ص) کی امانتیں ادا کرنے کی نصیحت کی کیونکہ قریش اور حج کے ایام میں مکہ آنے والے عرب حجاج اپنا مال و متاع رسول(ص) اللہ کے پاس بطور امانت رکھتے تھے_ آنحضرت(ص) نے حضرت علي(ع) کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حکم دیا کہ وہ صبح و شام مکے میں پکار پکار کر یہ اعلان کریں "جس کسی کی کوئي امانت محمد(ص) کے پاس ہو وہ آکر ہم سے وصول کرے"_ آنحضرت(ص) نے اس وقت یعنی جب آپ(ص) کا تعاقب ختم ہوچکا تو حضرت علي(ع) سے فرمایا:"یا علی (ع) وہ لوگ آپ کے خلاف کوئي ایسی حرکت نہ کرپائیں گے جو آپ کو ناپسند ہویہاں تك کہ آپ میرے پاس پہنچ جائیں گے_ پس میری امانتیں کھلے عام ادا کرو، میں اپنی بیٹی فاطمہ کو آپ کے حوالے کرتا ہوں اور آپ دونوں کواللہ کے حوالے کرتا ہوں اور اس سے آپ(ص) دونوں کی حفاظت کا طلبگار ہوں"_

ہجرت کا خرچہ

پھر حضرت(ص) نے آپ(ع) کو حکم دیا کہ اپنے اور فواطم (فاطمہ کی جمع ہے) یعنی فاطمہ زہرا(ع) ، فاطمہ بنت اسد (مادر حضرت علی (ع)) اور فاطمہ بنت زبیر جن کا ذکر ہجرت علي(ع) کے بیان میں ہوگااور ان کے علاوہ بنی ہاشم کے ان افراد کیلئے جو ہجرت کا عزم رکھتے ہونسواریاں خرید لیں_

1_ بحارالانوار ج19 ص 62 ، امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83 ، آپ (ص) کا حضرت ابوبکر سے قیمت ادا کئے بغیر سواریوں کا نہ لینے کا واقعہ سیرت النبی (ص) پر لکھی جانے والی تقریباً تمام کتابوں میں ملے گا_ نیز مراجعہ ہو : وفاء الوفاء ج1 ص 237_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابو عبیدہ کا بیان ہے: میں نے ابوعبداللہ (یعنی ابن ابی رافع) سے کہا کیا رسول(ص) اللہ اس قدر خرچ کرنے پر قادر تھے؟
اس نے جواب دیا میرا باپ مجھ سے یہی بات (جو تونے بتائي) نقل کیا کرتا تھا اور میں نے اس سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے مجھ سے کیا_ میرے باپ نے جواباً کہا_ تو پھر حضرت خدیجہ (س) کا مال کہاں چلاگیا_ میرے باپ نے کہا رسول(ص) اللہ نے فرمایاہے : "خدیجہ کے مال نے مجھے جتنا فائدہ پہنچایا ہے کسی اور مال نے نہیں پہنچایا" رسول(ص) اللہ حضرت خدیجہ کے مال سے لوگوں کا قرض ادا کرتے اور قیدیوں کو چھڑاتے تھے، ضعیفوں کی مدد کرتے تھے، سختیوں کے وقت خرچ کرتے تھے، مکہ میں اپنے فقیر اصحاب کو سہارا دیتے تھے اور ہجرت کا ارادہ رکھنے والوں کی بھی اعانت فرماتے تھے(1)_
رسول(ص) اللہ تین دن غار کے اندر گزارنے کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے_ (2)
امیرالمؤمنین(ع) نے رسول(ص) اللہ کے بستر پر جورات گزاری اس کا تذکرہ آپ(ع) نے یوں کیا ہے_

وقیت بنفسی خیر من وطا الحصا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر

محمد لما خاف ان یمکروا بہ

فوقاہ ربی ذوالجلال من المکر

وبت اراعیہم متی ینشرونني

وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

وبات رسول(ص) اللہ فی الغار آمنا

هناك وفی حفظ الالہ وفی ستر

اقام ثلاثا ثم زمت قلائص

قلا ئص یفرین الحصا ایما یفري

اشعار کاترجمہ:

میں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اس شخص کی حفاظت کی جوزمین پر چلنے والوں اور کعبہ و حجر اسود کا طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر تھا_ جب محمد(ص) کو دشمنوں کی چال سے خطرہ محسوس ہوا تو خدانے آپ(ص) کو ان کے مکر سے محفوظ رکھا_ میں نے رات اس انتظار میں گزاری کہ وہ کب مجھے قتل کر دیں گے_ میں نے ?

----

1 _ ليكن اسى روايت كو خواہشات نفسانى كے پيروكاروں نے روايت كركے حضرت خديجہ كے نام كو حضرت ابوبكر كے نام سے بدل ديا ہے تا كہ اس كے لئے ايك فضيلت ثابت كرسكيں جس كى كوئي بھى روايت، نص اور كوئي حقيقت تاييد نہيں كرتى بلكہ اس كے برعكس ،واقعات اس كے برخلاف دلالت كرتے ہيں_

2_ امالى شيخ طوسى ج 2 ص 81_82 و البحار ج 19 ص 61_62_

اپنے نفس كو قتل يا اسير ہونے كيلئے آمادہ كر ركھا تھا_ رسول(ص) اللہ نے غار ميں امن وسكون كے ساتھ اور خدا كى پناہ ميں رات گزاري، آپ(ص) نے غار ميں تين دن گزارے پھر جوان اونٹوں پر سفر شروع ہوا_ يہ اونٹ ريگزاروں كو اس طرح طے كر رہے تھے جو ديكھنے كے قابل تھا_

جذبہ قربانى كے بے مثال نمونے

علامہ سيد ہاشم معروف الحسنى كہتے ہيں "جان نثارى وقربانى كى تاريخ كا عمدہ ترين قصہ يہيں سے شروع ہوتا ہے_ ٹھيك ہے كہ بہادر اور سورما لوگ دشمن كے سامنے جنگوں ميں ڈٹ جاتے ہيں اور اپنے ہاں موجود اسلحے اور سامان جنگ كے ساتھ اپنے حاميوں اور مدد گاروں كے جھرمٹ ميں لڑتے ہيں_ كبھى ميدان جنگ ہى ان كو ثابت قدم رہنے پر مجبور كرتا ہے، اور وہ بھى اكيلے نہيں، ليكن كسى انسان كا اپنى مرضى اور خوشى سے كسى اسلحے يا سامان كے بغير موت كے مقابلے ميں يوں جانا گويا وہ كسى نرم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ونازك بدن والى خوبرو عورت سے معانقہ كيلئے نكلا ہو اور ايسے بستر پر سونا جو خطرات ميں گھرا ہوا ہو_ حالانكہ ايمان، خدا پر توكل اوراپنے رہبر كى سلامتى كى آرزو كے علاوہ اس كے ہمراہ كچھ بھى نہ ہوجيساكہ حضرت على (ع) كے ساتھ يہ واقعہ اس وقت پيش آيا جب آپ(ع) كے ابن عم حضرت محمد(ص) نے آپ كو اپنے بستر پر رات گزارنے كيلئے كہا تاكہ وہ خود قريش كى سازشوں سے بچنے ميں كامياب ہو جائيں تو يہ وہ بات ہے جس كى مثال بہادرى اور مردانگى كى تاريخ ميں نہيں ملتى اور عقيدہ و ايمان كى راہ ميں لڑى جانے والى جنگوں ميں كسى نے اس كا ثبوت نہيں ديا_ پھر كہتے ہيں كہ شب ہجرت علي(ع) كا سونا پہلا واقعہ نہ تھا_ شعب ابوطالب ميں محاصرے كے دوران بھى ابوطالب(ع) علي(ع) كو بستر رسول(ص) پر سلايا كرتے تھے تاكہ اگر كوئي قاتلانہ اقدام ہو تو نبي(ص) كى بجائے علي(ع) كو نقصان ہو_ انہوں نے اس كام سے كبھى بھى گريز نہ كيا بلكہ وہ برضا و رغبت ايسا كرتے تھے_ (1)

1_ سيرت المصطفى ص 252_250_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بستر رسول(ص) پر سونا اور مسئلہ خلافت

یہاں تعجب کی بات یہ ہے کہ ايك ایسا شخص جس کا ناصبی اور علي(ع) و محبان علي(ع) کا دشمن ہونا مشہور ہے، یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ شب ہجرت حضرت علي(ع) کا بستر رسول(ص) پر سونا ان کی خلافت کا واضح اشارہ ہے_ چنانچہ وہ کہتا ہے:

"شب ہجرت حضرت علي(ع) کے اس اقدام کو بعد میں ان کی زندگی میں پیش آنے والے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو دیکھنے والے کو اس بات کے واضح اشارات ملتے ہیں کہ اس رات جس منصوبے پر عمل ہوا وہ حضرت علي(ع) کے حوالے سے کوئي اتفاقی یا عارضی بات نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے خاص آثار ونتائج کی حامل حکمت کارفرما تھي_ بنابریں ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ:

کیا رسول(ص) اللہ کا اس رات حضرت علي(ع) کو اپنی شخصیت کے روپ میں پیش کرنا اس بات کا اشارہ نہیں کہ آنحضرت(ص) اور حضرت علي(ع) کے درمیان ايك قسم کی یگانگت موجود ہے جو ان دونوں کے درمیان موجود رشتہ داری والی یگانگت سے ما وراء ہے_ کیا ہم یہاں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرسکتے کہ رسول(ص) اللہ کے بعد حضرت علي(ع) ہی وہ ہستی ہیں جو آپ(ص) کی مسند پر بیٹھنے کے لئے آمادگی رکھتے ہیں اور یہ کہ آپ ہی رسول(ص) اللہ کی نمائندگی کرنے والے اور آپ کے قائم مقام ہیں_ میرا خیال ہے کہ کسی نے ہم سے قبل مذکورہ واقعے کا اس زاویے سے جائزہ نہیں لیا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

يہاں تك كہ حضرت علي(ع) كے شيعوں نے بھى اس نكتے كو ہمارى طرح نہيں سمجھا" _(1)

قريش اور على (ع):

1_آخر ميں ہم اس نكتے كى طرف اشارہ كرنا ضرورى سمجھتے ہيں كہ قريش نے حضرت علي(ع) پر اپنے چچا زاد بھائي كى جگہ بتانے كے سلسلے ميں زورنہيں ديا اور اصرار سے كام نہيں ليا، اس كى وجہ بس يہى تھى كہ وہ اس كام كو

1_ عبدالكريم خطيب كى كتاب على ابن ابيطالب ص 105 كى طرف رجوع كريں _

بے فائدہ سمجھتے تھے كيونكہ جو شخص اس حدتك مخلص ہو اوراس طرح كى بے مثال اور تاريخى قربانى دے وہ ان كے سامنے ہرگز اپناراز فاش نہيں كرسكتا تھا _اس راز كى حفاظت كيلئے تو اس نے اپنى جان كا نذرانہ پيش كيا تھا_ اسى لئے ہم مشاہدہ كرتے ہيں كہ انہوں نے حضرت علي(ع) كو چھوڑ ديا اور مايوسى كے عالم ميں وہاں سے چلے گئے_ (1)

2_پيغمبر اكرم(ص) كے بارے ميں علي(ع) كا طرزعمل انسانيت كااعلى ترين

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نمونہ تھا_انہوں نے لوگوں کو اخلاص وقربانی کے مفہوم اورایمان کی حقیقت سے روشناس کرایاکیونکہ وہ اپنی شہادت کو ہر صورت میں قطعی دیکھ رہے تھے_ ان کے خیال میں وہ یا تو اس لئے قتل ہوجاتے کیونکہ مشرکین انہیں رسول(ص) سمجھ رہے تھے یا پھر رسول(ص) اللہ ، (جنہوں نے قریش کے باطل نظریات کو جھٹلایا تھا، ان کے معبودوں کی عیب جوئي کی تھی اور ان کی صفوں کو پراکندہ کر دیا تھا) کو بچانے کے جرم میں بطور انتقام قتل کردیئے جاتے_ قریش اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ رسول(ص) اللہ علي(ع) کو کس قدر چاہتے ہیں اور آنحضرت(ص) کے ہاں ان کا کیا مقام ہے_ ان کا قتل حضور(ص) کے چچازاد بھائي اور آپ(ص) پر جان نچھاور کرنے والے مخلص انسان کا قتل تھا_ (2) اور حقیقت کے واضح ہونے کے بعد ان کا حضرت علی (ع) کو چھوڑ دینا یا تو خوف کے سبب تھا کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضرت (ع) نے خالد بن ولید کا کیا حشر کیا تھا _ اور یا اس وجہ سے تھا کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ پہلے اپنے اصلی اور اہم دشمن کا کام تمام کردیں، ان کو ختم کرنے کے لئے ابھی وقت بہت ہے_

قریش اور شب ہجرت علي(ع) کا کارنامہ

کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ "ہجرت کی رات حضرت علی (ع) نے قریش کو جو کھلا چیلنج دیا اور ان کو جس طرح ذلیل کیا، نیز اس کے بعد تین دن تك جس طرح ان کے درمیان چلتے پھرتے رہے ،اس داغ کو قریش

کبھی بھی نہ بھلا سکتے تھے_

1_ رجوع کریں حیات امیرالمومنین مصنفہ محمد صادق صدر ص 106_105_

2_ رجوع کریں حیات امیرالمومنین ص 107 اور 108 _

اگر اس دن ان کو قتل کرنے میں قریش کو ایسے فتنے کا خطرہ محسوس نہ ہوتا جو ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیتا اور دوسری طرف سے وہ یہ دیکھ لیتے کہ اس طرح وہ محمد(ص) کے بارے میں اپنے مقصد کو بھی حاصل نہیں کرسکیں گے تو وہ انہیں قتل کر کے ضرور دل کی بھڑاس نکال لیتے _یوں وہاں قریش ان سے دست بردار ہوئے لیکن بعد میں ان کا حساب چکانے کیلئے روز شماری کرنے لگے"_ (1)

جی ہاں درحقیقت یہ ایك سخت حساب تھا جو حضرت علي(ع) کو چکانا تھا_ خصوصاً اس بات کے پیش نظر کہ انہوں نے بعد میں ان کے بزرگوں اور سرداروں کو خاك مذلت میں ملادیا تھا اور اپنے چچازاد بھائي کے شمشیرزن بازو کی حیثیت سے بوقت ضرورت کبھی یہاں اور کبھی وہاں متکبر اور جابر لوگوں پر کاری ضرب لگاتے رہے تھے_ قریش نے حضرت علي(ع) سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مذکورہ سخت حساب چکانے کا سلسلہ رسول(ص) کی وفات کے فوراً بعدہی شروع کردیا، یہاں تك کہ آپ(ص) کے غسل وکفن اور دفن سے بھی پہلے_

موازنہ

امیرالمومنین(ع) کے بستر رسول(ص) پر رات گزارنے کے نتیجے میں قریش نے یہ موقع گنوادیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو سازش تیار کی تھی وہ ناکامی سے دوچار ہوئي_ اس کے علاوہ اس عمل سے دین اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور کلمہ حق کو فروغ حاصل ہوا_

اس واقعے کا ذبح اسماعیل علیہ السلام پر قیاس کرنا صحیح بات نہیں ہے کیونکہ حضرت اسماعیل (ع) نے تو ایك مہربان اور شفیق باپ کے آگے سرتسلیم خم کیا لیکن حضرت علي(ع) نے اپنی جان ان دشمنوں کے حوالے کردی جو ان پر رحم نہ کرتے اور جن کے دل کی بھڑاس ان کا خون بہائے بغیر نہیں نکل سکتی تھي_ نیز ان کا غصّہ جان لیوا شماتت، سخت ترین تشدد اور ایذاء رسانی کے بغیر نہ نکل سکتا تھا_

اسکافی نے جاحظ کی تصنیف عثمانیہ کے جواب میں اس واقعے پر تبصرہ کیا ہے_ (اس کا کلام شرح نہج

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ علی ابن ابیطالب (از عبدالکریم خطیب) ص 106 _

البلاغہ معتزلی کی تیرہویں جلد میں مرقوم ہے)_ وہاں رجوع کریں اگر ہم اس نکتے کی تشریح کرنے بیٹھیں تو ہماری بحث طولانی ہوجائے گي_

ارادہ الہي

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ اپنے رسول(ص) کی مدد کچھ اس طرح سے فرماتا کہ رسول(ص) اللہ غار میں چھپنے پر مجبور نہ ہوتے اور نہ حضرت علي(ع) کو آپ(ص) کے بستر پر سونا پڑتا_ وہ یوں کہ اللہ اپنی قدرت کی واضح نشانیوں اور حیرت انگیز معجزات کے ذریعے آپ(ص) کی مدد کرتا_ اس کا جواب منفی ہے کیونکہ خدا کی منشا یہ ہے کہ سارے امور حسب معمول اور طبیعی اسباب کے مطابق انجام پائیں (ہاں انسان کی طاقت سے باہر معاملات میں اس کی رہنمائي اور عنایات شامل حال ہوں) تاکہ یہ ہم سب کیلئے بھی نمونہ عمل اور مفید درس ثابت ہوں_ ہم بھی دین وعقیدے کی راہ میں جدوجہد کریں اور آسمانی معجزات کے منتظر نہ رہیں_ اسی صورت میں اللہ کا وعدہ (لینصرن اللہ من ینصرہ) اور (ان تنصروا اللہ ینصرکم) عملی شکل اختیار کرے گا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مصلحت اندیشی اور حقیقت

مشرکین مکہ ایك عجیب تضاد کا شکار ہوئے وہ یہ کہ ایك طرف تو رسول(ص) اللہ کو جھٹلاتے اور آپ(ص) پر تہمتیں لگاتے تھے یہاں تك کہ آپ(ص) کو مجنون، ساحر، شاعر اور کاہن کہہ کر پکارتے تھے_ لیکن دوسری طرف اپنے اموال اور اپنی امانات آپ(ص) کے سپرد کرتے تھے اور آپ(ص) کو معتمد اور امین سمجھتے تھے یہاں تك کہ آپ(ص) اپنے چچازاد بھائي (علی (ع)) کو مکہ چھوڑ جانے پر مجبور ہوئے کہ وہ تین دن تك اعلان عام کرتے رہیں تا کہ لوگ آکر اپنی امانتیں واپس لے جائیں_ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت(ص) کی دعوت پر ان کا ایمان نہ لانا ہٹ دھرمی اور تکبر و عناد کے باعث تھا، نہ اس لئے کہ وہ آپ(ص) کے پیغام کو دلی طور پر غلط سمجھتے تھے ارشاد

الہی ہے: (وجحدوا بھا واستیقنتہا انفسہم)(1) _

یعنی انہوں نے آیات الہی کا انکار کیا جبکہ قلبی طورپراس کو مانتے تھے_ بالفاظ دیگر وہ رسول(ص) اللہ کی دعوت کے اس لئے منکر تھے کہ وہ بزعم خود اس طرح سے اپنے ذاتی مفادات اور مستقبل کی حفاظت کرنا چاہتے تھے یا اس لئے کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کرنے کے خواہشمند تھے یا اپنی امتیازی حیثیت اور مراعات کی حفاظت کے طالب تھے یا حسد اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دیگر وجوہات کی بنا پر ایسا کررہے تھے_
حضرت علي(ع) کو ان حساس اور خطرناك حالات میں لوگوں کی امانتیں لوٹانے کیلئے مکے میں چھوڑ جانا ایك ایسے انسان کامل کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے جو اپنے اصولوں پر کاربند اور اپنے نظریات کا پاسبان ہو _ایسا کامل انسان جو خدا کے معین کردہ راستے سے بال برابر بھی منحرف نہ ہوتا ہو اور بہانوں کی تلاش میں نہ پھرتا ہو_ بلکہ وہ اپنے عظیم اصولوں اور مقاصد کیلئے جیتا ہو اور اصولوں کو ذاتی مفادات کے حصول کا ذریعہ قرار نہ دیتا ہو_

ہاں وہ آپ(ص) کو امین کہہ کر پکارتے تھے اور یہ آپ(ص) کی واضح ترین صفات میں سے ایك صفت تھی حتی بعثت سے پہلے بھي_ یہی امین ہیں جو اب ان کی امانتیں واپس کررہے ہیں جبکہ وہ ان کے خون کے درپے ہیں لیکن یہ بات آپ (ص) کو لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھنے سے نہیں روکتی خواہ وہ اچھے ہوں یا برے_ اگر آپ(ص) ان کی امانتیں واپس نہ کرتے تو آپ(ص) کو پورا پورا بہانہ حاصل تھا_

ایك محقق کا کہنا ہے کہ اس عظیم صفت کی کوئي خاص اہمیت اہلسنت کی احادیث کے اندر دیکھنے میں نہیں آتی حالانکہ یہ صفت (حضور(ص) کی امانتداري) انسانیت کی بنیاد ہے_ بالکل اسی طرح جس طرح رسول(ص) اللہ کی وفات کے بعد سے احادیث "حکمت" خلفاء کی خواہش پر عمداً محو کی گئیں_ وگرنہ وہ چیز کہاں گئي جس کے بارے میں خدانے سات آیتوں میں یہ

خبردی ہے کہ رسول(ص) کی ذمہ داری لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے_ ہم جانتے ہیں کہ آپ(ص) نے لوگوں کو کتاب کی تعلیم دی جس کی خدانے حفاظت کی اور اب تك باقي

1_ سورہ نمل آیت 14

ہے_(انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) (1) یعنی ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں_

لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ حکمت کہاں گئي جو آپ(ص) نے امت کو سکھائي؟ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء و محدثین کے نزدیك ان میں سے فقط تقریباً پانچ سو کے لگ بھگ احادیث رہ گئي ہیں وہ بھی فقہ احکام، اخلاق اور حکمت سب کے بشمول(2)_ ان میں سے کتنی احادیث فقط حکمت سے مربوط ہیں اس کا حشر آپ کے سامنے ہے_

البتہ ہم آئمہ معصومین(ع) کی احادیث میں کثیر مقدار میں حکمت کی باتیں پاتے ہیں_ ان کی ایك بڑی تعداد امانت اور صداقت کے متعلق ہے_ انہوں نے امانت کو عملی اخلاق کا بنیادی محور قرار دیا ہے اور اسے زبردست اہمیت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

دی ہے_

زمین اور عقیدہ

ہم نے دیکھ لیا کہ اسلام کی نظر میں انسان کا حقیقی مقصد زمین نہیں بلکہ خود اسلام ہے کیونکہ جب کسی سرزمین پرزندگی گزارنا اور اس کی حفاظت کرنا ذلت وخواري، محرومیت اور عظیم دینی اہداف (جو انسان کی سعادت کا باعث ہیں) کے پورا نہ ہونے کا باعث بنے تو بہتري، اصلاح، مستقبل کی تعمیر اور حقیقی سعادت وعزت کے حصول کے پیش نظر اس سرزمین کو چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہیئے_ پس پہلے تو خود انسان اور پھر تمام باقی چیزیں اسلام کی خاطر اور اس کی خدمت کیلئے ہیں_

درس ہجرت

ہجرت کا واقعہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ مسلمانوں پرایك دوسرے کی مدد واجب ہے_ نیز نسلی تعصبات

1_ سورہ حجر آیت 9 _

2_ مناقب شافعی ج1 ص 419 نیز عن الوحی المحمدی ص 243_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے مکمل طور پر مبرا ہوکر اغیار کے مقابلے میں متحد ہونا بھی ضروری ہے_ اور یہ کہ ان کے باہمی تعاون والفت اور آپس کی رحمدلی و ہمدردی کی بنیاد دین اور عقیدہ ہو نہ کہ نسلی و خاندانی تعلقات یا مفادات پر مبنی روابط وغیرہ_

علاوہ ازیں واقعہ ہجرت ہمیں حسن تدبیر، باريك بینی اور صحیح منصوبہ بندی کا بھی درس دیتا ہے جسے رسول(ص) اللہ نے پیش نظر رکھاکیونکہ جب آپ(ص) کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کو کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ(ص) گھرسے نکل گئے ہیں تو اس وقت جس چیزنے ان کو حضور(ص) کی بستر پر موجودگی کے بارے میں مطمئن رکھا وہ علي(ع) کا بستر رسول(ص) پر رات گزارنا تھا_ (1)

ابوطالب(ع) اور حدیث غار

بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب قریش نے رسول(ص) اللہ کے خلاف سازش کی تو ابوطالب علیہ السلام نے آنحضرت(ص) سے عرض کیا:" آپ(ص) کو علم ہے کہ انہوں نے کیا سازش کی ہے؟" آپ(ص) نے جواب دیا:" وہ چاہتے ہیں کہ مجھے قید کریں یا قتل کریں یا وطن سے نکال باہر کریں"_ حضرت ابوطالب(ع) نے عرض کیا "آپ(ص) کو کس نے خبردي؟ "فرمایا: "میرے رب نے"_ حضرت ابوطالب(ع) بولے: "آپ(ص) کا رب سب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے بہترین رب ہے"_ (2)
لیکن واضح ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہوسکتی کیونکہ قریش کی سازش ہجرت سے کچھ ہی مدت پہلے عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد ہوئي تھی یعنی بعثت کے تیر ہویں سال_ حالانکہ حضرت ابوطالب(ع) بعثت کے دسویں سال وفات پاچکے تھے یعنی شعب ابیطالب سے مسلمانوں کے خارج ہونے کے بعد_

1_ تاریخ طبری ج 2 ص 100 _

2_ درمنثور ج 3 ص 279 نے سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ سے نقل کیا ہے _

آیت غار

خداوند عالم نے فرمایا (الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمة الذین کفروا السفلی وکلمة اللہ ہی العلیا واللہ عزیز حکیم) (1)
یعنی تم نے اگر رسول(ص) کی مدد نہ کی تو کوئي پروا نہیں_ اللہ اس کی مدد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس وقت کرچکا ہے، جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا_ جب وہ دومیں سے دوسرا تھا، دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا" غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"_ پس اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جوتم کو نظر نہ آتے تھے اوراس نے کا فروں کا بول نیچا کردیا اور اللہ کا تو بول بالاہی ہے اور اللہ زبردست دانا و بینا ہے_

کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت درج ذیل وجوہات کی بنا پر حضرت ابوبکر کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے_

(الف) آیت نے حضرت ابوبکر کو "ثانی اثنین" (دو میں سے دوسرا) کے الفاظ سے یاد کیا ہے بنابریں حضرت ابوبکر فضیلت کے لحاظ سے دو افراد میں سے ایك ٹھہرے اور اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت پیغمبر(ص) اسلام کے قرین قرار پائیں_

(ب) آیت کی رو سے حضرت ابوبکر پیغمبراکرم(ص) کے ساتھی قرار پائے_ اس عظیم موقعے پر پیغمبر(ص) کا ساتھی بن جانا بہت بڑا اعزاز ہے_

(ج) رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا، خدا ہمارے ساتھ ہے_ یعنی اللہ کی نصرت اور اس کا نظر کرم ان دونوں پر ہے_ بنابریں جو شخص اللہ کی طرف سے ہونے والی مدد میں نبي(ص) کا شریك ٹھہرے اس کا شمار عظیم ترین لوگوں میں ہوگا_

1_ سورہ توبہ آیت 40 _

(د) اللہ تعالی نے فرمایا "اور اللہ نے اس پر سکون قلب نازل کیا"_ پس یہ سکون قلب جس پر نازل ہوا وہ حضرت ابوبکر تھے اس لئے کہ اس کی ضرورت ابوبکر کو تھي(کیونکہ ان کا دل گھبرا گیا تھا) نہ کہ رسول(ص) اللہ کو کیونکہ آپ(ص) کو تو علم تھا ہی کہ اللہ آپ(ص) کو محفوظ رکھے گا_ (1)

لیکن یہ ساری باتیں نادرست ہیں کیونکہ:

الف: حضرت عائشه کہتی ہیں_ خدانے ہمارے بارے میں قرآن کی کوئي آیت نازل نہیں کی سوائے اس کے کہ اس نے میرے عذر کا ذکر کیا_ (2) ہماری تحقیق کی رو سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت عائشہ کے عذر کے بارے میں بھی کسی آیت کا اترنا صحیح نہیں ہوسکتا جیساکہ ہم نے اپنی کتاب "حدیث الافك" میں ذکر کیا ہے_

ب: حضرت ابوبکر کے بارے میں ثانی اثنین "کہنے سے کوئي فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ان الفاظ میں عدد بیان کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں دوسرا فرد کوئي بچہ یا جاہل یا مؤمن یا فاسق وغیرہ بھی ہوسکتا ہے_ نیز واضح ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ قرآن کی رو سے فضیلت کا معیار فقط تقوی ہے نہ کہ عدد میں دوسرے نمبر پر قرار پانا_ جیساکہ فرمایا ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) یعنی تم میں سب سے زیادہ صاحب عزت، اللہ کے ہاں وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو_ شیخ مظفر (رحمة اللہ علیہ) اضافہ کرتے ہیں کہ اگر دو کا بیان فضیلت و شرف کے نقطہ نظر سے ہو تو پھر حضرت ابوبکر کا مقام پیغمبر(ص) اسلام سے بھی زیادہ ہوگا_ کیونکہ آیت کی رو سے حضرت ابوبکر پہلے اور پیغمبر اکرم(ص) دوسرے (ثاني) ہیں_ (3)

1_ رجوع ہو ، دلائل الصدق ج 2 ص 404 و 405 _

2_ بخاری مطبوعہ 1309 ج 3 ص 121 و تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 159 و فتح القدیر ج 4 ص 21 و الدر المنثور ج 6 ص 41 نیز ملاحظہ ہو الغدیر ج8 ص 247_

3_ دلائل الصدق ج 2 ص 404_

ج:علاوہ بریں یہ بات بھی واضح ہے کہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ پیغمبر(ص) اسلام کس قدر سخت حالات سے دوچار تھے اور یہ کہ اس وقت آپ(ص) کی حفاظت یا حمایت کرنے والا کوئي نہ تھا_ رہا آپ(ص) کا ساتھی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تو وہ نہ صرف یہ کہ آپ(ص) کی حفاظت نہیں کر رہا تھا بلکہ پریشانی اور خوف و ہراس کے باعث آپ(ص) کیلئے ایك سنگین بوجھ بن چکا تھا_ بنابریں وہ رسول(ص) کا بوجھ ہلکا کرنے اور آپ(ص) کی اعانت کرنے کی بجائے آپ(ص) کی طرف سے دلجوئي کا محتاج تھا_ کم ازکم یہ بات تو مسلم ہے کہ رسول(ص) اللہ کی حمایت و حفاظت اور آپ(ص) کو درپیش مشقتوں میں تخفیف کے سلسلے میں حضرت ابوبکر نے کچھ بھی نہ کیا، ہاں اس نے تعداد میں اضافہ کیا یوں ایك کی بجائے دو افراد ہوگئے_

د: رہا حضرت ابوبکر کو نبي(ص) کا مصاحب قرار دینا تو اس میں بھی فضیلت کا کوئي پہلو نظر نہیں آتاکیونکہ مصاحبت سے تو فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں باہم اور ایك مقام پر جمع تھے اور یہ امر عالم وجاہل، صغیر وکبیر، مومن وغیر مومن وغیرہ کے درمیان بھی واقع ہوسکتا ہے_ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (وما صاحبکم بمجنون) (1) یعنی اے اہل مکہ، تمہارا ساتھی مجنون نہیں ہے_ نیز فرمایا ہے (قال لہ صاحبہ وہو یحاورہ اکفرت بالذی خلقك) (2) یعنی اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا کیا_ بنابریں مصاحبت برائے مصاحبت کوئي فضیلت نہیں رکھتي_

ھ: ادھر خدا کا قول (ان اللہ معنا) حضرت ابوبکر کو تسلی دینے کیلئے آیا تھا تاکہ ان کاحزن جاتا رہے_ یوں حضرت ابوبکر کو بتایا جارہا ہے کہ خداوند عالم انہیں مشرکین کی نظروں سے محفوظ رکھے گا_ اس میں فضیلت کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کوئي پہلو موجود نہيں_ بلکہ اس ميں يہ خبردی جارہی ہے کہ اللہ ان کو دشمنوں کے شرسے نجات دے گا_ يعنی رسول(ص) اللہ کی حفاظت کے پيش نظر حضرت ابوبکر کی بھی حفاظت کرے گا_يہ بالکل اس آيت کی طرح ہے" و ما کان اللہ ليعذبہم و انت فيہم " يعنی جب تك آپ (ص) ان لوگوں کے درميان موجود ہيں خدا انہيں

1_ سورہ تکوير آيت 22 _

2_ سورہ کہف آيت 37 _

عذاب ميں مبتلاء نہيں کرے گا _ پس رسول (ص) خدا کی وجہ سے يا کسی مومن کی موجودگی سے عذاب الہی سے مشرکين کی نجات ان کی فضيلت کا باعث نہيں بنتی _

و: مورخين کے بقول حضرت ابوبکر محزون ہوئے تھے جبکہ وہ خدا کی واضح نشانياں اور ايسے صريح معجزات ديکھ چکے تھے جن سے انسان کو يقين ہوجاتاہے کہ اللہ اپنے نبی کی حفاظت کرے گا اور آپ(ص) کو دشمنوں کے شرسے نجات دے گا_ حضرت ابوبکر کو معلوم تھا کہ رسول(ص) اللہ

قریش کے (شمشیر زنوں کے) درمیان سے گزرکر نکلے تھے لیکن وہ آپ(ص) کو نہیں دیکھ سکے تھے_ نیز غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا بنانا اور کبوتر کا انڈے دے کر بیٹھ جانا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا_ اس کے علاوہ اور چیزوں کا بھی مشاہدہ کیا تھا مثال کے طور پر یہ کہ حضور(ع) فرمایا کرتے تھے "کہ اللہ جلد ہی ان کے ہاتھوں قیصر وکسری کے خزانوں کے دروازے کھول دے گا_ اپنے دین کو غالب کرے گا_ اور اپنے نبي(ص) کی مدد کرے گا" بنابریں ان حالات میں ان کا محزون ہونا اور اللہ کی مدد پر بھروسہ نہ کرنا جبکہ وہ خداکی جانب سے اس قدر معجزات کا مشاہدہ کرچکے تھے، ایك غیر پسندیدہ اور ممنوع عمل ہونا چاہیئے اور ممنوعیت بھی مولی ہونے کے اعتبار سے (1) ہونی چاہیئے یعنی جناب کا رونا ناجائز تھا_ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تك اللہ کی جلالت وعظمت کا احساس ان کے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا_

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا :"اے اللہ کے رسول(ص) میرا حزن آپ(ص) کے بھائي علی ابن ابیطالب کے بارے میں ہے کہ کہیں ان کو کچھ ہوانہ ہو"_ نبی کریم(ص) نے فرمایا:" خدا ہمارے ساتھ ہے"_ (2)

ز: رہا یہ دعوی کہ خدا کی نصرت ان دونوں کے شامل حال ہوئي تھی لہذا وہ اس مدد میں نبي(ص) کے حصہ دار تھے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے تو یہ بھی غلط ہے اور قرآن کی آیت صریحاً اس بات کی نفی کرتی ہے کیونکہ آیت نے تو اللہ کی مدد کو نبي(ص) کے ساتھ مختص قرار دیا ہے (شاید اس لئے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كہ اللہ نے آپ(ص) كو كفار كے شر سے نجات دي)_

1_ نہی مولوی وہ ہے جس کی مخالفت باعث عقاب ہو (مترجم) _

2_ كراجكى كى كتاب كنز الفوائد ص 205 _

چنانچہ ارشاد بارى تعالى ہے (الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ) يعنى اگر تم لوگوں نے رسول (ص) كى مدد نہ كى تو كوئي بات نہيں، اللہ اس كى مدد كرچكا ہے جب كافروں نے اسے نكال ديا تھا_ يہاں ضمير رسول(ص) كى طرف پلٹتى ہے_ بنابريں اللہ كى مدد فقط رسول(ص) اللہ كے ساتھ مختص ہوئي ہے_ ابوبكر تو بس طفيلى كى حيثيت ركھتے تھے_اللہ كى مدد كا حضرت ابوبكر كے شامل حال ہونا پيغمبر(ص) كے ساتھ ايك مقام پر موجود ہونے كى وجہ سے تھا_ اور يہ بات حضرت ابوبكر كى كسى فضيلت كو ثابت نہيں كرتي_ (1) بالفاظ ديگر اللہ كا حضرت ابوبكر كى حفاظت كرنا رسول(ص) اللہ كى حفاظت كے پيش نظر تھا، جيساكہ ہم عرض كرچكے ہيں_

ح: نزول سكينہ (اطمينان قلبي) كے بارے ميں بھى ان كا يہ دعوى باطل ہے كہ سكون حضرت ابوبكر پر نازل ہوا تھا_ حقيقت يہ ہے كہ سكينہ (سكون

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قلب) كا نزول فقط رسول(ص) اللہ پر ہوا كيونكہ اس سے قبل اور اس كے بعد كى سارى ضميريں رسول(ص) اللہ كى طرف پلٹتى ہيں اور اس بات پر سب كا اتفاق ہے_(تنصروہ، نصرہ، يقول، اخرجہ، لصاحبہ، ايدہ كے الفاظ ميں)_ بنابريں ايك ضمير كا كسى اور كى طرف پلٹنا خلاف ظاہر ہے اور قرينہ قطعيہ كا طالب ہے_

جاحظ كا بيان اور اس پر تبصرہ

جاحظ اور دوسروں نے مذكورہ باتوں پر تنقيدكى ہے_ (2) اور كہا ہے: "كہ رسول(ص) خدا كو اطمينان قلبى كى ضرورت ہى نہيں تھى كہ اس كا نزول آپ(ص) پر ہوتا"_ گويا يہ لوگ چاہتے ہيں كہ اس بات كے بہانے، لفظ كو اس كے ظاہرى مفہوم سے جدا كريں_ ليكن ان كا دعوى غلط ہے كيونكہ:

الف: خدانے سورہ توبہ كى آيت 26 ميں جنگ حنين كے بارے ميں فرمايا ہے:

(ثم انزل اللہ سكينتہ

1_ دلائل الصدق ج 2 ص 405 _

2_ العثمانية ص 107 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علی رسولہ وعلی المؤمنین)یعنی اللہ نے اپنا سکینہ (اطمینان قلبي) اپنے رسول(ص) اور مومنین پر نازل کیا_ نیز سورہ فتح کی آیت 26 میں ارشاد فرمایا ہے_ (فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین) یعنی پس اللہ نے اپنے رسول(ص) اور مومنین پر سکینہ نازل کیا_
اسی طرح اللہ نے مومنین پرنزول سکینہ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:(ھوالذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایماناً) (1) یعنی اللہ ہی ہے کہ جس نے مومنین کے دلوں میں اطمینان نازل کیا تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو_
نیز یہ بھی فرمایا: (فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینة علیہم واثابہم فتحا قریبا) (2) یعنی اللہ نے ان کے دل کی بات جان لی پس ان پر اطمینان قلبی نازل کیا اور ان کو بطور انعام قریبی فتح عنایت کي_
بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو سکون کی نعمت سے محروم کرنے کا راز کیا تھا؟ حالانکہ خدانے یہاں اپنے نبي(ص) پر اور دیگر مقامات پر نبی کریم اور مومنین پر اسے نازل فرمایا ہے؟
میری عرض یہ ہے کہ شاید اس کاجواب یوں دیا جائے کہ یہاں فقط رسول(ص) پر اس کا نزول کافی تھا کیونکہ آپ(ص) کی نجات میں آپ(ص) کے ہم سفر کی بھی نجات تھی لیکن یہ ایك کمزور جواب ہے کیونکہ "سکینہ" اطمینان قلب کا موجب ہے اور پریشانی کے زائل ہونے کا باعث ہے_ نجات

پانے اور بچ جانے سے اس کا کوئي سروکار نہيں_ يوں مذکورہ سوال تشنہ جواب ہی رہ جاتا ہے_

ب: سکينہ (اطمينان قلب) اللہ کی ايك نعمت ہے اور يہ ضروری نہيں کہ نزول نعمت کے وقت پيغمبر اکرم(ص) اس کی ضد (نعمت کے فقدان) سے متصف ہوں_ اسی لئے ايك نعمت کے بعد دوسری نعمت نازل ہوتی ہے_

ج: انہيں کہاں سے علم حاصل ہوا کہ رسول(ص) اللہ کو نزول سکينہ کی ضرورت نہ تھي؟ جبکہ آيت اس بات پر دلالت نہيں کرتي_بنابريں يہ آيت بھی جنگ حنين کے بارے ميں اترنے والی آيت کی طرح "سکينہ" کيلئے يہ اعلان کر رہی ہے کہ شديد خطرہ اب ٹل چکا ہے_

1_ سورہ فتح آيت 4 _

2_ سورہ فتح آيت 18 _

نيز رسول(ص) اللہ نے يہ کيوں نہيں سوچا کہ حضرت ابوبکر کے حزن، خوف و ہراس اور رونے کی وجہ کچھ اور ہے_ آپ(ص) اگرچہ يہ جانتے تھے کہ آپ(ص) کو آخر کار اس خطرے سے نجات مل جائے گی ليکن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ابوبکر کی روش مشکلات اور مسائل پیدا کرے گی اور وہ آپ(ص) کیلئے ان مقاصد اور اہداف تك پہنچنے میں تاخیر کا باعث بنیں گے جن کا مرحلہ ابھی دور تھا_

د: علامہ طباطبائي کا نظریہ یہ ہے کہ اس آیت سے قبل اللہ کی طرف سے ان حالات میں اپنے نبي(ص) کی مدد کا ذکر ہوا ہے جبکہ آپ(ص) کے ساتھ کوئي فرد ایسا نہ تھا جو آپ کی مدد کرسکتا_ اس مدد کی ایك صورت نزول سکینہ اور خدائي لشکروں کے ذریعے آپ(ص) کی تقویت تھي_لفظ (اذ) کا تین بار تکرار اس بات کی دلیل ہے_ ان میں سے ہر ایك پہلے والے کی کسی نہ کسی صورت میں توضیح کرتا ہے_ یہ لفظ اس مقام پر کبھی نصرت الہی کا وقت بیان کرنے کیلئے، کبھی آپ کی حالت بیان کرنے کیلئے اورکبھی اس حالت کا وقت بیان کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے_ بنابریں خدائي لشکروں کے ذریعے اس شخص کی تائید کی گئي جس پر سکون کا نزول ہوا تھا_(1)

محقق محترم سید مہدی روحانی کہتے ہیں: "چونکہ حضرت ابوبکر نے غم نہ کھانے اور خوف نہ کرنے کے بارے میں رسول(ص) اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کي، اس لئے سکینہ کا نزول فقط رسول(ص) اللہ پر ہوا_ اور ابوبکر (اطمینان قلبی سے) محروم ہی رہے_ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر اللہ کے اس فضل وکرم کے اہل ہی نہ تھے"_

شیخ مفید کا بیان اور اس کا جواب

شیخ مفید اور دیگر افراد کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکر کا حزن اطاعت خدا کیلئے تھا تو رسول(ص) کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اطاعت الہی سے منع کریں_ بنابریں ایك راہ رہ جاتی ہے وہ یہ کہ مذکورہ عمل حرام تھا، اسی لئے

1_ تفسیر المیزان ج 9 ص 280 مطبوعہ بیروت_

رسول(ص) اللہ نے اس سے منع کیا_ (1)
حلبی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خدانے اپنے رسول(ص) سے کہا ہے (ولایحزنك قولہم) ان لوگوں کی باتوں سے محزون نہ ہو، یہاں خدا کے نبی کو حزن و پریشانی سے منع کرنا بس آپ(ص) کی دلجوئي اور آپ (ص) کو خوشخبری دینے کیلئے تھا_ بالکل یہی حال نبي(ص) کی طرف سے ابوبکر کو منع کرنے کا تھا_ (2)
ہمارے خیال میں حلبی کا جواب غیر مناسب ہے_ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا حزن اور اللہ کی مدد پر ان کاشك کوئي مستحسن اور قابل تعریف امر نہ تھا جسکی طرف رسول(ص) اللہ کا(ان اللہ معنا) کہنا اشارہ کر رہا ہے_ ان کو تو اللہ کی طرف سے اپنے پیغمبر(ص) کی مدد کا یقین حاصل

ہوناچاہیئے تھا کیونکہ وہ ان واضح معجزات اور صریح نشانیوں کو دیکھ چکے تھے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اللہ اپنے نبی کو جلد ہی مشرکین کے شر سے نجات دے گا_

بنابریں یہ کہنا درست نہیں کہ یہ آیت ان کی تعریف و تمجید میں نازل ہوئي_ پس اس سے اس کا ظاہری مفہوم ہی مراد لینا چاہیئے کیونکہ ظاہری معنی سے ہٹ کر کسی اور معنی میں استعمال کیلئے قرینے کی ضرورت ہوتی ہے_ بلکہ ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہی ظاہری معنی ہی مراد ہے_

حضرت ابوبکر کے حزن کو نبی کریم(ص) کے حزن کے مشابہ قرار نہیں دیا جاسکتا_ جس کی طرف اللہ نے یوں اشارہ کیا ہے_(ولایحزنك قولہم) یعنی ان کی باتیں آپ(ص) کو دلگیر و محزون نہ کریں_ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول(ص) خدا تو بس اس لئے محزون ہوتے تھے کیونکہ آپ اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور کفر وطغیان کے باعث اپنی دعوت اور دین اسلام کی راہ میں مشکلات اور رکاوٹوں کا مشاہدہ کرتے تھے لہذا آپ(ص) اور حضرت موسی (ع) کو خدا کی جانب سے جو ممانعت ہوئي ہے وہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ اس نہی کا مقصد آپ(ص) کی دلجوئي اور آپ(ص) کو اس بات کی بشارت دینا ہے کہ دین اسلام کو جلد فتح نصیب ہوگی نیز یہ بتاناہے کہ آپ(ص) دشمنوں کي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ الافصاح فی امامة امیرالمومنین علي(ع) ص 119 و کنز الفوائد کراجکی ص 203_

2_ سیرت حلبی ج 2 ص 38_

بات پر توجہ نہ دیں اور ان کا غم نہ کھائیں کیونکہ وہ اس کے لائق نہیں ہیں_ لہذا یہاں نبی کریم(ص) کا حزن وغم آپ(ص) کے ایمان کی گہرائي اور فنا فی اللہ ہونے کی علامت ہے_ اس حزن کا قیاس اس شخص کے حزن پر نہیں کیا جاسکتا جو فقط اپنی ذات کیلئے محزون ہوتا ہو_

قرآن کی آیات ہمارے عرائض پر صریحاً دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایك آیت کہتی ہے کہ آپ(ص) اپنی قوم کو کفر کی طرف لپکتے دیکھ کر محزون ہوتے تھے_ ارشادہوتا ہے (ولا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر) (1) یعنی کفر کی طرف سبقت کرنے والوں کو دیکھ کر آپ غمگین نہ ہوں_

اور دوسری آیت کہتی ہے کہ آپ کا حزن ان کی طرف سے اپنی تکذیب کے باعث تھا فرمایا ہے (قدنعلم انہ لیحزنك الذی یقولون فانہم لایکذبونك) (2) یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے محزون ہوتے ہیں_

نیز ارشاد ہے: (ومن کفر فلا یحزنك کفرہ) (3) یعنی جو کافر ہوجائے اس کے کفر سے محزون نہ ہوں_ایك اور آیت یہ کہتی ہے کہ آپ اس لئے محزون

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوتے تھے کیونکہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو پوجتے تھے_ چنانچہ ارشاد ہوا (فلا یحزنك قولهم انا نعلم ما یسرون وما یعلنون) (4) اس کے علاوہ دیگر آیات بھی موجود ہیں جو صاحب نظر افراد سے پوشیدہ نہیں_ خلاصہ یہ کہ ان آیات کی مثال اس آیت کی طرح ہے_ (فلا تذہب نفسك علیہم حسرات) (5) یعنی ان لوگوں پر افسوس کرتے کرتے خواہ مخواہ آپ(ص) کی جان نہ گھلے_

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگر ہم حضرت ابوبکر کے حزن کی علت کو نہ بھی جان سکیں تب بھی ان کے حزن کو معصوم نبي(ص) کے حزن کی طرح قرار نہیں دے سکتے بلکہ ہمیں تو نہی الہی کے

1_ سورہ آل عمران 176 و سورہ مائدہ 41 _

2_ سورہ انعام آیت 33 _

3_ سورہ لقمان آیت 23 _

4_ سورہ ی س آیت 76 _

5_ سورہ فاطر آیت 8 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ظاہری معنی کوہی لینا چاہیئے یعنی "حرمت حزن" کیونکہ ظاہری معنی سے صرف نظر کرنے کیلئے قرینے اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے_

ايك جواب طلب سوال

آیات ومعجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جب حضرت ابوبکر محزون ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور صاحب یقین صابروں کا اجر حاصل کرنے کیلئے صبر نہ کرسکے تو پھر اگر انہیں اس رات امیرالمومنین(ع) کی جگہ بستر رسول(ص) پر سونا پڑتا تو پتہ نہیں ان کا کیا حال ہوتا؟ کیا وہ ان مشکل لمحات میں قریش کے مکر کے سامنے گھٹنے نہ ٹیك دیتے اور ان کی طاقت وجبروت کے آگے ہتھیار نہ ڈال دیتے، یوں حالات بالکل پیچھے کی طرف پلٹ جاتے_

یہ سوال خود بخود سامنے آیا ہے اور شاید اس کا کم از کم مستقبل قریب میں شافی جواب ہرگز نہ مل سکے_

سوال دیگر: کیا اس کے بعد ہم اس دعوے کی تصدیق کرسکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اصحاب میں سب سے زیادہ شجاع تھے؟

غزوہ بدر کی بحث کے دوران اس (دو سرے) سوال سے مربوط بعض پہلوؤں کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالي_ لہذا اس بحث کو وہاں پر موقوف کرتے ہیں_

نبی کریم (ص) کی محافظت کی سخت مہم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لیکن یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کا یہ قول کس حد تك صحیح ہے کہ غار کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابوبکر کبھی رسول(ص) اللہ کے آگے چلنے لگ جاتے تھے کبھی آپ(ص) کے پیچھے، نیز کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب_ رسول(ص) خدا نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا:" اے اللہ کے رسول(ص) جب مجھے دشمن کے گھات کا خطرہ یاد آتا ہے تو آپ(ص) کے آگے ہوجاتا ہوں اور جب ان کے تعاقب کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو پیچھے چلا جاتا ہوں پھر کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلنے لگتا ہوں مجھے آپ کے بارے میں (دشمن کا) خطرہ محسوس

ہوتا ہے"_ (1)

یہ کلام نادرست ہے کیونکہ (ان معجزات الہیہ کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جنہیں اس روایت کے راویوں نے ہی نقل کیا ہے) حضرت ابوبکر کا محزون ہونا اور خوف کھانا پیغمبر(ص) اسلام کی کدورت خاطر کا باعث بنا یہاں تك کہ آپ خدا کی طرف سے نزول سکینہ کے محتاج ہوئے_ اس بات سے قطع نظر، دشمن کی طرف سے گھات کا خوف معقول نہیں کیونکہ قریش مطمئن تھے کہ رسول(ص) اللہ ان کے محاصرے میں ہیں اور آپ(ص) ان کے مکر وفریب سے بچ کرہرگز نہیں نکل سکتے پھر حضرت ابوبکر کے پاس کونسا اسلحہ تھا جس کے ذریعے وہ اپنی یا رسول(ص) اللہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی کسی طرح حفاظت کرتے؟

ان باتوں کے ساتھ اس بات کا بھی اضافہ کرتا چلوں کہ حضرت ابوبکر احد، حنین اور خیبر میں بھاگ گئے تھے_ جس کا ہم آگے چل کر انشاء اللہ مشاہدہ کریں گے_ ان کے علاوہ حضرت ابوبکر کی جانب سے کسی شجاعانہ اقدام کا کوئي نام ونشان دکھائي نہیں دیتا_البتہ ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ در اصل جناب ابوبکر دائیں بائیں اور آگے پیچھے اس لئے پھرتے تھے کہ انہیں دلی اطمینان اور مقام امن کی تلاش تھی جو انہیں تو نہیں مل سکی لیکن واقعہ کو تحریف کرکے دوسرے رخ کے ساتھ پیش کیا گیا_

حضرت ابوبکر کی پرزور حمایت کا راز

ہمیں تو تقریباً یقین حاصل ہے کہ ان کوششوں کا مقصد حضرت ابوبکر کی شان میں اس فضیلت کی کمی کو پوری کرنا ہے جو بستر رسول(ص) پر سونے کی وجہ سے حضرت علي(ع) کو حاصل ہوئي اور جس پر اللہ تعالی نے فرشتوں سے اظہارمباہات کیا تھا_ جیساکہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالي_

من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ :

روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جبرئیل (ع) اور میکائیل (ع) سے کہا میں نے تم دونوں کو ايك دوسرے کا بھائي قرار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 326 اور سیرت حلبی ج 2 ص 34 _

دیا_ اور ایك کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی اب تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دے تاکہ وہ زیادہ زندہ رہے؟ جواباً ان دونوں نے زندہ رہنے، کی خواہش کي_
اس وقت پروردگارعالم نے ان سے فرمایا کیا تم دونوں علی ابن ابیطالب(ع) جیسے نہیں بن سکتے؟ میں نے اس کے اور محمد(ص) کے درمیان بھائي چارہ قائم کیا_ پس وہ اس پر اپنی جان قربان کرنے کیلئے اس کے بستر پر سوگیا اور اس کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دی ہے اب تم دونوں زمین پر اترجاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو_
چنانچہ وہ دونوں زمین پر اترآئے_ جبرئیل(ع) ان کے سرکی جانب اور میکائیل ان کے پیروں کی طرف، جبرئیل(ع) یہ پکار رہے تھے "شاباش ہو آپ جیسے افراد پر یا علي(ع) ابن ابیطالب _اللہ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر ومباہات کرتا ہے_ اس وقت اللہ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئي:
(ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ، واللہ رؤوف بالعباد) (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ سورہ بقرہ آیت 207 اور روایت کیلئے رجوع کریں اسد الغابة ج 4 ص 25 و المستجاد (تنوخي) ص 10 و ثمرات الاوراق ص 303 و تفسیر البرہان ج 1 ص 207 و احیاء العلوم ج 3 ص 258 و تاریخ یعقوبی ج 2 ص 39 و کفایة الطالب ص 239 و شواہد التنزیل ج 1 _ص 97 و نور الابصار ص 86 و فصول المہمة (ابن صباغ مالکي) ص 31 و تذکرة الخواص ص 35 از ثعلبی و تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 اور 326، بحار ج 19 ص 39 و 64 اور 80 ثعلبی سے کنز الفوائد سے نیز از فضائل احمد ص 124_125، از الروضة ص 119، المناقب خوارزمی ص 74، ینابیع المودّة ص 92 از ابن عقبہ ، نیز حبیب السیر ج2 ص 11 میں کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ تاریخ اور سیرت کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے _ التفسیر الکبیر ج5 ص 204 ، الجامع لاحکام القرآن ج3 ص 21 ، سیرت حلبی ج3 ص 168 ، سیرہ نبویہ دحلان ج1 ص 159 ، فرائد السمطین ج1 ص 330 ، مستدرک حاکم ج 3 ص4 نیز اسی کے حاشیہ پر تلخیص مستدرک ذہبی بالکل اسی صفحہ پر ، مسند احمد ج1 ص 331 ، دلائل الصدق ج2 ص 81 _ 82 ، المواہب اللدنیہ ج1 ص 60 ، اللوامع ج2 ص 376 ، 375 ، 377 از مجمع البیان ، المباني، ابونعیم ،ثعلبی و غیرہ و از البحر المحیط ج2 ص 118 نیز معارج النبوة ج1 ص 4 و مدارج النبوة ص 79 ، روح المعانی ج2 ص 73 از امامیہ و دیگر افراد، نیز از مرآة المؤمنین ص 45 ، امتاع الاسماع ص 38 ، مقاصد الطالب ص 7 و سیلة النجاة ص 78 ، المنتقی کا زرونی ص 79 مخطوط و دیگر معروف و غیر معروف کتب_ اور امالی شیخ طوسی ج 2 ص 84 سے نقل کیا ہے_ ابن شہر آشوب کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو ثعلبی نے نیز ابن عاقب نے ملحمہ میں، ابوالسعادات نے فضائل عشرہ میں اور غزالی نے احیاء العلوم اور کیمیاء السعادة میں (عمار سے) روایت کیا ہے علاوہ ازیں ابن بابویہ، ابن شاذان، کلیني، طوسي، ابن عقدہ، برقي، ابن فیاض، عبدلي، صفوانی اور ثقفی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس، ابورافع اور ھند ابن ابوھالہ سے روایت کیا ہے_ نیز رجوع کریں الغدیر ج 2 ص 48 (گذشتہ بعض منابع سے)نیز نزهة المجالس ج 2 ص 209 (از سلفي) محمودی نے شواہد تنزیل کے حاشیہ میں، مذکورہ مآخذ میں سے نیز ابوالفتوح رازی (ج 2 ص 152) و غایة المرام باب 45 ص 346 سے نقل کیا ہے اسی طرح سیرت مغلطای ص 31، المستطرف اور کنوز الحقائق ص 31 میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لوگوں میں و ہ بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کا سودا کرتا ہے_ ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے_

اسکافی کہتے ہیں کہ: تمام مفسرین نے روایت کی ہے کہ (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ) والی آیت شب ہجرت حضرت علي(ع) کے بستر (رسول(ص)) پر سونے کے بارے میں اتری ہے_(1)

جھوٹے کامنہ کالا

یہیں سے فضل ابن روزبہان کے اس جھوٹ کا بھی پول کھل جاتا ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت زبیر اور مقداد کے بارے میں نازل ہوئي ہے جب رسول(ص) اللہ نے ان کو اس لئے مکہ بھیجا تھا کہ وہ خبیب بن عدی کو پھانسی کے تختے سے اتاریں_ اس تختے کے اردگرد چالیس مشرکین موجود تھے لیکن ان دونوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اسے اتارا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئي_

اس بات کی تکذیب اسکافی کے مذکورہ بالا بیان کے علاوہ ان مآخذ سے بھی ہوتی ہے جن کا ذکر اس آیت کے حضرت علي(ع) کی شان میں اترنے کے بیان میں ہوا ہے_

شیخ مظفر فرماتے ہیں کہ مفسرین نے اس بات (فضل کی بات) کا ذکر نہیں

کیا یہاں تك کہ سیوطی رازی اور کشاف نے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ رازی نے اپنی تفسیر میں ان کے تمام اقوال کو جمع کیا ہے اور سیوطی نے ان کی تمام روایات کو_

الاستیعاب میں "خبیب" کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ جس شخص کو رسول(ص) اللہ نے (خبیب) کی لاش اتارنے کیلئے بھیجا وہ عمر بن امیہ ضمری تھے_ (2) اس پرمزید تحقیق آئندہ بیان ہوگي_

1_ رجوع کریں شرح نہج البلاغة ج 13 ص 262 _

2_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 2 ص 82 _

ابن تیمیّہ کیا کہتا ہے:

ابن تیمیّہ نے امیرالمؤمنین علیہ السلام کی شان میں اس آیت کے نزول سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں کا اس کے جھوٹ ہونے پر اتفاق ہے اس کے علاوہ حضرت علی (ع) کو صادق (رسول(ص) اللہ) کے اس قول سے "کہ ان کی طرف سے تجھے کوئي پریشانی لاحق نہیں

ہوگي" اطمینان قلبی حاصل ہوگیا تھا_ بنابریں جان کی قربانی یا فداکاری کا مسئلہ ہی در پیش نہ تھا_ یہ آیت سورہ بقرہ میں مذکور ہے جس کے مدنی ہونے پر سب کا اتفاق ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت صہیب کے بارے میں اس وقت نازل ہوئي جب انہوں نے ہجرت کي_ (1)

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ:

الف: اگر حضرت علی (ع) کی بہ نسبت یہ آیت مدنی ہے تو صہیب کے متعلق بھی تو یہ آیت مدنی ہے_ بات تو ایك ہی ہے_

ب: اسکافی معتزلی نے جاحظ کے دعوے "کہ رسول(ص) اللہ نے علي(ع) سے فرمایا (تمہیں کوئي تکلیف نہ پہنچے گي" کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے یہ واضح طورپر جھوٹ اور جعلی حدیث ہے جوبات معروف ہے اور منقول بھي_ وہ یہ ہے کہ آپ(ص) نے حضرت علي(ع) سے فرمایا :"میرے بسترپر سوجاؤاور میری حضرمی چادر اوڑھ لو_ آئندہ یہ لوگ (مشرکین) مجھے نہ پاسکیں گے_ اور میرا بستر نہ دیکھ سکیں گے شاید یہ لوگ تمہیں دیکھ کر صبح تك مطمئن ہوجائیں_ پس جب صبح ہوجائے تو میری امانت کی ادائیگی کے پیچھے چلے جانا"_

جاحظ نے جوبات کی ہے اسے کسی نے نقل نہیں کیا فقط ابوبکر اصم (بہرے) نے اسے گھڑا ہے اور جاحظ نے اس سے اخذ کیا ہے جبکہ اس کی کوئي بنیادہے ہی نہیں_

1_ السيرة الحلبية ج 2 ص 27 _

اگر (رسول(ص) اللہ سے منسوب) یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت علي(ع) کو مشرکین کی طرف سے کوئي تکلیف نہ پہنچتي_ حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انہیں مارا گیا اور انہیں پہچاننے سے قبل ان کی طرف پتھر پھینکے گئے، یہاں تك کہ وہ درد سے پیچ وتاب کھاتے رہے اور انہوں نے ان سے کہا ہم نے تمہارا پیچ وتاب کھانا دیکھا_ (1)

اسکے علاوہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے حضرت علی (ع) سے آپ(ص) کے بستر پر رات گزارنے کے بعد غار میں ملاقات کے دوران امانتوں کو واپس کرنے اور مکہ میں اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو اس وقت فرمایا تھا کہ ان کو کوئي تکلیف نہیں پہنچے گی اور یہ اطمینان دلایا تھا کہ تمہارا یوں اعلان کرنا مشکلات اور مسائل پیدا کرنے کا باعث نہیں بنے گا_

ج: ہماری بات کی دلیل یہ ہے کہ:

1) اگر ابن تیمیہ کی بات درست ہوتی تو پھر ان کا اپنے اس اقدام پر فخر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنے کا کیامطلب رہ جاتا ہے؟ چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت عائشه نے اپنے باپ اور غارمیں رسول(ص) اللہ کے ساتھ ان کی مصاحبت پر فخرکیا تو عبداللہ بن شداد بن الہاد نے کہا:" تیرا علی بن ابیطالب(ع) سے کیا مقابلہ جو تلواروں کے سائے میں رسول(ص) اللہ کی جگہ پر سوگئے"_ یہ سن کر حضرت عائشه خاموش ہوگئي اور ان سے کوئي جواب نہ بن پڑا_ (2)

2) حضرت انس سے منقول ہے کہ حضرت علی (ع) نے اپنے نفس کو قتل ہونے کیلئے آمادہ کرلیا تھا_(3)

3) بلکہ علي(ع) نے خود اس بات کی تصریح فرمائي اور ان اشعار کے ذریعے ہرقسم کے شبہات دور کردیئے جن کا تذکرہ ہوچکا ہے انہوں نے فرمایا تھا:

وقيت بنفسى خير من وطئي الثري ...

میں نے اپنی جان پیش کر کے اس شخص کو بچایا جو اس زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر تھا_

1_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 13 ص 263 _

2_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 62 اور بحار الانوار ج 19 ص 56 (از امالي)

3_ امالی شیخ طوسی اور بحارالانوار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نیز یہ بھی فرمایا_

وبت اراعیہم متی یثبتوننی
وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر
وبات رسول(ص) اللہ فی الغار آمنا
ہناك وفی حفظ الالہ وفی ستر (1)

میں نے رات اس انتظار میں گزاری کہ وہ کب مجھے گرفتار کرتے ہیں_ میں نے اپنے نفس کو قتل یا اسیر ہونے کیلئے آمادہ کر رکھا تھا ادھر رسول(ص) اللہ نے غار میں امن وسکون سے اور اللہ کی پناہ میں چھپ کر رات گزاري_

د:امام علی (ع) ہی سے نقل ہوا ہے کہ "آپ(ص) نے مجھے اپنے بستر پر سونے اور اپنی جان کے بدلے آپ(ص) کی حفاظت کا حکم دیا_ پس میں نے آپ(ص) کی اطاعت میں اس کام کی طرف شتاب کیا_ میں اندر سے خوش تھا کہ آپ(ص) کے بدلے میں قتل ہو جاؤں گا_ یوں آپ(ص) اپنے سفر پر نکل پڑے اور میں آپ(ص) کے بستر پرسوگیا_ قریش کے مرد اس یقین کے ساتھ کہ وہ رسول(ص) اللہ کو قتل کریں گے_ جب گھر میں داخل ہوئے جہاں میں موجود تھا _میرا اور ان کا آمنا سامنا ہواتو میں نے اپنی تلوار سے ان کی خبرلی اور جس طرح میں نے ان سے اپنا دفاع کیا اسے اللہ اور لوگ بخوبی جانتے ہیں"_ پھر انہوں اپنے اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا:" کیا میرا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیان درست نہیں؟" وہ بولے "کیوں نہیں اے امیرالمومنین(ع) "_ (2)
یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے علی (ع) کو مارا اور کچھ دیر قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا_ (3)
ابن تیمیہ کا یہ دعوی کہ جبرئیل کی طرف سے ان کی حفاظت اور اس بارے میں نزول آیت والی روایت تمام محدثین اور سیرت نگاروں کے نزدیك جھوٹی ہے،یہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ ابن تیمیہ کے

1_ نور الابصار ص 86، شواہد التنزیل ج 1 ص 102، مستدرك الحاكم ج 3 ص 4، تلخیص مستدرك (ذہبی) اسی صفحے کے حاشیے پر، نیز امالی شیخ ج 2 ص 83 تذكرة الخواص ص 35 و فرائد السمطین ج 1 ص 330 و مناقب خوارزمی ص 74_75 و فصول المہمة (ابن صباغ) ص 31، بحار الانوار ج 19 ص 63 اور تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 نیز اس شعر کے منابع بھی بہت زیادہ ہیں جن کی جستجو کی گنجائشے نہیں ہے_

2_ بحارالانوار ج 19 ص 45 میں، خصال ج 2 ص 14_15 سے نقل ہوا ہے _

3_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 325 _

علاوہ کسی نے بھی اس روایت کو نہیں جھٹلایا ہے _بنابریں اس نے ان لوگوں کی طرف ایسی بات کی نسبت دی ہے جن کا خود ان کو علم نہیں اور

وہ اس سے بری ہیں بلکہ حاکم اور ذہبی کی طرف سے اس روایت کو صحیح قرار دینے کی بات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں_ اس کے علاوہ ایسے بہت سے لوگوں کا بھی ذکر ہوچکا ہے جنہوں نے بڑے بڑے علماء اور حفاظ سے اس روایت کو بغیر کسی ردوکد کے نقل کیا ہے لیکن ممکن ہے کہ ابن تیمیہ کے شیطان نے اس پر وحی کی ہو کہ وہ ان لوگوں کی طرف ایسی چیز منسوب کرے جس سے وہ بری ہیں_

ھ: حلبی نے ابن تیمیہ کے اعتراض کا یوں جواب دیا ہے_"اس نے امتاع میں یہ نہیں بتایا کہ رسول(ص) اللہ نے حضرت علی (ع) سے مذکورہ بات کہی تھي_ بنابریں ان کا نبي(ص) کی حفاظت کیلئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنا تو واضح ہے اور دوسری طرف سے یہ ممکن ہے کہ مذکورہ آیت ایك دفعہ حضرت علي(ع) کے حق میں اور ایك دفعہ حضرت صہیب کے بارے میں اتری ہواس صورت میں حضرت علي(ع) کے بارے میں لفظ شراء سے مراد بیچنا ہوگا یعنی انہوں نے اپنی جان نبي(ص) کی جان کے بدلے بیچ دی اور حضرت صہیب کے بارے میں اس لفظ سے مراد "خریدنا" ہوگا_ صہیب نے مال دے کر اپنی جان خرید لي_ رہا اس آیت کا مکی ہونا تو یہ بات سورہ بقرہ کے مدنی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا آیات کی اکثریت کے پیش نظر ہوتا ہے_(1)

لیکن حلبی کے اس جواب کی بعض باتیں قابل تنقید ہیں کیونکہ لفظ شراء "کو ایك دفعہ بیچنے" کے معنی میں اور ایك دفعہ خریدنے کے معنی میں استعمال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كرناقابل قبول نہيں كيونكہ لفظ مشترك كے ايك سے زيادہ معانى ميں استعمال كا موجب بنتا ہے جبكہ علماء كى ايك جماعت نے اس سے منع كيا ہے_ علاوہ ازيں صہيب كو اپنا مال خرچ كرنے كى وجہ سے دوسروں پر كوئي ترجيح حاصل نہيں ہوتي_ كيونكہ بہت سے مہاجرين ہجرت كے باعث اپنے اموال سے ہاتھ دھو بيٹھے تھے_ وہ ان كو مشركين كے پاس چھوڑ كر راہ خدا ميں مكہ سے نكل گئے تھے_

1_ السيرة الحلبية ج 2 ص 27 _

319

صہيب كا واقعہ اور ہمارا نقطہ نظر

نقل كرتے ہيں كہ جب رسول(ص) اللہ نے غار كى طرف حركت كا ارادہ فرمايا تو حضرت ابوبكر كو دو يا تين بار صہيب كے پاس بھيجا_ انہوں نے صہيب كو نماز پڑھتے پايا چنانچہ انہيں اچھا نہ لگا كہ وہ نماز توڑ ديں_ جب واقعہ ہوچكا تو صہيب حضرت ابوبكر كے گھر آئے اور اپنے دونوں بھائيوں (ابوبكر اور رسول(ص) اللہ) كے بارے ميں پوچھا_ چنانچہ انہيں واقعے كے بارے ميں بتايا گيا_ نتيجتاً وہ اكيلے ہى ہجرت كيلئے آمادہ ہوگئے ليكن

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مشركين نے انہيں نہ چھوڑا يہاں تك كہ انہوں نے اپنا مال ومتاع ان كے حوالے كرديا_ جب قباء كے مقام پر رسول(ص) اللہ كے ساتھ مل گئے تو آپ(ص) نے فرمايا صہيب فائدے ميں رہا صہيب فائدے ميں رہا_ يا فرمايا اس كى تجارت سود مند رہى چنانچہ خداوند عالم نے يہ آيت اتارى (ومن الناس من يشرى نفسہ ابتغاء مرضات اللہ) (1)

اس روايت كے الفاظ مختلف ہيں جيساكہ تفسير درمنثور اور ديگر تفاسير كى طرف رجوع كرنے سے معلوم ہوتا ہے _يہاں اتنا كہناہى كافى ہے كہ ان ميں سے ايك روايت كے مطابق يہ آيت اس وقت اترى جب مشركين نے صہيب كو سزا دينے كيلئے پكڑ ليا_ اور صہيب نے كہا ميں ايك بے ضرربوڑھا آدمى ہوں خواہ ميرا تعلق تم سے ہو يا تمہارے غير سے_ كيا تم ميرا مال ليكر مجھے اپنے دين كے معاملے ميں آزاد نہيں چھوڑ سكتے؟ نتيجتاً انہوں نے ايسا ہى كيا_ (2)

ايك اور روايت نے اس كا تذكرہ اس واقعے كى طرح كيا ہے جو حضرت علي(ع) كے ساتھ ہجرت كے وقت پيش آيا يعنى جب مشركين انكى دھمكى سے ڈر كر واپس چلے گئے تھے_ (3)

1_ الاصابة ج 2 (صہيب كے ذكر ميں)، السيرة الحلبية ج 2 ص 23 و 24، الدر المنثور ج 1 ص 204 از ابن سعد، ابن ابى اسامہ، ابن منذر، ابن ابى حاتم و ابونعيم " الحلية " ميں اسى طرح ابن عساكر، ابن جرير، طبراني، حاكم، بيہقى در الدلائل اور ابن ابى خيثمہ سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(عبارات مينكچھ اختلاف ہے) _

2_ السيرة الحلبية ج 3 ص 168 _

3_ السيرة الحلبية ج 3 ص 168 _

ليكن يہ قصہ صحيح نہيں كيونكہ:

1) رسول(ص) الله كا ان حالات ميں صہيب كے پاس تين بار حضرت ابوبكر كو بھيجنا معقول بات نہيں خصوصاً ان حالات ميں جبكہ انہى كے بقول مشركين رسول(ص) الله كے ساتھ حضرت ابوبكركو بھى تلاش كررہے تھے اور انہيں تلاش كرنے والے كيلئے سو اونٹوں كاانعام مقرر كيا تھا(1)_(اگرچہ ہمارى نظر ميں يہ بھى درست نہيں جيساكہ آپ آئندہ صفحات ميں مشاہدہ كريں گے) ليكن بہرحال اس بات ميں شك كى گنجائشے نہيں كہ قريش كى كوشش اس لئے تھى كہ حضرت ابوبكر كے ذريعے رسول(ص) الله كا سراغ لگايا جائے_

2) حالت نماز ميں صہيب كو رسول(ص) الله كا پيغام پہنچانے سے ان كى نماز كيوں ٹوٹتى كيونكہ حضرت ابوبكر كيلئے يہ ممكن تھا كہ اپنى بات صہيب سے كہتے اور ان كى نماز توڑے بغير لوٹتے يا ايك دو منٹ ٹھہر كر اس كا نماز سے فارغ ہونے كا انتظار كر ليتے_ پھر اس قسم كا اتفاق نہايت ہى كم ہوتا ہے_لہذا كيسے ہوسكتاہے كہ وہ دو يا تين بار آئيں اور صہيب پھر بھى مشغول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نماز ہوں_

3) کیا وجہ ہے کہ رسول(ص) اللہ نے صہیب کو تو اہمیت دی لیکن دوسرے بے چارے مسلمانوں کو نظر انداز کردیا؟ (جن کے اوپر قریش ہرقسم کا تشدد روا رکھتے تھے) اور ان کے پاس تین بار تو کیا ایك بار بھی کسی کو نہ بھیجا؟ کیا یہ بات امت کے بارے میں آپ(ص) کے عادلانہ رویہ اور عطوفت ومہربانی سے ہم آہنگ ہے؟ ہاں مگر یہ کہا جائے کہ شاید صہیب کے علاوہ دوسرے مسلمانوں پر مشرکین کی کڑی نظر تھی یا یہ کہ صہیب دوسروں سے زیادہ گرفتار بلا تھے یا اسی طرح کے دیگر احتمالات جن کی طرف بعض لوگوں نے اشارہ کیا ہے_

4) ہم بعض ایسی روایات بھی پاتے ہیں جن کے مطابق حضرت ابوبکر نے (نہ کہ رسول(ص) اللہ نے) صہیب سے کہا تھا اے صہیب تیری تجارت سود مند رہی (1) جیساکہ ابن ہشام نے بھی اس واقعے کو ذکر کیا ہے لیکن اس نے نزول آیت کا تذکرہ نہیں کیا_ (2)

1_تاریخ الخمیس ج1 ص 330 سیرت حلبی ج 2 ص 39 البدایہ والنہایہ ج3 ص 182 اور ارشاد الساری ج6 ص 218_

2_ مجمع البیان ج 6 ص 361، بحار الانوار ج 19 ص 35، السیرة الحلبیة ج 2 ص 24 نیز ملاحظہ ہو صفین (منقري) ص 325__

3_ سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 121 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ايك اور روايت ميں ہے كہ يہ آيت مقداد اور زبير كے بارے ميں اترى تھي_ جب وہ خبيب كى لاش سولى سے اتارنے مكہ گئے تھے_ (3)

5) آيت ميں اس شخص كى تعريف ہوئي ہے جو اپنى جان كو راہ خدا ميں فدا كرے نہ اس شخص كى جو اپنا مال قربان كرے جبكہ صہيب والى روايت مؤخر الذكر سے متعلق ہے نہ كہ اول الذكر كے متعلق_

6)جيساكہ ہم پہلے بھى عرض كرچكے ہيں فقط صہيب نے ہى راہ خدا ميں اپنا مال نہيں ديا تھا لہذا يہ اعزاز فقط ان كے ساتھ كيسے مختص ہوسكتا ہے_

7) يہى لوگ نقل كرتے ہيں كہ رسول(ص) الله كى ہجرت كے بعد حضرت علي(ع) اور حضرت ابوبكر كے علاوہ كوئي مہاجر مكے ميں نہ رہا مگر وہ جو كسى كى قيد ميں يا كسى مشكل ميں مبتلا تھے_ (4)

8) وہ روايت جو كہتى ہے كہ صہيب بوڑھے تھے اور مشركين كيلئے بے ضرر تھے خواہ ان كے ساتھ ہوں يا دوسروں كے ساتھ، وہ صحيح نہيں ہوسكتى كيونكہ صہيب كى وفات سنہ 38 يا 39 ہجرى ميں ستر سال كى عمر ميں ہوئي_ (1) بنابريں ہجرت كے وقت ان كى عمر 31 يا 32 سال بنتى ہے_ اس لحاظ سے وہ اپنى جوانى كے عروج پر تھے اورانكى عمر وہ نہ تھى جو مذكورہ جعلى روايت بتاتى ہے_

يہ سارى باتيں ان تضادات كے علاوہ ہيں جو صہيب سے مربوط روايات كے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

درمیان موجود ہیں_علاوہ ازیں ان روایات میں سے بعض میں صہیب کے حق میں نزول آیت کا ذکر نہیں ہوا _نیز یہ روایات یا تو خود صہیب سے ہی مروی ہیں یا ایسے تابعی سے جس نے رسول(ص) اللہ کا زمانہ نہیں دیکھا مثال کے طور پر عکرمہ، ابن مسیب اور ابن جریح_ ہاں فقط ایک روایت ابن عباس سے مروی ہے جو ہجرت سے صرف تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے_

1_ سیرہ حلبی ج 3 ص 168 _

2_ سیرہ ابن ہشام ج 2 ص 123 اور سیرہ مغلطای ج 31 _

3_ الاصابة ج 2 ص 196 _

322

یاد رہے کہ صہیب کا تعلق رسول(ص) اللہ کے بعد حکمراں طبقے کے حامیوں اور امیرالمؤمنین(ع) علیہ السلام کی بیعت سے انکار کرنے والوں میں سے تھا_ وہ اہلبیت رسول(ص) (علیہم السلام) سے عداوت رکھتا تھا_ (1) شاید صہیب کی ہجرت کے ذکر سے ان کا مقصد یہ ہو کہ جو فضیلت صرف حضرت علی (ع) کے ساتھ خاص ہے اور ان کے لئے ہی ثابت ہے اسے صہیب کے لئے بھی ثابت کریں یوں وہ ایک تیر سے دوشکار کرنا چاہتے تھے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیونکہ ان کے شیطانوں نے انہیں یہ مکھن لگا یا کہ علی (ع) تو خسارے میں رہے جبکہ آپ (ع) کے دشمن فائدے میں رہے_

ہ:رہا ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ سورہ بقرہ مدنی ہے_ اگر وہ آیت علي(ع) کے حق میں اتری ہوتی تو اس سورہ کو مکی ہونا چاہیئے تھا_ اس کا جواب واضح ہے کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مذکورہ آیت شب ہجرت ہی اتری تھی (جب حضرت علی (ع) بستر نبي(ص) پر سوئے تھے) تو ظاہر ہے کہ اس وقت رسول(ص) خدا غار میں تھے اور آپ(ص) کے ساتھ سوائے حضرت ابوبکر کے اور کوئي نہ تھا_ بنابر ایں آنحضرت (ص) کو مدینہ پہنچ کر وہاں ساکن ہونے سے پہلے نزول آیت کے اعلان کا موقع ہی نہ مل سکا_ اس کے بعد مناسب موقعے پر آپ(ص) کو اپنے چچازاد بھائي اور وصی کی اس عظیم فضیلت کے اظہار کی فرصت ملي_ اس لحاظ سے اگر اس آیت کو مدنی اور سورہ بقرہ کا جز سمجھ لیا جائے تو اس میں اعتراض والی کونسی بات ہے؟ جبکہ سورہ بقرہ ،جیساکہ سب جانتے ہیں ہجرت کے ابتدائي دور میں نازل ہوا تھا_اس کے علاوہ اگر کسی مکی آیت کو کسی مدنی سورہ کا حصہ بنا دیا جائے تو اس میں کوئي حرج ہے کیا؟

ادھر حلبی کا یہ بیان کہ یہ آیت دوبار نازل ہوئي، ایك بے دلیل بات ہے بلکہ مذکورہ دلائل اس بات کی نفی کرتے ہیں_

ابوبکر کو صدیق کا لقب کیسے ملا؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خدائے تعالی نے واقعہ غار میں حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب دیا جیساکہ

1_ رجوع کریں قاموس الرجال ج 5 ص 135_137 (حالات صہیب) _

"شواھد النبوة" نامی کتاب میں یوں منقول ہے: "جب اللہ نے اپنے رسول(ص) کو ہجرت کی اجازت دی تو آپ(ص) نے جبرئیل (ع) سے پوچھا میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ حضرت جبرئیل(ع) نے کہا ابوبکر صدیق"_ (1)

لیکن ہمارے نزدیك یہ بات مشکوك ہے کیونکہ:

الف: حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب دینے کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے_ اس کے سبب اور وقت کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں_ کوئي یہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ غار ثور میں ہوا (جیساکہ یہاں ذکر ہوا) اور کوئي کہتا ہے کہ جب نبی کریم(ص) نے معراج کے سفر سے واپس آکر لوگوں کو بیت المقدس کے بارے میں بتایا اور حضرت ابوبکر نے اس سلسلے میں آپ(ص) کی تصدیق کی تو یہ لقب ملا_ (2)

تیسرے قول کے مطابق بعثت نبوی کے دوران جب حضرت ابوبکر نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ(ص) کی تصدیق کی تو یہ لقب حاصل ہوا_ (3)
چو تھا قول یہ ہے کہ جب رسول(ص) اللہ نے آسمانوں کی سیر فرمائي تو آپ(ص) نے وہاں بعض جگہوں پر حضرت ابوبکر کا لقب "صدیق" لکھا ہوا دیکھا(4) پھر نہیں معلوم کون سی بات صحیح ہے_
ب: ہمارے ہاں متعدد روایات موجود ہیں جو سند کے لحاظ سے صحیح "یا حسن" ہیں_ ان کا ذکر دسیوں مآخذ میں موجود ہے_ یہ روایات صریحاً کہتی ہیں کہ "صدیق" سے مراد امیر المؤمنین علي(ع) ہیں نہ کہ حضرت ابوبکر_ ان میں سے چند ایك کاہم یہاں ذکر کرتے ہیں_
1) امام علی (ع) سے سند صحیح (امام بخاری ومسلم کے معیار کے مطابق) کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں خدا کا بندہ اور رسول(ص) کا بھائي ہوں، میں ہی صدیق اکبر ہوں_ میرے بعد اس بات کا دعوی کوئي

1_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 323، شواہد النبوۃ سے اور السیرۃ الحلبیۃ ج 2 ص 29 _

3،2_ السیرۃ الحلبیۃ ج 2 ص 29 اور ج 1 ص 273 وغیرہ واقعہ معراج میں اس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس کے بعض مآخذ کا بھي_

4 _ کشف الاستار ج3 ص 163، مسند احمد ج 4 ص 343، مجمع الزوائد ج9 ص 41 ، تہذیب التہذیب ج5 ص 38 اور الغدیر ج5 ص 326 ، 303 از تاریخ الخطیب_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نہ کرے گا مگر وہ جو سخت جھوٹا اور افترا پرداز ہوگا میں نے دیگر لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے"_(1)

بظاہر حضرت علی (ع) کی مراد یہ ہے کہ آپ (ع) سن رشد کو پہنچنے کے بعد اور بعثت سے قبل کے زمانے سے اسلام کے عام ہونے اور " فاصدع بما تؤمر " والی آیت کے نزول تك رسول (ص) اللہ کے ساتھ دین حنیف کے مطابق عبادت کرتے تھے_ یوں ابن کثیر کایہ کہنا کہ" یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت علي(ع) لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھتے؟ لہذا یہ بات بالکل نامعقول ہے" (2) باطل ہوجاتا ہے_

2) قرشی نے شمس الاخبار میں ایك لمبی روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے شب معراج حضرت علي(ع) کو صدیق اکبر کا لقب دیا_ (3)

3) ابن عباس سے منقول ہے کہ صدیق تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار صاحب آل یاسین، اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام_ ان میں سے تیسرا سب سے افضل ہے_

اسی مضمون سے قریب قریب وہ روایت ہے جو سند حسن کے ساتھ ابولیلی غفاری سے منقول ہے جیساکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ مستدرك الحاكم ج 3 ص 112 و تلخيص مستدرك (ذہبي) اسی صفحے کے حاشیے میں نیز الاوائل ج 1 ص 195، فرائد السمطین ج 1 ص 248 و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 228 اور ج 1 ص 30، البداية و النہاية ج 3 ص 26، الخصائص (نسائي) ص 46 (ثقہ راویوں سے) سنن ابن ماجہ ج 1 ص 44 (صحیح سند کے ساتھ) تاریخ طبری ج 2 ص 56، الکامل (ابن اثیر) ج 2 ص 57، ذخائر العقبی ص 60 از خلفی و الارحاد و المثانی (خطی نسخہ نمبر 235 کوپرلی لائبریري) و معرفة الصحابة (مصنفہ ابونعیم خطی نسخہ نمبر 497 کتابخانہ طوپ قپوسراي) ج 1 تذکرة الخواص ص 108 (ازاحمد در مسندالفضائل) حاشیہ زندگی نامہ امام علي(ع) (تاریخ ابن عساکر بہ تحقیق محمودي) ج 1ص 44_45 نقل از کتاب المصنف ابن ابی شیبہ ج 6 ورق نمبر 155الف کنزالعمال ج 15 ص 107 (طبع دوم) از ابن ابی شیبہ و نسائي و ابن ابی عاصم (السنة میں) و عقیلی و حاکم و ابونعیم نیز عقیلی کی کتاب الضعفاء ج 6 صفحہ نمبر 139 سے علاوہ ازیں معرفة الصحابة (ابونعیم) ج 1 ورق نمبر 22 الف و تہذیب الکمال (مزي) ج 14 ورق نمبر 193 ب اور از تفسیر طبري، مسند احمد (الفضائل میں حدیث نمبر 117) سے وہ احقاق الحق ج 4 ص 369 اسی طرح میزان الاعتدال ج 1 ص 417 ج 2 ص 11 اور 212 سے، الغدیر ج 2 ص 314 میں مذکورہ مآخذ میں سے کئي ایك نیز ریاض النضرة ص 155_158 اور 127 سے منقول ہے نیز مراجعہ ہو اللآلی المصنوعة ج1 ص 321_

2_ البداية و النہاية ج 3 ص 26 _

3_ الغدیر ج 2 ص 313_314_

سیوطی نے بھی اس کی تصریح کی ہے_ (1) اسی طرح حسن بن عبد الرحمان بن ابولیلی سے بھی منقول ہے_(2) بنابریں رسول(ص) اللہ کا صدیقین کو فقط تین افراد میں منحصر کرنا اس بات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے منافی ہے کہ حضرت ابوبکر کو بھی صدیق کانام دیا جائے_ اس طرح سے تو تین کی بجائے چار ہوجائیں گے یوں حصر غلط ٹھہرے گا_

4) معاذہ کہتی ہیں "میں نے علی (ع) سے (بصرہ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے)سنا کہ انہوں نے فرمایا:"میں ہی صدیق اکبر ہوں_ میں ابوبکر کے مسلمان ہونے سے پہلے مومن تھا اور ابوبکر کے قبول اسلام سے پہلے اسلام لا چکا تھا" (3)بظاہر لگتا یہی ہے کہ آپ (ع) حضرت ابوبکر کے لوگوں کے درمیان معروف ہونے والے

1_ جامع الصغير ج 2 ص 50 از كتاب معرفة الصحابة (ابونعيم) ابن نجار، ابن عساكر و صواعق محرقہ (مطبوعہ محمديہ) ص 123 اور تاريخ بغداد ج 14 ص 155، شواہدالتنزيل ج 2 ص 224 و ذخائرالعقبى ص 56 و فيض القدير ج 4 ص 137، تاريخ ابن عساكر حالات امام علي(ع) بہ تحقيق محمودى ج 2 ص 282 اور ج 1 ص 80، كفايہ الطالب ص 123_187 اور 124، الدرالمنثور ج 5 ص 262 از تاريخ بخاري، ابوداؤد، ابونعيم، ديلمي، ابن عساكر اور رازى (سورہ مومن كى تفسير ميں)، منافب خوارزمى ص 219 و مناقب امام على (ابن مغازلي) ص 246_247 و معرفة الصحابة (ابونعيم) قلمى نسخہ نمبر 497 كتابخانہ طوپ قپوسراي، نيز كفاية الطالب كے حاشيہ ميں كنز العمال (ج6 ص 152) سے بواسطہ طبراني، ابن مردويہ اور رياض النضرة ج 2 ص 152 و گذشتہ مآخذ ميں سے چند ايك كا محمودى نے تاريخ ابن عساكر ميں امام علي(ع) كے حالات زندگى كے حاشيے ميں ذكر كيا ہے، رجوع كريں ج 1 ص 79_80، مذكورہ مآخذ ميں سے بعض سے منقول ہے نيز از سيف اليمانى المسلول ص 49 و الفتح الكبيرج ص 202 و غاية المرام ص 417 _647و مناقب على امام احمد كى كتاب الفضائل ميں حديث نمبر 194_239 نيز مشيخ-ة البغدادية (سلفي) ورق نمبر 9 ب اور 10 ب و الغدير ج 2 ص 312 مذكورہ مآخذ سے نيز حاشيہ شواہد التنزيل از الروض النضير ج 5 ص 368 سے منقول ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ مناقب خوارزمی حنفی ص 219 _

3_ ذخائر العقبی ص 56 از ابن قتیبہ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج 13 ص 228، انساب الاشراف (محمودی کی تحقیقات کے ساتھ) ج 2 ص 146 و الآحاد المثانی (قلمی نسخہ نمبر 235 کتابخانہ کوپرلي) البدایة و النہایة ج 7 ص 334، المعارف (ابن قتیبہ) ص 73_74، الغدیر ج 2 ص 314 جو گزشتہ مآخذ میں سے بعض نیز ابن ایوب اور عقیلی سے بواسطہ کنز العمال ج 6 ص 405 چاپ اوّل مروی ہے_ نیز رجوع کریں الغدیر ج 3 ص 122 از استیعاب ج 2 ص 460 و از مطالب السئول _ ص 19 (جس میں کہا گیا ہے کہ آپ اکثر اوقات اس بات کا تکرار فرماتے تھے)، نیز الطبری ج 2 ص 312 از ریاض النضرة ج 2 ص 155 اور 157 اور عقد الفرید ج 2 ص 275 سے_

ابن عباس اور ابویعلی غفاری والی بات کے بارے میں رجوع کریں_ الاصابة ج 4 ص 171 اور اس کے حاشیے الاستیعاب ج 4 ص 70 1 اور میزان الاعتدال ج 2 ص 3 اور 417 کی طرف_

لقب کی نفی کرنا چاہتے ہیں_

5) حضرت ابوذر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کہا :"ہم نے رسول(ص) اللہ کو علي(ع) سے یہ فرماتے سنا کہ انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی یفرق بین الحق والباطل یعنی تمہی صدیق اکبر ہو اور تمہی حق وباطل کے درمیان فرق کو واضح کرنے والے فاروق ہو"_ (1) اسی روایت سے تقریبا مشابہ روایت ابولیلی غفاری سے مروی ہے_

6) حضرت ابوذراور حضرت سلمان سے منقول ہے کہ رسول(ص) اللہ نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت علي(ع) كا ہاتھ پكڑكرفرمايا:" يہ سب سے پہلا شخص ہے جو مجھ پر ايمان لے آيا_ يہى شخص سب سے پہلے روز قيامت مجھ سے مصافحہ كرے گا_ صديق اكبر يہى ہے اوريہى اس امت كا فاروق ہے جو حق وباطل كے درميان فرق كو واضح كرے گا"_ (2)

7) ام الخير بنت حريش نے صفين ميں ايك طويل خطبے ميں اميرالمومنين(ع) كو "صديق اكبر" كے نام سے ياد كيا ہے_ (3)

8) محب الدين طبرى كہتے ہيں كہ رسول(ص) الله نے حضرت علي(ع) كو صديق كانام ديا_ (4)

1_ شرح نہج البلاغة معتزلى ج 13 ص 228، فرائد السمطين ج 1 ص 140 نيز تاريخ ابن عساكر (حالات زندگى امام علي(ع) باتحقيق محمودي) ج 1 ص 76_78 (كئي ايك سندوں كے ذريعہ سے) اس كے حاشيے جاحظ كى كتاب عثمانيہ كے جواب ميں (جو اس كے ساتھ مصر ميں چھپى ہے) اسكافى سے ص 390 پر منقول ہے_ نيز رجوع كريں اللئالى المصنوعة ج 1 ص 324 وملحقات احقاق الحق ج 4 ص 29_31 اور 34، الغدير ج 2 ص 313 از رياض النضرة ج 2 ص 155 از حاكمى و از شمس الاخيار (قرشي) ص 30 و از المواقف ج 3 ص 276 و از نزهة المجالس ج 2 ص 205 و از حمويني ...

2_ مجمع الزوائد ج 9 ص 102 از طبرانى اور بزار، الغدير ج 2 ص 313 و ج10 ص49 از بزار اور كفاية الطالب ص 187 بواسطہ ابن عساكر، شرح نہج البلاغة(معتزلي) ج 13 ص 228 اور اكمال كنز العمال ج 6 ص 156 بيہقي، ابن عدي، حذيفہ، ابوذر اور سلمان سے منقول نيز الاستيعاب ج2 ص 657 والاصابہ ج4 ص 171 سے بھى منقول ہے _

3_ العقد الفريد مطبوعہ دار الكتاب ج 2 ص 117، بلاغات النساء ص 38، الغدير ج2 ص313 ميں ان دونوں سے نيز صبح الاعشى ج 1

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ص 250 اور نہاية الارب ج 7 ص 241 سے نقل كيا گيا ہے_

4_ الغدير ج 2 ص 312 از الرياض النضرة ج 2 ص 155 وغيره _

9) خجندى كا كہنا ہے كہ وہ (حضرت علي(ع)) يعسوب الامہ اور صديق اكبر كے لقب سے ياد كئے جاتے تھے_ (1)

10) ايك اور روايت ميں مذكور ہے "پس عرش كے اندر سے ايك فرشتہ انہيں جواب ديتا ہے اے انسانو يہ كوئي مقرب فرشتہ نہيں نہ كوئي پيغمبراور نہ عرش كو اٹھانے والا ہے_ يہ تو صديق اكبر علي(ع) ابن ابيطالب ہيں ..." (2)

11) قرآن كى آيت (اولئك ہم الصديقون) حضرت علي(ع) كے بارے ميں نازل ہوئي_ اسى طرح (الذى جاء بالصدق وصدق بہ) والى آيت نيز (اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين ...) والى آيت بھى حضرت علي(ع) كے حق ميں اترى ہيں_ (3)

12) انس كى ايك روايت ميں مذكور ہے "واما علي(ع) فہو الصديق الاكبر" ... (4)

يعنى حضرت علي(ع) ہى صديق اكبر ہيں_

گذشتہ باتوں كى روشنى ميں ہم اس نتيجے پر پہنچتے ہيں كہ "صديق" كا لقب امام علي(ع) ہى كے ساتھ مختص ہے كسى اور كيلئے اس كا اثبات ممكن نہيں_

علاوہ ان باتوں کے علامہ امینی نے "الغدیر" کی پانچویں جلد کے صفحہ نمبر 327، 328، 321، 334اور 35 نیز ساتویں جلد کے صفحہ نمبر 244، 245 اور 246 پر ایسی روایات کا تذکرہ کیا ہے جن کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق کہلائے گئے ہیں_ اس کے بعد جواباً حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ ان کے جعلی اور بے بنیاد ہونے میں

1_ الغدیر ج 2 ص 312 از الریاض النضرة ج 2 ص 155 وغیرہ _

2_ کنز العمال ج 15 ص 134 چاپ دوم_

3_ بطور مثال رجوع کریں : شواهد تنزیل ج 1 ص 153_154_155 ، اور ج 2 ص 120 اس کے حاشیوں میں متعدد مآخذ مذکور ہیں_ نیز حالات امام علي(ع) در تاریخ دمشق بہ تحقیق محمودی ج 2 ص 418 اور اس کے حاشیے ملاحظہ ہوں_ نیز مناقب ابن مغازلی ص 269، غاية المرام ص 414، كفاية الطالب ص 333، منہاج الكرامة (حلي)، دلائل الصدق (شيخ مظفر) ج 2 ص 117، درالمنثور ج 5 ص 328 اور دسیوں دیگر مآخذ_

4_ مناقب خوارزمی حنفی ص 32 _

کسی قسم کاشك باقی نہیں رہتا کیونکہ بڑے بڑے ناقدین اور محدثین مثال کے طور پر ذہبي، خطیب، ابن حبان، سیوطي، فیروز آبادی اور عجلونی وغیرہ نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان کے جعلی اور بے بنیاد ہونے کی تصدیق کی ہے_ جو حضرات اس مسئلے سے آگاہی کے خواہشمند ہوں وہ الغدیر کی طرف رجوع کریں جس میں تحقیق کی پیاس بجھانے اورشبہات کا ازالہ کرنے کیلئے کافی مواد موجود ہے_

یہ القاب کب وضع ہوئے؟

بظاہر یہ اور دیگر القاب اسلام کے ابتدائي دور میں ہی چوری ہوئے یہاں تك کہ امیرالمومنین امام علي(ع) منبر بصرہ سے یہ اعلان کرنے اور بار بار دہرانے پر مجبورہوئے کہ آپ ہی صدیق اکبر ہیں نہ کہ ابوبکر اور جوبھی اس لقب کا دعویدار ہو وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے لیکن طویل عرصے تك امت کے اوپر حکم فرما اور ان کے افکار واہداف پر مسلط رہنے والی سیاست کے باعث یہ القاب انہی افراد کیلئے استعمال ہوتے رہے اور کوئي طاقت ایسی نہ تھی جو اس عمل سے روکتی یا کم از کم مثبت اور پرامن طریقے سے اس پر اعتراض کرتي_

دو سواریاں

کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کرنا شروع کی اور رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ آپ(ص) بھی خدا کی طرف سے اجازت کی امید رکھتے ہیں تو حضرت ابوبکر نے اپنی جان رسول(ص) خدا کیلئے وقف کردی اور آٹھ سو درہم میں دو سواریاں خریدیں_ (وہ ایك مالدار شخص تھے) اور انہیں چار ماہ (1) یا چھ ماہ (2) تك (اختلاف اقوال

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی بنا پر) پھول کے پتے یا درختوں کے جھاڑے ہوئے پتے کھلاتے رہے_

1_ ملاحظہ ہو: الوفاء الوفاء ج1 ص 237 ، الثقات (ابن حبان) ج1 ص 117 ، المصنف (عبدالرزاق) ج5 ص 387 اور بہت سے دیگر مآخذ _ حضرت ابوبکر کے صاحب مال ہونے کے متعلق مراجعہ ہو سیرہ ابن ہشام ج1 ص 128_

2_ نور الابصار ص 16 از الجمل (علی الھزیمہ) و کنز العمال ج8 ص 334 از بغوي(سند حسن کے ساتھ عائشه سے)_

پھر جب رسول(ص) اللہ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو یہ دونوں سواریاں آپ (ص) کو پیش کیں لیکن آپ(ص) نے قیمت اداکئے بغیر ان کو لینے سے انکار کیا_ لیکن ہماری نظر میں چار ماہ یا چھ ماہ تك سواریوں کو چارہ کھلاتے رہنے والی بات صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ:

1) رسول(ص) اللہ نے اپنی ہجرت سے فقط تین ماہ قبل اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا تھا_ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ تحقیق کی رو سے آپ(ص) نےہجرت سے اڑھائي مہینے قبل ایسا کیا (1)، بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیعت عقبہ ہجرت سے دوماہ اور چند دن پہلے ہوئي تھی (2) اور آپ(ص) نے اپنے اصحاب کو اس کے بعد ہجرت کا حکم دیا جیساکہ معلوم ہے_ بنابریں رسول(ص) خدا کی طرف سے اصحاب کو ہجرت کا حکم ملنے کے بعد چھ یا

چار ماه تك حضرت ابوبكر كيونكر ان سواريوں كو پالتے رہے؟

2) ايك روايت صريحاً كہتى ہے كہ اميرالمؤمنين علي(ع) نے رسول(ص) الله كيلئے تين اونٹ خريدے اور اريقط بن عبدالله كو مزدورى ديكر ان اونٹوں كو غار سے نكلنے كى رات رسول(ص) الله كى خدمت ميں بھيجا_ (3) البتہ ممكن ہے انہوں نے يہ اونٹ حضرت ابوبكر سے خريدے ہوں اور ان كو اپنى تحويل ميں لينے كے بعد اريقط كے ہمراه پيغمبر(ص) اكرم كے پاس بھيجے ہوں_

حقيقت حال

ليكن حقيقت يہ ہے كہ جب ان لوگوں نے ديكھا كہ رسول(ص) الله نے قيمت ادا كئے بغير حضرت ابوبكر سے وه سوارياں نہيں ليں تو انہيں اس ميں خليفہ اول كى سبكى نظر آئي_ اس كے مقابلے ميں انہوں نے ديكھا كہ حضرت علي(ع) نے الله كى راه ميں اپنى جان كا نذرانہ پيش كيا تو انہوں نے اس كے بدلے حضرت ابوبكر كيلئے يہ فضيلت تراشى كہ وه اس قدر طويل عرصے تك ان سواريوں كو چاره كھلاتے رہے_

1_ فتح البارى ج 7 ص 183اور 177 و السيرة الحلبية ج 2 ص 25_ 55_

2_ سيرة مغلطاى ص 32 وفتح البارى ج 7 ص 177 نيز ملاحظہ ہوالثقات لابن حبان ج 1 ص 113 و غيره _

3_ تاريخ ابن عساكر ج 1 ص 138 (امام علي(ع) كے حالات ميں محمودى كى تحقيقات كے ساتھ) اور در منثور نيز تيسير المطالب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ص75 البتہ اس میں آیاہے کہ آپ (ع) نے تین سواریاں کرایہ پر لیں_

ان معروضات کی روشنی مینیہ معلوم ہوا کہ رسول(ص) اللہ کا ان دو سواریوں کو خریدنا یا امیرالمؤمنین کا تین سواریاں خریدنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول(ص) اللہ کے خرچے پر سفر کیا نہ کہ اپنے خرچے پر_

خانہ ابوبکر کے دروازے سے خروج

کہتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ ابوبکر کے گھرکے عقبی دروازے سے نکل کر غار کی طرف روانہ ہوگئے جیساکہ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں اس بات کی تصریح ہوئي ہے(1)_ بخاری میں مذکور ہے کہ (آپ(ص) ظہر کے وقت ابوبکر کے پاس گئے اور وہاں سے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے)(2)_ یہاں ہم یہ عرض کریں گے کہ:

1_ حلبی نے اس بات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: "زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ(ص) اپنے گھرسے ہی (غار کی طرف) روانہ ہوئے" _(3)

2_ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ حضرت ابوبکر نبی اکرم(ص) کے گھر آئے تو حضرت علي(ع) کو آپ(ص) کی جگہ سوتے ہوئے پایااور حضرت علي(ع) نے ان کو رسول(ص) اللہ کی روانگی سے مطلع کیا اور فرمایا کہ آپ(ص)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بئر میمون (ایك كنویں كا نام) كی طرف چلے گئے ہیں_ پس وہ راستے میں آپ(ص) سے جاملے_ بنابریں یہ كیسے ہوسكتا ہے كہ وہ دونوں ابوبكر كے گھر كے عقبی دروازے سے غار كی طرف روانہ ہوئے ہوں؟ اور وہ بھی ظہر كے وقت؟

3_ان تمام باتوں سے قطع نظر ساری روایات كہتی ہیں كہ مشركین حضور(ص) كے گھر كے دروازے پر صبح تك بیٹھے رہے اور آپ(ص) رات كے ابتدائي حصّے كی تاریكی میں ان كے درمیان سے نكل گئے جبكہ حضرت علي(ع) آپ(ص) كی جگہ سوتے رہے_ یہ اس بات كے منافی ہے كہ آپ(ص) ظہر كے وقت خارج ہوئے_

4_ یہ بات كیسے معقول ہوسكتی ہے كہ آپ(ص) ابوبكر كے گھر سے خارج ہوئے ہوں جبكہ یہی لوگ كہتے ہیں

1_تاریخ الخمیس ج1 ص 324 ، تاریخ الامم والملوك ج2 103 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 34 و البدایہ والنہایہ ج3 ص 178_

2_ ملاحظہ ہو: تاریخ الامم والملوك ج 2 ص 153 ، البدایہ والنہایہ ج3 ص 178 ، تاریخ الخمیس ج1 ص 323 و سیرہ حلبیہ ج2 ص 30 نیز بخاري، ارشاد الساری ج6 ص 17 كے مطابق_

3_ سیرة حلبیة ج 2 ص 34 عن سبط ابن الجوزي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كہ كھوجى رسول(ص) الله كے قدموں كے نشانات ديكھتا جارہا تھا يہاں تك كہ جب وہ ايك مقام پر پہنچا تو كہنے لگا يہاں سے ايك اور شخص بھى محمد(ص) كے ساتھ مل چكا ہے بلكہ بعض حضرات نے تو صريحاً يہ كہا ہے كہ مشركين كو پتہ چل گيا تھا كہ وہ ابوبكر ابن قحافہ كے نشان قدم تھے_ (1) وہ يونہى چلتے گئے يہاں تك كہ غار كے دھانے پر پہنچ گئے_ ان عرائض سے معلوم ہوتا ہے كہ در منثور اور السيرة الحلبية ميں منقول يہ بات درست نہيں كہ آنحضرت(ص) اس رات انگليوں كے بل چلتے رہے تاكہ آپ(ص) كے قدموں كے نشان ظاہر نہ ہوں يہاں تك كہ آپ(ص) كے پاؤں گھس گئے_ (گويا مسافت اس قدر زيادہ تھي) اور حضرت ابوبكر نے آپ(ص) كو اپنے كندھے پر اٹھاليا يہاں تك كہ غار كے دھانے تك پہنچ كر آپ(ص) كو اتارا_ ايك اور روايت كے مطابق آپ(ص) اپنے اونٹ جدعاء پر سوار ہوكر حضرت ابوبكر كے گھر سے غار تك گئے_(2)

قريش اور حضرت ابوبكر كى تلاش

كہتے ہيں كہ قريش نے رسول(ص) الله (كى گرفتاري) كيلئے سو اونٹوں اور حضرت ابوبكر كيلئے بھى اس قدر اونٹوں كى شرط ركھي(3)_ جاحظ وغيرہ نے اس بات كا ذكر كيا ہے_
اسكافى معتزلى نے اس كا جواب يوں ديا ہے "قريش حضرت ابوبكر كى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گرفتاری كے واسطے مزيد سو اونٹوں كا نذرانہ كيوں پيش كرتے حالانكہ انہوں نے اس كی التجائے امان كو ٹھكرايا تھا_اور وہ قريش كے درميان بے يار ومددگار تھے_ وہ ان كے ساتھ جو چا ہتے كرسكتے تھے_ بنابريں يا تو قريش دنياكے احمق ترين افراد تھے يا عثمانی ٹولہ روئے زمين كی تمام نسلوں سے زيادہ جھوٹا اور سب سے زيادہ سيہ رو تھا_ اس واقعے كا ذكر نہ سيرت كی كسی كتاب ميں ہے نہ كسی روايت ميں نہ كسی نے اسے سنا تھا اور نہ ہی جاحظ سے قبل كسی كو اس كی خبر تھي"_(4)

1_ بحارالانوار 19 ص 74 از الخرائج نيز رجوع كريں ص 77 اور 51 ، اعلام الورى ص 63 و مناقب آل ابيطالب ج 1 ص 128 اور تفسير قمی ج 1 ص 276 كی طرف رجوع كريں _

2_ سيرت حلبی ج 2ص 34 _38 اور تارخ الخميس ج 1 ص 328 والدر المنثور_

3_ تاريخ الخميس ج1 ص 330 ، البدايہ والنہايہ ج3 ص 182 و سيرہ حلبيہ ج2 ص 39_

4_ شرح نہج البلاغہ (معتزلي) ج13 ص 269_

332

يہاں ہم اس بات كا بھی اضافہ كرتے چليں كہ جب (ان لوگوں كے بقول) حضرت ابوبكر كے قبيلے نے پہلے ان كی حمايت كی تھی تو اب ان كو بے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟ نیز جب وہ قریش کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے تھے (اس بات کا ذکر حبشہ کی طرف ابوبکر کی ہجرت کے حوالے سے گزر چکا ہے) تو پھر قریش والے ان کیلئے سو اونٹوں کی شرط کیوں رکھنے لگے جس طرح خود رسول(ص) اللہ کیلئے سو اونٹوں کی شرط رکھی تھي؟ قریش نے حضرت ابوبکر کی کڑی نگرانی کیوں نہیں کی اورانکے پیچھے جاسوس کیوں نہیں چھوڑے یا جس طرح رسول(ص) خدا پر شبخون مارنے کی کوشش کی تھی ان پر بھی شبخون مارنے کیلئے افراد روانہ کیوں نہ کئے؟ اسی طرح قریش حضرت ابوبکر کے پیچھے اس قدر دولت کیونکر داؤ پر لگا رہے تھے جبکہ وہ شخص جس کے باعث رسول(ص) اللہ ان کے چنگل سے نکل گئے تھے، علي(ع) تھے اور آپ(ص) ان کے درمیان بے خطر رہ رہے تھے اور کسی شخص نے انہیں چھیڑا اور نہ ہی کسی قسم کی نا خوشگوار گفتگو کي_ حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا اصل مقصد حضرت ابوبکر کی منزلت کو بلند کر کے رسول(ص) اللہ کے ہمدوش قرار دینا ہے اور ساتھ ساتھ بستر رسول(ص) پر حضرت علي(ع) کے سونے کے سارے اثرات کو مٹانا ہے تاکہ حضرت ابوبکر کی عظمت اور منزلت کے سامنے حضرت علي(ع) کی طرف کسی کی توجہ ہی مبذول نہ ہو_

تا صبح انتظار کیوں

یہاں ایك سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مشرکین نے شب ہجرت صبح تك انتظار

کیوں کیا؟ اس کے جواب میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا ارادہ دیوار پھلانگنے کا تھا_ لیکن گھر سے ایك عورت چیخي_ یہ سن کر ان میں سے کسی نے کہا"اگر لوگ کہیں کہ ہم نے اپنی چچا زاد بہنوں کے گھر کی دیوار پھاند لی ہے تو یہ عربوں کے درمیان شرمناك بات ہوگي_ (1)
یا شاید اس کی وجہ یہ ہو (جیساکہ کہا گیا ہے) کہ ابولہب رات کو آپ(ص) کے قتل پر راضی نہ تھا کیونکہ اس میں

1_ سیرت حلبی ج 2 ص 28، الروض الانف ج2 ص 229 ، سیرہ ابن ہشام ج2 ص 127 مع حاشیہ اور ملاحظہ ہو: تاریخ الہجرة النبویہ (ببلاوي) ص 116_

عورتوں اور بچوں کو خطرہ تھا(1)_
ممکن ہے کہ ان دونوں باتوں کے پیش نظر انہوں نے صبح تك انتظار کیا ہو_ یا اس لئے بھی کہ لوگ (دن کی روشنی میں) دیکھ لیں کہ آپ(ص) کو سارے قبائل نے ملکر قتل کیا ہے یوں یہ بات بنی ہاشم کے خلاف ایك بہانہ ہوتی اور بنی ہاشم آپ(ص) کے خون کا انتقام نہ لے سکتے(2)_

حضرت ابوبکر کا غلاموں کو خریدنا اور ان کے عطیات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر روانہ ہوئے تو اپناسارا مال جو پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم پر مشتمل تھا ساتھ لے کر چلے_ ان کے والد ابوقحافہ (جن کی بینائي چلی گئي تھي) اپنے بیٹے کے اہل خانہ کے پاس آئے اور کہا خدا کی قسم میں تو یہ مشاہدہ کررہا ہوں کہ اس نے اپنے مال اور اپنی جان کے سبب تم پر مصیبت ڈھادی ان کی بیٹی اسماء بولی :" نہیں بابا وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ کرگئے ہیں" _ (اسماء کہتی ہے) پس میں نے کچھ پتھر اٹھائے اور ان کو گھرکے ایك روشن دان ... میں رکھا جہاں میرا بابا اپنا مال رکھتا تھا _پھر میں نے اس پر ایك کپڑا ڈال دیا اور اس کا ہاتھ پکڑکر کہا اے بابا اپنا ہاتھ اس مال پر رکھو_ وہ کہتی ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا:" کوئي بات نہیں اگر اس نے تمہارے لئے یہ چھوڑا ہے تو اچھا کیا ہے_ یہ تمہارے لئے کافی ہوگا حالانکہ واللہ اس نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا لیکن میں چاہتی تھی کہ بوڑھے کو تسلی دوں"_ (3)

یہ بھی کہتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کو خدا پرستی کے جرم میں ایذائیں دی جاتی تھیں_ پس حضرت ابوبکر نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا_ پس جب رسول(ص) اللہ اور حضرت ابوبکر غار میں تھے تو عامر ابوبکر کی دودھ دینے والی بکریاں لیکر ان کے پاس آیا تھا وہ ان کو چراتا تھا_ اور شام کو ان کے پاس آتا تاکہ ان کیلئے دودھ دوہ لے_

1_ بحار الانوار ج19 ص 50_

2_ سیرہ حلبیہ ج2 ص 28 _ 26_

3_ سیرت ابن ہشام ج 2 ص 133، کنز العمال ج 22 ص 209 البدایة و النہایة ج 3 ص 179 و الاذکیاء از ابن جوزی ص 219، حیات الصحابة ج2 ص 173_174، مجمع الزوائد ج 6 ص 59 طبری اور احمد سے نقل کیا ہے_ ابن اسحاق کے علاوہ اس کے سارے راوی صحیح بخاری والے راوی ہیں اور ابن اسحاق نے بھی خود اپنے کانوں سے سننے پر تاکید کی ہے_

ادھر اسماء بنت ابوبکر شام کے وقت ان کیلئے مناسب کھانا لیکر آتی تھي(1)_

حضرت عائشه سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے نبی اکرم(ص) پر چالیس ہزار درہم خرچ کئے_ ایك جگہ دینار کا لفظ آیا ہے(2)_

یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنی ہم نشینی اور مدد کے ذریعے میرے اوپر اتنا احسان نہیں کیا جس قدر ابوبکر نے کیا اور اتنا مجھے کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے_یہ سن کر حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول(ص) میں اور میرا مال کیا آپ(ص) کے سوا کسی اور کیلئے ہیں؟(3)

یا یہ کہ آپ(ص) نے فرمایا کہ کسی شخص نے ابوبکر سے زیادہ اپنے مال یا اہل کے ذریعے مجھ پر احسان نہیں کیا اور ایك اور روایت میں مذکور ہے

مجھ پر کسی نے اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے ابوبکر سے زیادہ احسان نہیں کیا_ اگر اللہ کے علاوہ کسی اورکو اپنا دوست بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو دوست منتخب کرتا_ لیکن اسلام والی برادری اور محبت موجود ہے_ تمام گھروں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کردیئے گئے سوائے حضرت ابوبکر کے دروازے کے(4)_

حدیث غار میں حضرت عائشه سے مروی ہے کہ ہم نے ان دونوں کیلئے جلدی میں زاد راہ تیار کیا اور چمڑے کی ایك تھیلی میں ان کیلئے کھانے کا سامان رکھا_ واقدی کہتے ہیں اس دستر خوان میں ایك پکی ہوئي بکری تھي_ اسماء بنت ابوبکر نے اپنا کمربند پھاڑکر اس کے دو حصے کئے_ ایك حصے سے تھیلی کا منہ بند کیااور دوسرے حصے سے پانی کی مشك کا منہ بند کیا_ اسی وجہ سے اسے ذات النطاقین کا لقب ملا(5)_

1_ تاریخ الخمیس ج1 ص 330 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 32 و 40 و التراتیب الاداریہ ج 2 ص 87 ، اس کے دیگر مآخذ بعد میں ذکر ہوں گے_

2_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 326 ، سیرہ حلبیہ ج2 ص 32 و 40 والتراتیب الاداریہ ج 2 ص 87، اس کے دیگر مآخذ بعد میں ذکر ہوں گے_

3_ ملاحظہ ہو: سیرہ حلبیہ ج2 ص 22 و لسان المیزان ج2 ص 23 ، اس کے دیگر مآخذ کا ذکر بعد میں ہوگا_

4_ مراجعہ ہو صحیح بخاری (مطابق ارشاد الساري) ج6 ص 214، 215 تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ، الجامع الصحیح (ترمذی)ج5

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ص 608 ، 609 ، نیز عامر بن فہیرہ والی حدیث سے قبل کی حدیث میں مذکور منابع_

5_سیرت حلبیہ ج2 ص 33 و تاریخ الخمیس ج1 ص 323 و 330_

ترمذی میں آنحضرت(ص) سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ(ص) کو اپنی بیٹی دي، آپ(ص) کو دار ہجرت (مدینہ) پہنچایا اور غار میں آپ(ص) کے ساتھ رہے_ ایك اور روایت میں مذکور ہے آپ(ص) نے فرمایا کہ جس کسی کا ہم پر کوئي حق تھا اسے ہم نے ادا کردیا سوائے ابوبکر کے جس کا ہمارے اوپر حق ہے اور قیامت کے دن اللہ اسے اس کی جزا دے گا_ (1)

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یہ ساری باتیں مشکوك ہیں بلکہ کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہوسکتیں جس کی درج ذیل وجوہات ہیں_

1_ عامر بن فہیرہ

ابن اسحاق واقدی اور اسکافی وغیرہ کا کلام اس بارے میں ذکر ہوچکا کہ عامر بن فہیرہ ابوبکر کا آزاد کردہ غلام نہ تھا_ چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ نبي(ص) نے ہی اس کو خرید کر آزاد کیا تھانہ کہ حضرت ابوبکر نے_

2_ نابینا ابوقحافہ

جو روایت یہ کہتی ہے کہ اسماء نے اس جگہ پتھر رکھے تھے جہاں اس کا باپ اپنا مال رکھتا تھا تاکہ ابوقحافہ اس کو چھو کر مطمئن ہوجائے، اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

روایت کی نفی درج ذیل امور سے ہوتی ہے_

الف: فاکہی ابن ابوعمر کہتا ہے کہ سفیان نے ابوحمزہ ثمالی سے ہمارے لئے نقل کیا کہ عبداللہ نے کہا کہ جب رسول(ص) اللہ غار کی طرف روانہ ہوئے تو میں جستجو کی غرض سے نکلا کہ شاید کوئي مجھے آپ(ص) کے بارے میں بتائے_ پس میں حضرت ابوبکر کے گھر آیا_ وہاں میں نے ابوقحافہ کو پایا وہ ہاتھ میں ایك ڈنڈا لئے میری طرف بڑھا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ یہ کہتے ہوئے میری طرف دوڑا" یہ ان گمراہوں میں سے ہے جس

1_ ان تمام باتوں کے سلسلے میں تاریخ خمیس ج1 ص 323 _ 330 سیرت حلبی ج2 ص 40،33،32اور 39، الجامع الصحیح (ترمذي) ج5 ص 609، السیرة النبویة (ابن ہشام) ج2، صحیح بخاری باب ہجرت ، فتح الباری ج7 صحیح مسلم ، صحیح ترمذی ، الدرالمنثور والفصول المہمة (ابن صباغ) ، السیرة النبویہ (ابن کثیر) ، لسان المیزان ج/2 ص 23 اور البدایة والنہایة ج5 ص 229 و مجمع الزوائد ج9 ص 42 از طبرانی اور الغدیر _ان کے علاوہ بہت سارے دیگر مآخذ موجود ہیں جن کے ذکر کی گنجائشے نہیں ، ان کی طرف رجوع کریں_

نے میرے بیٹے کو میرا مخالف بنا دیا ہے"_ (1)

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ ابوقحافہ اس وقت تك نابینا نہ ہوا تھا_ اس حدیث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی سندبھی ان لوگوں کے نزدیك معتبر ہے_

ب: ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ حضرت ابوبکر نے کس وجہ سے اپنے گھر والوں کیلئے کچھ بھی نہ چھوڑا_ ان پر حضرت ابوبکر کی طرف سے یہ کیسا ظلم تھا؟ نیز ابوقحافہ (جو ان کے بقول نابینا تھا) کو کہاں سے علم ہوا کہ وہ سارا مال ساتھ لے کر چلے گئے تھے جو وہ یہ کہتا: "اس نے اپنی جان اور اپنے مال کے سبب تم پر مصیبت ڈھادی ہے"؟

ج: یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اسماء نے یہ کارنامہ کیسے انجام دیا؟ کیا وہ اس وقت زبیر کی بیوی نہ تھي؟ اور کیا اس نے زبیر کے ساتھ پہلے ہی مدینہ کی طرف ہجرت اختیار نہ کی تھي؟ کیونکہ اس وقت مکہ میں حضرت علي(ع) اور حضرت ابوبکر کے علاوہ اصحاب پیغمبر(ص) میں سے کوئي بھی باقی نہ رہا تھا سوائے ان لوگوں کے جو کسی مشکل یا مصیبت میں مبتلا تھے_اس وقت حضرت ابوبکر کی بیویاں کہاں گئي تھیں؟

3_ اسماء وغیرہ کے کارنامے

رہایہ دعوی کہ اسماء شام کے وقت کھانا لیکر غار میں رسول(ص) اللہ اور حضرت ابوبکر کے پاس جاتی تھی نیز اس نے ان دونوں کیلئے زاد سفر تیار کیا تھا اور اسی نے ان کیلئے دو سواریاں بھیج دی تھیں، اس طرح اس کو ذات النطاقین کا لقب ملا تھا تو اس پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں_

اولًا: یہ کہ اس کے مقابلے میں وہ کہتے ہیں نبی اکرم(ص) اور حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابوبکر کے چلے جانے کے تین دن بعد تك بھی کسی کو پتہ ہی نہ تھا کہ رسول(ص) خدا کہاں گئے ہیں یہاں تك کہ ایك جن نے اپنے اشعار میں اس کا اعلان کیا تو لوگوں کو علم ہوا _ اگر کوئي یہ کہے کہ تین دن سے مراد غار سے خارج ہونے کے بعد والے تین دن ہیں_ تو یہ بھي

1_ الاصابة ج 2 ص 260 _261 یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قحافہ کی نظر میں اس کا بیٹا دین سے نکلا ہوا انسان تھا اور یہ کہ حضرت ابوبکر عبداللہ و غیرہ کے بعد مسلمان ہوئے_ یہ روایت اس بات کی بھی نفی کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے _

درست نہیں، کیونکہ ان لوگوں نے صریحاً بیان کیا ہے کہ غار سے خارج ہونے کے دو دن بعد ان کو علم ہوا کہ آپ(ص) مدینہ چلے گئے ہیں_ (1) حلبی شافعی نے اسی طرح ذکر کیا ہے_ اور اس کی صحت وسقم کی ذمہ داری خود اسی کی گردن پر ہوگي_ مغلطای کہتے ہیں کہ آپ(ص) کے مکے سے خارج ہونے کا علم حضرت علی (ع) اور حضرت ابوبکر کے سوا کسی کو نہ تھا چنانچہ وہ دونوں غار ثور میں داخل ہوئے_ (2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ثانیاً: منقول ہے کہ امیرالمومنین علي(ع) ہی نبی کریم(ص) کیلئے سامان خورد و نوش غار تك پہنچاتے تھے(3)

بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم(ص) نے حضرت علی (ع) کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ (ص) کیلئے زاد راہ اور سواری کا بندوبست کریں_ چنانچہ حضرت علی (ع) نے اس کی تعمیل میں سواری اور زاد راہ کا بندوبست کیا اور آپ(ص) کی خدمت میں ارسال کي_ ادھر حضرت ابوبکر نے اپنی بیٹی کو پیغام بھیجا تو اس نے زاد سفر اور دو سواریاں بھیجیں یعنی اس کے اور عامر بن فہیرہ کیلئے جیساکہ روایت میں مذکور ہے اور شاید حضرت علي(ع) نے ان سے یہ سواری بھی خرید لی ہو_ (4) جیساکہ حضرت علي(ع) نے شوری والے دن اسی بات سے استدلال کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئي رسول(ص) اللہ کیلئے غار میں کھانا بھیجتا تھا یا آپ(ص) کو خبروں سے مطلع کرتا تھا؟ وہ بولے:" نہیں"_ (5) یہاں سے یہ قول بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابوبکر غار میں ان دونوں کے پاس مکہ کی خبریں پہنچایا کرتا تھا_ (6)

1_ السیرة الحلبی ج 2 ص 51_

2_ سیرت مغلطای ص 32 _

3_ تاریخ دمشق (حالات امام علي(ع) بہ تحقیق محمودي) ج 1 ص 138 نیز اعلام الوری ص 190 اور بحار الانوار ج 19 ص 84 از

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اعلام الورى نيز تيسير المطالب فى امالى الامام على بن ابى طالب ص 75__

4_ اعلام الورى ص 63 و بحار الانوار ج 19 ص 70 اور ص 75 از اعلام الورى و از خرائج و از قصص الانبياء _

5_ احتجاج طبرسى ج 1 ص 204 _

6_ السيرة الحلبية ج 2 ص 39، سيرت ابن ہشام اور كنز العمال ج 22 ص 210 از بغوى اور ابن كثير _

ثالثاً: نطاق اور نطاقين والى حديث بھى ايك طرف سے تو اختلاف روايات كا شكار ہے (1) اور دوسرى طرف سے مقدسى نے پہلے قول كو ذكر كرنے كے بعد يوں كہا ہے" ... كہا جاتا ہے كہ جب چادر والى آيت اترى تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے كمربند پر ڈالا اور اس كے دو برابر حصے كر ديئے_ ايك حصے سے اپنا سر چھپا ليا"_(2)

يہ بھى كہتے ہيں كہ اسماء نے حجاج سے كہا ميرے پاس ايك كمربند تھى جس كے ذريعے ميں رسول(ص) الله كے كھانے كو بھڑوں سے محفوظ ركھتى تھى اور عورتوں كيلئے ايك كمربند كى بھى تو بہرحال ضرورت ہوتى ہى ہے_(3)

حديث سد ابواب اور حضرت ابوبكر سے دوستى والى حديث

حديث باب اور ابوبكر سے دوستى والى حديث "لوكنت متخذا خليلا لاتخذت ابابكر خليلا " (اگر مجھے كسى سے دوستى كرنى ہوتى تو ابوبكر كو دوست

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بنالیتا) کے سلسلے میں ہم تفصیلی گفتگو کرنا نہیں چاہتے بلکہ (ابن ابی الحدید) معتزلی کے بیان کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں_ اس نے کہا " ان احادیث کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کے مریدوں نے اپنے پیر کی شان میں احادیث گھڑی ہیں مثال کے طور پر " لوکنت متخذا خلیلا " والی حدیث _انہوں نے یہ حدیث، بھائي چارے والی حدیث کے مقابلے میں گھڑی ہے_ نیز سد ابواب والی حدیث جو درحقیقت حضرت علي(ع) کے بارے میں تھی لیکن حضرت ابوبکر کے پرستاروں نے اس کو ابوبکر کے حق میں منتقل کردیا"_(4)

علاوہ ازیں یہ حدیث ان کی نقل کردہ اس حدیث کے منافی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رسول(ص) اللہ نے

1_ اس تضاد کے بعض پہلوؤں سے آگاہی کیلئے الاصابة ج 4 ص 230 اور الاستیعاب (الاصابہ کے حاشیے پر) ج 4 ص 233 کی طرف رجوع کریں _

2_ البدء و التاریخ ج 5 ص 78 _

3_ الاصابة ج 4 ص 230 اور الاستیعاب حاشیة الاصابة ج 4 ص 233 _

4_ شرح نہج البلاغة معتزلی ج 11 ص 49 و الغدیر ج 5 ص 311 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابوبکر کو اپنا دوست چن لیا تھا جیساکہ علامہ امینی نے الغدیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے_ (1) اب آپ ہی بتائیں کہ ہم کس کو ما نیں اور کس کو نہ مانیں؟ سد ابواب والی حدیث کے بارے میں شاید ہم کسی مناسب جگہ پر بحث کریں_ اسی طرح دوستی والی حدیث کے بارے میں حدیث مواخاة پر بحث کے دوران گفتگو ہوگی انشاء اللہ تعالي_

5_ حضرت ابوبکر کی دولت

حضرت ابوبکر کی دولت اور ان کی چالیس ہزار درہم یا دینار نبی کریم(ص) پر خرچ کرنے وغیرہ کے بارے میں عرض ہے کہ اسماء اور ابوقحافہ کے درمیان ہجرت کے دوران ہونے والی مذکورہ گفتگو اور دیگر باتوں کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں گزشتہ پانچ صفحوں میں ذکر شدہ عرائض کے علاوہ ہم درج ذیل نکات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں:

الف: وہ حدیث جس میں مذکور تھا کہ "اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے جتنا احسان ابوبکر نے مجھ پر کیا ہے کسی اور نے نہیں کیا اوریہ کہ ہمارے ساتھ احسان کرنے والے ہرفرد کا حق ہم نے ادا کردیا ہے سوائے ابوبکر کے جس کے احسان کا بدلہ خدادے گا" یہ حدیث درج ذیل وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے:

1_ رسول(ص) اللہ نے حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہما

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی فدا کاریوں، مالی قربانیوں اور راہ اسلام میں ان کی امداد نیز جان مال اور اولاد کے ذریعے آپ کے ساتھ اظہار ہمدردی کا بدلہ کب دیا ؟ اسلام کی راہ میں ان دونوں نے جس قدر مال خرچ کیا اور قربانی دی کیاوہ تمام دوسرے انسانوں کی طرف سے اسلام کی راہ میں دی گئي قربانیوں اور دولت سے زیادہ نہ تھي؟ اس کے علاوہ اس دین کیلئے حضرت علي(ع) کی واضح خدمات تھیں جن سے سوائے کسی سرکش اور ضدی دشمن کے کوئي انکار نہیں کرسکتا_

1_ ریاض النضرة ج1 ص 126 ،ارشاد الساری ج6 ص 86 از حافظ السکری ، الغدیر ج8 ص 34 مذکورہ دونوں مآخذ سے و از کنز العمال ج6 ص138_140 طبرانی اور ابونعیم سے_

2_ رسول(ص) اللہ پر منت والی حدیث بھی عجیب ہے کیونکہ آپ(ص) کو مکہ میں کسی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ(ص) کے پاس حضرت خدیجہ(ع) بلکہ حضرت ابوطالب(ع) کے اموال موجود تھے_ (1) آپ(ص) ہجرت کے وقت تك ان کو مسلمانوں پر خرچ فرماتے تھے اور شروع شروع میں حضرت ابوطالب کا بوجھ کم کرنے کیلئے حضرت علي(ع) کا بھی خرچہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

برداشت کرتے تھے_ منقول ہے کہ حضرت عمر نے اسماء بنت عمیس کی سرزنش کی اور کہا کہ مجھے تو ہجرت نصیب ہوئي لیکن تجھے نصیب نہیں ہوئي_ اسماء نے جواب دیا "تم لوگ رسول(ص) اللہ کے مال کے ساتھ اپنے بھوکوں کو کھلانے اور اپنے جاہلوں کی ہدایت میں مشغول تھے"_ اس کے بعد اسماء نے اس کی شکایت رسول(ص) اللہ کے پاس کي_ آپ(ص) نے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کرنے والے دو ہجرتوں سے سر افراز ہوئے جبکہ ان لوگوں نے فقط ايك ہجرت کی ہے_ (2)

3_ یہاں یہ بتانا کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے مذکورہ ايك یا دو اونٹ ہجرت کے وقت قیمت کے بغیر قبول نہ فرمائے اور قیمت کی ادائیگی بھی فوراً کي، جبکہ آپ(ص) سخت ترین حالات سے دوچار تھے_ پس جب رسول(ص) اللہ نے اس مقام پر حضرت ابوبکر کاہدیہ قبول نہ فرمایا تو یہی حال حضرت ابوبکر کی طرف سے نبی کریم(ص) پر مال خرچ کرنے کے بارے میں مروی دیگر روایات کا بھی ہے_

4_ ان باتوں کے علاوہ رسول(ص) خدا نے مکہ میں کوئي لشکر ترتیب نہیں دیا اور نہ کوئي جنگ کی جو آپ(ص) کو لشکر کی تیاری نیز سواریوں اور سامان حرب پر وسیع پیمانے پر خرچ کرنے کی ضرورت پڑتي_ نیز آپ(ص) عیش وعشرت پر بھی مال خرچ نہ فرماتے تھے_

1_ ابتدائے بحث میں بیان ہوچکا ہے کہ حضرت ابوطالب شعب ابوطالب میں بنی ہاشم پر اپنا مال خرچ کرتے تھے_ رہی بات حضرت خدیجہ(ع) کی دولت تو وہ اپنی شہرت کی بنا پر محتاج بیان نہیں حضرت خدیجہ کے اموال کے بارے میں ابن ابی رافع کا کلام پہلے گزر چکا ہے_

2_ رجوع کریں : الاوائل ج 1 ص 314 و البدایة و النہایة ج 4 ص 205 از بخاری و صحیح بخاری ج 3 ص 35 مطبوعہ 1309 ھ، صحیح مسلم ج 7 ص 172، کنز العمال ج 22 ص 206 از ابونعیم اور طیالسی نیز رجوع کریں فتح الباری ج 7 ص 372 اور مسند احمد ج 4 ص 395 اور 412 نیز حیاة الصحابہ ج1 ص 361_

ہجرت مدینہ کے بعد تو حضرت ابوبکر اپنے مال کے معاملے میں سخت بخیل ہوگئے تھے_ ان کے پاس اس وقت پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم تھے جیساکہ بعض لوگ نقل کرتے ہیں_ حضرت ابوبکرہرکسی کے ساتھ بخل کرتے تھے یہاں تك کہ اپنی بیٹی اسماء کے ساتھ بھی جو مدینہ آنے کے بعد فقر اور مشکلات کا سخت شکار تھي_ یہاں تك کہ وہ ایك گھرمیں خدمت کرتی تھي، وہاں کے گھوڑے کی دیکھ بھا ل کرتی اور اونٹ کیلئے گٹھلیاں کوٹتی ،اس کو دانہ پانی کھلاتی اوردوتہائي فرسخ(1) کے فاصلے سے گٹھلیوں کو اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھي_ آخر کار حضرت ابوبکر نے اس کیلئے ایك نوکر بھیج دیا جس نے گھوڑے کی دیکھ بال کا کام سنبھال لیا جیساکہ وہ خود کہتی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_(2)

اس كے علاوہ خود پيغمبر(ص) اسلام بھى كئي سال تك مشكلات اور تنگى كا شكار رہے بالخصوص جنگ خيبر سے پہلے_ يہاں تك كہ بسا اوقات آپ(ص) دو يا تين دن تك فاقے كرتے تھے اور نوبت يہاں تك پہنچتى كہ آپ(ص) اپنے شكم اطہر پر پتھربھى باندھتے تھے_ (3) انصار باہمى مشورے سے آپ(ص) كيلئے كھانے كا بند وبست كرتے تھے_ اس وقت حضرت ابوبكر كے وہ ہزاروں درہم اور اموال كہاں گئے تھے جوغزوہ تبوك تك باقى تھے_كيونكہ ان لوگوں كا يہ دعوى ہے كہ اس وقت وہ اپنى تمام دولت (چار ہزار درہم) كے ساتھ حاضر ہوئے_(4)

ب: مذكورہ باتيں اس صورت ميں تھيں كہ ان لوگوں كے نزديك "منّت" سے مراد رسول(ص) الله پر مال خرچ كرنا ہو_ ليكن اگر رسول(ص) پر منت سے مراد الله كى راہ ميں انفاق ہو تو يہ بات بھى صحيح نہيں كيونكہ ہميں تاريخ ميں اس بات كى كوئي مثال نہيں ملتى بلكہ تاريخى شواہد تو اس كے خلاف گواہى ديتے ہيں كيونكہ حضرت ابوبكر نے

1_ يعنى تقريبا چار كلوميٹر كے فاصلے سے (از مترجم)

2_ حديث الافك ص 152 _

3_ حضرت عائشه نے حضور(ص) اور آپ(ص) كے گھر والوں كى جو حالت بيان كى ہے اس سے انسان كا دل چھلنى ہو جاتا ہے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رجوع کریں طبقات ابن سعد ج 1 حصہ دوم ص 120و ص 112 سے ص 120 تك_

4_ حیات الصحابة ج 1 ص 429 از ابن عساکر ج 1 ص 110 _

اپنے مال کے معاملے میں اس قدر کنجوسی برتی کہ واقعہ "نجوي" میں دو درھم بھی صدقہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے اور سوائے امیرالمومنین علی (ع) کے کسی نے یہ اقدام نہ کیا یہاں تك کہ قرآن کی آیت اتری جس میں اللہ تعالی نے اصحاب کے رونے کی مذمت و ملامت کي، ارشاد ہوا (ا اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات فاذلم تفعلوا وتاب اللہ علیکم ...) (1) یعنی کیا تم اس بات سے ڈرگئے کہ (رسول(ص) اللہ کے ساتھ) سر گوشی کرنے سے پہلے تمہیں صدقات دینے ہوں گے_ اب اگر تم ایسا نہ کرو اور اللہ نے تم کو اس سے معاف کردیا تو ..._ اگر حضرت ابوبکر دو درہموں کا صدقہ دیتے تو ان لوگوں کی صف میں شامل نہ ہوتے جن کی اللہ نے ملامت کي(بلکہ اور جعلی فضائل کوچھوڑ کر اسی پر مباہات کرتے اور حضرت علی (ع) سے برتری کا یہ نادر موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے _ از مترجم)_

ج: مذکورہ باتوں سے بھی اہم نکتہ یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کیلئے مال خرچ کرنے کے بعد رسول(ص) خدا پر احسان جتلانے کا کوئي معنی نہیں بنتا (جیساکہ مذکورہ روایت سے اس کا شائبہ ملتا ہے) چنانچہ رسول(ص) خدا نے بھی اس بات کی خبردی ہے_ بلکہ منت تو در اصل اللہ اور رسول(ص)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی طرف سے ان پر ہے_

خدا نے احسان جتلانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے (لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذي)(2) یعنی احسان جتلاکر یا آزار دے کر اپنے صدقات کو رائیگاں نہ کرو، نیز فرمایا (ولاتمنن تستکثر)(3) یعنی اور احسان نہ جتلاؤ زیادہ حاصل کرنے کیلئے، اس لئے یہ بات ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے کہ رسول(ص) اللہ اس منّت پر، منت کرنے والے کی تعریف کریں خاص کر یہ کہیں کہ اس نے اپنی مصاحبت اور مال کے ذریعے، سارے لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے_

1_ سورہ مجادلہ آیت 13 نیز رجوع کریں دلائل الصدق ج 2 ص 120، الاوائل ج 1 ص 297 و حاشیة تلخیص الشافی ج 3 ص 235 اور 37 (جو بہت سے مآخذ سے منقول ہے) کی طرف _

2_ سورہ بقرہ آیت 264 _

3_ سورہ مدثر آیت 6 _

ایك اہم اشارہ

انہی وجوہات کی بنا پر بظاہر جب نبی اکرم(ص) ، حضرت ابوبکر کو راہ خدا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں اپنا گھر بار مکہ چھوڑ آنے ،غار میں آپ (ص) کے ساتھ رہنے ،خطرات جھیلنے اور خوف اعداء سے محزون و پریشان ہونے اور اس قسم کے دیگر طعنے دینے سے نہ روك سکے تو لوگوں کو حضرت ابوبکر کی اس حالت سے آگاہ کرنے پر مجبور ہوئے ،شاید وہ اس طرح اپنے بعض کاموں سے دستبردار ہوجاتے_ آنحضرت(ص) نے مجبور ہوکر آخری اقدام کے طور پر یہ طریقہ کار اختیار کیا جو تعلیم و تربیت کے اسالیب میں سے ایك اسلوب ہے_ خصوصاً پیغمبر(ص) اسلام پر اس قسم کااحسان فقط حضرت ابوبکر نے نہیں کیا تھا کیونکہ سارے مہاجرین اپنے اموال اپنا وطن، اپنی سرزمین چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے_ سب نے مشکلات وخطرات کا مقابلہ کیا تھا_ ان میں سے بہت سوں نے سخت ترین قسم کی ایذا رسانیوں اور سزاؤں کا سامنا کیا تھا_ غار میں حضور(ص) کی مصاحبت کے بارے میں واضح رہے کہ امیرالمومنین کو در پیش خطرہ ان کو در پیش خطرے سے کہیں زیادہ تھا_ بنابریں یہ احسان حضرت ابوبکر کا حصہ کیوں بن جائے؟ یہاں تك کہ رسول(ص) اللہ ان کو اپنا سب سے بڑا محسن قرار دیں؟

د: طوسی اور مفیدکے بقول ابتدا میں حضرت ابوبکربچوں کے معلم تھے_ پھر درزی کا کام کرنے لگے_ بیت المال سے ان کا حصہ دوسرے مسلمانوں کے برابر تھا اسی لئے وہ انصار کی مدد کے محتاج ہوئے ان کے والد شکاری تھے پھر اپنا پیٹ بھرنے اور بدن چھپانے کیلئے ابن جدعان (1)کے دسترخوان پر مکھیاں اڑانے اور لوگوں کو بلانے کا کام کرنے لگے_ (2) ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حالات میں فطری بات ہے کہ حضرت ابوبکر پانچ ہزار درہم کے کیسے

1_ ابن جد عان کے متعلق بظاہر کہا یہی جاتا ہے کہ وہ ایك مالدار یہودی آدمی تھا_ (از مترجم)

2_ تلخیص الشافی ج 3 ص 238 دلائل الصدق ج 2 ص 130 و الافصاح ص 135 اور الغدیر ج 8 ص 51_ محقق سید مہدی روحانی نے ابوبکر کے معلم ہونے کو درست نہیں سمجھا کیونکہ بچوں کو مکتب میں جمع کر کے پڑھانے کی رسم بعد میں نکلی ہے اور ایام جاہلیت میں مکہ کے اندر یہ رسم نہ تھی نیز وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر وہ معلم تھے تو ان کے شاگرد کون تھے؟ اس مکہ کے اندر چند معدود افراد کے علاوہ پڑھے لکھے افراد کیوں نہیں پائے جاتے تھے_ جیساکہ کتاب کی ابتدا میں اس کا ذکر ہوچکا ہے_بلکہ جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ تمدن میں لکھا ہے کہ حضور کریم (ص) کی بعثت کے وقت پورے مکہ میں صرف سات پڑھے لکھے آدمی تھے_

مالك ہوسکتے تھے، چالیس ہزار درہم یا دینار تو دور کی بات ہے کیونکہ اس قسم کی دولت یا تجارت سے حاصل ہوتی ہے یا زراعت سے، حضرت ابوبکر اس طرح کے پیشوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بنابریں بعض لوگ کیسے یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کا شمار قریش کے رؤسا، مالداروں اور صاحبان جاہ ومقام میں سے ہوتا تھا؟ اگر ان کی یہ حالت تھی تو پھر اپنی بیٹی (اسمائ) کی خبر کیوں نہ لی اور خاص کر اپنے باپ کو ابن جدعان کے پاس کیوں

رہنے دیا؟_

ھ: جب امیرالمومنین(ع) نے تھوڑا سا مال بطور صدقہ دیا (جیساکہ آپ نے یتیم، مسکین اور اسیر کو کھانا کھلا کر اس کا ثبوت دیا) تو اس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتري: (ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم ...) (1) اور جب انہوں نے اپنی انگوٹھی بطور صدقہ دی تو یہ آیت نازل ہوئي (انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویوتون الزکاۃ وھم راکعون) (2) نیز جب انہوں نے ایك درہم چھپاکر

1_ سورہ انسان (دھر) آیت 8 اور روایات کے منابع یہ ہیں : المناقب (خوارزمي) ص 189 ، 195 ، ریاض النضرۃج3 ص 208 و 209 ، التفسیر الکبیر ج30 ص 234 _244 از واحدی و الزمخشری ، غرائب القرآن (حاشیہ جامع البیان پر مطبوع،) ج29 ص 112، 113، کشاف ج4 ص 670،نوادرالاصول ص 64 ، 65 ، الجامع لاحکام القرآن ج19 ص 131 از نقاش ، ثعلبي، قشیری و دیگر مفسرین، کشف الغمہ ج1 ص 169 ، تفسیر نورالثقلین ج5 ص469_477 از امالی شیخ صدوق، قمی ، طبرسی و ابن شہر آشوب ، ذخائر العقبی ص 89 وسائل الشیعہ ج16 ص 190 ، فرائد السمطین ج2 ص 54 تا 56 ، مجمع البیان ج10 ص404 ، 405 ، المناقب (ابن مغازلي) ص 273 ، الاصابہ ج4 ص 378 ، شرح نہج البلاغہ معتزلی ج1 ص 21، اور اسدالغابہ ج5 ص 530 ، 531 اور دیگر کثیر منابع_

2_ سورہ مائدہ آیت 55 اور حدیث کے مآخذ یہ ہیں : الکشاف ج1 ص 649 ، اسباب النزول ص 113 ، تفسیر المنار ج6 ص 442 نیز کہا ہے کہ کئي طریقوں سے روایت کی گئي ہے ، تفسیر نورالثقلین ج 1 ص 533 و 337 از الکافی ، احتجاج ، خصال، تفسیر قمی اور امالی شیخ صدوق، تفسیر الکبیر ج12 ص 26، الدرالمنثور ج2 ص 293 ، 294 از ابوشیخ، ابن مردویہ ، طبراني، ابن ابی حاتم، ابن عساکر ،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابن جرير و ابونعيم و غيره ، فتح القدير ج2 ص53خطيب کی کتاب المتفق و المفترق سے ، الجامع لاحکام القرآن ج6 ص 221 ، شواہد التنزيل ج1 ص 173 _ 184 کنز العمال ج15 ص 146 ، الفصول المہمہ (ابن صباغ) ص 108 ، تذکرۃ الخواص ص 15 ، المناقب خوارزمی ص 186 ، 187 ، رياض النضرۃ ج 3 ص 208 ، ذخائر العقبی ص 102 از واقدی و ابو الفرج ابن جوزی اور وسائل الشيعہ ج6 ص 334 ، 335 و ديگر منابع _

اور ايك درہم اعلانيہ نيز ايك درہم رات کو اور ايك درہم دن کو صدقہ ديا تو اللہ تعالى نے يوں توصيف فرمائي (الذين ينفقون اموالہم بالليل و النہار سرا وعلانية فلہم اجرهم عند ربہم) (1) اسی طرح آيہ نجوی پر بھی سوائے حضرت علی (ع) کے کسی اور نے عمل پيراہو کر نہيں دکھايا(2)_
ان ساری باتوں کی روشنی ميں يہ سوال پيدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر نے چاليس ہزار درہم يا دينار راہ خدا ميں خرچ کئے ہوتے اور نبي(ص) پر ان کا اتنا بڑا احسان ہوتا کہ جس کا بدلہ خدا ہی ديتا يہاں تك کہ کسی کے مال نے حضرت ابوبکر کے مال کی مانند آپ کو فائدہ نہ پہنچايا ہوتا تو پھر يہ کيسے ہوسکتا ہے کہ خدا قرآن ميں اس کا ذکر ہی نہ کرے اور تاريخ يا حديث کی کتابوں ميں کم از کم اس کا ايك نمونہ بھی ايسا دکھائي نہ دے جو قابل اثبات ہو؟ کيا مورخين اور محدثين نے حضرت ابوبکر کے فضائل سے عمداً چشم پوشی کي؟ اگر ہاں تو پھر اس

1_ سورہ بقرہ آیت 274 روایات ان کتابوں میں موجود ہیں : الکشاف ج1 ص 319 ، تفسیر المنار ج3 ص 92 از عبدالرزاق و ابن جریر وغیرہ ، التفسیر الکبیر ج7 ص 83 ، الجامع لاحکام القرآن ج 3 ص 347 ، تفسیر قرآن العظیم ج1 ص 326 از ابن جریر ، ابن مردویہ و ابن ابی حاتم، فتح القدیر ج 1 ص 294 از عبد الرزاق ، عبد بن حمید و ابن منذر، طبرانی اور ابن عساکر و غیرہ ، الدرالمنثور ج1 ص 363 ، لباب النقول ص 50 مطبوعہ دار احیاء العلوم، اسباب النزول ص 50 ، تفسیر نورالثقلین ج1 ص 341 از عیاشی والفصول المہمہ (ابن صباغ) ص 107 ، نظم درر السمطین ص 90 ، ذخائر العقبی ص 88 ، تفسیر البرہان ج4 ص 412 ، المناقب ابن مغازلی ص 280 ، ینابیع المودة ص 92 ، روضة الواعظین ص 383 و 105 او ر شرح نہج البلاغہ معتزلی ج1 ص 21_

2_ ملاحظہ ہو: المناقب خوارزمی ص 196 ، ریاض النضرة ج 3 ص 180 ، الصواع المحرقہ ص 129 ا زواقدی ، نظم در ر السمطین ص 90، 91 ، تفسیر القرآن العظیم ج4 ص 327، 326، جامع البیان ج28 ص 14 ، 15 ، غرائب القرآن (حاشیہ جامع البیان پر) ج28 ص 24 ، 25 ، کفایة الطالب ص 136 ، 137 ، احکام القرآن جصاص ج 3 ص 428 ، مستدرک حاکم ج2 ص 482 ، تلخیص مستدرک (ذہبی ، مطبوعہ حاشیہ مستدرک) ج2 ص 673، 675، لباب التاویل ج4 ص 224، مدارک التنزیل(مطبوعہ حاشیہ لباب التاویل) ج4 ص 224، اسباب النزول ص 235، شواہد التنزیل ج2 ص 231 _240، الدر المنثور ج6 ص 185 ، از ابن ابی شیبہ ، عبد بن حمید، ابن منذر ، ابن مردویہ ، ابن ابی حاتم، عبدالرزاق، حاکم(جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے) ، سعید بن منصور و ابن راہویہ، فتح القدیر ج5 ص 191 ، التفسیر الکبیر ج29 ص 271 ، الجامع لاحکام القرآن ج17 ص 302 ، الکشاف ج4 ص 494 ، کشف الغمہ ج1 ص 168 ، احقاق الحق (حصہ ملحقات) ج3 ص 129 تا 40 1 و ج14 ص 200 ، 217 و ج20 ص 181 ، 192 مذکورہ بعض مآخذ سے نیز دیگر کثیر منابع سے اور اعلام الوری ص 188 البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جگہ کی کمی کے پیش نظر اس حدیث اور گذشتہ تین روایات کے اکثر منابع و مآخذ ذکر نہیں کئے گئے وگرنہ مذکورہ منابع سے کہیں زیادہ کتب میں یہ روایات ملتی ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سلسلے میں حضرت علی (ع) کے فضائل سے چشم پوشی کیوں نہیں کي؟ کیا حکمرانوں، بادشاہوں، ان کے ما تحتوں اور بڑے علماء نے حضرت ابوبکر پر ظلم کرتے ہوئے لوگوں کو ان کے فضائل بیان کرنے یا نقل کرنے سے روکا؟ (جس طرح حضرت علی (ع) پر ظلم کیا تھا؟) البتہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکرنے مکہ میں مجبور اور ستم دیدہ غلاموں کو آزاد کیا تھا لیکن ہم عرض کرچکے کہ اس کا اثبات ناممکن ہے_ چنانچہ اسکافی معتزلی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی قیمت اس زمانے میں سو درہم بھی نہ تھی (بشرطیکہ روایت کی صحت کو تسلیم کرلیاجائے) _ کیا خدا کی عدالت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت علی (ع) کے صدقات کا (کم ہونے کے باوجود) قرآن اور نبي(ص) کی زبانی ذکر ہو لیکن حضرت ابوبکر کے عطیات کا کئي ہزار کی حد تك پہنچنے کے باوجود، تذکرہ نہ ہو؟ کیا یہ عدل ہے؟ منزہ ہے وہ اللہ جو بادشاہ بھی ہے، حق بھی اور عدل مبین بھي، جس کے ہاں کسی پر ذرہ بھر بلکہ اس سے بھی کم ظلم نہیں ہوتا_ اب کیا یہ کہنا صحیح نہیںہوگا کہ حضرت ابوبکر کے عطیات خالص خدا کی رضا کیلئے نہ تھے؟ اور اگر یہ سب ان کے فطری جود وسخاوت کا نتیجہ تھا ا ور اسی لئے اللہ نے ان کو نظر انداز فرمایا تھا تو پھر کم از کم خدا اسی خصلت کی ہی تعریف فرماتا اور اگر ان کے عطیات کی کوئي قدر وقیمت ہی نہ تھی تو پھر رسول(ص) اللہ نے کیونکر فرمایا کہ اللہ بہت جلد اس کی جزا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عنایت کرے گا؟ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات ابھرتے ہیں جن کا کوئي مفید، قانع کنندہ اور قابل قبول جواب آپ کو نہیں ملے گا_ ان ساری باتوں سے قطع نظر حضرت ابوبکر کی مالداری کا ذکر فقط ان کی بیٹی حضرت عائشه سے منقول ہے(جیساکہ شیخ مفید علیہ الرحمۃنے کہا ہے)اوراس کے راویوں میں شعبی جیسے افراد بھی موجود ہیں جو رضائے بنی امیہ کے حصول کی خاطر تعصب اور اپنی دروغ گوئي اور افترا پردازی کے باعث معروف اور مشہور ہیں_ (1)

1_ الافصاح فی امامة امیرالمومنین(ع) ص 131_133 _

ماہر چوروں کا تذکرہ

یہاں روتوں کو ہنسانے والی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بعض کے بقول چور جب حضرت ابوبکر کے چار سوا ونٹ اور چالیس غلاموں کو چوری کر کے لے گئے اور نبی کریم (ص) نے ا نہیں غمگین دیکھا تو ان سے اس کا سبب پوچھا _ جب انہوں نے چوری کا واقعہ آپ(ص) کو بتایا تو آپ (ص) نے ان سے فرمایا:"(اچھا یہ بات ہے) میں سمجھا تھا کہ تم سے کوئي نماز قضا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوگئي ہے ..."(1) لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان ماہر چوروں نے غلاموں اوراونٹوں کی اتنی بڑی مقدار کو کہاں چھپایا تھا؟ پھر ان میں سے ایك غلام نے بھی وہاں سے بھاگ کر جناب ابوبکر کو خبر دار نہیں کیا ؟ پھر کیسے ہوا کہ اس دور کی تاریخ کے سب سے بڑے قافلے کے چلنے کی آواز نے مکہ اور مدینہ کے کسی فرد کو بھی نہیں جگایا؟ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ حضرت ابوبکر کے پاس اتنی زیادہ ثروت کہاں سے آگئي؟ پھر وہ جزیرة العرب کے سب سے زیادہ متمول آدمی کے طور پر چاردانگ عالم میں مشہور کیوں نہیں ہوئے؟ آخر کار ہمیں یہ پتا بھی نہیں چل سکا کہ جناب ابوبکر مسروقہ چیزوں کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوسکے یا نہیں؟

حضرت ابوبکر کی دولت سے مربوط اقوال پر آخری تبصرہ

ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی دولت مندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے خرچ کرنے کے بارے میں جو اقوال موجود ہیں وہ خلیفہ اول کے حامیوں کے شدید رد عمل کا نتیجہ ہیں کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ایك طرف سے تو رسول(ص) اللہ قیمت اداکئے بغیر ان کی پیش کردہ سواری کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں (2)اور دوسری طرف سے حضرت علي،(ع) آپ(ع) کے عطیات اور شب ہجرت اور دیگر مقامات پر آپ(ع) کی

1_ نزہة المجالس ج 1 ص 116_

2_ صحیح بخاری مطبوعہ مشکولی ج 5 ص 75 تاریخ طبری ج 2 ص 104 سیرت ابن ہشام ج 2 ص 131 طبقات ابن سعد ج 1 حصہ اول ص 153 البدایة والنہایة ج 3 ص 184_188 مسند احمد ج 5 ص 245 الکامل ابن اثیر اور دیگر بہت سارے مآخذ کے علاوہ سیرت حلبی ج 2 ص 32 کی طرف رجوع کریں _

قربانیوں کے بارے میں قرآن کی آیتیں اتر رہی ہیں_ بنابریں ضروری تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کیلئے عظیم فضائل اور قربانیاں ثابت کرنے کی جد وجہد کرتے_

اس کے بعد یہ لوگ سواری والے واقعے کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ رسول(ص) اللہ اپنی جان اوراپنے مال کے ساتھ راہ خدا میں ہجرت کرنا چاہتے تھے_ (1)

لیکن جب وہ ہجرت کے واقعات میں زاد راہ والی چمڑے کی تھیلي، پکی ہوئي بکری اور گوسفند کے دودھ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس تاویل کو بھول جاتے ہیں اور اپنی گفتار کے اندر موجود واضح تضاد سے غافل ہوجاتے ہیں کہ ایك طرف تو رسول(ص) خدا اپنی جان اور فقط اپنے مال کے ساتھ ہجرت کا ارادہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

فرمائیں اور دوسری طرف آپ(ص) حضرت ابوبکر کی طرف سے دیئے گئے مال، زاد راہ اور دودھ وغیرہ سے استفادہ کریں_ جی ہاں اگر (نعوذ باللہ)رسول(ص) اللہ کے افعال واقوال میں تضاد نظر آئے تو کوئي فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت میں کمی یا فضائل سے ان کی محرومی کا باعث نہ بنے_

دروغ پردازی اور جعل سازي

حقیقت یہ ہے کہ رسول(ص) اللہ نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اموال کے بارے میں فرمایا تھا "ما نفعنی مال قط مثل ما نفعنی مال خدیجة " (مجھے کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا خدیجہ کے مال نے) جیساکہ ذکر ہوچکا ہے_ لیکن اس حدیث کو حضرت ابوبکر کے حق میں تبدیل کردیا گیا ہے_ اس کو مختلف شکلوں اور عبارتوں میں ڈھالاگیا ہے جو ایك ہی مقصد کی حامل اور ایك ہی واضح ہدف کی غماز ہیں اور وہ ہے حضرت ابوبکر کیلئے فضیلت تراشی اور بس_ دیگر بہت ساری ان روایات کی مانند جن کا ذکر ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ امیرالمومنین حضرت علي(ع) کے فضائل کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کے معتقدین کی وضع کردہ ہیں جیساکہ تحقیق اور موازنہ کرنے کی صورت میں ہر کسی کیلئے واضح ہے_

1_ فتح البارى ج 7 باب الہجرة ص 183 و السيرة الحلبية ج 2 ص 32 _

ابوبكر اور ديدار الہي

حضرت انس سے مروى ہے كہ جب حضور(ص) غار سے خارج ہوئے تو حضرت ابوبكر نے آپ(ص) كى ركاب تھام لى رسول(ص) خدا نے ان كى طرف نظر كى اور فرمايا :"اے ابوبكر تجھے خوشخبرى نہ دوں؟" بولے :"كيوں نہيں ميرے ماں باپ آپ (ص) پر قربان جائيں"_ فرمايا: "بيشك خدا روز قيامت تمام لوگوں كے سامنے اپنا ديدار عام كرائے گا ليكن تمہارے لئے بطور خاص اپنى تجلى دكھائے گا"_(1)

يہاں پہلے تو ہم نہيں سمجھے كہ اس تجلى سے كيا مراد ہے_ مگر يہ كہ مذہب مجسّمہ (جو ايك گمراہ مذہب ہے) كى رو سے اس كا معنى كيا جائے_ اس كے علاوہ فيروز آبادى نے اس حديث كو حضرت ابوبكر كے حق ميں گھڑى گئي مشہور و معروف جعلى احاديث ميں شمار كيا ہے جن كا باطل ہونا عقل سليم كے نزديك بديہى اور واضح امر ہے_ خطيب نے نقلى علوم كے ماہرين كے نزديك اس كے جعلى ہونے كى تصديق كى ہے_ اس كے علاوہ ذہبي، عجلوني، ابن عدي، سيوطي، عسقلانى اور قارى وغيرہ نے بھى اس كے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جعلی اور بے بنیاد ہونے کا فیصلہ دیا ہے_ (2)

فضائل کے بارے میں ایك اہم یاددہانی

مدائنی کہتے ہیں معاویہ نے ہر جگہ اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ کی شہادت قبول نہ کی جائے_ نیز یہ بھی لکھا :"اپنے درمیان عثمان کے طرفداروں، دوستوں اور چاہنے والوں کو تلاش کرو، جو اس کے فضائل ومناقب بیان کریں ان کی مجالس میں حاضری دو، انہیں اپنے قریب لاؤ، ان کا احترام ملحوظ رکھو اور ان میں سے ہر کسی کی روایتوں کے ساتھ اس کا نام نیز اس کے باپ اور خاندان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو" چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی یہاں تك کہ حضرت عثمان کے فضائل و مناقب کی حد کردی کیونکہ معاویہ

1_ الغدیر ج5 ص 301 _ 302 اور دیگر مآخذ اگلے حاشیہ میں ذکر ہوں گے نیز ملاحظہ ہو: سیرہ حلبیہ ج2 ص 41_

2_ تاریخ خطیب بغدادی ج 2 ص 288 اور ج 12 ص 19 و کشف الخفاء ج 2 ص 419 اللئالی المصنوعة ج 1 ص 148، لسان المیزان ج 2 ص 64 میزان الاعتدال ج 2 ص 21، 232 اور 269 اور جلد سوم ص 336 اور الغدیر ج 5 ص 302 جو مذکورہ مآخذ کے علاوہ اسنی المطالب ص 63 سے ماخوذ ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ان کو انعام و اکرام عطیات، وظائف اور خلعتوں سے نوازتا تھا خواہ وہ عرب ہوں یا غیر غرب_ یوں ہر شہر میں یہ کام عام ہوگیا اور لوگ دنیوی مال و مقام حاصل کرنے کیلئے اس کام میں ایك دوسرے کا مقابلہ کرنے لگ گئے_ معاویہ کا کوئي عامل ایسا نہ تھا جس کے پاس کوئي شخص آکر حضرت عثمان کی شان میں کوئي فضیلت یا منقبت بیان کرتا مگر یہ کہ وہ اس کا، اس کے رشتہ داروں، اور اس کی بیوی کا نام فہرست میں شامل کرلیتا_ یہ سلسلہ ایك عرصے تك چلتارہا_

پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ اب حضرت عثمان کی شان میں احادیث کی شہرت ہر شہر اور ہر جگہ پہنچ چکی ہے_ لہذا جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو لوگوں کو صحابہ اور خلیفہ اول وخلیفہ دوم کے فضائل بیان کرنے کی دعوت دو_ ابوتراب علی (ع) کے بارے میں مسلمانوں کے پاس موجود ایك ایك روایت کے مقابلے میں صحابہ کے دس فضائل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ بات مجھے بہت زیادہ پسند ہے اور میری آنکھوں کیلئے زیادہ ٹھنڈك کا باعث ہے، نیز یہ عمل حضرت عثمان کے فضائل و مناقب کی بہ نسبت ابوتراب اور اس کے شیعوں کی دلیلوں کے مقابلہ میں بہتراور سخت تر ثابت ہوگا_

معاویہ کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے_ یوں صحابہ کی شان میں جعلی احادیث کا تانتا بندھ گیا جن کی کوئي حقیقت نہ تھي_ لوگ اس قسم کی روایتیں نقل کرنے میں کوشاں ہوگئے_ یہاں تك کہ منبروں پر ان کا ذکر ہونے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لگا_ قرآن پڑھانے والوں تك بھی یہ احادیث پہنچائي گئیں_انہوں نے بچوں اور نوجوانوں کو وسیع پیمانے پر یہ احادیث سکھائیں_ چنانچہ انہوں نے قرآن کی طرح ان کو سیکھ لیا اور دوسروں کیلئے نقل کیا_ یہاں تك کہ انہوں نے عورتوں، لڑکیوں، اور نوکروں تك کو بھی یہ احادیث سکھا دیں اور اس کام میں عرصہ دراز تك مشغول رہے_ پھر اس نے تمام شہروں میں اپنے عاملوں کے نام ایك ہی مضمون پر مشتمل فرمان لکھا_ "جس شخص کے خلاف یہ شہادت ملے کہ وہ حضرت علي(ع) اور اس کے اہلبیت سے محبت کرتا ہے تو اس کا نام رجسٹر سے کاٹ لو_ اس کا وظیفہ اور روزی بند کردو"_ اس کے بعد ایك اور خط اس کے ساتھ یوں لکھا "جن لوگوں پر تم ان (علي(ع)

اور ان کی اہلبیت) کے ساتھ محبت کا الزام لگاچکے ہو_ان کو عبرت ناك سزائیں دو اور ان کے گھروں کو منہدم کرادو" اس کے نتیجے میں عراق والوں پر سب سے زیادہ مصیبت ٹوٹ پڑی خصوصاً کوفہ میں_ یہاں تك کہ جب کسی شیعہ کے پاس اس کا قابل وثوق آدمی آتا اور اس کے گھر میں داخل ہوتا تاکہ اسے راز کی کوئي بات بتائے تو وہ اس کے غلاموں اور نوکروں سے بھی خوف محسوس کرتا تھا اور اس وقت تك اس کے ساتھ بات نہ کرتا جب تك اسے راز محفوظ رکھنے کی قسمیں نہ دے لیتا_ یوں کثیر تعداد میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جھوٹی احادیث اور بہتانوں کا سلسلہ پھیل گیا_ علمائ، قاضی اور والی ان پر عمل کرتے تھے _ اس کام میں سب سے زیادہ ضعیف الایمان اور ریا کار قاری مبتلا ہوئے جو خضوع اور خشوع کا دکھلاوا کرتے تھے اور جھوٹی احادیث گھڑتے تاکہ حکمرانوں سے فائدہ لے سکیں اور ان کی مجالس کی قربت نصیب ہوسکے_ نیز مال و جائیداد اور مرتبہ و مقام حاصل کرسکیں_ نوبت یہاں تك پہنچی کہ یہ جھوٹی احادیث دیندار لوگوں تك بھی پہنچیں جو جھوٹ اور بہتان کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن انہوں نے صحیح سمجھ کر ان کو قبول کیا اور نقل بھی کیا، اگر ان کو علم ہوتا کہ یہ جھوٹی ہیں تو وہ ان کو نقل نہ کرتے اور نہ مانتے_ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تك کہ امام حسن بن علی علیہما السلام کی شہادت ہوئي اور فتنہ وبلا میں مزیداضافہ ہوگیا ..._ (1)

انگشت خونین

ایك روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر غار کے اندر سوراخوں کو بند کرنے لگے_ اس اثنا میں ان کی انگلی زخمی ہوئي اوراس سے خون نکلنے لگا_ وہ اپنی انگلی صاف کرنے کے ساتھ ساتھ انگلی سے مخاطب ہوکر یہ کہہ رہے تھے_

ما انت الا اصبع دمیت

وفی سبیل اللہ مالقیت (2)

1_النصایح الکافیہ ص 72_73 از مدائنی و شرح نہج البلاغہ معتزلی ج11 ص 44_

2_ حلیة الاولیاء ج 1 ص 22 البدایة و النہایة ج 3 ص 180 السیرة الحلبیة ج 2 ص 35_36_

تو سوائے ایك خونین انگلی كے كچھ بھی نہیں _ یہ تكلیف تجھے خدا كی راہ میں جھیلنی پڑی ہے_

یہ روایت بھی غلط ہے كیونكہ یہ عبداللہ بن رواحہ كے ان اشعار میں سے ایك ہے جو انہوں نے اپنی انگلی زخمی ہونے پر جنگ موتہ میں كہے تھے_ (1) البتہ صحیحین میں جندب ابن سفیان سے منقول ہے كہ رسول(ص) اللہ نے یہ شعر كسی مجلس میں یا غار میں اپنی انگلی كے زخمی ہونے پر پڑھا_ (2) بعض دوسرے لوگوں كا كہنا ہے كہ جب حضرت ابوبكر آپ(ص) سے ملحق ہوئے تو اس وقت آپ(ص) نے یہ شعر كہا كیونكہ آپ(ص) نے یہ سمجھا كہ وہ مشركین میں سے كوئي ہے چنانچہ آپ(ص) نے اپنی رفتار بڑھالی نتیجتاً ایك پتھر سے ٹكرا كر آپ(ص) كا انگوٹھا زخمی ہوگیا_ (3) ممكن ہے كہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دمیت اور لقیتكے الفاظ، ان دونوں كی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یاء کو زبر دیکراورتاء کو ساکن کر کے ادا کئے ہوں تاکہ شعر نہ رہے کیونکہ آپ شعر نہیں کہتے تھے اور شعر کہنا آپ(ص) کیلئے مناسب بھی نہیں تھا_ بعض مآخذ میں مذکور ہے کہ یہ شعر ولید بن ولید بن مغیرہ نے اس وقت کہا جب مشرکین سے جان چھڑانے کیلئے ہجرت کی تھی یا اس وقت جب وہ ہشام بن عاص اور عباس بن ربیعہ کو چھڑانے کیلئے گیا تھا_ (4) ايك قول کی رو سے یہ شعر ابودجانہ نے جنگ احد میں کہا_ (5)

یوں واضح ہوا کہ حقیقت سے قریب بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ رسول(ص) اللہ نے ادا کئے تھے لیکن اس کی جھوٹی نسبت حضرت ابوبکر کی طرف دی گئي تاکہ (حکمران طبقہ کا) قرب حاصل کیا جاسکے اور بس ظاہر ہے یہ بات نہ کسی کمزور کو موٹا بنا سکتی ہے اور نہ کسی بھوکے کو سیر کرسکتی ہے (یعنی کسی کام کی نہیں)_

1_ السيرة الحلبية ج 2 ص 69 اور 36 _

2_ صحیح مسلم ج 5 ص 181 اور 182 صحیح بخاری ج 2 ص 89 مطبوعہ الميمنية و حيات الصحابة ج 1 ص 518 _

3_ ملاحظہ ہو بحار ج 19 ص 93 از مسند احمد و تاریخ طبری ج 2 ص 100 و السيرة الحلبية ج 2 ص 36 از ابن جوزي_

4_ نسب قریش (مصعب زبيري) ص 324 والمصنف (عبدالزراق) ج 2 ص 447 و سيرت ابن ہشام ج 2 ص 220 _

5_ البدء و التاريخ ج 4 ص 202 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت ابوبکر کے اہم فضائل

قابل توجہ اور عجیب نکتہ یہ ہے کہ صرف غار میں رسول(ص) اللہ کی مصاحبت اور عمرکے لحاظ سے بزرگی کو سقیفہ کے دن حضرت ابوبکر کے استحقاق خلافت کو ثابت کرنے کیلئے بنیادی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا نہ کہ کسی اور چیز کو_ چنانچہ حضرت عمرنے سقیفہ کے دن کہا"کون ہے جو ان تین صفات کا حامل ہو_ غار میں رسول(ص) اللہ کا واحد ساتھی ہو ،جب وہ محزون ہوئے تو رسول(ص) اللہ نے کہا غم مت کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے"_

حضرت عمرنے مزید کہا کہ نبي(ص) کی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو غار میں آپ(ص) کا واحد ساتھی تھا، ابوبکر سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں اور عمر رسیدہ بھي_عام بیعت کے دن حضرت عمرنے کہا "ابوبکر رسول(ص) اللہ کا ساتھی ہے اور غار میں آپ(ص) کے ساتھ ان کے سوا کوئي نہ تھا_ تمہارے امور کی باگ ڈور سنبھالنے کا وہ سب سے زیادہ حقدار ہے_ پس اٹھو اور انکی بیعت کرو"_ (1)

حضرت سلمان سے منقول ہے "اصبتم ذا السن فیکم ولکنکم اخطاتم اہلبیت نبیکم ..." یعنی تم لوگوں نے عمر رسیدہ شخص کو تو پالیا لیکن اپنے نبي(ص) کی

آل سے منحرف ہوگئے_

جب یہودیوں نے حضرت ابوبکر سے اپنے ساتھی (رسول(ص) اللہ) کا تعارف کرانے کی خواہش کا اظہار کیا تو بولے :"اے قوم یہودمیں اپنی ان دو انگلیوں کی طرح غار میں آپ(ص) کے ساتھ رہا تھا"_ حضرت عثمان سے مروی ہے "ابوبکر صدیق (ہمارے خیال میں اس لفظ کا اضافہ بھی راویوں نے مذکورہ وجوہات کی بنا پر کیا ہے) لوگوں میں اس امر کا سب سے زیادہ حقدار ہے، وہ صدیق ہے ، رسول کا یار غار اور آپ(ص) کا ساتھی ہے "_ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے_

حضرت علي(ع) اور زبیر سے منقول ہے "الغار وشرفہ وکبرہ وصلاتہ بالناس" یعنی غار، ان کا شرف،

1_ ان نصوص کیلئے رجوع ہو مجمع الزوائد ج 5 ص 182 از طبرانی (اس کے راوی ثقہ ہیں) بعض ابن ماجہ سے ہیں سیرت ابن ہشام ج 4 ص 311، البدایة و النہایة ج 5 ص 248 از بخاری نیز السیرة الحلبیة ج 3 ص 359، شرح نہج البلاغة معتزلی 6 ص 8، المصنف عبدالرزاق ج 5 ص 438 و الغدیر ج 7 ص 92 مذکورہ مآخذ میں سے بعض سے اور الریاض النضرة ج 1 ص 162_166 سے_

ان کا عمر رسیدہ ہونا اور لوگوں کیلئے ان کا نماز پڑھانا_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آخر میں عسقلانی یہ کہتا ہے کہ یہ تھے ابوبکر کے وہ چیدہ چیدہ فضائل جن کی بدولت وہ رسول(ص) اللہ کے بعد آپ(ص) کی خلافت کے مستحق ٹھہرے اسی لئے عمر بن خطاب نے کہا "ابوبکر رسول(ص) اللہ کے ساتھی اور یار غار ہیں وہ سارے مسلمانوں میں تمہارے امور کی باگ ڈور سنبھالنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں"_

جب حضرت ابوبکر کے سب سے بڑے فضائل یہی تھے جن کی بناپر وہ مستحق خلافت ٹھہرے اور یہ لوگ ان کے علاوہ کوئي اور فضیلت نہ پاسکے (جبکہ وہ انصارکے مقابلے میں مشکل ترین بحران سے دوچار تھے اور انہیں ايك ايك تنكے كے سہارے کی بھی ضرورت تھي) تو پھر حضرت علي(ع) اور ان کے عظیم فضائل (جو روز روشن کی طرح واضح تھے) کے مقابلے میں ان کا رد عمل کیا ہوگا؟ کیا ان کے مقابلے میں وہ کوئي قابل قبول دلیل قائم کرسکتے ہیں؟ اور کیا ان کے پاس رعب و دبدبے، دہشت اور طاقت کی زبان استعمال کرنے کے علاوہ کوئي جواب موجود ہے؟

پس جب فضیلت تراشی میں مدعی اس فضیلت کو بھی ثابت کرنے سے عاجز رہا اورخالی ہاتھ رہ گیا، یہاں تك کہ بلال کو ان پر ترجیح دی جانے لگی اور نوبت یہاں تك آپہنچی کہ حضرت بلال اس کی تردید پر مجبور ہوئے (شاید تاریخ اس کی وجہ بیان نہ کرسکي) اور کہا تم مجھے ان پر ترجیح کیسے دیتے ہو جبکہ میں ان کی نیکیوں میں سے ایك نیکی ہوں_ (2) تو اب حضرت ابوبکر کی آبرو اور حیثیت کی حفاظت کیلئے کیا رہ جاتا ہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہم اس سوال کا جواب نکتہ دان اور منصف قاری پر چھوڑتے ہیں_

1_ مذکورہ تمام باتوں یا اس کے بعض حصوں کیلئے رجوع کریں شرح نہج البلاغة معتزلی ج 6 ص 8 و مستدرك الحاكم ج 3 ص 66 و سنن بیہقی ج 8 ص 153 یہ مسئلہ الغدیر ج 5 ص 369 ج7 ص 92 اور ج 10 ص 7 میں مکمل یا جزوی طور پر درج ذیل مآخذ سے منقول ہے: مسند احمد ج 1 ص 35 ،طبقات ابن سعد ج 3 ص 128 و نہایہ ابن اثیر ج 3 ص 247 و صفہ الصفوة ج 1 ص 97 و السیرة الحلبیة ج 3 ص 386 الصواعق المحرقہ ص7 سے، شرح نہج البلاغة معتزلی ج 1 ص 131 اور ج 2 ص 17، الریاض النضرة ج 2 ص 195 و کنز العمال ج 3 ص 140 ازطرابلسی (فضائل صحابہ میں) نیز منقول ہے الکنز ج 3 ص 139، 136 اور 140 سے از ابن ابی شیبہ، ابن عساکر ، ابن شاہین، ابن جریر، ابن سعد اور احمد ،اس کے تمام راوی صحاح والے راوی ہیں_

2_ الغدیر ج 10 ص 13 از تاریخ ابن عساکر ج 2 ص 314 اور تہذیب تاریخ دمشق ج3 ص 317_

حضرت عثمان اور واقعہ غار

ابن مندہ نے ایك بے بنیاد سند کے ساتھ اسماء بنت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا"جب میرا باپ غار میں رسول(ص) اللہ کے ساتھ تھا تو میں اس کیلئے کھانا لے گئي تھی اس وقت حضرت عثمان نے آنحضرت(ع) سے اذن ہجرت مانگا اور آپ(ص) نے ان کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دي"_(1) لیکن یہ بات واضح ہے کہ حضرت عثمان نے واقعہ غار سے آٹھ سال پہلے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حبشہ کو ہجرت کی تھي_

اگر کوئي یہ کہے کہ یہاں غار سے مراد غار ثور نہیں بلکہ کوئي اور غار ہے تو اس کاجواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل کی محتاج ہے اور ہم تاریخ میں کوئي ایسی دلیل نہیں پاتے کہ آپ(ص) کسی اور غار میں داخل ہوئے ہوں اور اس میں حضرت ابوبکر کے ساتھ ایك مدت تك رہے ہوں_ ان باتوں سے قطع نظر پہلے گزر چکا ہے کہ اسماء کا ان دونوں کیلئے غار میں کھانا پہنچانے والی بات ہی بے بنیاد ہے کیونکہ حضرت علی (ع) ہی آنحضرت (ص) کے لئے غار میں کھانا لے کر جاتے تھے_

یوم غار اور یوم غدیر

ابن عماد وغیرہ نے کہا ہے کہ شیعہ حضرات کئي صدیوں سے عاشورا کے دن اپنے آپ کو پیٹنے اور رونے دھونے نیز عید غدیر کے دن قبے بنانے، زیب و زینت کرنے اور دیگر مراسم کے ذریعے اپنی گمراہی کا ثبوت دیتے آئے ہیں_ اس کے نتیجے میں متعصب سنی طیش میں آئے اور انہوں نے یوم غدیر کے مقابلے میں ٹھیك آٹھ دن بعد یعنی 26 ذی الحجہ کو یوم غار منانے کی بنیاد رکھی اوریہ فرض کرلیا کہ نبی کریم(ص) اور حضرت ابوبکر اس تاریخ کو غار میں پنہاں ہوئے تھے_ حالانکہ یہ بات جہالت اور غلطی پر مبنی ہے کیونکہ غار والے ایام کا تعلق قطعی طور پر ماہ صفر اور ربیع الاول کی ابتدا سے ہے"_ (2)

1_ كنز العمال ج22 ص 208 از ابن عساكر اور الاصابة ج 4 ص 304 _

2_ شذرات الذہب ج 3 ص 130 و الامام الصادق و المذاهب الاربعة ج 1 ص 94 و بحوث مع اہل السنة و السليفة ص 145 و المنتظم (ابن جوزي) ج 7 ص 206 ، البدايہ والنہايہ ج11 ص 325 ، الخطط المقريزيہ ج1 ص 389 ، الكامل فى التاريخ ج9ص 155 ، نہاية الارب (نويري) ج1 ص 185 ، ذيل تجارب الامم (ابوشجاع) ج3 ص 339 ، 340 و تاريخ الاسلام ذہبى (واقعات سال 381_ 400) ص 25_

يہاں يہ كہنا چاہ يے كہ مذكورہ بات عداوت و جہالت سے عبارت تھى جس نے ان كى آنكھوں كو اندھا كرديا تھا اور بصيرت زائل كردى تھى كيا يوم غار (جس ميں حضرت ابوبكر نے اپنى كمزورى اور بے يقينى كو ظاہر كرديا اور ہر ايك كو معلوم ہوگيا كہ رسول(ص) الله نے بغير قيمت كى ادائيگى كے ان كا اونٹ قبول نہيں كيا تھا) يوم غدير كى مانند ہوسكتا ہے (جس دن خدانے اہلبيت كو ثقلين ميں سے ايك قرار ديا جن سے تمسك كرنے والا ہرگزگمراہ نہيں ہوسكتا اور على (ع) كو مومنين كا مولا اور رسول(ص) كے بعد ان كا امام قرار ديا) ان كے علاوہ ديگر نكات كو محققين اور بڑے بڑے محدثين نے نقل كيا ہے_

حديث غار كے بارے ميں آخرى تبصرہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:
من کان یخلق ما یقول
فحیلتی فیہ قلیلۃ ...

جو اپنی طرف سے بنا بناکر باتیں کرتا ہے بس اس کے مقابلے میں کوئي چارہ کار نہیں _
واقعہ غار کے بارے میں بعض لوگوں کی ساختہ وپرداختہ اور پسندیدہ جعلی روایات پر ہم نے جو تبصرہ کیا ہے ،یہاں ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں_ محترم قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہم نے مذکورہ نصوص کے مآخذ کا زیادہ ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کي، کیونکہ ہم نے دیکھا کہ یہ نصوص تاریخ اور حدیث کی مختلف کتابوں میں وافر مقدار میں موجود ہیں اور محترم قارئین کو ان کی تلاش و تحقیق کی صورت میں زیادہ زحمت نہیں کرنا پڑے گي، جس قدر ہم نے عرض کیا شاید قارئین کرام اسی کو کافی سمجھینگے_
امید ہے کہ مذکورہ عرائض قارئین کو ان بہت ساری باتوں کے بے بنیاد ہونے سے باخبر کریں گے جن کا ہم نے یہاں تذکرہ نہیں کیا، کیونکہ ان کا کذب وبطلان واضح ہے_ اب باری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطر آگین سیرت کے ذکر کی طرف دوبارہ پلٹنے کي_ تو آیئےل کے سیرت طیبہ (ص) کا مطالعہ کرتے ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

357

تيسری فصل

قباکی جانب

358

مدينہ کی راہ ميں

حضرت امام صادق عليہ السلام سے منقول ہے "جب رسول(ص) اللہ غار سے نکل کر مدينہ کی طرف روانہ ہوئے تو چونکہ قريش نے آنحضرت(ص) کی گرفتاری پر سواونٹوں کا انعام رکھا تھا اس لئے سراقہ بن جشعم بھی حضور اکرم(ص) کی تلاش ميں نکلا اور آپ(ص) کے پاس پہنچ گيا_ آپ(ص) نے دعا فرمائي "اے خدا جس طريقے سے تو چا ہے، مجھے سراقہ کے شر سے بچا "_نتيجتاًسراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمين ميں دھنس گئے جس سے اس کی ٹانگ دوھری ہوگئي اور وہ مشکل ميں پڑگيا اس نے کہا اے محمد(ص) "اگر تمہيں يقين ہوکہ ميرے گھوڑے کی ٹانگوں پر جو مصيبت آئي ہے وہ

تیری طرف سے ہے تو خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے_ مجھے جان کی قسم (اس صورت میں) اگر تم لوگوں کو میری طرف سے کوئي نیکی نہ پہنچی تو کم از کم کوئي بدی بھی نہیں پہنچے گي"_ چنانچہ رسول(ص) خدا نے دعاکی اور اللہ نے اس کے گھوڑے کو آزاد کردیا لیکن وہ دوبارہ رسول(ص) اللہ کا تعاقب کرنے لگا_ یہاں تك کہ تین بار اس واقعے کا تکرار ہوا جب تیسری بار اس کے گھوڑے کی ٹانگیں رہا ہوئیں تو اس نے کہا:" اے محمد(ص) یہ رہا میرا اونٹ جس پر میرا غلام سوار ہے اگر آپ(ص) کو سواری یا دودھ کی ضرورت پڑے تو اس سے استفادہ کر لینا اور یہ رہا بطور نشانی اورعلامت میرے ترکش کا ایك تیر_ اب میں لوٹتا ہوں اور آپ کے تعاقب سے دوسروں کو روکتا ہوں"_ آپ (ص) نے فرمایا:" مجھے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں"_

نبی کریم(ص) کی طرف سے سراقہ کی پیشکش کو ٹھکرانے کی وجہ شاید یہ دلیل ہوکہ آپ(ص) نہیں چاہتے تھے کہ کسی مشرك کا آپ(ص) پر کوئي حق ہواور اس بات کی تائید کرنے والی بعض روایات کا ذکر گزرچکا ہے_اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تك کہ ام معبد کے خیمے تك پہنچ گئے آپ(ص) وہاں

اتر گئے اور اس عورت کے پاس مہمان بننے کی خواہش کی وہ بولی میرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے_ اتنے میں رسول(ص) خدا کی نظر ایك بکری پر پڑی جوکسی تکلیف کے باعث باقی چوپایوں کے ساتھ نہ جاسکی تھي_ آپ(ص) نے فرمایا کیا اس کو دوہنے کی اجازت ہے؟ وہ بولی ہاں، لیکن اس میں کوئي فائدہ نہیں ہے_ آپ(ص) نے اپنا ہاتھ اس کی پشت پر پھیرا تو وہ تمام بھیڑ بکریوں سے زیادہ موٹی تازی ہوگئي پھر آپ(ص) نے اپنا ہاتھ اس کے تھن پر پھیرا تو اس کے تھن حیرت انگیز طریقے سے بڑھ گئے اور دودھ سے لبریز ہوگئے_ آپ(ص) نے ایك برتن مانگ کر دودھ دوہا_ یوں سب نے اتنا دودھ پیا کہ سیر ہوگئے_

پھر ام معبد نے اپنا بیٹا آپ(ص) کے حضور پیش کیا جو گوشت کے ایك لوتھڑے کے مانند تھا_ وہ نہ تو بات کرسکتا تھا اور نہ اٹھ سکتا تھا_ آپ(ص) نے ایك کجھور اٹھا کر چبایا اور اس کے منہ میں ڈال دیا_ وہ فوراً اٹھ کر چلنے اور باتیں کرنے لگا_ پھر آپ(ص) نے اس کجھور کی گٹھلی زمین میں دبادی تو اسی وقت ایك درخت بن گئي اور تازہ کجھور اس سے لٹکنے لگیں_ پھر آپ(ص) نے اس کے آس پاس کی طرف اشارہ کیا تو وہ زمین چرا گاہ بن گئي_

اس کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے_ آپ(ص) کی رحلت کے بعد اس درخت نے پھل نہیں دیا_ جب حضرت علی (ع) شہید ہوئے تو وہ سوکھ گیااور پھر جب امام حسین(ع) شہید کئے گئے تو اس سے خون بہنے لگا_ (1) جب ابومعبد واپس آیا اور وہاں کا منظر دیکھا تو اس کی علت پوچھي_ ام معبد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بولی قریش کا ایك مرد میرے ہاں سے گزرا ہے اس کے حالات اور واقعات اس قسم کے تھے (ام معبد نے آپ(ص) کی جو توصیف کی وہ مشہور و معروف ہے)_ یہ سن کر ابومعبد نے جان لیا کہ وہ نبي(ص) ہیں_ چنانچہ وہ رسول(ص) اللہ کے پاس گیا اور اپنے گھرانے کے ساتھ مسلمان ہوگیا_ (2)

1_ تاریخ الخمیس ج 1 ص 335 از ربیع الابرار _

2_ ام معبد کا واقعہ مورخین کے درمیان مشہور و معروف ہے_ مذکورہ عبارت ابتدا سے لے کر یہاں تك بحار الانوار ج 19 ص 75_76 سے نقل ہوئي ہے_ جو الخرائج و الجرائح سے لی گئي ہے نیز ملاحظہ ہو: تاریخ الخمیس ج1 ص 334، دلائل النبوۃ بیہقی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ج1 ص 279 و سیرہ حلبیہ ج2 ص 49 _ 50 و دیگر منابع و مآخذ_

مشکلات کے بعد معجزات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ(ص) کی واضح کرامات اور روشن معجزات کے سامنے مذکورہ معجزات کی اتنی زیادہ اہمیت نہیں کیونکہ آپ(ص) اشرف المخلوقات تھے اور خدا کے نزدیك تا روز قیامت اولین وآخرین کے مقابلے میں آپ(ص) کا مقام سب سے زیادہ معزز و مکرم تھا_ دوسری طرف سے ہجرت کی دشواریوں کے فوراً بعد ان کرامات کا ظہور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس حقیقت کی تائید کرتا ہے (جس کا ہم پہلے بھی ذکر کرچکے ہیں اور وہ یہ) کہ ہجرت کا عمل معجزانہ طریقے سے بھی انجام پاسکتا تھا لیکن اللہ کی منشا بس یہی ہے کہ سارے امور عام اسباب کے تحت انجام پذیر ہوں تاکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشکلات زندگی سے نبرد آزما ہونے اور دعوت الی اللہ کی سنگین ذمہ داریوں کو(تمام تر سختیوں، مصائب اور کٹھن مراحل میں)بطور احسن نبھانے کے حوالے سے ہر شخص کیلئے نمونہ عمل اور اسوہ حسنہ قرار پائیں_

علاوہ ازیں یہ امر انسان کی تربیت اور اس کو تدریجاً معاشرے کا ایك فعال، تعمیری اور مفید عنصر بنانے کے عمل میں بھی مددگار ثابت ہوسکتا ہے تاکہ وہ انسان فقط طفیلی یا دوسرے کے رحم وکرم پرہی اکتفا کرنے والا نہ بنا رہے _ان کے علاوہ دیگر فوائد ونتائج بھی ہیں جنہیں گزشتہ عرائض کی روشنی میں معلوم کیا جاسکتا ہے_

امیرالمؤمنین(ع) کی ہجرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر ہجرت جاری رکھا یہاں تك کہ آپ(ص) مدینہ کے قریب پہنچے_ آپ(ص) سب سے پہلے قبا میں عمرو بن عوف کے گھر تشریف لے گئے_ حضرت ابوبکر نے آپ(ص) سے مدینہ میں داخل ہونے کی درخواست کی اور اس پر اصرار کیا_ لیکن آپ(ص) نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:" میں داخل مدینہ نہیں ہوں گا جب تك میری ماں کا بیٹا اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میرا بھائي نیز میری بیٹي(یعنی حضرت علی (ع) اور حضرت فاطمہ(ع)) پہنچ نہ جائیں"_ (1)

1_ الفصول المہمة (ابن صباغ مالكي) ص 35 (یہاں نام لئے بغیر ذکر ہوا ہے) امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83 نیز اعلام الوری ص 66 بحار ج 19 ص 64، 106، 115، 116 و 75 اور 76 و ج22 ص 366 از الخرائج و الجرائح_

جب شام ہوئي تو حضرت ابوبکر آنحضرت(ص) سے جدا ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوکر کسی انصاری کے ہاں چلے گئے لیکن رسول(ص) اللہ قبا کے مقام پر ہی کلثوم بن ہدم کے ہاں تشریف فرما رہے_ (1)

پھر آنحضرت(ص) نے اپنے بھائي حضرت علي(ع) کو ایك خط لکھا اور انہیں جلدسے جلد آپ(ص) کی طرف آنے کا حکم دیا_ یہ خط آپ(ص) نے ابوواقد لیثی کے ہاتھ ارسال فرمایا_

جب رسول(ص) خدا کا خط حضرت علی (ع) کو ملا تو آپ(ع) سفر ہجرت کیلئے آمادہ ہوگئے اور اپنے ساتھ (مکہ میں) موجود بے چارے اور ضعیف مسلمانوں کو اس کی اطلاع دی اور حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں خاموشی کے ساتھ جلدی سے ذی طوی کی طرف حرکت کریں_ امیرالمومنین

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت علي(ع) حضرت فاطمہ بنت الرسول، اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو ساتھ لیکر نکلے_ رسول(ص) اللہ کے آزاد کر دہ غلام ایمن بن ام ایمن اور ابوواقد بھی ان کے ساتھ ہولئے_ ابوواقد جانوروں کو ہانك رہے تھے_ اس نے جب ان سواریوں کے ساتھ تندی برتی تو امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اس کو نرمی کا حکم دیا_ اس نے تعاقب کے خوف کا عذر پیش کیا امیرالمؤمنین(ع) نے فرمایا اطمینان رکھو، بتحقیق رسول(ص) اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے (یعنی غار سے روانگی کے وقت ، جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے) "اے علی (ع) اس کے بعد یہ لوگ تمہیں کوئي تکلیف نہ پہنچا سکیں گے"_

ضجنان کے قریب تعاقب کرنے والے ان تك پہنچ گئے جن کی تعداد سات تھی اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھے_ آٹھواں آدمی حارث بن امیہ کا آزاد کردہ غلام جناح تھا_

حضرت علی (ع) نے عورتوں کو اتارا اورتلوار سونت کر ان لوگوں کے پاس آئے ان لوگوں نے انہیں واپس چلنے کیلئے کہا انہوں نے فرمایا: "اگر میں ایسا نہ کروں تو؟" وہ بولے :"تمہیں مجبوراً چلنا پڑے گا وگرنہ تمہیں سرکے بالوں سے پکڑ کرلے جائیں گے اور یہ تمہارے لئے موت سے بھی بدتر ہوگا"_

پھر وہ سوار حملہ کرنے کیلئے سواریوں کی طرف بڑھے لیکن حضرت علی (ع) ان کے اور سواریوں کے درمیان

1_ اعلام الورى ص 66 اور بحار ج 19 ص 106 از اعلام الوري_

حائل ہوگئے اتنے میں جناح نے اپنی تلوار سے وار کیا لیکن حضرت علی (ع) نے پہلو بچا کر اس کا وار ضائع کردیا پھرآپ(ع) نے اس کے کندھے پروار کیا، تلوار تیزی سے اترتی چلی گئي یہاں تك کہ اس کے گھوڑے کی پشت تك جاپہنچی اس کے بعد حضرت علی (ع) درج ذیل رجز پڑھتے ہوئے اپنی تلوار کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے_

خلوا سبیل الجاهد المجاهد

آلیت لا اعبد غیر الواحد

اس زحمت کش مجاہد کا راستہ نہ روکو میں نے خدائے واحد کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے_ یہ دیکھ کر وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور کہنے لگے :"اے فرزند ابوطالب ہماری طرف سے بے فکر ہوجاؤ"_ انہوں نے فرمایا:" میں اپنے چچا زاد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھائي کے پاس يثرب جارہاہوں_ جس کی یہ خواہش ہو کہ میں اس کے گوشت کے ٹکڑے کروں یا اس کا خون بہادوں تو وہ میرے پیچھے آئے یا میرے نزدیك آنے کی کوشش کرے"_پھر حضرت علی (ع) اپنے دونوں ساتھیوں (ایمن اور ابوواقد) کے پاس آئے اور فرمایا:" اپنی سواریوں کو آزاد چھوڑ دو"_ اس کے بعد وہ بے فکر ہو کر سفر کرتے رہے یہاں تك کہ ضجنان پہنچ گئے_ وہاں انہوں نے تقریباً ایك دن اور ایك رات استراحت فرمائي بعض کمزور اور بے چارے مومنین وہاں پہنچ کر حضرت علي(ع) سے مل گئے ان میں رسول(ص) اللہ کی آزاد کردہ کنیز ام ایمن بھی تھیں_ اس رات انہوں نے کھڑے ہو کر بیٹھ کراور پہلوؤں کے بل لیٹ کر اللہ کی عبادت کی یہاں تك کہ جب صبح ہوگئي تو حضرت علي(ع) نے ان کے ساتھ نماز فجر پڑھی _اس کے بعد ان کے ساتھ دوبارہ سفر کا آغاز کیا اور ہرمنزل پر اس عمل کا اعادہ کرتے گئے یہاں تك کہ مدینہ پہنچ گئے_ ان کی آمد سے قبل ہی ان کی شان میں یوں وحی نازل ہوئي_ (الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا ... فاستجاب لہم ربہم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی) (1) یعنی جولوگ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر اور پہلوؤں کے بل خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی خلقت میں غور کرتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور کہتے ہیں خدایا تونے ان کو بے مقصد خلق نہیں کیا پس خدا نے ان کے جواب میں فرمایا: تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت_

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علي(ع) کی آمد کی خبر ملی تو فرمایا :"علی (ع) کو میرے پاس بلاؤ"عرض کیا گیا :"اے اللہ کے رسول(ص) وہ چلنے پر قادر نہیں ہیں "_یہ سن کر آنحضرت(ص) خود ان کے پاس آئے اور انہیں اپنے سینے سے لگایا_ جب ان کے سوجے ہوئے پیروں پر حضور(ص) کی نظر پڑی تو شفقت کی بنا پر گریہ فرمایاکیونکہ ان کے قدموں سے خون ٹپك رہا تھا_

حضور(ص) نے علی (ع) سے فرمایا:" اے علی (ع) تم ایمان کے لحاظ سے اس امت کے سب سے پہلے مومن ہو اور اللہ اور رسول(ص) کی طرف ہجرت کرنے والے سب سے پہلے لیکن رسول (ص) خدا سے ملحق ہونے والے سب سے آخری فرد ہو_ مجھے قسم ہے اس کی جس کے اختیار میں میری جان ہے تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگروہ جو مومن ہوگا اور اس کا ایمان آزمایا جاچکا ہوگا اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگروہ جو منافق یا

کافر ہوگا"_ (1)

بنابریں یہ واضح ہوا کہ کھلم کھلا ہجرت کرنے اور ہجرت سے روکنے والوں کو قتل کی دھمکی دینے والے شخص علی ابن ابیطالب تھے نہ کہ عمرابن خطاب_ حضرت عمر کی طرف اس بات کی نسبت کے غلط ہونے سے متعلق تھوڑی سی بحث پہلے گزر چکی ہے_ یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امیرالمومنین (ع) کے دیگر بہت سے فضائل کی طرح ان کی اس فضیلت کو بھی دوسروں سے منسوب کرنے کی کوشش کی گئي ہے_

تبع اول کا خط

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبع اول آپ(ص) کی ولادت سے سینکڑوں سال قبل آپ(ص) پر ایمان لاچکا تھا_یہ واقعہ طویل ہے اور ہم اس کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ ہمیں اس کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل نہیں ہے البتہ قرطبی اور ابن حجت حموی نے (قرطبی سے) ثمرات الاوراق (ص 290_ 291) میں

1_ امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83_86 بحار ج 19 ص 64 _ 67، 83 اور 85 تفسیر برہان ج 1 ص 332_333 از الشیبانی (در نہج البیان) الاختصاص (شیخ مفید) المناقب (ابن شہر آشوب) ج 1 ص 183_184، اعلام الوری 190 اور امتاع الاسماع (مقریزي) ج 1 ص 48 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس کا تذکرہ کیا ہے جو حضرات تحقیق کے طالب ہوں وہ ادھر رجوع کریں_

حضرت ابوبکر معروف بزرگ؟

بعض جگہوں میں ذکر ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر آپ(ص) کے ساتھ ایك ہی سواری پر سوار تھے اور یہ کہ حضرت ابوبکر ایك جانے پہچانے بزرگ تھے لیکن رسول(ص) خدا ایك غیر معروف نوجوان تھے_ لوگ حضرت ابوبکر سے ملاقات کرتے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر یہ تیرے آگے کون ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں" یہ لڑکا کون ہے جو تیرے آگے ہے؟" وہ جواباً کہتے تھے :"یہ مجھے راستہ دکھاتا ہے"_ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ آپ(ص) ان کو سفر کے راستے سے آگاہ کرتے ہیں حالانکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ(ص) راہ حق دکھانے والے ہیں_

تمہید میں مذکور ہے کہ "رسول(ص) اللہ سواری پر حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھے تھے اور جب لوگ حضرت ابوبکر سے پوچھتے تھے کہ یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ ... "

قسطلانی نے صاف الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں سے روانگی یعنی قباسے مدینے کو روانگی کے وقت کا ہے_

ايك اور روايت ميں مذكور ہے كہ "جب آپ(ص) مدينہ تشريف لائے اور مسلمانوں نے آپ(ص) كا استقبال كياتو اس وقت حضرت ابوبكر لوگوں كے سامنے كھڑے ہوگئے اور پيغمبر(ص) بيٹھ گئے_ اس وقت حضرت ابوبكر بوڑھے تھے اور پيغمبر(ص) جوان_ جن لوگوں نے رسول اكرم(ص) كو نہيں ديكھا تھا ہ حضرت ابوبكر كو رسول(ص) سمجھ كر ان كے پاس آتے تو وہ رسول(ص) الله كا تعارف كراتے تھے يہاں تك كہ جب سورج كى شعاعيں رسول(ص) الله پر پڑنے لگيں تو حضرت ابوبكر نے اپنى چادر سے آپ پر سايہ كرديا تب جاكر لوگوں نے آپ(ص) كو پہچانا_ (1)

1_ ان سارى باتوں يا بعض باتوں كيلئے رجوع كريں ارشاد السارى ج6 ص 214 ، سيرت حلبى ج2 ص 41 ، صحيح بخارى مطبوعہ مشكول باب ہجرت ج6 ص 53 و سيرت ابن ہشام ج2 ص 137 ، مسند احمد ج3 ص 287 ، المواہب اللدنية ج1 ص 86 ، عيون الاخبار (ابن قتيبہ) ج2 ص 202 والمعارف (ابن قتيبہ) ص 75 ، الغدير ج7 ص 258 (مذكورہ مآخذ ميں سے متعدد كتب نيز الرياض النضرة ج1 ص 78 _ 80 اور طبقات ابن سعد ج2 ص222 سے منقول)_

ليكن يہ باتيں درست نہيں ہوسكتيں كيونكہ:

الف: يہ امر قابل قبول نہيں كہ حضرت ابوبكر معروف تھے ليكن رسول(ص)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خدا غیر معروف_ کیونکہ آنحضرت(ص) مکے آنے والے مختلف قبائل سے سالہا سال تك ملاقاتیں کرتے رہے تھے_ یوں آپ کا ذکر ہر جگہ پھیل چکا تھا اور اہل مدینہ کے اسّی سے زیادہ افراد صرف تین ماہ قبل آپ(ص) کی بیعت کرچکے تھے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر تو جانی پہچانی شخصیت ٹھہریں لیکن رسول(ص) خدا غیر معروف؟(1)اس کے علاوہ حضرت ابوبکر تو قبا پہنچتے ہی رسول (ص) خدا سے جدا ہوکر مدینہ چلے گئے تھے اور مدینہ پہنچنے تك آپ(ص) کے ساتھ نہیں رہے تھے_
ب: اہل مدینہ نہایت بے صبری سے آپ(ص) کی آمد کے منتظر تھے اور جب آپ(ص) تشریف لائے تو تقریباً پانچ سو سواروں (2) نے حرّہ کے اس طرف آپ(ص) کا استقبال کیا تھا_ اس وقت عورتیں بچے اور جوان اس طرح کا ترانہ الاپ رہے تھے_

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع ...

ثنیات وداع سے آج ہمارے لئے چودہویں کا چاند نکل آیا ہے_
آپ(ص) قبا میں چند روز لوگوں سے ملتے رہے تھے پھر کیا یہ ممکن ہے کہ آپ(ص) (بقول قسطلاني) ، قبا سے مدینہ تشریف لاتے وقت غیر معروف ہوجائیں(3)؟
_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ(ص) مدینہ میں داخل تو ہوئے ہوں لیکن آپ(ص) کے ساتھ قبا یا مدینہ کے رہنے والوں میں سے کوئي بھی نہ ہو تو پھر اس وقت حضرت علی (ع) کہاں چلے گئے تھے؟ کیا اہل مدینہ آپ(ص) کے دیدار کے لئے جتھوں کی صوت میں یا اکیلے قبا نہیں آئے تھے؟ پھر انجان لوگوں کو جاننے والوں نے کیوں نہیں بتا یا اور چپ کیوں سادھ گئے؟

1_ الغدیر ج7 ص 258 کی طرف رجوع کریں_

2_ الثقات (ابن حیان) ج1 ص 131 و دلائل النبوة ج2 ص 233 وفاء الوفاء ج1 ص 255 از تاریخ صغیر (بخاري) و سیرت حلبی ج2 ص 52 و سیرت نبویہ (دحلان) حاشیہ حلبیہ ج1 ص 325 اور تاریخ الخمیس ج1 ص 326_

3_ ارشاد الساری ج6 ص 214_

366

ج: رسول(ص) خدا ابوبکر سے دوسال اور چند ماه بڑے تھے کیونکہ آنحضرت(ص) عام الفیل میں پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکر بھی اپنی خلافت کے آخر میں رسول(ص) اللہ کی عمر کو پہنچ چکے تھے (جیساکہ ان کا دعوی ہے) کیونکہ ان کی عمر وفات کے وقت رسول(ص) اللہ کی عمر کے برابر یعنی ترسٹھ سال ہوچکی تھي_(1)

بنابریں یہ کیسے معقول ہوسکتا ہے کہ وہ تو عمر رسیدہ بزرگ ہوں لیکن رسول(ص) خدا جوان؟ ہماری ان معروضات کی روشنی میں یزید بن اصم (جو دوسری صدی ہجری میں تہتر سال کی عمر میں مرے) سے مروی اس قول کا بطلان بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ رسول(ص) خدا نے حضرت ابوبکر سے فرمایا" میری عمر زیادہ ہوگی یا تمہاري؟" انہوں نے جواب دیا "آپ(ص) کی بزرگی اور عزت وشرف مجھ سے زیادہ ہے آپ(ص) مجھ سے بہتر ہیں لیکن میں عمر میں آپ(ص) سے بڑاہوں"_ (2)

یہ بہانہ کہ رسول(ص) اللہ کے بر خلاف حضرت ابوبکر کے چہرے اور داڑھی میں بڑھاپے کے آثار زیادہ نمایاں تھے_ (3) یا یہ کہ حضرت ابوبکر تاجر تھے اس لئے لوگ ان کو ملك شام جانے آنے کی وجہ سے پہچان چکے تھے_ درست نہیں کیونکہ بالوں کا سفید ہونا یا نہ ہونا بڑھاپے اور جوانی کو نہیں چھپا سکتا _حتی کہ ایك روایت کے الفاظ یہ ہیں "ما ھذا الغلام بین یدیك؟" (یہ لڑکا کون ہے جو تیرے آگے ہے؟) غور کیجئے ایك ایسے مرد کو جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہوچکی ہو "لڑکا" کہنا کس قدر ستم ظریفی ہے؟

1_ المعارف (ابن قتیبہ) ص 75 جس میں اس بات کے متفق علیہ ہونے کا دعوی کیا گیا ہے ، اسدالغابة ج 3 ص 223، مرآة الجنان ج 1 ص 65 و ص 69 ، مجمع الزوائد ج 9 ص 60، الاصابہ ج 2 ص 341 تا 344 الغدیر ج7 ص 271 جس میں مذکورہ مآخذ کے علاوہ درج ذیل مآخذ سے بھی نقل ہوا ہے _ الکامل ابن اثیر ج1 ص 185 اور ج 2 ص 176 عیون الاثر ج 1 ص 43 و سیرت حلبی ج 3 ص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

396 الطبری ج 2 ص 125 اور ج 4 ص 47 الاستیعاب ج 1 ص 335 جس میں کہا گیا ہے کہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وفات کے وقت ان کی عمر 63 سال تھی و سیرت ابن ہشام ج 1 ص 205_

2_ الغدیر ج7 ص 270 از الاستیعاب ج 2 ص 226 الریاض النضرۃ ج1 ص 127 تاریخ الخلفاء ص 72 خلیفۃ بن خیاط، احمد بن حنبل اور ابن عساکر سے_

3_ فتح الباری ج7 ص 195 ، الغدیر ج7 ص 260 ،261 _

اسکے علاوہ ابن عباس نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول خدا(ص) سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول(ص) ، آپ تو بوڑھے ہوگئے، فرمایا مجھے سورہ ہود اور سورہ واقعہ نے بوڑھا کردیا ... محدثین نے ابن مسعود اور ابن ابی جحیفہ سے بھی اس قسم کی روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول(ص) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ (ص) تو بوڑھے ہوگئے ہیں"_ فرمایا:" مجھے ہود اور اس کے ساتھ والی سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے"_ (1) واضح ہے کہ مذکورہ سورتیں مکی ہیں_ مذکورہ روایات کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے نے وقت سے پہلے رسول(ص) اللہ کو آلیا_ اسی لئے لوگ اس کے بارے میں سوال کر رہے تھے_ (2) رہا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر تاجر تھے اور شام آیا جایا کرتے تھے تو اس سلسلے میں ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ایام جاہلیت میں وہ بچوں کو پڑھاتے تھے اور اس کے بعد درزی کا کام کرنے لگے_ علاوہ ازیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسول(ص) اللہ بھی تو شام کا سفر کیا کرتے تھے اور خصوصاً آپ (ص) کو قریش اور عربوں کے درمیان حاصل بزرگی و سیادت اور اہل مدینہ کے ساتھ رشتہ داری کی بناپرلوگوں کے درمیان آپ(ص) کی پہچان بدرجہ اولی اور زیادہ ہونی چاہئے_

ان ساری باتوں کے علاوہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ رسول(ص) اللہ سالہا سال تك مكہ آنے والے قبائل کے ساتھ بنفس نفیس ملاقاتیں بھی کرتے رہے تھے_

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بھی آپ(ص) کی شخصیت کا تعارف کراتی تھیں _ چنانچہ ام معبد نے اپنے شوہر سے آپ(ص) کی صفات کا تذکرہ کیا تو اس نے آپ(ص) کوپہچان لیا_ رہے حضرت ابوبکر تو ان کی صفات کا تذکرہ حضرت عائشه وغیرہ کی زبانی اس کتاب میں پہلے گزر چکا ہے_آخر کار ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ رسول (ص) خدا اور حضرت ابوبکر ایك ہی ناقہ کے سوار کیسے ہوگئے؟ حالانکہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ دو اونٹ تھے یعنی ہر کسی کے پاس اپنی سواری تھي_

1_ مستدرك الحاكم ج2 ص 343 و تلخیص مستدرك ذہبی (اسی صفحے کے حاشیہ میں) نیز اللمع (ابو نصر) ص 280 و تفسیر ابن کثیر ج2 ص 435 و الغدیر ج7 ص 361 مذکورہ مآخذ اور تفسیر قرطبی ج7 ص 1 و تفسیر الخازن ج2 ص 335 نیز جامع الحافظ ترمذی و نواد ر الاصول(حکیم ترمذي) ابویعلي، طبرانی اور ابن ابی شیبہ سے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ الغدير ج7 ص 261_

علامہ امینی رحمة اللہ علیہ کا نقطہ نظر

علامہ امینی (قدس سرہ) کا نظریہ یہ ہے کہ "آپ(ص) مجھ سے بزرگ ہیں لیکن میں آپ سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں" والی بات رسول(ص) اللہ اور سعید بن یربوع المخزومی کے درمیان پیش آئي ہے سعید 54 ہجری میں ایك سوبیس سال کی عمر میں چل بسے تھے_

ان کا یہ بھی خیال ہے کہ سقیفہ کے دن اپنے مخالفین کے مقابلے میں حضرت ابوبکر کی دلیل ان کی بزرگسالی تھي_ بنابریں ان کے چاہنے والوں نے اس دعوے کی تائید ان کے مذکورہ جعلی قول سے کرنے کی کوشش کی کہ وہ رسول(ص) اللہ کے مقابلے میں عمر رسیدہ لیکن رسول(ص) اللہ ان کے مقابلے میں زیادہ برگزیدہ ہیں اور یہ کہ رسول(ص) اللہ ایك غیر معروف جوان بلکہ ایك لڑکے تھے اور حضرت ابوبکر ایك جانے پہچانے بزرگ تھے_ (1)

مکہ میں منافقت کا کھیل

ہجرت کے بعد کے حالات کا ذکر چھیڑنے سے پہلے مکی زندگی سے مربوط

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایك مسئلے كی طرف اشارہ اور اس كے بعض ظاہری پہلوؤں پر اظہار نظر مناسب معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس مسئلے كا ہجرت كے بعد مدنی زندگی سے بھی گہرا تعلق ہے_ وہ مسئلہ یہ ہے كہ كیا ہجرت سے قبل مسلمان ہونے والے مكیوں میں منافقین بھی تھے جن كا ظاہر كچھ اور باطن كچھ اور تھا یا نہیں
؟
اور كیا مكے كی فضا اس قسم كے افراد كو جو بظاہر اسلام قبول كریں اور اندر سے كافر ہی رہیں، وجود میں لانے كیلئے سازگار تھی یا نہیں؟ اس سلسلے میں علامہ طباطبائي كا حاصل كلام یہ ہے_ ممكن ہے كوئي كہے كہ نہیں مكے میں منافقین كا كوئي وجود نہ تھا كیونكہ وہاں رسول(ص) خدا اور مسلمانوں كو طاقت اور اثرونفوذ حاصل ہی نہ تھاكہ جس كے باعث لوگ ان سے مرعوب اور خائف ہوتے یا ان سے كسي

1_ الغدیر ج 7 ص 271_

قسم كے مادی یا روحانی فائدے كی امید ركھتے _پس وہ كیونكر ان كے قرب كے متلاشی ہوتے اور اپنی باطنی كیفیت كے برعكس ایمان كا اظہار كرتے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بلکہ مسلمان تو مکے میں کمزور مظلوم اور ستمدیدہ تھے_ بنابریں ہونا تو یہ چاہ ے تھا کہ قریش کے رؤسا اور بزرگان کے مقابلے میں (خواہ خوف کی بنا پر ہو یا امید ورغبت کی بنا پر) مسلمانونکی جانب سے اندرونی کیفیت کو چھپانے کی کوشش کی جاتی نہ اس کے برعکس _

اس کے برعکس مدنی زندگی میں رسول(ص) اللہ کی پوزیشن مستحکم ہوچکی تھی مسلمانوں کا اثر ونفوذ واضح ہوچکا تھا اور وہ اپنی حفاظت یا اپنا دفاع کرنے کی طاقت حاصل کرچکے تھے_ مدینہ کے ہر گھر میں آنحضرت(ص) کے اعوان و انصار اور پیروکار موجود تھے جو آپ(ص) کے اوامر کی متابعت اور اپنی ہر قیمتی اور نفیس چیز کو آپ(ص) کے حکم پر قربان کرتے تھے_ رہے باقی ماندہ مٹھی بھر لوگ تو وہ آپ(ص) کی اعلانیہ مخالفت کا دم خم نہ رکھتے تھے_ چنانچہ انہوں نے اپنی خیریت اسی میں جانی کہ بظاہر مسلمان ہوجائیں اور باطناً کافر ہی رہیں تاکہ جب بھی موقع ملے مسلمانوں کے ساتھ مکر وفریب اور سازش وحیلہ گری سے کام لے سکیں_

خلاصہ یہ کہ اس انداز میں بعض لوگوں نے ابتدائي مسلمانوں کے درمیان منافقوں کی عدم موجودگی پر استدلال کیا ہے_ لیکن یہ استدلال جیساکہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں بے بنیاد ہے_

کیونکہ مکے میں بھی منافقت کی وجوہات موجود تھیں _اور اس کام کیلئے وہاں کے ماحول میں بھی گنجائشے موجود تھي_ ان میں سے بعض اسباب کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں:

(الف): منافقت کے اسباب فقط وہی نہیں جن کا اوپر تذکرہ ہوا ہے یعنی صاحب اقتدار کا خوف یا اس سے وابستہ امید اور لالچ کیونکہ ہم مختلف معاشروں میں مختلف قسم کے لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو خوبصورت نعروں پر، ہر قسم کی دعوت پر لبیك کہنے کیلئے آمادہ ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ سازگار ہو، ان کی خواہشات کی برآوری کی امید دلاتی ہو اور اس میں ان کی رغبتوں کا سامان ہو_ پس وہ اس کی حمایت کرتے ہیں اگرچہ وہ ظالم ترین طاقتوں کے زیرسایہ ہی کیوں نہ ہوں اور

خود، ان کی حالت انتہائي کمزور اور ضعیف کیوں نہ ہو_ یوں وہ اس کی خاطر اپنے وجود کو بہت سے خطرات میں جھونك دیتے ہیں نیز مشکلات اور سختیوں کو جھیلتے ہیں فقط اس امید میں کہ شاید کسی دن ان کی امیدوں کی کلی کھل جائے اور ان کے اہداف حاصل ہوجائیں جن کے خواب وہ دیکھا کرتے ہیں ،مثال کے طور پر حصول اقتدار اور حصول ثروت وجاہ ومقام وغیرہ_

جی ہاں وہ یہ سب کر گزرتے ہیں اگرچہ وہ اکثر وبیشتر اس دعوت پر فقط اتنا ہی ایمان رکھتے ہیں جتنا ان کے مذکورہ بالا اہداف واغراض کے حصول کیلئے ضروری ہو اور واضح ہے کہ اس قسم کا لالچی منافق دعوت کی کامیابی کی صورت میں اس دعوت کیلئے بدترین دشمنوں سے بھی زیادہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خطرناك ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر اسے یہ احساس ہو کہ دعوت اس کی تمام آرزؤوں کو پورا نہیں کرسکتی (اگرچہ کسی مصلحت کے تحت ہی سہي) تو وہ منحرف اور خائن ہوجاتا ہے (1) اس کے علاوہ وہ اس دعوت کو انحراف کی طرف لے جانے نیز اسے سابقہ روش اور راہ مستقیم سے ہٹاکر ان غلط راہوں کی طرف لے جانے پر زیادہ قادر ہوتا ہے جن راہوں کی تاریکی اور ظلمت سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی خواہشات تك آسانی سے رسائي حاصل کرسکے_ پھر ان کاموں کی توجیہہ کے سارے بہانے بھی اسی کے پاس ہی ہوتے ہیں خواہ اس کی توجیہات کتنی ہی کمزور اور بے بنیاد کیوں نہ ہوں_ لیکن اگر دعوت کو ناکامی کا سامنا ہو تو وہ اپنی پوزیشن مضبوط کرچکنے کی صورت میں اپنے ہم خیال لوگوں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کے ساتھ تو بس مذاق کر رہے تھے_ بقول قرآن (اناکنامعکم انمانحن مستھزؤون) ان باتوں کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مدینے میں اگر منافقت عام طور پر حفاظتی مقاصد یا مخصوص مفادات وروابط کے بچاؤ کے پیش نظر تھی تو مکہ والی منافقت اسلام ومسلمین کیلئے یقیناً زیادہ خطرناك، زیادہ نقصان دہ اور زیادہ پریشان کن ہوگی جیساکہ ہم پہلے وضاحت کرچکے ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ تفسير الميزان ج 19 ص 289 _

خلاصہ یہ کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ مکہ میں رسول(ص) اللہ کے بعض پیروکار اسلام کے مخلص نہیں تھے بلکہ ان کو فقط اپنی ذات سے غرض تھي_اس بات کی تائید اس حقیقت کو خاص کرملاحظہ کرنے سے ہوتی ہے کہ اسلام نے اپنی دعوت کے روز اول سے ہی قطعی وعدوں کا اعلان کیا تھا کہ اس کے علمبردار بہت جلد زمین کے حکمراں اور قیصر وکسری کے خزانوں کے مالك بن جائیں گے_ (1)

چنانچہ جب عفیف کندی نے عباس بن عبدالمطلب سے پیغمبر(ص) ، علی (ع) اور خدیجہ (ع) کی نماز کے بارے میں پوچھا تو عباس نے جواب دیا:" یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں_ اس کا دعوی ہے کہ خدانے اسے بھیجا ہے اور قیصر و کسری کے خزانے بہت جلد اس کے ہاتھ لگ جائیں گے"_ عفیف افسوس کرتا تھا کہ وہ اس دن مسلمان کیوں نہ ہوا تاکہ وہ علی (ع) کے بعد مسلمانوں میں دوسرے نمبر پر ہوتا_ (2)

نیز جب آنحضرت(ص) کے چچا حضرت ابوطالب(ع) نے آپ(ص) سے قوم کی شکایت کا سبب پوچھا تو آپ(ص) نے فرمایا: "میں ان کو ایك کلمے (یعنی مقصد) پر متحد کرناچاہتا ہوں جس کے نتیجے میں عرب ان کے مطیع اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عجم ان کے خراج گزار بن جائیں_ (3)
اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ آپ(ص) نے بکر بن وائل سے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے سلسلے میں فرمایا: "اور تم خدا سے یہ عہد کروگے کہ اگر تم زندہ رہو تو ان (عجم)کے گھروں میں داخل ہوگے ان کی عورتوں سے نکاح کروگے اور ان کے بیٹوں کو غلام بنالوگے"_
شیبان بن ثعلبہ سے بھی آپ(ص) نے تقریباً اسی قسم کی بات اس وقت کی جب آپ(ص) نے اپنے قریبی رشتہ

1_ المیزان ج 19 ص 289 _

2_ ذخائر العقبی ص 59، دلائل النبوة ج 1 ص 416، لسان المیزان ج 1 ص 395 ابویعلی اورخصائص نسائي سے، الکامل ابن اثیر ج 2 ص 57 مطبوعہ صادر اور تاریخ طبری ج 2 ص 57 نیز حیاة الصحابہ ج1 ص 33 _

3_ سنن بیہقی ج 9 ص 88 و مستدرك الحاكم ج 2 ص 432 حاکم اور ذہبی نے تلخیص میں اسے صحیح قرار دیا ہے نیز تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 28 و حیات الصحابہ ج 1 ص 33 کہ ترمذی نیز تفسیر طبري، احمد، نسائي اور ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے_

داروں کو عذاب الہی سے ڈرایا_ (1)
اس نکتے کی خوب وضاحت اس بات سے ہوتی ہے جو قبیلہ بنی عامر بن

صعصعہ کے ایك فرد نے اس وقت کہی جب رسول(ص) (ص) اللہ ان کو دعوت اسلام دینے آئے تھے_ اس نے کہا "اللہ کی قسم اگر یہ قریشی جوان میرے ہاتھ آتا تو میں اس کے ذریعے عرب کو ہڑپ کرجاتا" اس کے بعض مآخذ کا پہلے تذکرہ ہوچکا ہے_

مختصر یہ کہ جب مذکورہ منافقت کا مقصد ذاتی اغراض کیلئے اس دعوت کے قبول کرنے کو آلہ کار قرار دینا ہو تو (اس منافق کیلئے) سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ اس دعوت کی وہاں تك حفاظت کرے جہاں تك وہ اپنے مفادات ومقاصد کی حفاظت پر مجبور ہو، یعنی جب تك وہ اس دعوت کے ذریعے اپنی آرزؤوں کی تکمیل اور اپنے مقاصد تك رسائي کی امید رکھتا ہوگا تب تك وہ اس دعوت اورتحریك کی حفاظت کرے گا_

یہیں سے یہ نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ضروری نہیں منافق اس دعوت (جس پر وہ ایمان نہیں رکھتا) کے خلاف مکروسازش کرنے اور اس کو خراب وبرباد کرنے کی کوشش کرے بلکہ بسا اوقات اس کا پورا لگاؤ اس کے ساتھ ہوتا ہے، اس کیلئے مال و متاع اور جاہ و حشمت کی قربانی دیتا ہے ہاں اس صورت میں کہ بعد میں اس سے بہتر نتائج حاصل کرنے کی اسے توقع ہو_ لیکن جان کی قربانی نہیں دیتا اس حقیقت کا مشاہدہ مکے کے بعض مسلمانوں کی حالت سے بخوبی ہوتا ہے جو دعوت اسلامی کی حمایت اس وقت تك کرتے رہے جب تك موت سے روبرو نہ ہونا پڑا لیکن جب موت کا مرحلہ پیش آیا تو وہ جنگوں سے بھاگ جاتے، پیٹھ پھیرتے اور نبی اکرم(ص) کو اپنے

حال پر چھوڑ دیتے تھے_ اس نکتے کا مشاہدہ بہت سے موقعوں پر ہوتا ہے البتہ بعض اوقات اس قسم کے لوگوں میں سے بعض کے اوپر بتدریج جذبہ دینی غالب آتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ منزل اطمینان کو پہنچ جاتے ہیں بعد میں ہم غزوہ احد پر بحث کے دوران اس جانب انشاء اللہ اشارہ کریں گے_ بحث کا نتیجہ یہ نکلاکہ :

(الف):بعض لوگوں کا بنیادی ہدف اور ان کا معیار ذاتی مفاد ہوتا ہے_ بنابریں جب تك دین کے ذریعے

1_ رجوع کریں : الثقات ج 1 ص 88، البدایہ و النہایہ ج 3 ص 140، 142 اور 145 کہ دلائل النبوة (ابن نعیم) حاکم اور بیہقی سے نقل کیا ہے_ حیات الصحابة ج 1 ص 72 و 80 از البدایة و النہایة اور کنز العمال ج 1 ص 277 سے منقول ہے_

ان کے مفادات حاصل ہوتے رہیں وہ بھی اس دین کا ساتھ دیتے ہیں لیکن جونہی وہ دین کو اپنے مفادات کی راہ میں رکاوٹ اور ان کیلئے باعث خطر سمجھتے ہیں تو پھر وہ اس کے خلاف مکر وسازش اور اسے تباہ وبرباد کرنے کیلئے کسی قسم کی سعی وکوشش سے دریغ نہیں کرتے اور ہر قسم کا وسیلہ اپناتے ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(ب): دوسرے سبب کی طرف علامہ طباطبائي نے یوں اشارہ کیا ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ کوئي شخص ابتدائے بعثت میں ایمان لے آئے پھر وہ کسی ایسے امر سے روبرو ہو جس کے باعث اس کاایمان متزلزل ہو، وہ دین میں شك کرے اور مرتد ہوجائے لیکن اس کی نظر میں اہمیت کے حامل بعض مفادات مثال کے طور پر دشمنوں کی شماتت سے بچاؤ یا خاندانی، قبائلی اور تجارتی روابط کی حفاظت یا نسلی تعصب اور غیرت وغیرہ جن کے باعث سارے یا کچھ مسلمانوں سے رابطہ ضروری ہو یا کسی خاص قسم کے جاہ ومقام یا اس سے مربوط کسی اور مسئلے کی بنا پر اس کی پردہ پوشی کرتا ہو_ (1)

بسا اوقات ہم تاریخ میں ایسے افراد کا مشاہدہ کرتے ہیں جو اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اس امر میں اکثر شك کیا کرتے تھے اور یوں وہ مذکورہ حقیقت کی تائید کرتے ہیں_ یہاں تك کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ ایسے شك کا شکار ہوئے جس کا شکار مسلمان ہونے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئے تھے_(2)

ادھر غزوہ احد میں جب انہوں نے سنا کہ آنحضرت(ص) شہید ہوگئے تو وہ معرکہ جنگ سے فرار اختیار کرگئے اور ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی طرف (دوستی کا) ہاتھ بڑھاتے ہیں کیونکہ وہ ہماری قوم کے ہی افراد اور ہمار ے چچازاد بھائي ہیں_ (3)

(ج): مسلمانوں کی مکی زندگی کے دوران منافقوں کی موجودگی پر دلالت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنے والی بعض آیات کی طرف علامہ طباطبائي نے بھی اشارہ کیا ہے مثال کے طور پر خداوند متعال کا یہ ارشاد: (لیقول الذین في

1_ تفسیر المیزان ج 19 ص 289 _

2_ مغازی واقدی ج 2 ص 607 _

3_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 227 جنگ احد کے واقعے میں اس سلسلے میں مزید گفتگو مآخذ کے ذکر کے ساتھ ہوگي_

قلوبہم مرض والکافرون ما ذا اراد اللہ بھذا مثلاً) (1) یعنی تاکہ دل کے بیمار اور کفار یہ کہیں کہ بھلا اللہ کا اس عجیب مثال سے کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ یہ آیت ایك مکی سورہ کی ہے_

نیز اللہ تعالی کا یہ ارشاد (ومن الناس من یقول آمنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنة الناس کعذاب اللہ ولئن جاء نصر من ربك لیقولن انا کنا معکم اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العالمین ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین) (2) یعنی لوگوں میں سے کوئي ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے لیکن جب راہ خدا میں اسے تکلیف دی گئي تو اس نے لوگوں کی طرف سے ڈالی ہوئي آزمائشے کو عذاب الہی کے برابر قرار دیا_ اب اگر تیرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رب كی طرف سے فتح و نصرت آگئي تو يہی شخص کہے گا ہم تو تمہارے ساتھ تھے كيا دنيا والوں كے دلوں كا حال اللہ كو بخوبی معلوم نہيں_ اللہ تو ضروريہ جانتا ہے كہ ايمان والے كون ہيں اور منافق كون؟_
ياد رہے كہ سورہ عنكبوت بھی مكی ہے_ يہ آيت راہ خدا ميں ايذاء رسانی اور آزمائشے كے بارے ميں گفتگو كرتی ہے يہ باتيں مكہ كی ہيں نہ كہ مدينہ كي_ اس آيت ميں اللہ كا يہ فرمان (ولئن جاء نصر من ربك) يعنی اگر تيرے رب كی طرف سے فتح و نصرت آگئي اس آيت كے مدنی ہونے پر دلالت نہيں كرتا كيونكہ فتح ونصرت كی مختلف شكليں ہوسكتی ہيں_
يہاں اس نكتے كا اضافہ كرتا ہوں كہ اللہ تعالى اس آيت ميں بطور عام مستقبل كے منافقين كی بھی تصوير كشی فرما رہا ہے_
اس كے بعدعلامہ طباطبائي كہتے ہيں: "اس بات كا احتمال كہ شايد فتنہ (آزمائشے) سے مراد ہجرت كے بعدمكہ ميں مسلمانوں كو پيش آنے والی مشكلات ہوں تو اس كی گنجائشے ہے كيونكہ ہجرت كے بعد مكہ ميں ستائے جانے والے لوگ ہجرت سے قبل رسول(ص) اللہ پر ايمان لاچكے تھے اگرچہ انہيں بعد ميں اذيت دی گئي"_ (3)

1_ سورہ مدثر آيت 31 _

2_ سورہ عنكبوت، آيت 11_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ تفسير الميزان ج 20 ص 90_91_

مذکورہ باتوں پر ايك اہم تبصرہ

علامہ طباطبائي آخر ميں يہ تبصرہ کرتے ہيں کہ "ہم رسول(ص) اللہ کی وفات کے وقت تك منافقين کا کوئي نہ کوئي تذکرہ سنتے رہتے ہيں_ ان ميں سے تقريباً اسّی افراد تبوك ميں آپ(ص) کو چھوڑ گئے_ ادھر عبداللہ بن ابي، جنگ احد ميں تين سو افراد کے ساتھ جدا ہوگيا تھا_ آپ(ص) کی وفات کے بعد ان منافقين کا بلا واسطہ ذکر ختم ہوگيا اور اسلام و مسلمين کے خلاف ان کی سازشوں، مکاريوں اور حيلوں کے بارے ميں کوئي بات سننے ميں نہيں آئي_ کيا آپ(ص) کی وفات کے ساتھ ہی يہ سارے منافقين عادل، متقي، پرہيزگار اور انسان کامل بن گئے؟
اگر يہی بات ہو تو کيا ان کے درميان رسول(ص) اللہ کی موجودگی ان کے مومن ہونے کی راہ ميں رکاوٹ تھي؟ جبکہ اللہ نے آپ(ص) کو رحمة للعالمين بناکر بھيجا تھا؟ (ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہيں ان غلط باتوں سے جو نزول بلا اور غضب کا باعث ہوں) يا يہ کہ رسول(ص) اللہ کی رحلت کے ساتھ ہی يہ منافقين بھی (جن کی تعداد سينکڑوں بتائي جاتی ہے) مرگئے؟ کيا بات ہے کہ تاريخ اس سلسلے ميں ہميں کچھ نہيں بتاتي؟

یا نہیں بلکہ حقیقت یہ تھی کہ ان منافقین کو حکومت کے اندر وہ چیز ملی جو ان کی نفسانی خواہشات سے ہم آہنگ نیز ان کے ہوا و ہوس اور مفادات کے ساتھ سازگار تھي؟ یا اس کی کوئي اور وجہ اور حقیقت تھي؟" یہ فلسفہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا_ شاید ہوشیار اور زیرك لوگ اس کو سمجھتے ہوں_

چوتھی فصل

مدینہ تك

آغاز:

مدینہ پہنچنے کے بعد اسلامی معاشرہ کی تشکیل، حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنے اور دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ اسلام کی منصوبہ بندی کرنے کا کام شروع ہوا_ یوں اسلامی دعوت انفردای اصلاح کے مرحلے سے نکل کر معاشرتی اصلاح، اسلامی عقائد واحکام کے عملی نفاذ اور پوری دنیا سے

جاہلیت کے تمام آثار کو مٹانے کے مرحلے میں داخل ہوئي_

اگر ہم اس سلسلے میں رسول(ص) اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقدامات کا تذکرہ کریں تو اس مختصر کتاب میں ان کا تفصیلی ذکر ممکن نہ ہوگا_ نیز ہم آنحضرت(ص) کی عطرآگین سیرت کے بنیادی واقعات پر بحث کرنے سے رہ جائیں گے_ اس بناپر ہم یہ کام دوسروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور ان چیزوں کے اجمالی بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو کسی محقق کیلئے ضروری ہوتی ہیں_ ہم جزئیات اور تفصیلات فقط اسی حد تك بیان کریں گے جو ہماری نظر میں ضروری اور معقول ہوں_

اہل مدینہ کے گیت اور(معاذ اللہ) رسول(ص) اللہ کا رقص؟

کہتے ہیں کہ اہل مدینہ رسول(ص) اللہ کی آمد سے اتنے خوش ہوئے کہ اس قدر کسی اور سے خوش نہیں ہوئے تھے_ حضرت عائشه سے منقول ہے کہ جب حضور(ص) مدینہ پہنچے تو عورتیں اور لڑکیاں یہ گیت گارہی تھیں:

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للہ داع

ایہا المبعوث فینا

آج ثنیات وداع نامی جگہ سے چودہویں کا چاند طلوع ہوا_
جب تك کوئي دعا کرنے والا دعا گو موجود ہے ہم پر خدا کا شکر لازم ہے_
اے وہ جو ہماری طرف بھیجا گیا ہے تیرا پیغام واجب الاطاعت ہے_

تب آپ(ص) دائیں طرف مڑے اور قبا میں پہنچ کر اتر گئے_ (1)
ایك روایت کی رو سے رسول(ص) اللہ اپنی آستینوں کے ساتھ ناچنے لگے (معاذ اللہ)_ (2)
قبا میں چند دن ٹھہرنے کے بعد آپ(ص) شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے_
اس وقت بنی نجار کي عورتیں دف بجا بجاکر گارہی تھیں_

نحن نساء من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجارکی عورتیں ہیں، خوش نصیب ہیں کہ محمد(ص) ہمارے پڑوسی

بن گئے_

رسول(ص) اللہ نے ان سے فرمایا: "کیا آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں؟ "وہ بولیں:" ہاں اے اللہ کے رسول(ص) " آپ(ص) نے فرمایا:" اللہ کی قسم میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں"_ آپ (ص) نے یہ جملہ تین بار فرمایا_ (3) حلبی کہتا "ہے یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شادی کے علاوہ دیگر موقعوں پر بھی دف (ڈھولکي) کے ساتھ گانا سننا جائز ہے"_ (4) ابن کثیر نے صحیحین کی آئندہ آنے والے روایتوں سے استدلال کیا ہے کہ شادیوں اور مسافروں کی آمد کے موقع پر گانا بجانا جائز ہے_ (5)

1_ تاریخ خمیس ج1 ص 341_342 از الریاض النضرة ، و السیرة الحلبیة ج 2 ص 54، و دلائل النبوةبیہقی ج 2 ص 233، و وفاء الوفاء سمہودی ج 1 ص 244 و ج 4 ص1172 و 262 و فتح الباری ج 7 ص 204_

2_ نہج الحق الموجود فی دلائل الصدق ج 1 ص 389، (یعنی حضور (ص) کریم اپنی آستینوں کو نعوذ باللہ تھرکانے لگے _ از مترجم) فضل بن روز بہان نے بھی اس پراعتراض نہیں کیا بلکہ وہ اس کی توجیہ اور تاویل پیش کرنے لگے(گویا وہ اسے بالکل قبول کرتے ہیں)_

3_ وفاء الوفاء ج 1 ص 263 ، فتح الباری ج 7 ص 204 و دلائل النبوة بیہقی ج 2 ص 234 و 235 و تاریخ الخمیس ج 1 ص 341 و سیرت حلبی ج 3 ص 61 اور البدایة و النہایةج 3 ص 200 _

4_ سیرت حلبی ج 2 ص 41 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5_ البداية و النہاية ج 1 ص 276_

لیکن یہ باتیں غلط ہیں:

جسکی وجوہات کچھ یوں ہیں:

(الف): ثنیات الوداع کا محل وقوع مدینے کی جانب نہیں بلکہ شام کی جانب ہے اور مکہ سے مدینہ کی طرف آنے والے کو نظر نہیں آتا اور نہ ہی وہاں سے اس کا گزر ہوتا ہے مگر یہ کہ کوئي شام کا رخ کرے (1) بلکہ سمہودی کے بقول "میں نے مکہ کی جانب کسی سفر میں ثنیات الوداع کا تذکرہ نہیں دیکھا_ (2)

"جن لوگوں نے اسے مکے کی جانب قرار دیا ہے بظاہر ان کی دلیل ان عورتوں کا مذکورہ جملہ ہے جو ہجرت کے موقع پر کہا گیا"_ (3) ثنية الوداع کے شام اور خیبر کی جانب واقع ہونے کی تائید تبوک کی طرف رسول(ص) اللہ کے تشریف لے جانے اور وہاں سے آپ(ص) کے لوٹنے سے ہوتی ہے_ جب آپ(ص) خیبر اور شام سے لوٹے موتہ، غزوہ عالیہ اور غزوہ غابہ کی طرف گئے، نیز اسب مضمر (وہ گھوڑا جسے گھڑ دوڑ میں شرکت سے پہلے دبلا اور بدن کا چھریرا بنانے کیلئے ایك مدت تك باندھ کر رکھتے ہیں) کی مدت کے بارے میں گھڑ دوڑ والی حدیث میں مذکورہ بات سے بھی اس امرکی تائید ہوتی ہے_ (4)

سمہودی نے مذکورہ بات کو صحیح قرار دینے کی کوشش اس طرح کی ہے کہ ان لوگوں کے بقول قبا سے مدینہ آتے وقت رسول(ص) اللہ انصار کے گھروں سے گزرے یہاں تك كہ بنی ساعدہ کے گھروں سے آپ(ص) کا گزر ہوا جو شام کی جانب واقع ہے پس آپ(ص) شہر مدینہ میں داخل نہیں ہوئے مگر اسی طرف سے_ (5)

1_ زاد المعاد ج 3 ص 10 اور رجوع کریں وفاء الوفاء سمہوری ج 4 ص 1170 نیز التراتیب الاداریہ ج2 ص 130_

2_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1172_

3_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1172_

4_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1168و 1172 و 1169 اور ج3 ص 857 و858 از بخاری ، ابن ابی شیبہ ، طبرانی اوسط میں ، ابویعلی ، ابن حبان ، ابن اسحاق ،ابن سعد اور بیہقی و غیرہ نیز ملاحظہ ہو حیاۃ الصحابہ ج1 ص 603 و 207 اور السنن الکبری ج9 ص 175 و 85_

5_ وفاء الوفاء ج 4 ص 1170_

یہ بات قابل تعجب ہے کیونکہ بنی ساعدہ کے گھروں سے گزرنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ(ص) مدینے سے ان کی جانب سے داخل ہوئے کیونکہ عین ممکن ہے کہ آپ(ص) قبا کی جانب سے داخل ہوئے ہوں اور پھر اونٹنی نے

آپ(ص) کو انصار کے گھروں کے درمیان پھرایا ہو_ (جیساکہ اس نے صریحاً بیان کیا ہے) یہاں تك کہ وہ بنی ساعدہ کے گھروں تك پہنچی ہو_ سمہودی کے اس احتمال کی نفی "طلع البدر علینا" والی روایت میں ان کے اس صریحی بیان سے ہوتی ہے کہ اہل مدینہ نے اس شعر کے ساتھ آپ(ص) کا استقبال کیا پھر آپ(ص) ان کے ساتھ دائیں طرف قبا کی جانب مڑے جیساکہ بیان ہوچکا ہے، بنابریں یہ شعر مکہ سے مدینہ تشریف آوری کے موقع پر کہا گیا نہ کہ قبا سے مدینہ آمد پر_

ان ساری باتوں کی روشنی میں حقیقت یہ ہے کہ مدینہ والوں نے اس شعر کے ساتھ آپ(ص) کا استقبال مکہ سے تشریف آوری کے موقعے پر نہیں بلکہ تبوك سے آپ(ص) کی آمد کے موقع پر کیا_

(ب): حلبی کا اس روایت کی بنیاد پر گانے بجانے کو جائز قرار دینا قابل تعجب امر ہے کیونکہ روایت فقط اتنا کہتی ہے کہ انہوں نے آپ(ص) کی آمد پر شعر پڑھا _ اس میں کوئي حرام چیز تو داخل نہیں تھی اور شعر پڑھنا کوئي کار حرام نہیں ہے بلکہ روایت میں ان اشعار کو لے مینپڑھنے کا ذکر بھی نہیں ہے_ اسی لئے ان کے کسی عالم کا بیان ہے کہ "حرام اور غلط موسیقی کے حامیوں کا اس (طلع البدر والی روایت) کو دلیل بناکر ہر قسم کی موسیقی کو جائز قرار دینا بالکل اسی طرح ہے جس طرح انگور اور (نشے سے خالی)انگور کے پانی کے حلال ہونے کو دلیل بناکر (اس سے تیار شدہ) نشہ آور شراب کو بھی حلال قرار دیا جائے_ اس قسم کا قیاس ان لوگوں کے

قیاس کی مانند ہے جو کہتے تھے کہ تجارت اور ربا ایك جیسے ہیں"_ (1)
اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ نامحرم عورت کی آواز کو سننا حرام ہے تو اس بات کی کوئي دلیل نہیں کہ حرمت کا یہ حکم اس وقت نازل ہوچکا تھا کیونکہ اسلام کے اکثر احکام تدریجاً نازل ہوئے جیساکہ شراب کے بارے

1_ زاد المعاد (ابن قیم) ج 3 ص 17_18_

میں بھی یہی کہا گیا ہے_ علاوہ برایں ان اشعار کو پڑھنے والیوں میں کسی ایسے فرد کے موجود ہونے کا بھی کوئي ثبوت نہیں جس کی آواز کا سننا حرام تھا_
اگر ہم ان کی ساری باتیں تسلیم کرلیں پھر بھی اس بات کا احتمال ہے کہ ان حالات میں ان لوگوں کو منع کرنا یا ان کو حکم شرعی سے آگاہ کرنا ممکن نہ تھا_ اور رسول(ص) خدا کا سکوت کسی مصلحت کے پیش نظر تھا بنابریں آپ(ص) کے سکوت سے ان کے عمل کی تائید پر استدلال نہیں کیا جاسکتا_
(ج): رہا رسول(ص) اللہ کا (نعوذ باللہ) اپنی آستینوں کو نچانا تو یہ آپ(ص) کی شان کے منافی ہے جیساکہ فضل بن روزبہان نے بھی اس کا اعتراف کیا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_ (1)

شیخ مظفر کہتے ہیں "یہ عمل واضح بے وقوفی اور بے حیائي ہے اور ايك رہبر کیلئے بہت بڑا عیب ہے_ نیز ان حالات میں حیا و مروت کے تقاضوں کی زبردست خلاف ورزی اور آپ(ص) کی رسالت کے سخت منافی ہے (کیونکہ آپ (ص) کا مقصد لوگوں کی ہدایت، ان کو نقائص اور احمقانہ اعمال سے نجات دلانا اور آخرت کی یاد دلانا تھا)"_(2)

ان سب باتوں کے علاوہ رسول(ص) اللہ نے واضح طور پر ہر قسم کے لہو ولعب، گانے بجانے اور رقص سے منع فرمایا ہے جیساکہ ہم اس کا جلد تذکرہ کریں گے_

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ايك اور روایت (جو رسول(ص) خدا کے استقبال کے وقت بنی ساعدہ کی عورتوں کے گانے اور دف بجانے سے متعلق ہے) کے ذریعے ان کے استدلال کی کمزوری بھی معلوم ہوجاتی ہے_ یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ غنا اور رقص کے جواز پر ان کے سارے دلائل کو پیش کرنے کے بعد ان پر بحث کی جائے اور پھر اس مسئلے میں قول حق کو بعض دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے_

1_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 1 ص 390_393(ترتیب کے ساتھ) _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ رجوع کریں دلائل الصدق ج 1 ص 393_390(ترتیب کے ساتھ) _

حلّیت غنا کے دلائل

گانے بجانے اور رقص کرنے کی حلیت پر مذکورہ باتوں کے علاوہ درج ذیل امور سے استدلال کیا گیا ہے:

1_حلبی نے ابوبشیر سے نقل کیا ہے کہ رسول(ص) خدا اور حضرت ابوبکر حبشیوں کے پاس سے گزرے جبکہ کھیل اور رقص میں مصروف تھے اور کہہ رہے تھے: "یا ایہا الضیف المعرج طارقاً" (اے رات کے وقت آنے والے مہمان)_

(حلبي) کہتا ہے: "آپ(ص) نے انہیں منع نہیں کیا اور ہمارے فقہاء نے رقص کے جواز پر اسی سے استدلال کیا ہے جو اشکال سے خالی ہے کیونکہ رسول(ص) خدا کے سامنے دف کے ساتھ یا اس کے بغیر خوبصورت آوازوں کے ساتھ اشعار گائے جانے کے بارے میں صحیح اور متواتر اخبار موجود ہیں_ انہی روایات کی رو سے ہمارے فقیہوں نے دف بجانے کی حلیت پر استدلال کیا ہے اگرچہ گھونگھروؤں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہوں"_ (1)

2_ برید ہ سے مروی ہے کہ رسول(ص) خدا کسی جنگ کیلئے شہر سے خارج ہوئے_ جب آپ(ص) واپس تشریف لائے تو سیاہ رنگ کی ایک لونڈی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آئي اور بولي:" ميں نے نذركى ہے كہ اگر اللہ آپ(ص) كو صحيح وسالم واپس لوٹائے تو ميں آپ(ص) كے سامنے دف بجاؤں گى اور گاؤں گي" آپ(ص) نے فرمايا:" اگر تونے نذر كى تھى تو پھر دف بجاؤ وگرنہ نہيں"_ چنانچہ وہ دف بجانے لگى اس دوران حضرت ابوبكر آئے اس كے بعد حضرت علي(ع) آئے جبكہ وہ دف بجا رہى تھى پھر حضرت عثمان آئے جبكہ ابھى وہ كنيز دف بجانے ميں مشغول تھى اس كے بعد حضرت عمر داخل ہوئے پس اس كنيز نے دف كو اپنے سرين كے نيچے ركھا اور خود اس كے اوپر بيٹھ گئي_ چنانچہ رسول(ص) اللہ نے فرمايا:" اے عمر شيطان تجھ سے ڈرتا ہے وہ گارہى تھى حالانكہ ميں بيٹھا ہوا تھا پھر ابوبكر آيا

1_ سيرت حلبى ج2 ص62_

جبكہ وہ بدستور گاتى رہى تھي ..."_(1)

3_حضرت جابر سے منقول ہے حضرت ابوبكر رسول(ص) اللہ كى خدمت ميں پہنچے اس وقت آپ(ص) كے پاس دف بجايا جارہا تھا وہ بيٹھ گئے اور رسول(ص) اللہ كا عمل ديكھ كر كچھ نہ كہا_ پھر حضرت عمر آئے جب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسول(ص) اللہ نے عمر کی آواز سنی تو اس کام سے روکا جب وہ دونوں چلے گئے تو حضرت عائشه بولیں :"اے اللہ کے رسول(ص) کیا عمر کے آنے سے حلال چیز حرام بن گئي؟ "آپ(ص) نے فرمایا:" اے عائشه ہر کسی کے ساتھ آزادانہ روش نہیں اپنائي جاسکتي"_ (2)

4_بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت عائشه سے روایت کی ہے کہ ایك دفعہ رسول(ص) خدا میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو کنیزیں ایك طرب انگیز گیت گارہی تھیں_ (مسلم کے بقول وہ دونوں گا بھی رہی تھیں اور دف بھی بجا رہی تھیں) آپ(ص) بستر پر لیٹ گئے اور اپنا رخ پھیر لیا_ اتنے میں حضرت ابوبکر آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا:" شیطان کی بانسری اور رسول(ص) اللہ کے ہاں؟"

رسول(ص) اللہ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا:" ان دونوں کو چھوڑ دو"_ مسلم کی ایك روایت کے مطابق آپ(ص) نے فرمایا: "اے ابوبکر ان کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں"_ (3)

بعض روایات میں مزید (جیساکہ بخاری میں ہے) مذکور ہے کہ وہ دونوں صرف گانے والیاں نہیں تھیں_

1_ اسدالغابة ج4 ص 64 ، نوادرالاصول (از حکیم ترمذي) ص 58 و مسند احمد ج5 ص 353 _ 354 (کچھ اختلاف کے ساتھ) نیز دلائل

الصدق ج1 ص 291 _ 390 از ترمذی ج2 ص 293 جس نے اسے صحیح قرار دیا ہے _ نیز بغوی نے بھی المصابیح میں اسے صحیح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گرداناہے _ نیز رجوع کریں الغدیر ج8 ص 64 _65 سیرت حلبی ج 2 ص 62 سنن بیہقی ج10 ص 77 اور التراتیب الاداریہ ج2 ص 131_

2_ نیل الاوطار ج 8 ص271 و نوادر الاصول (حکیم الترمذي) ص 138 ، و الغدیر ج 8 ص 64 _65 از مشکاۃ المصابیح ص 55 اور گذشتہ بعض منابع سے_

3_ صحیح البخاری ج 1 ص 111 ط المیمنیہ،و صحیح مسلم ج 3 ص 22 ط مشکول، و السیرۃ الحلبیۃ ج 2 ص 61_62 وحاشیہ ارشاد الساری ج 4 ص 195_197 و لائل الصدق ج 1 ص 389 و سنن البیہقی ج 10 ص 224، و اللمع لابی نصرص 274_ و البدایۃ و النہایۃ ج 1 ص276 و المدخل لابن الحاج ج 3 ص 109 و المصنف ج 11 ص 4 نیز تہذیب تاریخ دمشق ج2 ص 412_

5_ایك روایت كے مطابق ایك دفعہ رسول(ص) خدا نے حضرت عائشه كو ایك حبشی عورت كا ناچ دیكھنے كی دعوت دي_ چنانچہ حضرت عائشه آئیں اور اپنی ٹھوڑی رسول(ص) الله كے كندھے پر ركھ كر دیكھنے لگیں_ حضور(ص) اكرم نے اسے فرمایا:" كیا ابھی جی نہیں بھرا؟ ابھی سیر نہیں ہوئي؟ اب بھی جی نہیں بھرا ؟"وہ كہتی تھیں:" نہیں "تاكہ آپ(ص) كے نزدیك اپنے مقام كا اندازہ لگالے_ اتنے میں حضرت عمر آنكلے پس لوگ وہاں سے متفرق ہوگئے اس وقت رسول(ص) الله نے فرمایا: "میں شیاطین جن وانس كو عمر كے خوف سے بھاگتے ہوئے دیكھتا ہوں"_ (1)

6_ ابن عباس سے مروی ہے كہ رسول(ص) الله كے اصحاب خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ایك كنیز سارنگی كے ساتھ یہ گارہی تھي_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

هل علی ویحکم

ان لھوت من حرج

وائے ہو تم پر اگر میں دل بہلانے والا کام کروں تو کیااس میں کیا حرج ہے؟

یہ سن کر رسول(ص) خدا مسکرائے اور بولے:" انشاء اللہ کوئي حرج نہیں"_ (2)

7_ ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ جب اسے دلہن بناکر آنحضرت(ص) کے پاس بھیجا گیا تو آپ (ص) اس کے پاس آئے اور بیٹھ گئے_ اس وقت چھوٹی لڑکیاں دف بجاتی ہوئي بدر میں قتل ہونے والے اپنے آباء پربین کر رہی تھیں_ یہاں تك کہ ان میں سے ایك نے کہا "ہمارے درمیان وہ نبی بیٹھا ہوا ہے جو آئندہ کے حالات سے با خبر ہے" آپ نے فرمایا:" یوں نہ کہو بلکہ پہلے جو کچھ کہہ رہی تھیں وہی کہو"_ (3)

8_ ایك اور روایت میں مذکور ہے کہ رسول(ص) خدا بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس چند کنیزیں گانے اور کھیلنے میں مشغول تھیں اتنے میں عمر آئے اور اذن چاہا_ آپ(ص) نے ان عورتوں کو خاموش کرایا اور عمر کی حاجت پوری کردي، پس وہ چلے گئے_ آنحضرت (ص) سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جس کی آمد پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ دلائل الصدق ج 1 ص 390، التاج الجامع (للاصول) ج 3 ص 314 و الغدير ج 8 ص 65 از صحيح ترمذی ج 2 ص 294 (ترمذی نے اسے صحيح قرار ديا ہے) واز مصابيح السنة ج 2 ص 271 از مشكاة المصابيح ص 550 اور رياض النضرة ج 2 ص 208 سے حياة الصحابہ ج 2 ص 760_761 اور منتخب كنز العمال ج 4 ص 393 از ابن عساكر و ابن عدی اور مشكات ص 272 از شيخين_

2_ السيرة الحلبية ه ج 2 ص 61 ، التراتيب الاداريہ ج2 ص 131 _132 از عقد الفريد و غيره اور تہذيب تاريخ دمشق ج4 ص 136_

3_البخاری فتح البارى كے حاشيہ كے ساتھ ج7 ص 244_

آپ(ص) نے ان (كنيزوں) كو خاموش رہنے كا حكم دياتھا اور اس كے چلے جانے كے بعد دوبارہ گانا شروع كرنے كيلئے كہا تھا_ آپ(ص) نے جواباً فرمايا:" يہ وہ شخص ہے جو فضوليات سننے كو ترجيح نہيں ديتا"_ (1) 9_ ايك روايت يہ كہتی ہے كہ ايك عورت عائشه كے پاس آئي_ رسول(ص) الله نے فرمايا:" اے عائشه اسے پہچانتی ہو؟" وہ بوليں :"نہيں اے رسول(ص) خدا"_ فرمايا :"يہ فلاں قبيلے كی گلو كارہ ہے_ كيا تم اس سے گانا سننا چاہتی ہو؟"وہ بوليں:" ہاں"_ پس آپ(ص) نے اس كو ايك گول طشتری تھمادي، چنانچہ اس نے عائشه كيلئے ايك گيت گايا_ آنحضرت(ص) نے فرمايا:" شيطان نے اس كی ناك كی دونوں سوراخوں ميں پھونك ماری ہے"_ (2) ابن ابی اوفی سے مروی ہے كہ نبی كريم (ص) كے پاس حضرت ابوبكر آئے تب بھی ايك لڑكی دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر آئے تب بھی وہ بجاتی رہی

لیکن جب حضرت عثمان آئے تو تب وہ چپ ہورہی (3) شاعر نیل (محمد حافظ ابراہیم) اپنے دیوان میں خلیفہ ثانی کے فضائل گنتے ہوئے کہتا ہے:

ا خاف حتی الذراری فی ملاعبہا

وراع حتی الغوانی فی ملاھیہا

اریت تلك التی ﷲ قد نذرت

انشودہ لرسول اللہ تہدیہا

فقالت : نذرت لئن عاد النبی لنا

من غزوۃ لعلی دفی اغنیہا

ویممت حضرہ الھادی و قد ملات

نوار طلعتہ ارجاء و ادیھا

و استاذنت ومشت بالدف واندفعت

تشجی بالحانہا ماشاء مشجیھا

و المصطفی و ابوبکر بجانبہ

لا ینکران علیھا ما اغانیہا

حتی اذا لاح عن بعد لھا عمر

خارت قواھا وکاد الخوف یردیھا

و خبات دفھا فی ثوبھا فرقا

منہ ووّدت لون الارض تطوّیہا

قد کان علم رسول(ص) الله یؤنسہا

فجاء بطش ابی حفص یخشیہا

فقال مہبط وحی الله مبتسما

و فی ابتسامتہ معنی یواسیہا

قد فر شیطانہا لما رای عمرا

ان الشیاطین تخشی باس مخزیہا

1_ نہج الحق (دلائل الصدق کے ضمن میں) ج1 ص 402 از غزالي_

2_ مسند احمد ج3 ص 449_

3_ مسند احمد ج4 ص 353 _ 354 اس سے حضرت عمر کی ہیبت کی نفی لیکن حضرت عثمان کا رعب ثابت ہوتاہے _ مترجم

386

اس نے اپنے بچوں تك کو کھیلوں کے مقامات پر ڈرایا_ اور گانے والیوں پر اور لہو و لعب کی جگہوں پر دہشت طاری کرادي_

کیا تونے اس عورت کا ذکر سنا ہے جس نے خدا کی خوشنودی کیلئے رسول(ص) کو ایك گیت سنانے کی نذر کی تھي_

اس عورت نے کہا میں نے نذر کی تھی کہ اگر پیغمبر(ص) جنگ سے واپس

آئے تو میں دف بجا کر گاؤں گي_

وہ کنیز رسول(ص) اللہ کے پاس گئي جبکہ آپ(ص) کے نور نے پوری وادی کو منور کر رکھا تھا_

اس نے اجازت لی اور دف لےکرچلی پھر اپنی طربناك آواز کا جادو جگانا شروع کیا_

مصطفی اور ابوبکر اسکے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس کو گانے سے منع نہ کیا_

یہاں تك کہ جب اسے دور سے عمر نظر آیا تو اس کی قوت ماند پڑنے لگی اور قریب تھا کہ خوف سے ہلاك ہوجاتي_

اس نے ڈر کے مارے اپنی ڈفلی کپڑے کے اندر چھپالی اور یہ تمنا کی کہ کاش زمین اس کو اپنے اندر چھپا لیتي_

رسول(ص) خدااپنی دانش کی بنا پر اس کے مونس تھے لیکن ابوحفضہ (عمر) کی سخت گیری نے اسے وحشت زدہ کردیا_

وحی کے جائے نزول (رسول(ص) خدا) نے مسکرا کر فرمایا اور آپ (ص) کی مسکراہٹ میں اس کیلئے تسلی کا سامان تھا_

اس کنیز پر مسلط شیطان نے جب عمر کو دیکھا تو بھاگ گیا_ شیاطین اپنے کو ذلیل کرنے والی طاقت سے ڈرتے ہیں_

یہ وہ قابل ذکر دلائل تھے جن کے ذریعے ان لوگوں نے گانے بجانے کی حلیت پر استدلال کیا ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہمارے خیال میں یہ ساری باتیں ان کے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے کسی کام بھی نہیں آسکتیں_

حلیت غنا کے دلائل کا جواب

اگر ہم مذکورہ احادیث کے ضعف کو بیان کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ان کے اسناد سے چشم پوشی کریں وگرنہ بات لمبی ہوجائیگی اور ممکن ہے کچھ لوگ یہ سوچتے ہوں کہ صحاح ستہ میں موجود اسناد پر تنقید کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں، خاص کر بخاری اور مسلم میں جبکہ گذشتہ احادیث میں سے بعض ان کتب میں موجود ہیں_
ہمارے نزديك اگرچہ یہ خیال باطل ہے_ اس موضوع پر علماء خاص کر شیخ محمود ابوریہ نے اپنی کتاب "اضواء علی السنة المحمدیہ" میں اور اسی طرح دیگر افراد نے بھی گفتگو کی ہے(1) لیکن اس کے باوجود ہم ان احادیث کی اسناد سے بحث نہیں کرتے (تا کہ ان لوگوں کی دلجوئي ہو اور ان کے جذبات کا احترام عمل میں آئے) بلکہ ان احادیث کے متن سے بحث کرتے ہوئے درج ذیل عرائض پیش کرتے ہیں:
(الف): مذکورہ روایات میں سے بعض کے متون میں زبردست اختلاف ہے خاص کر روایت نمبر2 اور روایت نمبر4 جو صحیح بخاری وصحیح مسلم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور دیگر کتب سے مروی ہیں_

(ب): یہ روایات غنا کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ اس کی حلیت پر، بطور مثال: _

1_روایت نمبر2 میں حضور کا فرمان "ان الشیطان لیخاف او لیفرق منك یا عمر" (اے عمر شیطان تجھ سے ڈرتا ہے) گانے بجانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے_ کیونکہ اگر غنا (گانا بجانا) حلال ہوتا (خاص کر نذر کی صورت میں) تو یہ بات درست نہ ہوتی کہ رسول(ص) اللہ اس عمل کی مذمت کرتے اور اسے شیطانی عمل قرار دیتے_

2_ روایت نمبر 3 بھی عائشه کی طرف سے اعتراض اور رسول(ص) اللہ کی جانب سے جواب کے پیش نظر حرمت پر دلالت کر رہی ہے_

1_ ملاحظہ ہو: اضواء علی السنتہ المحمدیہ ، العتب الجمیل اور الغدیر و غیرہ_

3_چوتھی روایت میں اسے شیطانی بانسری قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل حرام اور ناپسندیدہ تھا بنابریں یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول(ص) خدا کیونکر ایسے امر کے مرتکب ہوئے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

روزبہان نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ(ص) نے حکم خدا سمجھانے کیلئے ایسا کیا_
لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اگر آپ (ص) زبانی طور پر حکم خدا بتادیتے تو کافی بھی ہوتا اور آسان بھي_ علاوہ اس کے اگر مذکورہ بات درست ہوتی تو آپ (ص) عام لوگوں کے سامنے یہ کام انجام دیتے نہ کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اکیلے ہی سنتے_ پھر جو عمل عقلاء کے نزديك شيطانی بانسری قرار پائے وہ کیسے حلال ہوسکتا ہے؟
4_ پانچویں روایت کی رو سے حضور(ص) نے فرمایا:" میں شیاطین جن وانس کو عمر کے خوف سے بھاگتے دیکھ رہا ہوں"_ پس جب یہ کام شیطانوں کے جمع ہونے کا باعث ہو تو پھر اسے حرام ہونا چاہي ے نہ کہ حلال_
5_ آٹھویں روایت میں مذکور ہے کہ رسول(ص) اللہ نے فرمایا: "یہ شخص فضولیات سننے کو ترجیح نہیں دیتا"یاد رہے کہ جو کام حلال یا مکروہ ہو وہ باطل و فضول نہیں کہلایا جاسکتا_
6_ آخری روایت میں رسول(ص) اللہ نے مغنیہ کے بارے میں فرمایا:"شیطان نے اس کی ناك کے دونوں سوراخوں میں پھونکا ہے"_ یہ بات بھی حرمت پر دلالت کرتی ہے_
(ج): ہم یہ سوال کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ کیسا شیطان تھا جو عمر سے خوف کھاتا تھا لیکن رسول(ص) اللہ سے نہیں؟ نیز جس کام کے بارے میں شیطان عمر سے ڈرے اس عمل کی نذر کیسے درست ہوسکتی ہے؟ جبکہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نذر میں یہ شرط ہے کہ جس چیز کی نذر کی جارہی ہے وہ خدا کی اطاعت اور پسندیدہ عمل محسوب ہو یا کم از کم نا پسندیدہ چیز نہ ہو جیساکہ بیہقی اور ترمذی جیسی حدیث کی کتابوں میں نذرسے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے_

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول(ص) خداتو فضول اور باطل باتیں سننے کو ترجیح دیں لیکن حضرت عمر فضولیات سے پرہیز کریں؟ یہاں پر حضرت عمر رسول(ص) اللہ سے بھی زیادہ با اصول کیسے بن گئے_؟

نیز یہ کیونکر ممکن ہے کہ شیطان تو اس مغنیہ کی ناك میں پھونکے لیکن دوسری طرف سے رسول(ص) اللہ عائشہ کو

اس کے گیت سننے کی دعوت دیں؟ کیا کوئي بھی صاحب عقل شخص اس قسم کے متضاد اعمال بجالا سکتا ہے؟ چہ جائیکہ معصوم پیغمبر(ص) کی طرف اس کی نسبت دی جائے_

علاوہ برآن یہ کیسے معقول ہے کہ رسول(ص) خدا اپنے بعض اعمال کو بعض لوگوں (عمر) سے چھپائیں اور اس عمل سے اس شخص کے باخبر ہونے کو اپنے لئے باعث ہتك حرمت سمجھیں لیکن کچھ لوگوں سے اس کو نہ چھپائیں؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل، قبیح یا کم از کم غیر پسندیدہ اور نا مناسب تھا؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایك روایت میں ہم دیكھتے ہیں كہ حضرت ابوبكر گانے بجانے سے منع كرتے ہیں لیكن دوسری روایت میں مشاہدہ كرتے ہیں كہ وہ ایسا نہیں كرتے بلكہ عمر اس امر سے منع كرتے ہیں_

(د): آپ (ص) عائشه كو حبشیوں كا رقص دیكھنے كی دعوت كیسے دے سكتے ہیں جبكہ آپ (ص) كا چہرہ ان كے چہرے سے ملاہواہو؟ اور ساتھ ہی ان لوگوں كی حوصلہ افزائي كیلئے یہ بھی كہہ رہے ہوں:" اے بنی ارفدہ اپنا خیال ركھنا "_ (1) كیا یہ آنحضرت(ص) كی حیا (جو معروف ہے)كے منافی نہیں ؟ یہاں تك كہ روایات كے مطابق آپ (ص) پردہ نشین دوشیزاؤں سے بھی زیادہ باحیا تھے_ كیا مذكورہ عمل اس شخص كو زیب دیتا ہے جو حیا كو ایمان كا حصہ سمجھتا ہو اور جس كی مسكراہٹ ہی اس كا خندہ تھي؟ كیا یہ عمل اس بات كے ساتھ ہم آہنگ ہے كہ آپ(ص) اپنی زوجات كو اندھے كی طرف دیكھنے سے منع فرماتے تھے؟ چنانچہ آپ نے اپنی دو بیویوں سے فرمایاتھا:" كیا تم دونوں بھی اندھی ہو اور اس كو نہیں دیكھ رہی ہو؟" (2)

(ھ): دف بجانے اور بدر كے مقتولین پر رونے كے درمیان كونسی مناسبت ہے؟ نیز كیا نبی كریم(ص) كا سكوت (اگر فی الواقع آپ (ص) ساكت رہے ہوں) آپ(ص) كی رضا مندی پر دلالت كرتا ہے؟ خاص كر ان حالات میں كہ ان كاموں سے منع كرنے كیلئے تدریجی طریقہ كار كی ضرورت ہو_ اگر كوئي یہ كہے كہ مذكورہ افعال كے مرتكب افراد آپ كے احكام كی اطاعت كرتے تھے تو اس كا جواب یہ ہے كہ ان كا تو مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_

1_ بخاری مطبوعہ میمنیہ ج 1 ص 111 _

2_ رجوع ہو بطرف مسند احمد ج 6 ص 296 و طبقات ابن سعد و مصابیح بغوی مطبوعہ دار المعرفہ ج2 ص 408 ، الجامع الصحیح ج5 ص 102 اور سنن ابوداؤد ج4 ص 63 ، 64_

(و): چھٹی اور آخری عرض یہ کہ گانے بجانے کی حرمت پر بہت ساری روایات صریح انداز میں دلالت کرتی ہیں_ یہ روایات یقینی طور پر متواتر ہیں_یہاں ہم ان روایات میں سے درج ذیل روایتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں_

1_ آنحضرت(ص) سے مروی ہے "میری امت میں ضرور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شراب، ریشم اور معازف (بینڈباجوں) کو حلال سمجھیں گے"_ (1)

2_ حضرت انس سے مروی مرفوع حدیث (وہ حدیث جس کے راویوں کا ذکرنہ ہو) میں مذکور ہے "دو آوازیں لعنت اور گناہ کا باعث ہیں ان دونوں سے منع کرتا ہوں ایك بانسری کی آواز اور دوسری طرب انگیز نغمے یا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مصیبت کے وقت شیطانی آواز"_

عبدالرحمان بن عوف سے مروی ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا:" میں نے دو احمقانہ اور گناہ آلود آوازوں سے منع کیا ہے ایك لہو ولعب والے نغمے اور شیطانی بانسریوں کی آواز سے اوردوسری مصیبت کے وقت نکالی جانے والی آواز سے" حسن سے بھی اسی قسم کے الفاظ نقل ہوئے ہیں_ (2)

3_عمر بن خطاب سے مروی ہے" گانے والی کنیز کی مزدوری حرام ہے اس کا گانا حرام ہے اس کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے اس کی قیمت کتے کی قیمت جیسی ہے اورکتے کی قیمت حرام ہے"_ (3)

4_ ابن عباس سے منقول ہے" دف بجانا حرام ہے، باجے حرام ہیں، ڈگڈگی (یا ڈھولکي) حرام ہے اور بانسری بھی حرام ہے"_ (4)

1_ سنن بیہقی ج 10 ص 221 اور صحیح بخاری و الغدیر ج 18 ص 70 از بخاری از تفسیر آلوسی ج 21 ص 76 مولف کا کہنا ہے کہ اسے احمد، ابن ماجہ و ابونعیم اور ابوداؤد نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے کسی نے اس پر اشکال نہیں کیا بعض لوگوں نے تو اس کو صحیح قرار دیا ہے_

2_ المصنف ج 11 ص 6 و نیل الاوطار ج 8 ص 268 و تفسیر شوکانی ج 4 ص 236 و الدر المنثور ج 5 ص 160 والغدیر ج 8 ص 69 جس نے مذکورہ مآخذ سے سوائے پہلے ماخذ کے نقل کیا_ نیز از کنز العمال ج 7 ص 333 نقد العلم و العلماء (ابن جوزي) ص 248 و تفسیر قرطبی ج 14 ص 530 _

3_ نیل الاوطار ج 8 ص 264 و ارشاد الساری ج 9 ص 163 اور الغدیر ج 8 ص 69_70 از طبرانی و ارشاد الساري_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

4_ سنن بیہقی ج 10 ص 222 _

5_ ابن عباس، انس اور ابوامامہ سے ايك حديث مرفوع نقل ہوئي ہے كہ آپ(ص) نے فرمايا:" اس امت كے اوپر زمين ميں دھنسنے ،پتھر برسنے اور مسخ ہونے كى بلائيں نازل ہوں گي_ يہ اس وقت ہوگا جب لوگ شراب پئيں گے، گانے واليوں سے استفادہ كريں گے اور باجے بجائيں گے"_ (1)

6_ انس اور ابوامامہ سے مروى حديث مرفوع كہتى ہے "الله نے مجھے كائنات كيلئے باعث رحمت بناكر، نيز باجوں بانسريوں اور ايام جاہليت كے آثار كو مٹانے كيلئے بھيجا ہے"_ (2)

7_ابوہريرہ سے مروى حديث مرفوع ميں مذكور ہے "آخرى زمانے ميں كچھ لوگ بندروں اور سوروں كى شكل ميں مسخ ہوجائيں گے"_ لوگوں نے اس كى علت پوچھى تو فرمايا:" وہ باجوں، ڈھولكيوں اور گانے واليوں سے سروكار ركھيں گے"_

اس قسم كى بات عبدالرحمان بن سابط، غازى بن ربيعہ، صالح بن خالد، انس بن ابى امامہ اور عمران بن حصين سے بھى مروى ہے_ (3)

8_ ترمذى نے حضرت علي(ع) سے (بطريق مرفوع)حديث رسول (ص) نقل كيا ہے كہ جب ميرى امت پندرہ چيزوں ميں مبتلا ہوگى تو اس پر بلائيں نازل ہوں گى (ان كے ذكر ميں فرمايا) جب وہ گانے واليوں اور باجوں سے بھى

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سروکار رکھیں گے_
یہی بات ابوہریرہ سے بھی مروی ہے_ (4)
9_ صفوان بن امیہ سے منقول ہے کہ ہم رسول(ص) اللہ کے پاس تھے اتنے میں عمر بن قرہ آیا اور عرض کیا:

1_ الدر المنثور ج 2 ص 324 وا لغدیر ج 8 ص 70 از در منثور و از تفسیر آلوسی ج 21 ص 76 اسے طبراني، احمد اورابن ابی الدنیانے نقل کیا ہے_

2_ جامع بیان العلم ج 1 ص 153 و نیل الاوطار ج 8 ص 262 و در منثور ج 2 ص 324 و الغدیر ج 8 ص 70_71 مذکورہ مآخذ سے _

3_ الدر المنثور ج 2 ص 324 اسے ابن ابی دنیا، ابن ابی شیبہ، ابن عدي، حاکم، بیہقي، داود اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے نیز رجوع ہو المدخل ج 3 ص 105 و الغدیر ج 8 ص 71 _

4_ نیل الاوطار ج 8 ص 263 و المدخل ج 3 ص 105 و الغدیر ج 8 ص 71 از المدخل ونقد العلم و العلماء (ابن جوزي) ص 249 و تفسیر قرطبی ج 14 ص 53 _

"اے اللہ کے رسول(ص) خدانے میری قسمت میں شقاوت لکھ دی ہے اسی لئے میں روزی کما نہیں سکتا مگر اپنے ہاتھوں سے ڈھولکی بجاکر_ بنابریں مجھے اجازت دیجئے کہ میں بے حیائي والے کا موں سے ہٹ کر گانے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بجانے کا کام کروں"_آپ(ص) نے فرمایا: "میں تجھے اجازت نہیں دیتا_ اس کام میں نہ عزت ہے نہ شرافت_ اے دشمن خدا تم جھوٹ بولتے ہو_ اللہ نے تجھے پاکیزہ روزی عطا کی ہے لیکن تونے رزق حلال کاراستہ چھوڑ کرحرام روزی کی راہ اپنائي ہے_ خبر دار جو دوبارہ یہ بات کہی تو میں تجھے المناك سزا دونگا"_(1)

حلبی نے اس روایت پر یوں تبصرہ کیا ہے:" مگر یہ کہاجائے کہ یہ نہی (بشرطیکہ صحیح ہو) اس شخص کیلئے ہے جو ڈھولکی بجانے کو پیشہ بنالے_ اس صورت میں یہ عمل مکروہ ہے_ رہا آپ(ص) کا یہ فرمانا کہ"تم نے راہ حرام کو اختیار کیا" تو یہ جملہ اس کام کی قباحت کو بیان کرنے میں مبالغہ آرائي کیلئے ہے"_(2)

لیکن حلبی یہ بھول گئے کہ اگر اس کام کو پیشہ بنانا فقط مکروہ ہوتا تو پھر آپ(ص) اس کو المناك سزا دینے کی دھمکی کیوں دیتے؟ اور اسے دشمن خدا کیوں قرار دیتے؟

اس کے علاوہ آنحضرت(ص) کا حرام کو "طیب" (پاکیزہ وحلال) کے مقابلے میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حرام سے مراد وہی "خبیث" ہے جو قرآن کی اس صریح آیت کے مطابق حرام قرار دی گئي ہے (ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث) (3) یعنی وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال اور ناپاك چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتا ہے_

10_ابوامامہ سے مروی ہے گانے والیوں کو نہ بیچو اور نہ ہی خریدو، اور

نہ ان کو تعلیم دو، ان کی تجارت میں کوئي خوبی نہیں_ ان کی قیمت حرام ہے اس قسم کے امور کے بارے مینیہ آیت نازل کی گئي ہے (ومن الناس من یشتری ...) (4)

----

1 السیرة الحلبیة ج 2 ص 63 از ابن ابی شیبہ

_2 السیرة الحلبیة ج 2 ص 62 _

3 سورہ اعراف آیت 157

4_سورہ لقمان، آیت 6_

ایك اور عبارت مینآیا ہے "گانے والیوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کو بیچنا_ ان کی قیمتیں حرام ہیں_ قرآن کی یہ(مذکورہ) آیت اسی قسم کی چیزوں کے بارے میں نازل ہوئي ہے ..."_ (1)

11_ عائشہ سے مروی ایك حدیث مرفوع کہتی ہے" خدائے تعالی نے گانے والی کنیزوں، ان کی خریدوفروخت اور قیمت کو حرام قرار دیا ہے _نیز ان کو تعلیم دینا اور ان کو سننا بھی حرام ہے"_ پھرآپ (ص) نے یہ آیت پڑھی (ومن الناس من یشتری لھوالحدیث) (2)

12_ابن مسعود سے خدا کے اس قول (ومن الناس من يشترى لهوالحديث) کے بارے میں سوال ہوا تو جواب دیا:" اللہ کی قسم، اس سے مراد غنا (گانا بجانا) ہے"_ ايك اور عبارت يوں کہتی ہے "واللہ اس سے مراد غنا ہے قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ كوئي معبود نہیں" _ اور اس کو تین بار دہرایا_ جابر سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ اس سے مراد غنا اور اس کا سننا ہے_

علاوہ ان کے ابن عباس ابن عمر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، میمون بن مہران، قتادہ، نخعي، عطائ، على ابن بذیمہ، اور حسن نے بھی اس آیت کا مقصود غنا ہی کو قرار دیا ہے_(3)

1_ نيل الاوطار ج 8 ص 263 و تفسير شوكانى ج ص 234 و در منثور ج 5 ص 159 و تفسير ابن كثير ج 3 ص 442 و ارشاد السارى ج 9 ص 163 و المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104 و تفسير طبرى ج 21 ص 39 و الغدير ج 8 ص 67 (مذكوره مآخذ) اور تفسير قرطبى ج 14 ص 51 و نقد العلم و العلماء ص 247 و تفسير الخازن ج 3 ص 36 و تفسير آلوسى ج 21 ص 68 و ترمذى كتاب 12 باب 51 سے ماخوذ _انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ درج ذیل محدثین نے بھی اس کو نقل کیا ہے_ سعيد بن منصور، احمد، ابن ماجة، ابن منذر، ابن ابى حاتم، ابن ابى شيبة ، ابن مردويہ ،طبرانى و ابن ابى دنيا_

2_ الدرالمنثور ج 4 ص 228 و الغدير ج 8 ص 67 از در منثور از تفسير آلوسى ج 21 ص 68 _

3_ سنن بيہقى ج 10 ص 122 و 223 و 225 و مستدرك الحاكم ج 2 ص 411 و تفسير طبرى ج 21 ص 39_40 و المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104 و تفسير ابن كثير ج 3 ص 441 و ارشاد السارى ج 9 ص 163 و در منثور ج 5 ص 159_160 و فتح القدير ج 4 ص 34 و

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نیل الاوطار ج 8 ص 163 و الغدیر ج 8 ص 68 مذکورہ مآخذ سے نیز تفسیر قرطبی ج14 ص 51_53 و نقد العلم و العلماء ص 246 و تفسیر الخازن ج 3 ص 46 نیز اس کے حاشیے پر تفسیر نسفی ج 3 ص 460 و تفسیر آلوسی ج 21 ص 67 وغیرہ سے نیز اسے نقل کیا ہے ابن ابی دنیا، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، بیہقی (شعب ایمان میں) ابن ابی حاتم، ابن مردویہ و فاریابی اور ابن عساکر نے _

13_ابلیس سے خدا کے خطاب (واستفززمن استطعت منہم بصوتك) (1) (یعنی تو جس جس کو اپنی آواز سے پھسلاسکتا ہے پھسلا لے) کے متعلق_ ابن عباس اورمجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد غنا، بانسری اور لہو ہے_ (2)

14_حسن بصری نے یزید کی برائیاں گنتے ہوئے کہا ہے "وہ اکثر اوقات نشے اور شراب نوشی میں مبتلا رہتا تھا، ریشم پہنتا تھا اور طنبورے (ستار) بجاتا تھا"_ (3)

اہل مدینہ یزید کی جن باتوں کی مذمت کرتے تھے ان میں یہ باتیں بھی شامل تھیں کہ وہ شراب پیتا ہے، طنبور بجاتا ہے، گانے والے اس کے پاس سازبجاتے رہتے ہیں_ (4)

15_ابن عباس نے قول خدا "و انتم سامدون" کے بارے میں کہا ہے کہ سامدون سے مراد حمیریوں کے لہجے میں گانا ہے_ (5)

16_ جابر نے رسول(ص) خدا سے نقل کیا ہے کہ ابلیس ہی سب سے پہلے رویا دھویا اور سب سے پہلے غنا کا مرتکب ہوا_ (6)

17_حضرت علی (ع) نے رسول(ص) خدا سے نقل کیا ہے کہ گانے بجانے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

والے مرد اور عورت کی کمائي حرام ہے_ زنا کرنے والی عورت کی آمدنی حرام ہے اور خدا کا حق ہے کہ وہ حرام سے اگنے والے گوشت کو جنت میں داخل نہ کرے_ (7)

1_ سورہ اسراء آیت 64 _

2_ فتح القدیر ج 3 ص 241 و تفسیر طبری ج 15 ص 81 تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 49، الغدیر ج 8 ص 89 ان سے اور تفسیر قرطبی ج 10 ص 288 سے و نقد العلم و العلماء ص 247 و تفسیرالخازن ج 3 ص 178 اور اس کے حاشیے میں تفسیر نسفی ج 3 ص 178 و تفسیر ابن جزی کلبی ج 2 ص 175 و تفسیر آلوسی ج 15 ص 111 _

3_ الغدیر ج 10 ص 225 از تاریخ ابن عساکر ج 5 ص 412 و تاریخ طبری ج 6 ص 157 و تاریخ ابن اثیر ج 4 ص 209 و البدایة و النہایة ج 8 ص 130 و محاضرات الراغب ج 2 ص 214 و النجوم الزہرة ج 1 ص 141 _

4_ الغدیر ج 10 ص 255 از تاریخ طبری ج 7 ص 4 و الکامل ابن اثیر ج 4 ص 45 و البدایة و النہایة ج 8 ص 216 و فتح الباری ج 13 ص 59 _

5،6،7_ المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104_107 _

18_حضرت علی (ع) نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم(ص) نے دف بجانے، طبل بجانے اور بانسری بجانے سے منع فرمایا ہے_ (1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

يہاں ہم نے جتنا عرض كيا كافى معلوم ہوتا ہے جو حضرات مزيد تحقيق كے خواہشمند ہوں وہ ان مآخذ كى طرف رجوع كريں جن كا ہم نے حاشيے ميں ذكر كيا ہے_ (2)

غنا كے بارے ميں علماء كے نظريات

الغدير ميں مذكور ہے كہ حنفيوں كے امام نے غنا كو حرام قرار ديا ہے_ يہى حكم كوفہ كے علماء (يعنى سفيان، حماد، ابراہيم، شعبى اور عكرمہ) كا بھى ہے_

مالك نے بھى غنا سے منع كيا ہے اور اسے ان عيوب ميں شمار كيا ہے جس سے عيب كى حامل كنيز كا سودا فسخ ہوسكتا ہے_ يہى نظريہ سارے اہل مدينہ كا ہے سوائے ابراہيم بن سعد كے_

حنبليوں كى ايك جماعت سے بھى حرمت كا قول نقل ہوا ہے_ عبداللہ بن احمد بن حنبل سے مروى ہے كہ اس نے اپنے باپ سے غنا كے بارے ميں سوال كيا تو جواب ملا"غنا دلوں ميں نفاق پيدا كرتا ہے مجھے يہ

1_ المدخل (ابن حاج) ج 3 ص 104_107

2_ ابن الحاج كى كتاب المدخل ج 3 ص 96 سے 115 تك و تفسير طبرى ج 28 ص 48 و نيل الاوطار ج 8 ص 264 و 263 و سنن بيہقى ج 10 ص 222 و فتح القدير ج 4 ص 228 و ج 5 ص 115 و تفسير ابن كثير ج 2 ص 96 و ج 6 ص 260 و الفائق زمخشرى ج 1 ص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

305 و الدر المنثور ج 2 ص 317_324 و ج 5 ص 159 و الغدیر 8 ص 64 اور اس سے آگے (مذکورہ مآخذ سے) نیز قرطبی ج 7 ص 122 و ج 14 ص 53_54 و الکشاف ج 2 ص 211 و تفسیر آلوسی ج 7 ص 72 و ج 21 ص 68 و ارشاد الساری ج 9 ص 164 و بہجة النفوس (ابن ابی حجرہ) ج 2 ص 74 و تاریخ البخاری ج 4 حصہ اول ص 234 و نقد العلم و العلماء ص 246 و 248 و نہایة ابن اثیر ج 2 ص 95 و تفسیر خازن ج 3 ص 460 و ج 4 ص 212 و نسفی (اس کتاب کے حاشیے پر) ج 3 ص 460 سے نیز اسے نقل کیا ہے سعید بن منصور، عبد بن حمید، عبدالرزاق، فریابي، ابوعبید، ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، ابوالشیخ، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے_ رہا ابن زبیر کا یہ قول کہ میں نے مہاجرینتمام کو ترنم کے ساتھ گاتے سنا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو: المصنف ج1 ص 5 ، 6 نیز سنن بیہقی ج10 ص 225_ تو اس سے مراد غنا نہیں بلکہ ترنم کے ساتھ شعر پڑھنا ہے جیساکہ ابن الحاج نے ج 3 ص 98 و 108 میں ذکر کیا ہے_

ناپسندہے" پھر مالك كا یہ قول نقل کیا کہ اسے فقط فاسق لوگ انجام دیتے ہیں_ مزنی جیسے مذہب شافعی سے آگاہ شافعیوں کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ وہ حرمت کے قائل تھے_ ان لوگوں نے حلیت کے قائل افراد پر اعتراض کیا ہے مثلاً قاضی ابوطیب نے غنا کی مذمت اور ممانعت کے موضوع پر ایك كتاب تصنیف کی ہے_ ابوبکر طرطوشی نے بھی غناپر ایك كتاب لکھی ہے_ طبری کے علاوہ شیخ ابواسحاق نے" التنبیہ" نامی کتاب میں اسے حرام قرار دیا ہے_ محاسبي، نحاس اور قفال نے اسے صریحاً حرام قرار دیا ہے_ نیز قاسم بن محمد، ضحاك، ولید بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور دیگر بے شمار علماء نے اس سے منع کیا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابن صلاح نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے اہل حل وعقد کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے_

طبری نے کہا ہے کہ مختلف شہروں کے رہنے والے اس کی کراہت اور ممنوعیت پر متفق الخیال ہیں سوائے ابراہیم ابن سعد اور عبداللہ عنبری کے، مذکورہ باتوں کیلئے رجوع ہو الغدیر ج 8 ص 72_74 اور المدخل (از ابن الحاج) ج 3 صفحہ 96 تا 115 کی طرف_ اس میں مزید باتیں بھی درج ہیں جن کا ہم نے اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا_ جو مزید جستجو کا طالب ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے_

غنا اہل کتاب کے نزدیك

چونکہ غنا کا اسلامی تعلیمات سے کوئي رابطہ نہیں اس لئے یہ سوال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ کہاں سے بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں داخل ہوا یہاں تك کہ وہ اس کی حلیت اور اس پر مداومت کی تاکید کرنے لگ گئے؟ بلکہ بات یہاں تك پہنچی کہ یہ مسئلہ صوفیوں کی امتیازی علامت بن گیا جیساکہ سب کو معلوم ہے_ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کو اہل کتاب سے اخذکیا ہے_

چنانچہ ابن کثیرعمران کی بہن مریم (حضرت موسی (ع) کے دور میں زندگی بسر کرتی تھي) کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:"مریم کا اس دن جو کہ ان کے نزدیك سب سے بڑی عید کا دن تھا دف بجانا اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بات کی دلیل ہے کہ عید کے دن دف بجانا ہمارے دین سے پہلے جائز تھا"_ (1)

اس کے بعد ابن کثیر نے مریم والی اس روایت سے استنباط کرتے ہوئے عیدوں اور مسافروں کی واپسی کے مواقع پر جواز کا فتوی دیا ہے_

جعل سازی کا راز

پیغمبر(ص) اسلام اور اسلام کی طرف مذکورہ باتوں کی نسبت دینے کی وجہ درج ذیل امور ہوسکتے ہیں_

1_ حضرت عائشه اور حضرت عمر غنا اور موسیقی کو پسند کرتے اور سنتے تھے_

حضرت عائشه کے بارے میں تو بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ اس کام کی حوصلہ افزائي کرتی اور کہتی تھیں "فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن، الحريصة على اللهو" (2) یعنی اس نوجوان لونڈی کی قدر کرو جو گانے کی شوقین ہو_

نیز انہوں نے ایك گویّے (مرد) کو اجازت دی کہ وہ بعض کمسن لونڈیوں کیلئے گائے البتہ بعد میں انہوں نے اس کو نکال دینے کا حکم دیا تھا_ (3)

ادھر خلیفہ ثانی عمر بن خطاب کے بارے میں ابن منظور نے کہا ہے "بتحقیق

عمرنے بادیہ نشینوں کے غنا کی اجازت دی تھي"_ (4)
خوآت بن جبیر نے حضرت عمرسے گانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دي_ چنانچہ خوآت نے گانا شروع کیا اور حضرت عمر نے کہا:" آفرین اے خوات، آفرین اے خوات"_ (5)

1_ البداية و النہاية ج 1 ص 276_

2_ عبد الرزاق کی کتاب المصنف ج 10 ص 465 صحیح بخاری مطبوعہ مشکول ج 9 ص 223 و 270 و حیات الصحابة ج 2 ص 761 از مشکاه ص 372 از شیخین (بخاری و مسلم) و دلائل الصدق ج 1 ص 393 _

3_ سنن بیہقی ج 10 ص 224 _

4_ لسان العرب ج 15 ص 137 لفظ غنا کی بحث میں _

5_ الغدیر ج 8 ص 79 از کنز العمال ج 7 ص 335 _

نیز انہوں نے یہ بات سنی کہ رباح بن مغترف گاتا ہے چنانچہ انہوں نے اس کی تحقیق کی تو لوگوں نے اس کے بارے میں اطلاع دي، حضرت عمر بولے :"اگر تم یہ کام کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ ضرار بن خطاب کے اشعار پر توجہ دو"_ قریب قریب یہی بات خوات کے ساتھ بھی کہي_(1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علاء بن زیاد سے مروی ہے کہ عمر اپنے راستے پر جا رہے تھے اس دوران انہوں نے کچھ گایا پھر کہا کہ"جب میں نے گایا تو تم لوگوں نے مجھے کیوں نہیں ٹوکا؟"_ (2)
شوکانی اور عینی نے عمر اور عثمان کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جنہوں نے غنا کو جائز قرار دیا ہے_ (3)
نیز حضرت عمرنے زید بن سلم اور عاصم عمر سے دوبارہ گانے کیلئے کہا اور اظہار نظر بھی فرمایا جیساکہ ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے_ (4)
بنابریں گذشتہ روایات میں سے اکثر میں حضرت عمر کے ساتھ اس بات کی جعلی نسبت (کہ وہ رسول(ص) اللہ کے گھر میں گانے والیوں کو منع کرتا تھا) دینے کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان (عمر) کے بارے میں معروف بات کو مشکوك بنا دیا جائے یا یہ کہ غنا سے ان کو جو واسطہ رہا تھا اس کی قباحت میں کمی کی جاسکے کیونکہ جب لوگ یہ دیکھ لیں کہ رسول اعظم(ص) توخود غنا سنتے تھے، اپنے گھر میں شیطانی آلات (بانسری وغیرہ) رکھتے اور لہویات سننے سے شغف رکھتے تھے تو اس کے بعد کوئي اور شخص ان اعمال کا مرتکب ہوجائے تو اس میں کوئي قباحت محسوس نہ ہو_
2_ مذکورہ روایات (جو غنا کی حلیت کو ثابت کرنا چاہتی ہیں) کی اکثریت کا مقصد حضرت عائشہ کے کردار کو بیان کرنا ہے یہاں تك کہ ان روایات کی رو سے جب وہ حبشیوں کا رقص دیکھ رہی تھیں تو رسول(ص) (ص) اللہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ نسب قريش (مصعب) ص 448 و سنن بيہقى ج 10 ص 224 و الغدير ج 8 ص 79 از سنن بيہقى واز استيعاب ج 1 ص 86 و 170 و از الاصابة ج 1 ص 502 و 457 و ج 8 ص 209 از كنز العمال ج 7 ص 335 و تاريخ ابن عساكر ج 7 ص 35 نيز الاصابہ ج2 ص 209_

2_ الغدير ج 8 ص 80 از كنز العمال ج 7 ص 335 _

3_ نيل الاوطار ج 8 ص 266 و الغدير ج 7 ص 78 از نيل الاوطار و از عمدة القارى در شرح صحيح بخارى ج 5 ص 160 _

4_ عيون الاخبار ج 1 ص 322 _

ان سے فرما رہے تھے كہ كياابھى تم سير نہيں ہوئي؟ اور وہ كہتى تھيں "نہيں"_ تاكہ رسول(ص) اللہ كے نزديك اپنا مقام ديكھ ليں_ يہ امر اس بات كى نشاندہى كرتا ہے كہ ايك (خفيہ) ہاتھ اس كوشش ميں مصروف تھاكہ حضرت عائشه كيلئے فضائل تراشے اور يہ ثابت كرے كہ رسول(ص) اللہ ان كى پسند كا خيال ركھتے اور ان سے محبت كرتے تھے_ علاوہ بر اين ان روايات ميں اس بات كے واضح اشارے ملتے ہيں كہ ان ميں حضرت ابوبكر، حضرت عمر اور حضرت عثمان كيلئے فضائل ثابت كرنے نيز اسلام سے ان كے تمسك اور ان كى جانب سے اسلام كى حمايت كو بيان كرنے كى كوشش كى گئي ہے اگرچہ اس مقصد كے حصول كيلئے نبى كريم(ص) كى عزت وشرف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور آپ(ص) کی عفت وپاکیزگی کو داغدار بنانے کی ضرورت کیوں نہ پڑے_

3_ ہم امویوں اور عباسیوں کو بھی نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جھوٹی احادیث وضع کرنے کے عمل سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے_ کیونکہ ان کے درمیان ایسے لوگ موجود تھے جو ان کے ہر فعل کو شریعت اور قداست کا لباس پہنانے کی کوشش میں رہتے تھے_چنانچہ غیاث ابن ابراہیم اور ابوالبختری کے ساتھ مہدی عباسی کا قصہ ہمارے سامنے ہے جب وہ مہدی کے پاس پہنچا تو اسے کبوتربازی میں مشغول پایا_ اس نے یہ حدیث بیان کی "لاسبق الا فی خف او نصل او حافر" یعنی شرط لگانا جائز نہیں مگر ٹاپوں والے حیوانات (مثلا اونٹ) کی دوڑ یا تیر اندازی یا کھروں والے حیوانات (مثلا گھوڑے وغیرہ) کی دوڑ میں پھر اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہا "اوجناح" (یعنی اڑنے والے پرندوں میں بھی جائز ہے) تاکہ یوں مہدی کے شوق کی تسکین ہو_ چنانچہ مہدی نے اسے پیسوں کی ایک تھیلی دیئے جانے کا حکم دیا_ جب وہ نکل گیا تو مہدی نے کہا :"میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری پشت ایک کذاب کی پشت ہے"_ (1)

ہم تاریخ وادب کی کتابوں میں گانے بجانے اور لہو ولعب پر اموی اور عباسی خلفاء کی توجہ کے بارے میں عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں_وہ گانے والوں کو دسیوں سینکڑونبلکہ ہزاروں گنابڑے انعامات

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

-----

1_ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (مصنفہ قاري) ص 469 و اللئالی المصنوعة ج2 ص470 و الموضوعات (ابن جوزي) ج 1 ص 42 و لسان المیزان ج 4 ص 422 و میزان الاعتدال ج 3 ص 338 والمجروحون ج1 ص 66 ، تاریخ الخلفاء ص 275 نیز المنار المنیف ص 107_

دیتے تھے_ (1) یہاں تك کہ اسحاق موصلی (جو موسیقی دانوں کا استاد تھا) نے کہا:" اگرہادی زندہ رہتا تو ہم اپنےگھروں کی دیواریں سونے اور چاندی سے بناتے"_ (2)

رسول(ص) اللہ کا قبا میں نزول

کہتے ہیں کہ اس پرشکوہ استقبال کے بعد رسول(ص) اللہ ، قبا کی جانب چلے اور قبیلہ عمرو بن طوف میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے_ اس دن حضرت ابوبکر نے آپ(ص) کے شہر میں داخل ہونے پر بہت اصرار کیا لیکن آپ(ص) نے انکار فرمایا اور بتایا کہ جب تك آپ(ص) کے چچا کا بیٹا، آپ(ص) کا برادر دینی اور آپ(ص) کے گھرانے میں آپ کے نزدیك، سب سے عزیز ہستی (جس نے آپ(ص) کے بقول اپنی جان کے بدلے آپ(ص) کی جان بچائي تھي) نہ پہنچے آپ(ص) وہاں سے کوچ نہیں کریں گے_ یہ سن کر حضرت ابوبکر کی طبیعت ہی مکدر ہوگئي اور پیغمبر(ص)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے جدا ہو کراس رات شہر مدینہ میں داخل ہوئے اور رسول(ص) خدا وہیں امیرالمومنین علي(ع) کے منتظر رہے یہاں تك کہ آپ(ص) فواطم (فاطمہ کی جمع _ یعنی فاطمہ زہرا(ع) ، فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب)اور ام ایمن (3) کے ساتھ نیمہ ربیع الاول کو رسول(ص) اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے (4) اور آپ (ص) کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے_(5)

1_ ربیع الابرار ج 1 ص 675 جس میں مذکور ہے کہ اس نے ابراہیم موصل کو بہترین موسیقی کے انعام میں ایك لاکھ،درہم دیئے اس سلسلے میں ابوالفرج نے اپنی کتاب الاغانی میں جن موارد کا ذکر کیا ہے اس کا مطالعہ کافی ثابت ہوگا_

2_ حیاة الامام الرضا السیاسیة (از مولف کتاب ہذا) ص 118 از الاغانی مطبوعہ دار الکتب قاهره ج 5 ص 163_

3_ البحار ج 19 ص 106 و 115،116 و 75،76 و 64 از روضة الکافی ص 340 و اعلام الوری ص 66 و الخرائج و الجرائح نیز رجوع ہو الفصول المهمة (ابن صباغ مالکی)ص 35 و امالی شیخ طوسی ج 2 ص 83_

4_ امتاع الاسماع ص 48 _

5_ البحار ج 19 و البدایة و النہایة ج 3 ص 197 _

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گھر والوں کے ساتھ آنے والے زید بن حارثہ اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابورافع تھے_ حلبی نے اس اختلاف کو یوں دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول(ص) اللہ نے قباسے جو خط علي(ع) کے نام لکھا تھا وہ شاید ان دونوں کے ہاتھ ارسال فرمایا تھا_ پھر یہ دونوں علي(ع) کے ساتھ ہمسفر ہوئے اور آپ کے ہمراہ واپس آئے_(1)

یوں بعض لوگوں نے گھرانے کے ساتھ سفر کو ان دونوں کے ساتھ نسبت دے کر امیرالمؤمنین(ص) کے عظیم کارنامے اور ان دونوں کو بچانے میں آپ کے کردار کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے_ تاکہ دل کے اندر پوشیدہ غرض (کینے) کی تسکین ہو_

مسجد قبا کی تعمیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبا میں قیام کے دوران مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو معروف ہے_ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت عمار یاسر نے فکری اور عملی طور پر پہل کی تھي_ (2)

مسجد قبا ہی وہ مسجد ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری (لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ) (3) یعنی جو مسجد روزاول سے ہی تقوی کی بنیادوں پر قائم ہوگئي وہ اس بات کیلئے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کیلئے) کھڑے ہو_ غزوہ تبوك کی بحث میں ہم انشاء اللہ اس کا ذکر کریں گے_

اس مقام پر احجار الخلافہ یعنی (خلافت کے پتھروں) والی روایت کا تذکرہ ہوتا ہے_ نیز مسجد مدینہ کی تعمیر کے سلسلے میں بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں_ بنابریں اس حدیث پر وہاں بحث کرینگے_

1_ السیرة الحلبیة ج 2 ص 53 _

2_ وفاء الوفاء ج 1 ص 250 و السیرة الحلبیة ج 2 ص 55 از ابن ہشام وغیرہ وغیرہ_

3_ سورہ توبہ، آیت 108 _

مسجد قبا اسلام کی پہلی مسجد ہے_ اس بات کی تصریح ابن جوزی وغیرہ نے کی ہے_ (1)

حبشہ کی جانب حضرت ابوبکر کی ہجرت اورابن دغنہ کے توسط سے آپ کی واپسی کے ذکر میں اس بات کا ذکر گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کا بانی قرار دینا صحیح نہیں_ چنانچہ وہاں رجوع ہو_

بظاہر کچھ عورتوں نے بھی مسجد قبا کی تعمیر میں حصہ لیا تھا چنانچہ ابن ابی اوفی سے منقول ہے کہ جب اس کی بیوی کی وفات ہوئي تو وہ کہنے

لگا:" لوگو اس کا جنازہ اٹھاؤ اوررغبت سے اٹھاؤ کیونکہ یہ اور اس کے غلام رات کے وقت تقوی کی بنیادوں پر تعمیر ہونے والی مسجد کے پتھر اٹھاتے تھے اور ہم دن کے وقت دو دو پتھر اٹھاتے تھے"_ (2)

اس کے علاوہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد قبا کی تعمیر امیرالمومنین(ع) کی آمد کے بعد شروع ہوئي چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت(ص) نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی پر سوار ہوکر چکر لگائیں تاکہ اونٹنی کے چکر کو دیکھ کر مسجد کی حدود معین کی جائیں_ لیکن اونٹنی نے حرکت نہ کی پھر حضرت عمر کو حکم دیا لیکن ان کے ساتھ بھی وہی ہوا_ تب آپ(ص) نے علی (ع) کو حکم دیا تو اونٹنی نے حرکت کی اور آپ(ص) کو لیکر چکر لگایا_ اور جہاں تك اس نے چکر لگایا اسی کے مطابق مسجد کی بنیادیں رکھی گئیں اور آنحضرت(ص) نے فرمایا اس اونٹنی کو خدا کی طرف سے (اس کام کا) حکم دیا گیا تھا_ (3)

قبا میں نماز جمعہ

کہتے ہیں کہ حضور(ص) نے قبا میں یا قبا سے مدینہ کے راستے میں نماز جمعہ اداکي_(4)

1_ وفاء الوفاء ج 1 ص 250 و السيرة الحلبية ج 2 ص 55 نيز ملاحظہ ہو التراتيب الاداريہ ج2 ص 76_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2_ مجمع الزوائد ج 2 ص 10 از بزار و حيات الصحابة ج 3 ص 112 از بزار_

3_ وفاء الوفاء ج1 ص 251 و تاريخ الخميس ج1 ص 338 نيز تاريخ جرجان ص 144 (البتہ عبارت ميں غلطى ہے)_

4_ سيره حلبيہ ج2 ص 59 اور تاريخ المدينہ (ابن شبہ) ج1 ص 68_

بلكہ كچھ لوگوں نے يہ كہا ہے كہ جمعہ كى نماز مكہ ميں فرض ہوئي تھى ليكن مسلمانوں نے وہاں نماز جمعہ نہيں پڑھى كيونكہ وہ اس پر قادر نہ تھے(1)_ شايد ابن غرس نے اسى نكتے كو پيش نظر ركھ كر يہ كہا ہے كہ مكہ ميں جمعہ كى نماز قائم ہى نہيں ہوئي تھي_ (2)

بلكہ مدينہ كے ابتدائي ايام ميں بھى نماز جمعہ كا قيام شايد شك سے خالى نہ ہو كيونكہ سورہ جمعہ ہجرت كے كئي سال بعد نازل ہوئي_ بلكہ يہ قرآن كى سب سے آخرى سورتوں ميں سے ايك ہے_ (3)

ليكن مذكورہ بات كو بنياد بناكر ايسا شك كرنے كى گنجائشے نہيں كيونكہ سورہ جمعہ كا مقصد نماز جمعہ كو اہميّت دينے كا حكم دينا ہے_ يہ اس بات كا غماز ہے كہ نماز جمعہ كا حكم اس سے قبل نازل ہو چكا تھا_ يہاں بظاہر ايسا معلوم ہوتا ہے كہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وآلہ وسلم كى زبانى نماز جمعہ كا حكم ديا گيا_يعنى سورہ جمعہ ميں يہ كہا جارہا ہے كہ جو نماز جمعہ قائم ہو رہى ہے تم اس كى طرف جلدى كرو _ پس اس ميں اصل نماز كى ادائيگى فرض نہيں كى جارہى بلكہ پہلے سے فرض كى گئي نماز كى طرف بلايا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جارہاہے_معلوم ہوتا ہے کہ نماز تو پہلے سے فرض تھی لیکن بعض مسلمان اس کی ادائیگی میں سستی کرتے تھے_ اور شاید انہی سست لوگوں کو (نماز جمعہ ترك کرنے کی وجہ سے) رسول (ص) خدا نے ان کے گھر جلانے کی دھمکی دی تھی (4)_

یہاں ایك اعتراض باقی رہ گیا اور وہ یہ کہ قبا میں نماز جمعہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دوران سفر جمعہ کی نماز پڑھی (حالانکہ نماز جمعہ مسافر کیلئے ساقط ہوتی ہے)_

لیکن یہ اعتراض بے محل ہے کیونکہ ممکن ہے اس زمانے میں قبا مدینہ سے بہت نزدیك ہو_ اور فاصلے کی کمی کے باعث مدینہ کے محلوں میں اس کا شمار ہوتا ہو_ بنابریں جو شخص قبا پہنچ گیا گویا وہ مدینہ پہنچ گیا اور مسافر نہیں رہا_اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول (ص) خدا نے یہ جانتے ہوئے کہ حضرت علی (ع) اور مخدّرات کے ساتھ

1_ سیرہ حلبیہ ج2 ص 9 و ص 12 و ص 59_

2_ الاتقان ج1 ص 37 و السیرة الحلبیة ج2 ص 59_

3_ الاتقان ج1 ص 13 و 11_

4_ یہ واقعہ اپنے منابع اور مآخذ کے ساتھ غزوہ بنی نضیر کے واقعہ میں القرار والحصار کے تحت عنوان ذکر ہوگا_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آنے میں دس دن سے زیادہ لگ سکتے ہیں ، حضرت علی (ع) کے آنے تك قبا میں قیام کا ارادہ کر رکھا ہو_ اور مؤرخین نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرت (ص) نے قبا میں پندرہ دن قیام فرمایا ہے_(1)بیعت عقبہ کی فصل میں اس بارے میں کچھ بیان کر چکے ہیں اس کا بھی مطالعہ فرمائیں_ یہاں اس کتاب کی دوسری جلد کا اختتام ہوتا ہے اس کے بعد تیسری جلد کی باری ہوگي_

(انشاء اللہ تعالي)

1_ بحارالانوار ج 19 ص 106از اعلام الوری ، سیرہ حلبیہ ج 2 ص 55 از بخاری اورملاحظہ ہو ص 59 اور مسلم سے منقول ہے : آپ (ص) نے چودہ دن قیام فرمایا اور دیگر اقوال بھی ہیں''_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com